گردشِ آفاق

زبردست سوشل افسانہ

گردشِ آفاق

جوزف ولمٹ کا اردو ترجمہ

جلد اوّل

مصنف

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

مترجم

تیرتھ رام فیروزپوری

قیمت فی جلد چھ روپے

پبلشرز

نرائن دت سہگل اینڈ سنز۔ دہلی

پرنٹر:۔ محبوب المطابع برقی پریس۔ دہلی

(امیر حسن رضوی تحریر نمود)

پیش لفظ

"گردشِ آفاق" انگلش کے مشہور ناول نگار جارج ڈبلیو، ایم رینالڈس کے شہرۂ آفاق ناول "جوزف دلمٹ" کا ترجمہ ہے جسے ہندوستان کے مشہور ترجمہ کار منشی تیرتھ رام فیروز پوری مرحوم نے اردو لباس پہنایا ہے۔ ناول کی خوبیوں کے بارے میں کوئی لفظ لکھنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے۔ جاسوسی نہ ہونے کے باوجود اس ناول میں اسرار اور پرپیچ مراحل اس قدر زیادہ ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ واقعات اور حالات کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ داستان طویل ہونے کے باوجود ذہن اُکتا نہیں جاتا بلکہ قصّہ کی دلچسپی پڑھنے والے کی پوری توجہ اپنے اندر سمو لیتی ہے۔

داستان کے ہر موڑ پہ ایک نیا پُراسرار واقعہ ناظر کی توجہ کا منتظر رہتا ہے ہر واقعہ اس قدر عجیب اور حیرت خیز ہے کہ ایک بار کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر چین نہیں ملتا۔ جوزف دلمٹ ناول کا ہیرو ایک یتیم لیکن اولوالعزم، جری، باحوصلہ اور نیک مزاج نوجوان ہے۔ اس کی ہمّت کی داستان ہر پڑھنے والے کے سینے میں جرأت اور حوصلہ مندی کا ایسا جذبہ بھر دیتی ہے کہ ناول صرف قصّہ کی حد تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ لوگوں کے لئے ایک دلچسپ سبق کا کام بھی دیتا ہے جسے پڑھ کر آپ کو اپنی زندگی کے خطرات سے بے جھجک ٹکرانا آجائے گا۔

ناول کی دلچسپی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہ انگلینڈ کے ایک مشہور ناول نگار کا شاہکار ہے اور پھر منشی صاحب کا حُسنِ انتخاب اور زورِ قلم بھی اس میں شامل ہے جو ناول کے دلچسپ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

گردشِ آفاق

پہلی جلد

پہلا حصّہ

باب ۱

مدرسہ

میری عمر پندرہ سال کی تھی کہ اس اسکول کا مدرس جس میں ہوش سنبھالنے کے وقت سے میرا سلسلہ تعلیم جاری تھا سکتہ کا دورہ پڑنے سے چند گھنٹوں کے عرصہ میں جان بحق ہو گیا اسوقت تک یہ چھوٹا سا مدرسہ میری دنیا تھا اور اس کی چار دیواری میرا گھر۔ تواحات بسر میں بیٹے ہوئے اس مکان کے باہر نہ میں کبھی گیا نہ اس کی حاجت پیش آئی۔ حتیٰ کہ یہاں تک یاد ہے میں نے اس سے پہلے کوئی دوسرا مقام دیکھا ہی نہ تھا۔ ششماہی تعطیلات میں جب دوسرے بچے اپنے اپنے گھروں کو جاتے تو میں اس مکان میں مدرس اور اس کی بیوی کے پاس اکیلا ہی رہ جاتا۔ کیونکہ نہ میرا کوئی گھر تھا نہ ماں باپ نہ دوسرے رشتہ دار جو مجھے اپنے پاس بلاتے۔ اوروں کی زبانی میں نے سنا تھا کہ میرے والدین میری شیرخوارگی میں ہی کسی وبائی مرض کا شکار ہو گئے تھے اس لئے کوئی خبر مجھے اس بات کی نہ تھی کہ مجھے کون اس مدرسہ میں لایا، کب لایا اور اب کون میری فیس اور باقی اخراجات ادا کرتا تھا۔ میرے تمام حالات ایک بے کس یتیم بچے کے سے تھے۔ اور مجھے اس کا بھی علم نہ تھا کہ میری تقدیر میں آگے چل کر کیا کرنا لکھا ہے۔ میری نسبت کیا ارادے قائم کئے گئے ہیں اور کیا دنیا میں ایسے اشخاص موجود ہیں جو میرے حال اور مستقبل سے کوئی دلچسپی رکھتے ہوں۔

مسٹر ہانکسن کا مدرسہ دوسرے درجہ کا تھا جس میں زیادہ تر دکانداروں اور تاجروں

کے لڑکے تعلیم پاتے تھے اس لئے ہماری تعلیم کا بیشتر حصّہ ادبی نہیں بلکہ تجارتی ہوتا تھا۔
لیکن بڑے درجہ کے لڑکے لاطینی بھی سیکھا کرتے تھے۔ پھر اس کے علاوہ موسیقی کی تعلیم
کا انتظام بھی تھا جس کے لئے علیحدہ فیس ادا کرنی پڑتی تھی۔ بہرحال میرے لئے ان چیزوں
کو غیر ضروری سمجھا گیا تھا۔ یہ ارزاں قسم کا مدرسہ تھا جس کے اخراجات ۳۰ سے ۳۵ پونڈ
سالانہ تک ہوتے تھے۔ بیس طالبعلم ایسے تھے جو وہیں رہتے وہیں سوتے اور وہیں کھانا
کھاتے تھے۔ اور چالیس ایسے جو فقط تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ مدرسہ کے مہتمم اور کارکن
مسٹر نلسن اور ان کی بیوی اس رسیدہ اور نادار تھے۔ وہ کفایت شعاری کی آڑ میں بڑی
کنجوسی سے کام لیتے۔ اور صحت اور تندرستی کے بہانہ سے لڑکوں کی خوراک میں بھی کھینچا تانی
کرتے تھے۔ مگر بہ حیثیت مجموعی ان کا برتاؤ نہایت اچھا ہوتا تھا۔ کم ازکم اس میں بے رحمی کا لگاؤ
بالکل نہ تھا۔ زمانہ تعطیل میں جب میں اکیلا اسکول میں رہ جاتا۔ تو وہ مجھ سے کسی حد تک
عنایت آمیز سلوک بھی کرتے تھے۔ گو اس کے لئے میں زیادہ تر مسز نلسن کا ممنون احسان تھا
کیونکہ میاں بیوی دونوں میں اسی کی طبیعت زیادہ نرم تھی۔ لیکن سچ پوچھئے تو اگر میرے
گرد وپیش کل جہان کی راحتیں مہیا کر دی جاتیں اور نہایت شفقت آمیز آسائشیں
بھی مجھے حاصل ہوتیں تو وہ ان مسرت انگیز تبدیلیوں اور راحت افزا تاثیروں کی قائم
مقام نہ ہو سکتی تھیں۔ جو صرف والدین کی صحبت اور گھر کی چار دیواری میں حاصل ہوتی ہیں
اسی بناپر سکول میں میری زندگی ناخوشگوار حالات اور یکسانیت کے انداز میں گزرتی
تھی اور اگر میں فطرتاً خوش طبع نہ ہوتا تو یہ طریق رندگی یقینی طور پر مجھے رنج وغم میں
گھلائے رکھا کرتا۔ چنانچہ اب بھی جس وقت تعطیل کے دن قریب آتے اور میرے ساتھیوں
کی مسرور آوازیں خوشی کے پرجوش گیتوں میں شامل ہو کر بلند ہوتیں جب میرے سوا
ہر ایک طالب علم کے صندوق باندھے جاتے اور وہ سب اپنے گھروں کی تفریح اور ان
خوشیوں سے متعلق جو انہیں والدین کے زیر سایہ حاصل ہوتی تھیں آپس میں فرحت و

شادمانی کے ساتھ باتیں کرتے تو میرا دل رنج و یاس سے پاش پاش ہو جاتا۔ پھر جب ان کی روانگی کے بعد میں اس اسکول کے وسیع کمرہ میں تنہا رہ جاتا تو کس طرح میرا ناتوان اور کمزور دل رنج و غم کی ناقابل برداشت چوٹیں کھاتا۔ کس طرح دم گھوٹنے والی ہچکیاں میرے گلے میں اٹھتیں۔ اور کس طرح گرم آنسو میرے رخساروں پر بہا کرتے۔ رخصت کے موقعہ پر بعض لڑکے وعدہ کیا کرتے تھے کہ ہم اپنے والدین سے "خوبصورت جو" کو (جس نام سے وہ مجھے مخاطب کیا کرتے تھے) اپنے گھر بلانے اور چند دن مہمان رکھنے کی اجازت حاصل کریں گے اور شروع میں یہ امید خواہ وہ اجنبی لوگوں میں جانے کی ہی تھی میری تسکین کا موجب ہو جاتی تھی۔ لیکن چونکہ ان کے ماں باپ کسی اجنبی لڑکے کو بلانے کے بغیر ہی غالباً اپنے بچوں کی آمد اور دل بہلاؤ کو کافی خیال کرتے تھے اس لئے یہ وعدے کبھی پورے نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ جب اس کے بعد پھر تعطیل کے دن آتے اور میرے نو عمر ساتھی خلوص نیت سے زور دے کر گذشتہ وعدوں کو دہراتے تو میں رنج و یاس کا تبسم پیدا کر کے سرسری طور پر ہاں کہدیا کرتا کیونکہ میں جانتا تھا کہ ان کے کئے ہوئے وعدے کبھی ایفا نہ ہوں گے۔

اسکول میں سب سے زیادہ شکیل سمجھے جانے کی وجہ سے میرا نام "خوبصورت جو" مشہور تھا۔ میرا قد عمر کے لحاظ سے لمبا نہ تھا۔ اور بدن بھی چھریرا تھا۔ تاہم میں بلا اظہار تفاخر کہہ سکتا ہوں کہ میری شباہت مہذبانہ اور اعضاء موزوں اور سڈول تھے چنانچہ اچھی طرح یاد ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں میرے سر پر گھنے سیاہ بال قدرتی طور پر گھومے ہوئے اور ان میں اونچی زرد پیشانی پر مانگ نکلی ہوئی ہوتی تھی۔ سیاہ آنکھوں میں شوخی اور نزاکت پائی جاتی تھی اور خط و خال کی نرمی قدرے زنانہ پن کی جھلک رکھتی تھی۔ لڑکے میرے خوشنما ہموار دانتوں کی تعریف کیا کرتے تھے اور جسمانی صفائی کے لئے مسز نلسن جوزف دلٹ کو ہمیشہ نمونہ کے طور پر پیش کرتی تھی۔ مجھے ایک ذہین اور تیز طبیعت لڑکا

سمجھا جاتا تھا۔ اور اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں اپنے سبق پر جلد حاوی ہو جانے کی وجہ سے میں ان کے کام میں مدد دینے سے بھی تامل نہ کرتا تھا۔ قدرتاً خوش اور طبعاً بامروّت ہونے کی وجہ سے میں سارے لڑکوں میں ہر دلعزیز تھا۔ یہاں تک کہ زیادہ عمر اور بڑے درجہ کے طالبعلم بھی میرے ساتھ ہمیشہ اچھا برتاؤ کرتے تھے۔

مگر میرے خیال میں اپنی زندگی کے اس حصّہ کے متعلق زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ جیسا بیان کیا گیا ہے میرا پندرھواں سال ختم ہو چکا تھا کہ تعطیل کے زمانہ میں جبکہ میرے سوا تمام لڑکے اپنے گھروں پہ گئے ہوئے تھے مسٹر نلسن مرض سکتہ سے جاں بحق ہوئے اور ابھی ان کا جنازہ بھی نہ اٹھا تھا کہ میں نے نوکروں کو آپس میں یہ کہتے سنا کہ مسز نلسن آئندہ اسکول جاری نہ رکھیں گی۔ اس سے قدرتی طور پر میرے دل میں سوالات پیدا ہونے شروع ہوئے کہ مجھے اب کونسا طریقۂ زندگی اختیار کرنا پڑے گا میرا کیا ہونا ہے؟ اور کیا مجھے مسز نلسن کی نگرانی میں رہنا ہوگا۔ یا میرے مستقبل کے بارے میں کسی رشتہ دار کی طرف سے کوئی اطلاع ملنے والی ہے؟ یہ اور ایسے ہی کئی خیالات میرے جی کو بے چین کرنے لگے کیونکہ واقعہ میں میری ذہانت میری عمر کے لحاظ سے تیز تھی۔ گو ایک اور پہلو سے وہ ایک ہی ڈھنگ پر زندگی گذارنے اور خیالات کو اسکول کی چاردیواری تک محدود رہنے کی وجہ سے کسی قدر پست بھی ہو چکی تھی۔

تجہیز و تکفین کے مراسم ادا ہونے کے بعد سب لڑکوں کے والدین کو خطوں کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی تھی کہ مسز نلسن آئندہ اس اسکول کو جاری نہ رکھ سکیں گی چنانچہ سامنے کے باغ میں ایک تختہ اس مضمون کا آویزاں بھی کر دیا گیا کہ مکان اب کرایہ کے لئے خالی ہے اس کے ساتھ ہی نوکروں کو ایک ماہ کے بعد نوکری چھوڑ دینے کا نوٹس دے دیا گیا اور ایک دکاندار کو سامان کی خریداری کے لئے بلایا گیا۔ اسی طرح تین ہفتے گذر گئے لیکن مسز نلسن نے میری نسبت کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالا۔ میں ہر روز سوال کرنے

کا ارادہ کرتا لیکن رہ جاتا۔ ایسا کہنے کی ہمت ہی نہ پڑتی تھی۔ بظاہر وہ اپنے شوہر کی موت کو دل سے محسوس کرتی تھی۔ مگر میرے ساتھ اس نے کسی طرح کی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا بلکہ اگر کبھی میں نے اس کو مخاطب کرنے کی جرأت کی تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ جاؤ کھیلو اور مجھے پریشان نہ کرو۔ مگر اس ویرانہ میں اب میرے ساتھ کھیلنے والا کون تھا؟ اور اگر ہوتا بھی تو مجھے اپنی فکر آمیز تشویشناک حالت میں ایسی تفریحات کی رغبت کیا ہو سکتی تھی؟ میری طبعی زندہ دلی جواب دینے لگی۔ اور اس کے بدلے افسردگی اور مایوسی نے ترقی کی۔ اس سے پہلے میں کبھی اتنا رنجیدہ اور غمگین نہ ہوا تھا۔ اور جب میں دیکھتا کہ نوکر بھی میری طرف ہمدردانہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ تو اس سے میری طبیعت میں رنج و یاس کی سیاہی اور زیادہ بڑھتی کیونکہ مجھے اس خلاف امید دل سوزی کے پردہ میں دہشت اور خطرہ کے آثار نظر آتے تھے۔

مسٹر نلسن کو فوت ہوئے قریباً ایک ماہ گذر چکا تھا کہ ایک روز صبح کو جب میں اسکول کے ایک کمرہ میں جو وسط گرما کے ایام میں بھی خلاف معمول سرد اور بے رونق تھا افسردہ و افسوسناک بیٹھا تھا۔ مجھے نشستگاہ میں بلایا گیا اس وقت میں نے دیکھا کہ مسز نلسن بیوگی کی پوشاک میں ایک فربہ اندام سن رسیدہ آدمی سے سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کر رہی ہے۔ یہ اسی گاؤں کا پنساری تھا جو میری یادداشت کے زمانہ سے ہمارے مدرسہ کے لئے متفرق سامان مہیا کیا کرتا تھا۔ اس کے بشرہ سے سختی اور بیرحمی ٹپکتی تھی۔ چنانچہ جب میرے اس کمرہ میں پہنچنے سے گفتگو کا سلسلہ نہ ٹوٹا تو اس نے نظر پھیر کر بغور مجھے دیکھا۔ اس دوران میں مسز نلسن اس امتحان اور اس کے نتیجہ کا بڑی دلچسپی سے ساتھ انتظار کرتی رہی۔ اور جب اس کے بعد پنساری نے افسوسناک انداز سے سر ہلایا تو اس نے پر اسرار اور مدھم آواز سے جسے میں اچھی طرح سن سکتا تھا کہا:" مسٹر جیوکس کیا آپ اس کو موزوں خیال نہیں کرتے؟"

میں ٹوپی ہاتھ میں لئے چپ چاپ کمرہ کے وسط میں کھڑا تھا۔ نہ کسی نے مجھ سے بیٹھ جانے کے لئے کہا۔ اور نہ میں خود اس کی جرأت کر سکا۔

"یہ لڑکا بہت کمزور اور نازک ہے" مسٹر جیوکس نے جواب دیا "اور وہ میری دکان پر کام نہ کر سکے گا۔ جیسا آپکو معلوم ہے مجھے فی الحال زائد آدمی کی ضرورت نہیں تاہم اپنے ایک گاہک کی خاطر اور وہ بھی اس طرح کی حالت میں" اس نے بیوہ کے ماتمی لباس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں اس کو بخوشی اپنے ہاں رکھ لیتا۔ مگر آپ دیکھ سکتی ہیں وہ کوئی بھاری ٹوکرا لے کر چل بھی نہیں سکتا۔ اور جب تک اس قابل نہ ہو میرے کار آمد نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میڈم وہ بسرٹ اور پنیر فروشی کے کام کے لئے بالکل موزوں نہیں۔ ہمیں اپنے ہاں مضبوط اور جفاکش لڑکے درکار ہیں نہ کہ وہ جو محض خوبصورت اور شریف ہوں۔"

جس وقت یہ الفاظ مسٹر جیوکس کے منہ سے نکل رہے تھے تو مجھے اپنے چہرہ پر موت کی سی زردی دوڑتی معلوم ہوئی۔ میرا دل بیٹھ گیا جسم میں سردی کی لہر پیدا ہوئی۔ اور اس وقت میں اپنی اصلی حالت کو ہولناک عریانی میں دیکھ کر کانپ اٹھا کیونکہ ثابت ہو گیا کہ اس دنیا میں کوئی میرا دوست مشفق یا رشتہ دار نہیں اور نہ کسی کو میری ذات سے ہمدردی ہے حتیٰ کہ مسز نلسن کو بھی نہیں جس کے زیر سایہ رہ کر میں نے تعلیم حاصل کی تھی۔ کیونکہ مسز سجادہ مجھے ایک ایسے آدمی کے گلے باندھ کر پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی جو میری ضرورت اور امداد سے مستغنی تھا۔ میرے رخساروں پر بے اختیار آنسو بہنے لگے تھے اور شاید ان جذبات سے متاثر ہو کر اس نے ایک تیز نظر میری طرف ڈالی اور کہا "جوزف تم بیٹھ سکتے ہو۔"

"مگر آپ کی رائے میں" مسٹر جیوکس نے کہا "کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ وہ ہماری گفتگو ختم ہونے تک چند منٹ کے لئے کمرہ سے باہر چلا جائے؟"

"ہاں کیوں نہیں؟" بیوہ عورت نے جواب دیا اور اس کے بعد مجھ سے مخاطب

ہو کر " جوزف تم تھوڑی دیر کے لئے سکول کے کمرہ میں چلے جاؤ مگر دور نہ جانا شاید جلد ہی پھر تم کو بلانا پڑے "

میں اس ارشاد کی تعمیل میں دروازہ بند کر کے باہر نکل آیا لیکن جس وقت میں برآمدہ میں کھڑا تھا تو بڑھتی ہوئی فکر اور رفع استعجاب کے ناقابل ضبط شوق نے ان دونوں کی گفتگو سننے پر مجبور کر دیا۔ جو یقینی طور پر میری قسمت کا فیصلہ کرنے بیٹھے تھے۔ میں نے کنجی کے سوراخ پر کان لگایا اور سانس روک کے اس گفتگو کا ایک ایک لفظ سننے لگا جو میرے باہر آجانے کے بعد ان میں شروع ہوئی۔

" مسٹر جیوکس " بیوہ عورت نے فکر آمیز لہجہ میں کہا " اگر آپ اس کو نہ لے سکے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے اس لڑکے کے بارے میں کیا کرنا چاہیئے۔ اپنی موجودہ حالت میں میں اس غریب لڑکے کو اپنے پاس رکھنے سے معذور ہوں کیونکہ مسٹر نلسن نے جو گذارہ میرے لئے چھوڑا ہے وہ بہت محدود ہے۔ اس کے علاوہ جیسا آپ کو معلوم ہے میں اپنی کنواری بہن کے پاس رہنے کے لئے لورپول جا رہی ہوں چنانچہ سب انتظام ہو گئے ہیں اور مجھے کل رخصت ہو جانا ہے۔ وقت مقررہ پر وہ میرا انتظار کرے گی۔ پس میرے جانے سے پہلے جوزف کا انتظام ہو جانا ضروری ہے۔"

" لیکن میڈم آپ نے اس معاملہ کو آخری وقت تک کیوں اٹھا رکھا تھا ؟ " پنساری نے سوال کیا۔

" بات یہ ہے " مسز نلسن نے کہا " میں جوزف کے اس نامعلوم دوست یا رشتہ دار کو بلانے کیلئے، جو اسکا خرچ ادا کیا کرتا تھا لنڈن کے اخباروں میں اشتہار دیکر نتیجہ کا انتظار کر رہی تھی لیکن افسوس کوئی نہ آیا۔ اس کے علاوہ میں بیان کر چکی ہوں کہ دو ششماہیوں سے وہ رقم بھی جو اس کے اخراجات کے لئے آیا کرتی تھی وصول نہیں ہوئی پس میرا خیال ہے کہ وہ شخص جو روپیہ ادا کیا کرتا تھا یا تو مر گیا یا اس نے سوچا کہ آئندہ

کے لیے اس لڑکے کو میرے اور مسٹر نلسن کے حوالہ کر دینا چاہیے۔"

"مگر کیا آپ کو کوئی پتہ اس آدمی کے بارے میں نہیں ہے؟" مسٹر جیوکس نے پوچھا۔ "کیا اس راز کے حل کا کوئی ذریعہ ممکن نہیں؟"

"بالکل نہیں!" بیوہ عورت نے جواب دیا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ ششماہی حساب لیسٹر بینک کے لندنی ایجنٹ کی معرفت وصول ہوتا تھا مگر یہ بات کہ ان رقموں کا فرستندہ کون تھا کبھی معلوم نہ ہو سکی۔ اور نہ اس وقت کے بعد جب اس لڑکے جوزف کو ایک سال کی عمر میں ہمارے حوالہ کیا گیا تھا کبھی کوئی سوال اس کے بارے میں پوچھا گیا۔"

"تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ روپیہ کی ادائیگی میں اس بات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا کہ لڑکا زندہ ہے یا مر گیا؟" مسٹر جیوکس نے اعتراضاً کہا۔

"درحقیقت یہ بات نہیں ہے۔" مسز نلسن نے جواب دیا۔ "کیونکہ پہلے ہی قرار پا گیا تھا کہ لیسٹر بینک کا لندنی ایجنٹ اس وقت تک ششماہی رقوم وصول کرتا رہیگا جب تک یہ اطلاع اس کو نہ پہنچے کہ لڑکے کی موت واقع ہونے سے ان کی ادائیگی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔"

"اور کیا آپ کو اس عورت کا حلیہ یاد ہے جس نے شروع میں اس بچہ کو آپکے حوالہ کیا تھا؟" پنساری نے دریافت کیا۔ "کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر اس کے ذریعہ سے آپ کو سراغ لگانے میں مدد مل جانا ممکن ہے۔"

"میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔" مسز نلسن نے جواب دیا۔ "ہماری ملاقات بالکل مختصر سی تھی اور جب تک وہ یہاں رہی اس کا چہرہ نقاب ہی میں پوشیدہ رہا۔ سچ پوچھیے تو غریب مسٹر نلسن اور میں ان عجیب حالات میں لڑکے کو رکھنے کے روادار بھی نہ ہوتے اگر اس وقت ہمیں روپیہ کی سخت ضرورت درپیش نہ ہوتی۔ پھر اس کے علاوہ

نیک نیتی کے طور پر معمولی رقم کے علاوہ سوگنیاں نا ڈھی پیش کی گئی تھیں۔ پس ہم نے سوچا کہ لڑکے کے متعلقین اگر قطعاً اس کو ہمارے ہاتھوں میں چھوڑ دینے کی نیت رکھتے تو ایسی فیاضی کا اظہار نہ کرتے ۔"

"کیا آپ کا خیال ہے کہ لڑکے کو اس جگہ لانے والی عورت اس کی ماں تھی ؟"

"نہیں، کیونکہ مجھے یقین ہے وہ کوئی معزز عورت یعنی کسی اونچے درجہ کی خاتون تھی ۔ بہرحال وہ اس کی ماں نہ تھی کیونکہ اس نے بچہ کو میرے سپرد کرتے ہوئے کسی طرح کے جوش کا اظہار نہیں کیا۔ مسٹر جیوکس آپ جانتے ہیں کہ ماں کبھی اپنے بچہ کی طرف سے اتنی سرد مہر نہیں ہو سکتی ۔"

"بیشک خیال تو ایسا ہی ہے ۔" مِنساری نے تسلیم کیا ۔" تاہم کون کہہ سکتا ہے ۔"

"خیر ان پچھلی باتوں کو چھوڑئیے ۔" مسز نلسن نے کہا " ضرورت صرف حال پر غور کرنے کی ہے اور اس میں سب سے زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ میں اب اس لڑکے کی کفیل نہیں ہو سکتی۔ بیشک اس کے کھانے کپڑے اور جیب خرچ کا ایک سال کا صرفہ قابل وصول باقی ہے مگر میں اس سے بھی ہاتھ دھوتی ہوں۔ جس طرح ممکن ہو اس کا انتظام آج آج میں ہو جانا چاہیئے ۔ کیونکہ سب نوکر کل چلے جائیں گے، مکان بند کر دیا جائیگا ۔ کنجیاں مالک مکان کو سونپ دی جائیں گی ۔ اور میں صبح کی گاڑی سے رخصت ہو جاؤں گی مسٹر جیوکس جس طرح بھی ہو سکے آپ اس لڑکے کے رہنے کا بندوبست کر دیں۔ مثلاً ٹامن بزاز کے پاس جو کافی مالدار ہے ۔۔۔ "

"جی نہیں اس کا خیال بیکار ہے ۔" مسٹر جیوکس نے جلدی سے کہا ۔" چند دن ہوئے میں نے اپنے بھتیجے کی ملازمت کا ذکر اس سے کیا تھا جو شکل و شباہت میں ولمنٹ ہی سے ملتا ہے مگر اس نے انکار کر دیا ۔ بات یہ ہے آج کل روزگار کی حالت خراب ہے ۔ دکاندار نئے آدمی رکھنے کے بدلے پرانے ملازموں کو بھی موقوف

کر رہے ہیں۔ پس میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ اس لڑکے کے لئے کیا کر سکتی ہیں البتہ... "

اس موقعہ پر میں نے ایک نوکر کے سیڑھیوں سے اترنے کی آواز سنی اور اس ڈر سے کہ وہ مجھے چھپ کر سننے والے کی حالت میں نہ دیکھ لے۔ میں دبے پاؤں تیزی کے ساتھ اسکول کے کمرہ میں جانے کے لئے مجبور ہو گیا۔ اس جگہ میں ایک ڈسک کے پاس سر پکڑ کے بیٹھ گیا اور زار زار رونے لگا۔ میری کسی میری سینہ میں نشتر زنی کرتی تھی اور سنی ہوئی گفتگو دماغ کے اندر اس طرح بیٹھ گئی' گویا اس کا ایک ایک لفظ گرم سرخ لوہے سے کندہ کر دیا ہو' جہاں اس کی حرارت گوشت کو کھاتی اور جلاتی محسوس ہوتی تھی۔ ایک بار میرا ارادہ ہوا تھا کہ پھر ایک بار نشستگاہ میں جا کر مسز نلسن کے قدموں پر دو زانو ہو جاؤں اور التجا کروں کہ خدا کے لئے مجھے اس بے رحم دنیا میں نہ بھیجئے' جس سے میں اس وقت تک ناواقف ہوں۔ لیکن جس کی ناگوار سرد مہری کا یقین اتنے ہی سے مجھے ہونے لگ گیا ہے۔ مگر اچھی طرح غور کرنے کے بعد خیال آیا کہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں گویا چھپ کر ان کی گفتگو سننے کا اقرار کروں۔ آہ۔ میں بیان نہیں کر سکتا کس طرح میرے نوعمر دل نے خون کے آنسو بہائے۔ میں رہ رہ کر اپنے آپ سے یہ پوچھتا اور روتا تھا کہ کیوں میرے ماں باپ نے مجھے جدا کر کے اس مقام پر رکھوایا؟ کیا وہ سچ مچ زندہ نہیں تھے یا میری ہستی کو ہی بھول گئے تھے؟ سوچنے پر ایک اندرونی صدا مجھے یہ کہتی سنائی دی کہ ان کی موت کا بیان غلط ہے۔ وہ یقیناً زندہ ہیں مگر کسی وجہ سے مجھے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے زندہ ہونے اور آئندہ ملنے کے خیال نے کچھ ایسی تسکین مجھے دی کہ میں بڑی دیر تک اس کو دل سے خارج نہ کر سکا میں اپنے جی میں یہ سوچ کر خوش ہوتا تھا کہ جلدی یا دیر میں وہ پھر مجھ سے ملیں گے اور مجھے اپنے ہی پاس رکھا کریں گے۔

کچھ دیر بعد ایک خادمہ نے آکر کہا "چلو تم کو بیٹھک میں طلب کیا گیا ہے میرا خیال ہے کہ" یہ کہتے ہوئے اس نے رحم آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا " جوزف تم حال ہی میں رخصت ہونے والے ہو مجھے تمہارا اسباب باندھنے کا حکم دیدیا گیا ہے "

" مگر مجھے کہاں جانا ہوگا " میں نے جلدی سے دریافت کیا۔

" میں نہیں جانتی " اس نے جواب دیا " بہرحال مسٹر جیوکس کہیں تم کو لے جا رہے ہیں " تھوڑے توقف اور ہمدردی سے " شاید اپنے مکان پر "

میں جتنی اوسع اپنی حالت کو درست کرتا اور اس بات کو چھپاتا کہ دروازہ پر کھڑے ہو کر رنج آمیز گفتگو کے ذریعہ بعض نئے واقعات سے خبردار ہو چکا تھا، نشستگاہ کی طرف گیا۔ مسز نلسن اور جیوکس اس طرح کی سنجیدگی اور سکوت کی حالت میں بیٹھے تھے۔ جو ایسے موقعوں پر جب کوئی آدمی نیا روبیہ سوچکر دوسرے کے عملدرآمد کے لئے پیش کرتا ہے خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کی حالت دیکھ کر مجھے کچھ دہشت سی ہو گئی۔ اس میں شک نہیں میں نو عمر تھا تاہم میں بخوبی جانتا تھا کہ عنقریب میری زندگی میں ایک نیا باب کھلنے والا ہے اور میرے مستقبل کا سارا دارومدار اس ایک واقعہ پر ہے جو اب پیش آنے والا ہے۔

" بیٹھ جاؤ جوزف " مسز نلسن نے کہا " مجھے تم سے ایک خاص بات کہنی ہے۔ آہ غریب لڑکے مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ دنیا میں کوئی تمہارا دوست نہیں اور میں بھی تمہیں چھوڑنے پر مجبور ہوں۔ میں تہ دل سے چاہتی ہوں کہ ایسا نہ ہو۔ مگر کیا کروں، حالات کی رفتار کو کون بدل سکتا ہے؟ مجھے یقین ہے کہ تم نے اس گفتگو سے جو تمہارے سامنے ہوئی تھی، پہلے ہی یہ بات سمجھ لی ہو گی کہ آج تم مجھ سے رخصت ہوتے ہو۔ مسٹر جیوکس تمہیں ساتھ لے جانا چاہتے ہیں جس کی وضاحت وہ خود ہی کر دیں گے مجھے تم سے اسی قدر اور کہنا ہے کہ آؤ مجھ سے رخصت ہو لو۔ اور یہ جیب خرچ اپنے پاس رکھو "

گرم آنسو میرے رخساروں پر بہہ رہے تھے کیونکہ اگر کسی تصدیق کی ضرورت باقی تھی تو مسز نلسن کے الفاظ اپنی ہیبت ناک عریانی سے اس خیال کی تصدیق کر چکے تھے جو اس سے پیشتر میں نے اپنی بے کسی کے بارے میں قائم کیا تھا۔ میری حالت دیکھ کر وہ بھی اتنی متاثر ہوئی جتنی ایک خود غرض، تنگ دل اور زر پرست عورت ہو سکتی ہے اور اس کے بعد رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے ایک نصف کراؤن کا سکہ اس نے میرے ہاتھ میں دے دیا۔

اتنے میں جیوکس اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"لڑکے اب میرے خیال میں تمہیں چلنا چاہیئے" اس نے مجھ سے کہا "گاڑی دروازہ پر کھڑی ہے اور غالباً تمہارا صندوق تیار ہو گا"

"الوداع جوزف" مسز نلسن نے پھر ایکبار کہا "خدا تمہیں اچھا لڑکا بنائے اور ..."

"بانو" میں نے اس طرح کی حالت میں گویا میرا دل ٹوٹا جا رہا تھا کہا اور اب اس سے جدا ہوتے وقت یہ بھی مجھے یاد آیا کہ بچپن سے اسی نے میری پرورش اور تربیت کی تھی اور اس دنیا میں وہی میری واحد رفیق تھی۔ "آہ بانو" میں نے دردناک آواز سے کہا "خدا کے لئے مجھے اپنے پاس سے نہ بھیجئے۔ میں اپنے گزارے کے لئے جو کچھ ممکن ہو گا کروں گا لیکن مہربانی سے مجھے اپنے ساتھ لے جائیے یا اپنے بعد آنے کی اجازت دے جائیے۔ آپ اگر مجھے راستہ بتا کر چلی جائیں تو میں پیدل ہی آپ کے پاس آ جاؤں گا۔ میں اپنے سفر کا خرچ بھی آپ پر نہیں ڈالنا چاہتا۔ مگر مجھے علیحدہ نہ کیجیے"

"غریب لڑکے" مسز نلسن نے جواب دیا۔ اور میرا خیال ہے کہ ایک بار اس نے اپنا رومال بھی آنکھوں سے لگا لیا "میرے غریب لڑکے یہ نہیں ہو سکتا۔ میں تمہاری پرورش کرنے کے ناقابل ہوں اس لئے خدا حافظ!"

اور یہ کہتی ہوئی وہ یکایک مجھ سے جدا ہو کر پچھلے کمرہ میں چلی گئی اور دروازہ

بند کر لیا۔

میں دوڑ کر اس کے پیچھے جانا چاہتا تھا لیکن مسٹر جیوکس نے جلدی سے میرا بازو پکڑ لیا اور سختی کے لہجہ میں کہا: "ادھر آؤ۔ یہ فضول جھک جھک کس لئے ؟ تمہیں چلنا پڑے گا۔"

میں ڈر گیا۔ شدّتِ یاس اور دہشت سے آنسو تھم گئے۔ اور غیر فطری سکون مجھ پر طاری ہو گیا وہ میرا بازو پکڑے مکان کے باہر لے گیا۔ اور گاڑی میں جو باغ کے دروازہ پر کھڑی تھی بٹھا دیا۔ نوکرانی میرا صندوق لائی اور ظاہرا مجھ سے ہاتھ ملا کر کہنے لگی "الوداع جوزف" مگر منہ میں "غریب لڑکا" کہتی ہوئی چلی گئی۔ اور میں نے دیکھا وہ آنچل سے اپنی آنکھوں کو دبا رہی تھی۔

مسٹر جیوکس کے گاڑی پر سوار ہو جانے کے بعد ہم چل دیئے میں اس سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے کہاں لے جانا چاہتا ہے کیونکہ مجھے یقین تھا مسٹر نلسن نے اپنی گفتگو میں اس بات کا کہیں ذکر نہ کیا تھا کہ وہ مجھے اپنے مکان پر لے جانا چاہتا ہے مگر جب میں نے اس کے تند چہرہ اور بند ہونٹوں کی طرف دیکھا اور ناقابل فہم غصّہ کے آثار اس کے چہرے پر اور آنکھوں میں نظر آئے تو میں اس سوال کی جرأت نہ کر سکا۔ مدرسہ شہر سے پون میل کے فاصلہ پر تھا۔ راستہ بھر میرے اندر طرح طرح کے دہشتناک خیالات پیدا ہوتے رہے۔ دل کی بے چینی اور بے اطمینانی ترقی کرتی رہی۔ اور سوچ آئی کہ اس وقت جب میں اس مصیبت میں مبتلا تھا میرے مدرسہ کے ساتھی اپنے اپنے گھروں پر اپنے ماں باپ کی صحبت اور دوستوں کی قربت میں خوش و خرم بیٹھے تھے۔ حالانکہ میں ... افسوس میری حالت ایک یتیم سے بھی بدتر تھی۔ ممکن تھا میرے والدین زندہ ہوں۔ بہرحال انہوں نے بے رحمانہ طریق پر مجھے چھوڑ دیا۔ عاق کر دیا اور ہمیشہ کے لئے اپنے سے جُدا کر دیا تھا!

گاڑی شہر میں داخل ہوئی اور چند منٹ کے عرصہ میں ایک اندھیرے مکان کے سامنے ٹھہر گئی۔ اس مکان کو دیکھ کر میرا دل مبہم اور نامعلوم اندیشوں سے بھر گیا۔ مسٹر جیوکس نے گاڑی سے اتر کر گھنٹی بجائی اور ایک بکروہ صورت بڈھے نے دروازہ کھول کر مؤدبانہ طریق پر اس کو سلام کیا۔

"سنو جوزف۔" پنساری نے مجھے مخاطب کر کے کہا: "یہ جگہ ہے جس میں آئندہ تم رہو گے اترو جلدی کرو کیونکہ مجھے جلدی ہے۔"

میں گاڑی سے اتر کر کانپتا اور ہچکچاتا اس مکان کی ڈیوڑھی کی طرف بڑھا اور اس کے ساتھ ہی سہمی ہوئی آواز سے کہا: "یہ کونسی جگہ ہے؟"

"کونسی جگہ ہے؟" مسٹر جیوکس نے الفاظ چبا کر کہا اور پھر مجھے ایک طرف لے جا کر "تم کو معلوم ہے کہ کوئی تمہارا نگراں اور خبر گیراں نہیں۔ میں ایسے ہی مفلوک الحال لاوارث بچوں کا سرپرست ہوں۔ جن کی حالت تم سے ملتی ہو۔ یہاں اچھی طرح تمہاری خبر گیری ہوگی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد تم کسی تاجر کے شاگرد بنا دیئے جاؤ گے تاکہ ایک یا دو سال بعد یہاں سے نکل کر تم اپنی روزی آپ پیدا کرنے کے قابل ہو جاؤ۔"

"تاہم یہ کون سی جگہ ہے؟" میں نے مایوسانہ اور جوش اور استقلال کے ساتھ پھر پوچھا۔

"کونسی جگہ ہے؟" اس نے میرے الفاظ کو اب زیادہ سختی کے ساتھ دہرایا اور اس کے بعد کہا: "کیا تم نہیں سمجھ سکتے ہو کہ محتاج خانہ کے سوا یہ اور کونسی جگہ ہو سکتی ہے؟"

یہ نام، یہ خوفناک ذلت بخش نام جو ظلم، بدنصیبی اور مایوسی کی انتہائی حالتوں سے وابستہ تھا۔ سنتے ہی میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اب میں سمجھا کہ وہ غریب ڈکرانی کس لئے مجھ سے ہمدردی اور افسوس ظاہر کرتی تھی۔ یا تو وہ صاف طور پر جانتی یا شبہ کرتی تھی کہ یہ لوگ مجھے محتاج خانہ میں لے جا رہے ہیں۔ اگر یہ بات اس سے کہی نہیں گئی تھی تو وہ اس لئے اپنے طور پر سمجھ گئی ہوگی کہ مسٹر جیوکس غریبوں کا محافظ تھا۔ خیر محتاج خانہ کا نام سنتے

ہی میں نے دوزانو ہو کر التجا کی کہ آپ مجھے اس خوفناک مقام میں داخل ہونے کیلئے مجبور نہ کریں مگر اس نے جواب میں ایک گالی دی۔ اور دوسری بار میرا بازو پکڑ کے زبردستی اس چھوٹے دروازہ کی طرف کھینچنے لگا جس کے آگے مکروہ صورت دربان کھڑا تھا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ یہ مقتل ہے اور جلاد مجھے زبردستی پھانسی پر لٹکانے کیلئے جاتا ہے۔ یا قبرستان ہے اور یہ لوگ مجھے زندہ دفن کرنا چاہتے ہیں۔ ناامیدی کا جوش پھر ایک مرتبہ میرے ایک ایک روئیں میں سرایت کر گیا۔ اور زبردستی مسٹر جیوکس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر اس تیر کی مانند جو کڑی کمان سے نکلا ہو میں اس طرح بھاگا گویا زندگی اور موت کا سوال درپیش تھا اور ایک موڑ کے گرد گھوم کر آنکھ کے اشارہ میں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ ایک دفعہ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا لیکن یا تو وہ میرا تعاقب کرتا ہی نہ تھا یا ابھی اس موڑ تک نہ پہنچا تھا۔ مارے دہشت کے میں اس طرح بھاگا۔ جیسے خونی کتے میرا پیچھا کر رہے ہوں۔ کچھ لوگ جو راستہ میں کھڑے تھے انہوں نے مجھے بے تحاشا بھاگتے دیکھا اور ہکا بکا رہ گئے۔ دو یا تین آدمیوں سے میری ٹکر بھی ہو گئی۔ لیکن میں نے کسی بات کی پروا نہیں کی۔ پوری طاقت اور ساری قوت سے بھاگتا قصبے کے حدود کے باہر کھلے میدان میں پہنچ گیا اور اس کے بعد بھی برابر اسی طرح اندھا دھند دوڑتا رہا حتیٰ کہ تھک ہار کر ایک باڑ کی پشت پر ہریلے سبزہ زار پر بے بس ہو کر گر پڑا۔

باب ۲

لندن

اس سایہ دار مقام پر میں صرف اتنی ہی دیر ٹھہرا۔ جو دم لینے کے لئے کافی تھی اس کے بعد پھر دوڑنا شروع کر دیا لیکن قدرتی طور پر اب میری رفتار سست تھی تاہم کبھی چلتا

کبھی دوڑتا میں آخرکار ایک شاہراہ پر جا پہنچا اور بغیر کسی مدعائے خاص کے اسی پر چلنے لگا۔ مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ راستہ کس طرف کو جاتا ہے۔ اسی طرح بے مدعا چلتے کچھ دور جانے کے بعد ایک سنگ میل نظر آیا جس پر لکھا تھا۔

لنڈن

۹۸ میل

لنڈن! اس نام نے دفعتًا میرے دل کو طلسمی کیفیتوں سے بھر دیا۔ کیا یہ وہی لنڈن نہ تھا جس میں اولوالعزم شخصوں اور مستقل مزاج انسانوں کے لئے ہر وقت گنجائش تھی؟ کیا یہ وہی لنڈن نہ تھا جس کی طرف مجھ ایسے لاتعداد بےکسوں اور بے وطنوں نے رُخ کیا اور وہاں پہنچکر سڑکوں کو زرنگار اور قسمت کو مہربان پایا۔ کیا میرے لئے لنڈن کے سوا کوئی اور مقام ایسا تھا جس میں کامیابی کی امید ہوتی۔ اگر یہ سارے عالم کا مرکز میرے حصول معاش کا ضامن نہ ہوا تو پھر کونسا مقام ہو سکتا تھا؟ اس کے علاوہ جس طرح سنسان جزیرہ میں قدم قدم پر رابنسن کروسو کے دماغ میں مردم خور وحشیوں کی تصویریں پیدا ہوتی تھیں اسی طرح مسٹر جیوکس کا تصور اور اپنی گرفتاری اور ہیبت ناک محتاج خانہ میں اپنی واپسی کا نقشہ ہر گھڑی ذہن میں پیدا ہو کر مجبور کرتا تھا کہ مجھے کم سے کم وقت میں اپنے اور لسمبرٹن کے درمیان زیادہ سے زیادہ فاصلہ حائل کر لینا چاہیئے۔ اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے میں اس بات کا صحیح اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ مسٹر جیوکس میری جستجو میں کس حد تک تکلیف اٹھا نا گوارا کرے گا۔ دراصل میں اسے میرے فرار کی بہت زیادہ پروا نہ ہو سکتی تھی۔ مگر ایک بے سمجھ بچّہ کی طرح میں یہی خیال کرتا تھا کہ وہ میری دریافت کے لئے شاید زمین آسمان ایک کر ڈالے گا۔ ان حالات میں لنڈن ہی ایک ایسی جگہ تھی جہاں میں اس کے تعاقب سے بچنے کی امید کر سکتا تھا کیونکہ اپنی نامکمل معلومات کی بنا پر بھی مجھے اس بات کا کافی اندازہ تھا کہ بنی نوع انسان کا ایک بدنصیب

آفت رسیدہ فرد صدر مقام عالم کی وسیع و لا محدود آبادی میں اس سہولت کے ساتھ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھ سکتا ہے کہ تعاقب کرنے والوں کو اس کا کوئی حال معلوم نہ ہو۔ پس اس ارادہ کے ساتھ میں نے لندن کا رُخ کر لیا۔

عرصہ قلیل میں اس عالی شان شہر کو دیکھنے کی امید سے جو شوکت، ثروت اور ہمت افزائی کا نمونہ تھا۔ میرے دل کو ڈھارس بندھی اور میں نے تین چار میل کا فاصلہ غیر معمولی تیزی اور مستعدی کے ساتھ طے کر لیا۔ جوں جوں لیسٹر کا فاصلہ زیادہ ہوتا تھا۔ میری ہمت بلند ہوتی جاتی تھی۔ حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو میرے لئے اپنی موجودہ حالت میں کوئی ایک بات بھی باعثِ اطمینان نہ تھی۔ بدن پر وہی روزانہ استعمال کے میلے کچیلے کپڑے جن کو میں اپنی فوری اور بے تاخیر روانگی میں تبدیل نہ کر سکا تھا۔ صندوق اسی گاڑی میں تھا جس پر مسٹر طیجوکس بٹھا کر لایا تھا، اور سب اچھے کپڑے اسی میں بند تھے۔ میرے پاس تبدیل کرنے کو ایک قمیض تک بھی تو نہیں تھی اور میرا واحد سرمایہ مسز نلسن کا دیا ہوا وہ نصف کراؤن کا سکہ تھا، جو جیب میں رکھا ہوا رہ گیا۔ تاہم جوشِ آزادی میں چند میل تک یہ واقعات مجھ کو پریشان نہ کر سکے اور میں برابر آگے ہی آگے چلتا گیا حتی کہ تھک ہار کر آرام کرنے کے لئے ایک کھیت میں لیٹ گیا اور لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ آخر کئی گھنٹے بعد آنکھ کھلی تو سورج ارغوانی، نارنجی اور سنہرے رنگوں میں ڈوبا ہوا افق مغرب کی سمت میں جا رہا تھا۔

میں اٹھا اعضا اکڑے ہوئے تھے اور دل پر مایوسی کا بوجھ تھا۔ رات سر پر آ گئی لیکن آرام کرنے کے لئے نہ کوئی بستر۔ نہ مقام۔ اندھیرے میں چلنے کے خیال سے بھی دل کو پریشانی تھی۔ قتل و غارت کے سنے اور پڑھے ہوئے تمام قصے میرے دماغ میں جمع ہونے لگے تھے۔ حالانکہ سچ پوچھئے، تو میرے لئے ان باتوں سے خوفزدہ ہونے کا کوئی سبب موجود نہ تھا کیونکہ لوگ یا تو مقابلہ کرنے کی حالت میں قتل کئے جاتے ہیں جو مجھ ایسے کمسن لڑکے کی بساط سے باہر تھا یا ان قیمتی چیزوں کی وجہ سے جو اُن کے پاس ہوں اور ایسے جرائم کے ارتکاب کا

کا ذریعۂ تحریک بن سکیں خیر میں چلتا گیا۔ یہاں تک کہ دن ڈوبنے لگا۔ شفق کی سرخی پھیل گئی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ وہ بھی غائب ہو گئی۔ اور گہری تاریکی نے چاروں طرف سے مجھے گھیر لیا اب میں اس خیال سے بیچ سڑک میں چلتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ یکایک کوئی آدمی جھاڑی سے نکل کر حملہ کر دے۔ اسی حالت میں چل رہا تھا کہ مجھے اپنے پیچھے گھوڑوں کی ٹاپ اور پہیوں کی آواز سنائی دی۔ میں راستہ چھوڑ کے کھڑا ہو گیا۔ چار گھوڑوں کی سفری گاڑی میرے پاس ہو کر گزری۔ دفعتاً یہ سوچ کر کہ کرایہ ادا کئے بغیر کوچوان اور سواریوں کی لاعلمی میں ان کے زیر حفاظت سفر کرنے کا موقعہ حاصل ہے میں دوڑ کر گاڑی کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اور اس طرح قریباً چھ میل فاصلہ طے ہوا۔ اس کے بعد گھوڑے تبدیل کرنے کے لئے وہ گاڑی ایک قصبہ کے پاس ٹھہری۔ میں اتر کر پیدل چلنے لگا۔ گو جی میں اس امید سے مطمئن تھا کہ عنقریب آگے جا کر میں پھر اس پر سوار ہو جاؤں گا چنانچہ میں قصبہ کی حدود سے نکلا ہی تھا کہ گاڑی پھر آ پہنچی۔ اور میں دوبارہ اس کی پشت پر بیٹھ گیا۔ اس سے اگلی منزل میں بھی یہی طریقہ اختیار کر کے میں نے قریباً بیس میل کا فاصلہ طے کیا۔ اب میں لیسٹر سے ۲۵ میل اور لندن سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر تھا۔ گاڑی رک گئی لیکن میں اس امید پر برابر چلتا رہا کہ ایک مرتبہ پھر اس کے آجانے پر مجھے اس پر بیٹھنے کا موقعہ نصیب ہو گا لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا۔ بڑی رات گئے تک میں اسی طرح پیدل سفر کرتا رہا۔ حتیٰ کہ جب بالکل قدم نہ اٹھ سکا تو ایک کھیت میں گھاس کے ڈھیر کے پاس سو گیا۔ صبح اٹھ کر ایک ندی میں ہاتھ منہ دھویا اور قریب ترین گاؤں میں جا کر صرف ایک پینی قیمت کا بن خریدا۔ اور اس کو بڑی بے تابی کے ساتھ کھایا۔ طبیعت اس سے بہت زیادہ اور اچھے اچھے کھانوں کی خواہشمند تھی۔ لیکن اپنی کم مائیگی کا خیال بھی دامنگیر تھا۔ میں اپنے سفر لندن کے حالات کو طول دینا نہیں چاہتا — مختصر یہ کہ پیدل چلتا کبھی گاڑیوں کے پیچھے بیٹھتا۔ کبھی کسی رحمدل شریف کی عنایت سے اس کے پہلو میں سوار ہوتا

رات کو کھیتوں میں آرام کرتا اور اپنے محدود مالی وسائل کو حتی الامکان بخل و کفایت سے خرچ کرتا لیسٹر سے بھاگنے کے چوتھے روز صبح کے سات بجے میں صدر مقام لندن کے مضافات تک جا پہنچا۔ گو خستہ تن مضمحل اور بے حال تھا۔ تاہم لندن تک آجانے کے بعد میری امیدیں رفتہ رفتہ بڑھنے لگی تھیں۔ میرا خیال تھا کہ لندن کے بازاروں میں قدم رکھتے ہی کوئی نیک دل فیاض آدمی میری حالت دیکھ کر نظر عنایت کرے گا اور میری سرگذشت سن کر کوئی ایسا ذریعہ تجویز کرے گا جو میرے لئے گذر اوقات کا ذریعہ بن سکے۔ لیکن جوں جوں میں اندرون شہر کی طرف بڑھتا گیا یہ بات نادانستہ میرے ذہن نشیں ہوتی گئی کہ ہر شخص اپنے ذاتی معاملوں اور شخصی مصروفیتوں میں اتنا منہمک ہے کہ کسی اجنبی کی طرف آنکھ اٹھانے کی فرصت بھی نہیں رکھتا۔ میں تھکا ماندہ اور بھوکا تھا۔ چلتے چلتے ایک ادنیٰ قہوہ خانہ کی کھڑکی پر لکھی ہوئی قیمتوں سے اندازہ ہوا کہ اس جگہ چار پنس میں اچھا کھانا میسر آسکتا ہے۔ میں نے بچی ہوئی نقدی کو دیکھا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس جگہ میں نے روٹی اور مکھن طلب کیا اور شکم سیر ہو کر سوچنے لگا کہ اس جگہ کے مالک سے دریافت کروں کیا مجھے اس شہر میں کسی طرح کی ملازمت مل سکتی ہے۔ مجھے اس بات کی پروا نہ تھی کہ ملازمت کس قسم کی ہو اس کی کوئی قید نہ تھی۔ مطلب روزی حاصل کرنے سے تھا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ کھیتوں میں سونے اور راستہ کی تھکن سے میرے کپڑے ابتر حالت میں ہیں۔ تلاش ملازمت سے پہلے اپنی ظاہری صورت میں اصلاح کرنی ضروری ہے پس قدرے توقف کے بعد میں نے جرأت کرکے پوچھا "کیا منہ ہاتھ دھونے کے لئے مجھے ایک کمرہ مل سکتا ہے؟" مالک قہوہ خانہ نے پس و پیش کے بعد میری طرف شک آمیز نظروں سے دیکھا اور پھر کہا۔ "ہاں۔ مگر اس کا کرایہ چھ پنس ہوگا" میرے پاس چھ ہی پنس باقی تھے۔ تاہم ایک تو اس لئے کہ رات ہونے سے پہلے مجھے کامیابی کا بھروسہ تھا اور دوسرے روزگار سے پہلے اپنی حالت کو بہتر بنانے کی ضرورت بھی محسوس ہوتی تھی میں نے یہ آخری چھ پنس

بھی صرف کر دینے کا حوصلہ کر لیا۔ چنانچہ ایک کمرہ مجھے دیا گیا۔ اور اس جگہ صابن۔ کھلے پانی۔ کپڑوں کے برش اور کنگھی کی مدد سے میری حالت میں اس قسم کی اصلاح جو ممکن تھی پیدا ہو گئی۔ البتہ بوٹوں کے گھسے ہوئے تلووں کا کوئی انسداد نہ ہو سکا۔ مگر اس کے متعلق میں نے یہ سوچ کر جی کو اطمینان دے لیا کہ یہ ایک مجبوری ہے جس کا انسداد کسی طرح ممکن نہیں۔ خیر یہ سب کچھ کرنے کے بعد میں جب کمرہ سے باہر آنے لگا تو مالکن نے کمرہ کی دیکھ بھال شروع کر دی اور چھوٹی چھوٹی چیزوں سے لے کر بستر کی چادروں تک ایک ایک چیز کا جائزہ لینا ضروری سمجھا۔ مجھے اس خیال سے بڑا صدمہ ہوا کہ اسے مجھ پر چوری کا گمان ہے۔ اور میں نے اس بارے میں کچھ شکایتی الفاظ کہے بھی۔ جس پر وہ سرد مہری اور صفائی کے ساتھ کہنے لگی کہ یہ ایک احتیاطی کارروائی ہے کیونکہ بہت سے چھوٹے نوجوان نئے نئے بھیس بدل کے کئی حیلہ بہانوں کے ساتھ آتے ہیں اور چیزیں اٹھا کر لے جاتے ہیں دوران گفتگو میں میں نے اس سے کہا کہ میں دیہات سے اپنی قسمت آزمائی کے لئے آج ہی لندن آیا ہوں۔ اس پر وہ پہلے مسکرائی۔ اور جب میں نے اس سے پوچھا کیا تم میرے لئے کسی ملازمت کی سفارش کر سکتی ہو تو قہقہہ مار کر ہنسنے لگی۔ شرمندہ و مایوس ہو کر میں جواب میں ایک لفظ بھی اور نہ کہہ سکا۔ اور بڑی رنجیدہ حالت میں مکان سے باہر آ گیا۔

لندن کی پُر پیچ گلیوں، نہ ختم ہونے والے بازاروں اور پُر اسرار سڑکوں پر چلتا میں آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔ بارہا بارونق دکانوں کی طرف نظر حسرت سے دیکھتا اور سوچتا کہ اندر جا کے ملازمت کی درخواست کروں مگر پھر شرما کے رہ جاتا۔ آخر بڑی دیر کے بعد ہمت کر کے میں ایک دوا فروش کی دکان میں داخل ہوا۔ ایک آدمی سودا بیچنے کی میز کے پیچھے بیٹھا تھا جس کے چہرے پر ظاہرا نرمی اور فیاضی کی علامات موجود تھیں لیکن اندر جاتے ہی مجھے اپنے بدترین اندیشوں سے بڑھ کر تیز انکاری جواب ملا۔ چند اور دکانوں پر بھی ایسی ہی جستجو کی۔ لیکن وہی دو حرفی انکار موجود تھا۔ کہیں شائستگی کے لہجہ

ہیں، کہیں اختصار کے ساتھ اور ایک دو موقعوں پر صریح "حیوانیت کے طریقہ پر میری امیدیں گھٹنے لگیں اور اندیشوں کو ترقی ہوئی"۔ اس جگہ صدر مقام عالم کے بازاروں میں ایک بے کس اور یتیم لڑکا۔ بے گھر، بے زر اور بے وسیلہ حیران و سرگرداں پھر رہا تھا۔ آنتیں قل ہو اللہ پڑھتی تھیں۔ رات سر پر آرہی تھی۔ کوئی اس قسم کا کھیت بھی آس پاس نہ تھا جہاں میں گھاس کے انبار میں اپنے تھکے ہوئے اعضا کو آرام دے سکتا۔ یہ صحیح ہے کہ ڈک ولنگٹن کی طرح میں اس خیال کا معتقد نہ تھا کہ لندن کی سڑکیں سچ مچ سونے سے ڈھکی ہوئی ہوں گی۔ تاہم اتنا خیال تھا کہ خواہشمند انسان کو جو محنت مزدوری کرنا چاہتا ہو گذر اوقات کرنے اور زندگی کی شاہراہ پر قدم بڑھانے کے موقعے ضرور ملتے ہوں گے۔ اور میں چند گھنٹوں کے عرصہ میں حصول معاش کا کوئی نہ کوئی ذریعہ پیدا کرلوں گا لیکن حالت یہ تھی کہ میں چاروں طرف سے بڑھتے شور و غل میں گھرا ہوا پریشان اور بدحال، امراء کی تیز رفتار رفتوں سے لے کر بار برداری کے بھاری سست چھکڑوں تک انواع و اقسام کی گاڑیوں میں رکا ہوا حیران و ششدر کھڑا تھا۔ خلق خدا مصروف تھی۔ چاروں طرف مرد عورتیں اور بچے اس طرح تیزیٔ رفتار سے آجا رہے تھے گویا دنیا بھر کے مزدوری کام ان کے حصوں میں آچکے ہوں۔ زیر افلاک سب سے مصروف کاروباری آبادی کے درمیان اس شور و ہنگامہ میں میں ہی ایک مرد بے کار و بے روزگار تھا۔ بالکل یہ حالت اس وقت میری تھی گویا بحر محیط کے وسط میں ایک بنجر چٹان کی چوٹی پر کھڑا تھا۔ اطراف میں فلک رس موجیں اٹھتی تھیں اور کوئی ذریعہ میرے لئے ساحل امن پر پہنچنے کا نہیں تھا۔

لندن کی زندگی کا پہلا دن میرے دور ہستی کا اس طرح کا نہ بھولنے والا یادگار دن تھا جس کے حالات، واقعات اور کیفیات تمام عمر مجھے یاد رہیں گے وہ ایک ایسی تاریخ ہے جو ناقابل محو حرفوں میں میرے دماغ پر کندہ ہو چکی ہے اور جس کو میری

سرگذشت کا یوم آغاز سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ جو کچھ اس وقت تک بیان کیا گیا ہے وہ محض ایک دیباچہ یا پیش لفظ کی حیثیت میں ہے۔ ۲۸ر جولائی ۱۸۳۶ء کا دن تھا جب میں پہلی بار لندن پہنچا اور میں اگر سو سال کا بھی ہو جاؤں تو کبھی اس تاریخ کو بھول نہیں سکتا۔ لیکن ذکر میری بادیہ پیمائی کا تھا۔ میں کئی بازاروں سے گذرا۔ ادھر اُدھر گھوما چوک، سڑکیں، گلیاں اور کوچے چھان ڈالے۔ پُلوں کو عبور کیا اور ایک ہی دن کے عرصہ میں لندن کی ظاہری صورت کو اس خوبی سے دیکھ لیا کہ اس شہر کے باشندے شاید ایک مہینہ میں بھی نہ دیکھ سکتے ہوں گے۔ شام ہو گئی۔ دکانوں میں گیس لیمپ روشن ہوئے اور سڑکوں پر روشنی کی جانے لگی۔ بھوک سے بے تاب اور ضعف سے نیم جان میں اسی طرح مارا مارا پھرتا تھا۔ کوئی چارہ کار نظر نہ آتا تھا۔ اگر کوئی آدمی مجھ سے کام لینا چاہتا تو میں کھدائی کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتا۔ لیکن دست سوال پیش کرنے، کسی سے بھیک مانگنے سے مجھے شرم آتی تھی۔ حالانکہ یہی وہ آخری تدبیر تھی جو اب میرے لئے باقی تھی۔

پرشکوہ صدر مقام کے ہزاروں گھڑیال دس کا گھنٹہ بجا رہے تھے کہ میں ہار تھک کر ایک اندھیرے کوچہ کے دروازہ کی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔ صحیح لفظوں میں گر پڑا۔ یہاں پر گرد و نواح کے مکانات باقی مکانوں کی نسبت جو میں نے اس وقت تک دیکھے بہت ادنیٰ درجہ کے تھے اور اس راستہ میں لوگوں کی آمد و رفت بھی بہت کم تھی تاہم جو گذرتے وہ میری طرف کچھ بھی التفات نہ کرتے تھے۔ ان حالات کی بنا پر جو میں نے اس سے پہلے دیکھے تھے میں اس بات کا کافی اندازہ کر چکا تھا کہ مفلسی، غریبی اور خستہ حالی کے اتنے دردناک مناظر باشندگان لندن کی نظروں کے سامنے ہر وقت پھرتے ہیں کہ میری تباہ حالی ان کے لئے کوئی نئی بات نہ تھی۔ مگر اب جو فقیروں کے وہ بے شمار گروہ مجھ کو یاد آئے جنہیں اس ناقابلِ فراموش دن کو میں نے آوارہ پھرتے ہوئے دیکھا تھا، تو صدر مقام لندن کی خوشحالی اور اس میں رہ کے ایمانداری کی روزی کمانے کے

امکانات کے بارے میں مجھے ان وسیع خیالات کو جو میرے دل میں جاگزیں تھے، حیرت و
افسوس کے ساتھ خیرباد کہہ دینا پڑا۔

جس وقت میں اس دروازہ کی سیڑھیوں پر بیٹھا ہوا چشمۂ دل سے ابل کر کنارِ چشم
تک آنے والے آنسوؤں کو بمشکل ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک
آدمی پاس کھڑا گہری توجہ سے میری طرف گھور رہا ہے۔ محلّے کے قریبی لیمپ کی روشنی
میں مجھے اس کی صورت اچھی طرح دکھائی دے رہی تھی اور میرا خیال ہے کہ عام حالات
میں وہ صورت غایت درجہ مضحکہ خیز ہوتی لیکن اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں کی وجہ
سے میں اس کی حالت پر اچھی طرح غور نہ کر سکا۔ وہ دراز قامت اور نحیف تھا۔ عمر اس
کی تیس سال کے قریب تھی۔ رنگ گندمی اور بال مٹیالی رنگت کے تھے۔ اس کی بھوری اور
چھوٹی آنکھیں تیز اور متجسس تھیں اور گلمچھے کان سے ٹھوڑی تک متواتر بڑھتے ہوئے
ہونے کی بجائے صرف جبڑوں کے نیچے دو گچھوں کی صورت میں نمودار تھے۔ اس کا میلا
اور پھٹا ہوا سیاہ کوٹ اتنی خراب حالت میں تھا کہ گلی کا دھندلکا بھی اس کو چھپانے
سے قاصر تھا۔ تنگ بار کی مخروطی ٹوپی دو دکش کی صورت میں اوپر کو اٹھی ہوئی زار نزار
حالت میں تھی تاہم وہ اس کو بانکپن کے ساتھ اپنے کان کے اوپر کج رکھے کھڑا تھا
جس سے شوقین مزاجی مترشح ہوتی تھی۔ میلی قمیص کا گریبان اس قدر نیچا کہ اس کی لمبی
اور پتلی گردن پہلے سے زیادہ لمبی اور سکڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی البتّہ گھنڈی
کے پاس ایک اس طرح کا ابھرا ہوا مقام تھا گویا اس نے ایک مسلّم سیب نگلا تھا۔
جو آدھی دور جا کر اٹک گیا۔ پاؤں میں ہائی کو قسم کے بوٹ۔ پتلون کے پائنچے اٹھے
ہوئے اور ان کے نیچے سپید رنگ کی میلی لمبی جرابیں نظر آتی تھیں۔ کوٹ کی آستینیں بھی
اسی نسبت سے چھوٹی اور بمشکل سے کلائی تک پہنچتی تھیں۔ دستانے ندارد۔ مگر ہاتھ
میں چھڑی اور دوسرے میں شوخ رنگ کا رومال پکڑا تھا۔

یہ وہ آدمی تھا جس نے گہری توجہ اور دلچسپی سے میری طرف دیکھا اور تقریباً دو منٹ اس کی بھوری متجسس آنکھیں مجھ پر جمی رہیں۔ اس اثنا میں مجھے بھی اس کی صورت دیکھنے کا کافی موقعہ مل گیا تھا آخر کار وہ خود ہی میری طرف بڑھا اور ایک ہاتھ میرے شانہ پر رکھ کر تیز جھٹکے دار آواز میں کہنے لگا: "لڑکے تم مصیبت زدہ معلوم ہوتے ہو"

"بدقسمتی سے میں سخت زار حالت میں ہوں" میں نے جواب دیا اور جذبات کے بے قابو ہو جانے سے میں رونے لگ گیا۔

اس نے تیز نظروں سے میری طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"یہ اگر دم بازی اور فریب ہے تو بخدا میری ساری معلومات کو مات کرتا ہے اور مجھ کو دم دینے کے لئے کسی بڑے ہی زبردست جالئے کی ضرورت ہے۔" پھر ایک لمحہ غور سے دیکھ کر اس نے کہا: "نہیں اس میں فریب نہیں بلکہ یہ امر واقعہ ہے... آخر تم کون ہو کہاں سے آئے اور کیا تم پر بیتی ہے؟"

"میں دیہات سے حصولِ روزگار کی امید پر لندن آیا تھا" میں نے جواب دیا۔

"لیکن یہاں آکر بالکل نا امید ہونا پڑا۔"

"کیا تمہارے پاس سند کی قسم سے کوئی چیز موجود ہے؟" میرے نئے دوست نے پوچھا۔

"نہیں" میں نے بھولے پن سے جواب دیا "میرے خیال میں مجھے اپنی ایمانداری ثابت کرنے کے لئے کسی ایسی چیز کی ضرورت نہیں کیونکہ میں نے کبھی کوئی برا کام نہیں کیا"

"کچی ہے بالکل کچا ہے" شخص مذکور نے اپنے آپ سے کہا۔ اور اس کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر "تم ایک صاف گو اور شریف صورت لڑکے ہو۔ سچ کہنا کیا تم گھر سے بھاگ کر آئے ہو؟"

"گھر" میں نے رنج آمیز لہجہ میں کہا: "افسوس میرا کوئی گھر نہیں"

"تاہم میرا خیال ہے کہ تم کسی مدرسہ میں پڑھتے رہے ہو۔ اور تعلیم کی شُدبُد

رکھتے ہو؟"

"میں نے خاصی اچھی تعلیم حاصل کی ہے" میں نے اس آدمی سے تلاش معاش میں امداد کی امید کرکے پرُشوق لہجہ میں کہا۔ "تاریخ۔ جغرافیہ۔ حساب۔ کودن کا استعمال اور اووڈ کی ایک کتاب تک لاطینی۔ یہ سب کچھ میں نے سیکھا ہے۔"

"تو آؤ۔ کوئی نہ کوئی صورت کام کی ضرور پیدا ہو جائے گی" میرے نئے دوست نے جلدی سے کہا۔ "آؤ میرے ساتھ چلو۔"

اس وقت اجنبی کے منہ سے یہ الفاظ سُن کر جی چاہتا تھا کہ اس کی مکروہ مضحکہ خیز صورت اور ادنیٰ لباس کی پروا نہ کرکے احسانمندی کے جوش میں اس کے گلے لگ جاؤں کیونکہ صحیح معنوں میں وہ ایک غیبی محسن تھا جسے خدا نے میری امداد اور مجھے فاقہ کشی سے بچانے کے لئے میرے پاس بھیجدیا تھا۔ مگر اس نے مجھے اس اظہار شکرگذاری کا موقعہ نہیں دیا کیونکہ وہ میرا ہاتھ پکڑے گلی کے اندر لے گیا۔ اب نہ مجھے تھکن محسوس ہوتی تھی نہ جوتوں اور موزوں کے پھٹنے سے پاؤں کے زخموں کی تکلیف تھی۔ اس کوچہ سے گذر کر ہم کئی گذرگاہوں سے ہوتے ہوئے تنگ گلیوں اور کوچوں کے ایک پرُپیچ جال میں جا پہنچے جس کے اطراف میں کئی احاطے واقع تھے۔ میرے ساتھی نے بتایا کہ شہر کے اس حصّہ کا نام کلرکن ویل ہے۔ چلتے چلتے آخرکار ہم ایک احاطہ میں داخل ہوئے جو اوروں سے بہت تنگ و تاریک تھا۔ اور اس جگہ میرے ساتھی نے کھڑے ہو کر ایک دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک ادھیڑ عمر کی عورت نے جس کے بال کڑک مرغی کی طرح پھولے ہوئے تھے اور جس کا سُرخ چہرہ اس شمع کی روشنی میں جو اس کے پاس تھی اور بھی سُرخ نظر آتا تھا۔ دروازہ کھولا۔ "لا۔ یہ موم بتی مجھے دے دے" میرے ساتھی نے شمع اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔ اور روشنی اپنے ہاتھ میں لے کر وہ مجھے ایک کمرہ میں لے گیا جو پہلی منزل کی ایک تنگ غلام گردش کے پہلو میں واقع تھا۔

باب ۳

میرا دوست

کمرہ جس میں ہم داخل ہوئے بڑی حد تک غلیظ تھا۔ ایک ٹوٹی ہوئی میز چھ سات ٹوٹی ہوئی بید کی کرسیاں فرسودگی کی منزل کو پہنچی ہوئی اور بے پردہ کھڑکی کے پاس کاغذ سے منڈھا ہوا ایک ڈسک رکھا ہوا۔ یہ اس کا سامان تھا۔ ایک اندرونی کوٹھڑی اس کمرہ سے ملحق تھی۔ اور بیچ کا دروازہ چونکہ کھلا تھا اس لئے میں نے دیکھا کہ اس میں فرش زمین پر ایک بستر بھی بچھا ہوا تھا۔ یہ معلومات میری پہلی گھومتی ہوئی نگاہ کا نتیجہ تھیں۔ مگر جلدی ہی میرے خیالات کی رَو زیادہ پُر لطف واقعات کی طرف پھری۔ کیونکہ میرے دوست نے الماری کھول کر ایک روٹی، تھوڑا دلمذیزی پنیر اور ٹھنڈے گوشت کے کچھ ٹکڑے میز پر چننے شروع کئے۔ کھانا چننے کے بعد اس نے مجھے کھانے کی اجازت دی۔ اور خود بیئر لینے چلا گیا مگر وہ جلدی ہی واپس آ گیا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ بیئر کا ایک ادھا اس کے ایک ہاتھ میں اور دوسرے میں شراب کی آدھی بھری ہوئی بوتل تھی۔ میں نے تھوڑی سی بیئر پی کیونکہ اس جگہ بیٹھ جانے کے بعد ماندگی اور کسل کا وہی احساس پھر پیدا ہونے لگا تھا جس سے مجبور ہو کے مجھے اس دروازہ کی سیڑھیوں پر بیٹھنے کی ضرورت پیش آئی تھی جہاں اس نے دوست سے میری ملاقات ہوئی تھی۔

میں جب کھانا کھا چکا اور میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے میری عمر میں کبھی مجھے اتنی بے تابی کے ساتھ کھانے کا اتفاق نہ ہوا ہوگا۔ تو اجنبی نے کہا۔ "لڑکے اب

جاؤ جاکے آرام کرو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں تم بالکل تھکے ماندے ہو۔ اندر کوٹھڑی میں بستر موجود ہے تم اس پہ آرام کرو۔ میں فارغ ہو کر اسی کمرہ میں عارضی بستر لگاؤں گا۔ کام کاج کے متعلق جو گفتگو کرنی ہے کل ہوگی۔ لیکن یہ تو بتاؤ تمہارا نام کیا ہے ؟"

"جوزف ولمٹ" میں نے جواب دیا۔

"بہت اچھا نام ہے" اس نے جلدی سے کہا "خصوصاً... ولمٹ... میرا اپنا نام ٹیڈی ہے... مسٹر ٹیڈی ان لوگوں کے لئے جن سے میں بے تکلف نہیں ہوں. اور نام ٹیڈی واقف حال دوستوں کے لئے۔ اب جاؤ جاکے آرام کرو"

میں نے اس عنایت کے لئے مسٹر ٹیڈی کا شکریہ ادا کیا اور اس نے کہا "روشنی لیتے جاؤ کیونکہ میں اندھیرے ہی میں پیتا رہوں گا" اس کے بعد میں اندرونی کوٹھڑی میں چلا گیا۔ اس جگہ زمین پر بچھے ہوئے بستر کے علاوہ بہت کم سامان رکھا تھا۔ ہاتھ منہ دھونے کے لئے مٹی کی ایک ناند اور پانی رکھنے کے لئے پتھر کی بنی ہوئی ایک بڑی صراحی بحیثیت مجموعی مسٹر ٹیڈی کے رہنے کا مکان بہت ادنیٰ درجہ کا تھا مگر اپنی موجودہ زار حالت میں اسی کو جائے پناہ سمجھ کے شکر گذار ہوا۔ نکتہ چینی اور حرف گیری کا اوّل تو خیال ہی نہیں آیا۔ یا اگر آیا تو اپنی بڑھی ہوئی تھکن اور ماندگی کی وجہ سے بلا اظہار رہ گیا۔ بہر حال میں بستر پہ لیٹ گیا اور چند ہی منٹ کے عرصہ میں گہری نیند آگئی۔ صبح کو آنکھ کھلی تو پہلے خیال آیا میں ابھی تک مدرسہ ہی میں ہوں۔ اور یہ جو کچھ میں نے دیکھا محض ایک خواب کی منزلیں تھیں جن کا اصلی واقعہ در اصل منٹوں کا تھا۔ گو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ پورے پورے دن صرف ہوگئے ہیں۔ مگر جب اس کے بعد میں نے اس منحوس کوٹھڑی کی چار دیواری پہ نظر ڈالی تو پھر مجبوراً مجھے اپنی بدلی ہوئی حالت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس سے میرا دل بے اختیار

پژمردہ ہوگیا۔ سکول کی خواب گاہ اس تباہ حال کوٹھڑی کے مقابلہ میں جہاں میں اس وقت پڑا تھا بالکل جنت معلوم ہوتی تھی۔ کسی طرح اپنے خیالات کی تلخی سے بچنے کے لئے میں اٹھا۔ اور جس قدر جلد ممکن تھا کپڑے پہنے۔ اتنے میں مسٹر ٹیڈی نے دروازہ کھولا اور کہا۔ "کیوں لڑکے تم نے اس قیام گاہ کو پسند کیا یا نہیں؟"

"میں شکریہ عرض کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے کہاں آرام کیا۔ اندیشہ ہے کہ آپ کو میری وجہ سے بے آرام ہونا پڑا ہوگا ..."

"اوہ! میرا کیا کہنا۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔ "میں جہاں پڑا سو گیا۔" پھر مجھے متحیر دیکھ کر اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا: "ہاں یہ بالکل صحیح ہے۔ میں وہ سارا مرکب پی گیا جسے کلوار کہتا تھا کہ جن ہے مگر جس میں دو تہائی گندھک کا تیزاب ملا ہوا تھا۔ اس کے بعد جہاں گرا وہیں لیٹا اور سو گیا۔ اب پہلے منہ ہاتھ دھو لو۔ پھر کچھ ناشتہ اس کے بعد کام۔ جو تم ذرا آگ جلا دو اور پانی گرم ہونے کے لئے رکھ دو۔ الماری میں دو مچھلیاں رکھی ہیں۔ ان کو نکالو اور دیگچی میں ڈال دو۔"

جس قدر احتیاط کے ساتھ ممکن تھا میں نے ان ہدایات کی تعمیل کی۔ مسٹر ٹیڈی نے ہاتھ منہ دھونے کے بعد کھانا تیار ہونے تک پائپ پینا شروع کر دیا۔ کھانے کے دوران میں یہ خیال جی کو بے چین کرتا رہا کہ وہ کس طرح کا کام ہوگا جس کا ذکر اس نے کیا تھا اور جس میں مجھے شرکت کرنی تھی۔ مگر مجھے اس بارے میں بہت دیر تک شک شبہ میں نہ رہنا پڑا کیونکہ دسترخوان اٹھتے ہی میرے ساتھی نے کہا "اب تم ڈسک کے پاس بیٹھ کر اپنے خط کا نمونہ دکھانے کے لئے کچھ لکھو۔"

میں نے دریافت کیا "کیا لکھوں؟"

بولا "کوئی چیز۔ صرف تین چار لفظ۔ تاکہ میں دیکھ لوں تم کس انداز سے لکھتے ہو

اور کیا وہ لوگ جن سے میرے کاروباری تعلقات ہیں اسے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ جی چاہے تو اپنے اسکول کی کاپیوں کے ایک دو فقرے عمدہ جلی خط میں لکھ ڈالو۔ میں خود چونکہ بہت بدخط ہوں اس لئے میرے کاروبار کو خاطر خواہ ترقی نہیں ہوئی اور اسی لئے میں نے ایک محرّر رکھنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ میرے خیال میں تم اس کام کے لئے موزوں ہوگے۔ اچھا اب لکھنا شروع کرو"

میں ڈیسک کے پاس بیٹھ گیا اور مسٹر ٹیڈی کی ہدایت کے مطابق سکول کی کاپیوں کے یہ تین مشہور فقرے محنت کے ساتھ خوش خط لکھے۔

نیکی لائق تعریف ہے۔

دیانت داری بہترین حکمت عملی ہے۔

راستبازی خود ہی اپنا معاوضہ ہے۔

اس کام کو پوری محنت اور جاں فشانی کے ساتھ ختم کرکے میں مسٹر ٹیڈی کی طرف مڑا۔ اور میرا خیال تھا کہ وہ اس تحریر کو دیکھ کر یقیناً خوش ہوگا۔ مگر کاغذ ہاتھ میں لیتے ہی جب اس نے تحریر پر نظر ڈالی تو ایک اس طرح کا پُر زور قہقہہ مار کر ہنسا کہ میں ہکا بکا رہ گیا، وہ اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا مارے ہنسی کے دوہرا ہوا جاتا تھا۔ آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ مگر اس پر بھی رہ رہ کے ہنسے جاتا تھا۔ فی الحقیقت وہ اس زور سے اتنی دیر تک ہنسا کہ اگر دُبلا پتلا ہونے کی بجائے وہ کوئی موٹا تازہ آدمی ہوتا تو یقیناً اس کو سکتہ کا دورہ پڑ جاتا۔ قریباً پانچ منٹ یہی حالت رہی اور اس دوران میں وہ ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکا۔ جس سے میں اس کی ہنسی کا مطلب سمجھ سکتا۔ آخر اس کے بعد ہنسی کا زور کم ہونے پر وہ اپنے خیالات کسی قدر بے جوڑ فقروں میں ظاہر کر سکا۔

"اے بھئی واہ!" اس نے کہنا شروع کیا "یہ تم نے خوب لکھا نیکی لائق

تعریف ہے۔ ہا ہا ہا۔ اور دیانتداری بہترین حکمت عملی ہے۔ ہو ہو ہو۔ واللہ تم
تو مجھے ہنسا ہنسا کر مار ڈالو گے۔ اور پھر یہ راستبازی خود ہی اپنا معاوضہ ہے ہی ہی ہی
بھئی واللہ ہا ہا ہا۔ کیا خوب فقرہ لکھا ہے ہو ہو ہو... تاہم" اس نے قدرے ضبط
کر کے کہا: "لکھائی قابل تعریف ہے۔ پس جو چھٹیاں ہمیں لکھنی ہیں وہ اگرچہ اسی
انداز پر لکھی جانی چاہئیں۔ تاہم ان کا مضمون یہ نہ ہوگا۔ کیونکہ جن مردوں اور
عورتوں سے ہمارا کاروبار ہے وہ ان فقروں کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے
ٹھہرو۔ میں پائپ پیتے ہوئے ساتھ ساتھ لکھاتا جاؤں گا۔"

میں اس حیرت انگیز خوشی کا مطلب جو میرے تحریر کردہ فقروں سے مسٹر
ٹیڈی کو ہوئی تھی بہ مشکل سمجھ سکتا تھا۔ چونکہ ناراضگی پیدا کرنا کسی حال میں مجھے
منظور نہ تھا اور میں یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ غصہ کے مقابلہ میں خوشی ہر رنگ
میں قابل ترجیح ہے۔ اس لئے میں پھر ایک بار ڈیسک کی طرف مڑا اور لکھنے کو
تیار ہو گیا۔

"اچھا اب لکھنا شروع کرو" مسٹر ٹیڈی نے کہا: "لیکن خبردار ہر نقطے اور
شوشے کا خیال رکھنا۔ ہاں لکھو... مسٹر ٹامس ٹیڈی سکنہ نمبر ۳ ریگامفن کورٹ
سیفرن ہل۔ گداگری کا قابل عزت پیشہ اختیار کرنے والی خاتونوں اور شریف
مردوں کو مطلع کرنا چاہتا ہے کہ اس نے ان کی ضرورتوں کا لحاظ کر کے تمام اطلاعوں
اور ان کی دلچسپی کی خاص باتوں کے اندراج کے لئے بہت بڑے پیمانہ پر دفتر
جاری کیا ہے۔ اس کو یقین ہے کہ صدر مقام برطانیہ میں اس طرح کے دفتر کی ضرورت
بڑی مدت سے محسوس کی جا رہی تھی اور چونکہ مسٹر ٹیڈی کو اس پیشہ کے متعلق
ہر طرح کے امور کا پورا تجربہ اور مہارت ہے اس لئے وہ حاجت مندوں کی آسائش
و امداد کے لئے ہر طرح کی خدمات پیش کر سکتا ہے۔ مثلاً وہ بتانا چاہتا ہے کہ اس

کے ہاں بچوں کی بڑی تعداد درج رجسٹر ہے جن کو ۶ پنس روزانہ مع خوراک کے حساب سے کرایہ پر دیا جا سکتا ہے اور چونکہ ان میں سے بعض بچے ایسے بھی ہیں، جن کو بیماری کا دورہ پڑتا ہے اس لئے خلقت کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے وہ یقیناً نہایت مفید ثابت ہوں گے۔ اس کے علاوہ مسٹر ٹیڈی عورتوں اور مردوں کیلئے پھٹے پرانے کپڑوں کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے ہاں رکھتا ہے۔ لیڈیوں اور جنٹلمینوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ دوسری جگہ جانے سے پہلے مال ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے علاوہ مسٹر ٹیڈی نے دیا سلائی کے ایک کارخانہ سے ہفتہ وار ایک ہزار ڈبیوں کی بہم رسانی کا سودا کیا ہے۔ مال کی گارنٹی دی جاتی ہے۔ دیا سلائی کی پھیری والی عورتوں اور مردوں کو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔"

اس حد تک جو کچھ اس نے لکھوایا میں اس کو بدحواسی کی سی حالت میں لکھتا گیا۔ لیکن اس کے بعد مجھے خیال آیا کہ یہ آدمی چونکہ ظریف الطبع واقع ہوا ہے اس لئے یہ فقرے بھی شاید مذاق کے طور پر لکھوا رہا ہے۔ پس میں نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا اور جراءت کے ساتھ ہنسنا شروع کیا۔ اس پر مسٹر ٹیڈی نے وحشیانہ انداز سے کڑک کر کہا۔

"بدمعاش لڑکا۔ کیا لکھتا ہے یا میں اٹھ کے دانت نکالنا سکھاؤں؟"

ٹیڈی کے مزاج کا یہ پہلو میرے لئے نیا تھا۔ اس کی دھمکی سے مرعوب ہو کر میں پھر ڈیسک کے پاس بیٹھ گیا۔ اور اس نے حسب معمول پھر لکھوانا شروع کیا۔

"اس کے علاوہ" اس نے سلسلہ مضمون جاری رکھ کر کہا: "مسٹر ٹیڈی کے پاس ہزاروں طرح کے گیت ہیں جو سب مشہور و معروف مصنفوں کے لکھے ہوئے ہیں اور ان کی قیمت صرف ایک پینی فی گیت ہے۔ پھر ایک لامحدود ذخیرہ آخری تقریروں اور اقبالی بیانوں کا بھی موجود ہے جن میں تھوڑی سی جگہ ان لوگوں کے ناموں کے اندراج کے لئے خالی چھوڑ دی گئی ہے جو پھانسی پا کر مرے مگر یہ نام اطلاع آنے پر فوراً ٹائپ کے ذریعہ

درج کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کئی تربیت یافتہ کتے ہیں جو نابینا لوگوں کو گذرگاہوں کے ہجوم سے بحفاظت نکال کر لے جا سکتے ہیں اور جن کے گلے میں زنجیریں اور طوق پڑے ہوئے ہیں۔ ایک بڑا اچھا لاک سٹر بیک کتا بھی ان میں شامل ہے جو ہر ایسے آدمی کو بے دریغ کاٹ لے گا جو خیرات کے طور پر آدھا پنس دینے سے گریز کرے۔ ایک بہت بڑا نایاب ذخیرہ لکڑی کی ٹانگوں اور لاٹھیوں کا بھی موجود ہے۔ نیز مسٹر ٹیڈی سیچ و تکلیف کے مؤثر بیانات رکھنے والی درخواستیں اور گداگری کے ایسے خطوط جن میں بلند پایہ اور عالی مرتبہ لوگوں کی سندات شامل ہوں مرتب کرنے کا کام بڑی خوش اسلوبی سے کرتا ہے۔ وہ گداگری کے بہترین مقامات کی خرید و فروخت اور تبادلہ کا انتظام کر سکتا ہے اور ارزاں نرخ پر جھاڑو مہیا کرنے کو بھی آمادہ ہے۔ وہ فرش پر کھریا مٹی سے جہازوں کی شکلیں کھینچنے کا ہنر بھی سکھا سکتا ہے تاکہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو تباہ شدہ جہاز کے مصیبت زدگان ظاہر کرنا چاہتے ہوں اس طریقہ سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ وہ کھریا مٹی سے لکھنے کا فن اس خوبی سے سکھا سکتا ہے کہ طالب علم صرف تین سبقوں میں بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ یہ لکھنے کے قابل ہو جاتا ہے کہ "میں بھوکا مر رہا ہوں"۔ جو صاحب پہلے سے اچھے حلقوں کے مالک ہوں اور تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے شہر کے دوسرے مناسب حلقوں کی دریافت کی خواہش رکھیں۔ وہ مسٹر ٹیڈی کے دفتر میں درخواست کر کے بآسانی اطلاع حاصل کر سکتے ہیں۔ جنٹلمین اور لیڈیاں جو کسی آفت میں مبتلا ہوں وہ اپنے چال چلن کی تصدیق یا موقعہ واردات سے عدم موجودگی کے ثبوت کے لئے مسٹر ٹیڈی کے دفتر سے گواہ حاصل کر سکتے ہیں جن کا معاوضہ مقدمہ کی نوعیت یا گواہ کی حیثیت کے مطابق مختلف ہوگا۔"

اس قدر لکھنے کے بعد میں اس کام سے جو میرے سپرد کیا گیا تھا اور جس کے بارے

میں اب معلوم ہوا کہ وہ مذاق نہیں اصلیت ہے۔ اتنا برگشتہ خاطر ہوا کہ میں نے غصہ اور نفرت کے ساتھ قلم ہاتھ سے رکھ دیا اور لہجۂ استقلال میں کہا: "تم اگر چاہتے ہو تو بے شک فاقہ کشی کرنے کے لئے مجھے گھر سے باہر نکال دو۔ مگر میں اس سلسلہ میں ایک حرف آگے نہ لکھوں گا۔"

مجھے اٹھتا دیکھ کر مسٹر ٹیڈی بھی جھٹ اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے میرا گریبان پکڑا اور دوسرے میں چھڑی لے کر اس زوردار طاقت کے ساتھ مجھے زد و کوب کرنا شروع کیا کہ میری چیخیں نکل گئیں۔ ہر چند میں نے شور و غل مچایا اور واویلا بھی کیا مگر کوئی آدمی میری مدد کے لئے نہ آیا۔ اور میرے بے رحم محسن نے اونچی آواز سے کہا: "نا ہنجار تو جتنا چاہے زور سے چلائے جا۔ کوئی تیری امداد کے لئے نہ آئے گا۔ اور میں اپنے باپ کا بیٹا نہیں ہوں اگر تجھے تابعداری کے لئے مجبور نہ کر دوں۔ اب بھی قلم ہاتھ میں لے گا یا نہیں؟"

"کبھی نہیں" میں نے غصہ اور جوش کے لہجہ میں جواب دیا۔ "میں ابھی تم سے علیٰحدہ ہوتا ہوں۔" اور چونکہ اب اس نے مجھے چھوڑ دیا تھا اس لئے میں دروازہ کی طرف جھپٹا۔

مگر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کے کھینچا اور حقارت کے ساتھ کہنے لگا۔

"ٹھہر ایسی جلدی نہ کر۔ شاید تجھے معلوم نہیں کہ تو اسی طرح میرے بس میں ہے گویا تو میری اپنی اولاد ہو۔ پس اگر تم اس بے ہودگی کو جاری رکھنے کی کوشش کروگے تو یاد رکھو میں تمہیں صاحب مجسٹریٹ کے روبرو لے جاکر اس بات کا اقرار کرا لوں گا کہ تم اپنے مکان یا اسکول اور اپنے ماسٹر کے پاس سے فرار ہو کر آئے ہو۔ یعنی جو کچھ اصلیت ہوگی وہ ظاہر کر دی جائے گی۔ اور میں اگر پھر تمہیں وہیں واپس نہ بھجوا دوں تو میرا نام ٹامس ٹیڈی نہیں۔"

مجھے یقین ہو گیا کہ وہ جو کچھ کہتا ہے کر کے رہے گا۔ اور چونکہ میں کسی حالت میں لیسٹر واپس جاتے، مسٹر جیوکس کے حوالہ کئے جانے اور محتاج خانہ کی قید بھگتنے کے لئے آمادہ نہ تھا۔ پس میں نے بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پاکر بدلے ہوئے لہجہ میں اس سے کہا: "نہ۔ نہ۔ خدا کے لئے ایسا نہ کرنا"

"تو پھر نیک لڑکے بنو اور اس حیل و حجت کو چھوڑ دو" مسٹر ٹیڈی نے اپنی دھمکی کو اتنا موثر پاکے یہ محسوس کرتے ہوئے کہا کہ اب میں قطعی طور پر اس کے قبضہ میں ہوں "ادھر آکے قلم ہاتھ میں لے لو اور اس چٹھی کی جتنی نقلیں تم سے تیار ہو سکتی ہیں، کرو۔ میں چاہتا ہوں کم از کم پچاس ایسی چٹھیاں رات ہونے سے پہلے مختلف سراؤں، شراب خانوں اور ایسے ہی دوسرے مقامات کو روانہ کر دی جائیں"

میں پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور تعمیل حکم شروع کر دی۔ ایک بجے سہ پہر تک یہ سلسلہ تحریر جاری رہا۔ اس کے بعد مسٹر ٹیڈی مجھے اپنے ہمراہ بازار لے گیا جہاں پر ہم نے کچھ گوشت اور آلو خریدے۔ واپس آنے پر اس نے مجھے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا جو میں نے حتی الوسع محنت کے ساتھ پکایا۔ کھانے پینے سے فراغت ہوئی، تو اس نے مجھے دوبارہ لکھنے کی فرمائش کی اور اس طرح یہ سلسلہ تحریر بلا توقف قریباً ۶ بجے تک جاری رہا۔ تب ہم چلے پی کر ان مقامات پر چٹھیاں تقسیم کرنے گئے، جن کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے۔ پر ہیبت زمین دوز مکانوں اور ان کے دہشت ناک قرب و جوار سے میرے دل کو بے اختیار نفرت و استکراہ ہونے لگا۔ میں نے ذلیل و حقیر مرد عورت فقیروں کو شراب خوری کرتے دیکھا۔ بعض مقامات پر شور و ہنگامہ اور شر و فساد کے مناظر بھی دیکھے اور جب شام کا دھندلکا رات کی سیاہی میں تبدیل ہونے لگا تو ہم ایسے مقامات پر پہنچے جہاں دونوں جنسوں کے مختلف العمر انسان فرسودہ اور بوسیدہ پارچوں کے ڈھیر سے بنے ہوئے بستروں پر جمع تھے۔ ان مکانوں کی ہوا

اتنی گرم اور متعفن تھی کہ دم گھٹتا تھا اور معرضِ حالات سے طبیعت گھبراتی تھی۔ بارہا میں نے مسٹر ٹیڈی سے التجا کی کہ مجھے اور آگے نہ لے جایئے۔ مگر میری درخواستوں کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یقیناً اسے ڈر تھا کہ اگر اس نے مجھے تنہا چھوڑ دیا تو میں فرار ہو جاؤں گا۔ اس لئے ایک منٹ کے لئے بھی اس نے مجھے اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ ہم مکان پر واپس آئے۔ مگر جو کچھ میں نے دیکھا تھا اس سے اتنی نجاست تھی اور جن آزمائشوں سے زبردستی مجھے گھسیٹا گیا ان سے کچھ ایسا بوجھ سینہ پر پڑا تھا کہ میں ایک لقمہ بھی نہ کھا سکا۔ اپنے مالک سے آرام کرنے کی اجازت لے کر میں بخوشی بھوکا ہی لیٹ گیا۔ اور روتے روتے سو گیا۔

دوسرے دن کچھ اور خطوط تحریر ہوئے لیکن گھنٹے کے بعد گھنٹہ گزرتا گیا اور ایک متنفس بھی ان رعایتوں سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے نہ آیا جن کا اعلان تقسیم شدہ اشتہارات میں کیا گیا تھا۔ اب مسٹر ٹیڈی سے یاس و ناامیدی اور حیرت و اضطراب کی حرکات سرزد ہونے لگیں۔ وہ پاؤں پٹختا ہوا ادھر اُدھر کمرہ میں چلتا اور اونچی آواز سے کہتا جا رہا تھا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ معاملہ کیا ہے۔ مجھے امید تھی کہ ایسی رعایتوں سے فائدہ حاصل کرنے والے سینکڑوں آدمی پیدا ہو جائیں گے لیکن حرام ہے کہ ایک بھی آگے آیا ہو۔ اور یہ اس حالت میں کہ میں گذشتہ تین ماہ سے انتظامات میں مصروف ہوں۔ شروع میں میرا خیال تھا کہ کاروبار نہ چلنے کی وجہ یہ ہے کہ میری چٹھیاں بدخطی کی وجہ سے خاطر خواہ پڑھی نہیں جا سکتیں۔ لیکن اب تو وہ اس آسانی سے پڑھی جا سکتی ہیں جس طرح چھپی ہوئی کتاب۔ خیر کل کی حالت اور دیکھ لینی چاہیئے۔"

بدقسمتی سے اگلا دن بھی نتیجہ کے اعتبار سے اتنا ہی غیر مفید ثابت ہوا۔ یہاں تک کہ کامل ایک ہفتہ اسی طرح گذر گیا۔ اور کسی ایک آدمی نے بھی مسٹر ٹیڈی کی مشتہر کردہ رعایتوں پر توجہ نہ کی۔ ہر روز شام کو ہم دونوں دن بھر کے لکھے ہوئے خطوط تقسیم کرنے کے لئے

جاتے اور ہر روز مجھے عیاشی اور بداخلاقی کے وہی حیاسوز نظارے دیکھنے پر مجبور ہونا پڑتا، جو پہلے دن نگاہ سے گذرے تھے۔ مگر ان کوششوں کا عملی نتیجہ ... کچھ نہیں۔ ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح ہونی شروع ہوگئی کہ میرے مالک کا سرمایہ روز بروز گھٹتا جارہا ہے کیونکہ اوّل اس نے شراب بند کرکے صرف بیئر پر قناعت کرنی شروع کی۔ پھر گوشت کے بدلے روٹی اور پنیر استعمال ہونے لگا۔ اور آخرکار محض روٹی اور ٹھنڈے پانی پر گذر اوقات شروع ہوگئی۔ مالکہ مکان وہی خوفناک صورت کی عورت جس نے پہلی رات میری آمد پر دروازہ کھولا تھا۔ کرایہ مکان کے لئے چیخ پکار کرنے لگی۔ لیکن کرایہ ادا ہو تو کس طرح ؟ لے دے کر مسٹر ٹیڈی کا اثاثۃ البیت وہ سامان تھا جو اس نے کرایہ پر دینے کے لئے جمع کر رکھا تھا۔ یعنی پھٹے ہوئے کپڑے کے سوٹ، گیت۔ ہنگامِ مرگ کی تقریریں۔ بغل میں لینے کی لکڑیاں اور چوبی ٹانگیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ ان سب کو مالکہ مکان نے سابقہ واجب الوصول کرایہ کی ضمانت میں مکان کے دوسرے کمرہ میں بند کر رکھا تھا۔ مجبور ہو کے مسٹر ٹیڈی نے ایک کباڑی کو بلا لایا اور یہ سارا سامان چند شلنگ میں اس کے ہاتھ فروخت کردیا۔

خطوط نویسی بند ہوگئی۔ اور مسٹر ٹیڈی نے بڑی صفائی کے ساتھ مجھ سے کہہ دیا کہ میں غور کر رہا ہوں آیا تمہیں اپنا انتظام اپنے آپ کرنے کے لئے آزاد کردوں یا کسی دوسرے طریق پر فائدہ مند بنانے کی کوشش کروں۔ ان الفاظ کو سُن کر مجھ پر ایسی مایوسی چھائی کہ گویا میرے بدن کو کچل کر سارا جوش نکال دیا گیا ہو۔ اب مجھے اس بات کی کوئی فکر نہ تھی کہ آئندہ کیا ہوگا۔ یا کیا نہیں ہوگا۔ بات یہ ہے کہ میں گو نوجوان تھا تاہم اس خورد سالی میں بھی زندگی سے بیزار ہوچکا تھا۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آخرکار اس نے میری ہمراہی کو ہی بہتر جانا چنانچہ سامان کی فروخت کو چند ہی دن گذرے تھے کہ مالکہ مکان نے رہی سہی چیزوں پر قبضہ کرکے

ایک خوفناک صورت کے آدمی سے مل کر جو شاید اس کا بھائی تھا۔ ہم دونوں کو مکان سے باہر نکال دیا۔ مسز ٹیڈی نے بہت شور مچایا اور بہت واویلا کی۔ لیکن اس کو انتہائی بے عزتی کے ساتھ گھر سے نکال دیا گیا۔ اور اس طرح رات کے دس بجے کے قریب ہم خانماں برباد آوارہ گردوں کی حالت میں آ گئے۔

ریگامفن کورٹ سے باہر نکلتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا: "خیر کوئی بات نہیں ہمیں اپنی ہمت قائم اور اپنا جوش بحال رکھنا چاہیئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آج کی رات کہاں گذرے گی؟ واٹر لوپل کی خشک محرابوں کے سایہ میں، یا کھیتوں میں کسی جھاڑی یا گھاس کے انبار کے پہلو میں؟"

میں صدر مقام کے تلخ تجربات سے انتہا درجے بیزار تھا۔ کھلے میدانوں میں جانے کے خیال سے خوش ہو کر کہا: "کھیتوں میں!"

"بہت اچھا۔ تو کھیتوں میں ہی سہی!" اس نے جواب دیا اور ہم دونوں چل دیئے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ کی مسافت کے بعد ہم نے لندن کی شمالی سرحد کو پار کر لیا۔ خوش قسمتی سے ایک کھیت کے گوشے میں چھوٹا سا شیڈ بنا ہوا تھا۔ وہیں ایک چھکڑے پر لیٹ گئے اور صبح تک بے خبر پڑے سوتے رہے۔

باب ۴

فقیری اور دلگیری

سورج آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ طائران خوشنما درختوں کی شاخوں پر نغمہ زن تھے۔ قدرت کے چہرے پر خوشگوار تبسم کے آثار نظر آتے تھے۔ لیکن میرے غمزدہ

نوجوان دل کو آسمان کی سطح مصفّا یا زمین کی ظاہری خوبصورتی سے شمہ بھر تسکین نہ ہوتی تھی مسٹر ٹیڈی نے گھر سے چلتے وقت ایک کنگھی اور ایک چیتھڑا جس سے وہ تولئے کا کام لیا کرتا تھا جیب میں رکھ لیا تھا۔ رہنمائی کرتا ہوا وہ مجھے کھیتوں سے نکال کر ایک ندی کے کنارے لے گیا اور چونکہ اس کا ارادہ مفلوک الحال معزز آدمی کا روپ بھرنے کا تھا۔ اس لئے مجھے بھی حتی الوسع صاف ستھرا بننے کی تاکید کی۔ میں اس کے خطوں کی تحریر نیز اس کی گفتگو سے اس کے منشا کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ در اصل وہ چاہتا تھا کہ اپنی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے جس قدر بھی ممکن ہو عزت دار صورت بنا کے گداگری کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اس ارادہ سے واقف ہو کر میرے دل پر سخت چوٹ لگی۔ لیکن میں بخوبی جانتا تھا کہ اس کے سوا کوئی اور تدبیر بھی ممکن نہیں ہے۔ یوم گذشتہ کی سہ پہر سے میں نے کچھ نہ کھایا تھا اور مارے بھوک کے آنتیں قل ہو اللہ پڑھتی تھیں۔ پس فطرت کے تقاضائے شدید سے مجبور ہو کر اس کے خیال سے متفق ہونا پڑا۔ ندی کے کنارے ہاتھ منہ دھو کر ہم کھیتوں سے گذرتے ہوئے ایک وسیع اور خوشنما عمارت کے پاس پہنچے۔ جو ایک وسیع باغ کے وسط میں بنی ہوئی تھی۔ باغ کے فرش زمرد پر اون دار بھیڑیں چرتی تھیں اور خوش رنگ ہرن کلیلیں کرتے پھر رہے تھے۔ ایک پختہ سڑک باغ سے ہوتی ہوئی عمارت کی ڈیوڑھی تک جاتی تھی اور اس کے داخلہ کے سرے پر دربان کے رہنے کا مکان تھا۔ لوہے کی باڑ پر ایک موٹے حرفوں کا سائن بورڈ آویزاں تھا۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ آوارہ لوگوں کو اندر آنے کی اجازت نہیں۔ جو ایسا کرے گا اس پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ میں اس مضمون کو پڑھ کر کچھ شرم اور کچھ غصّہ کی وجہ سے ٹھٹک کر رہ گیا۔ لیکن مسٹر ٹیڈی نے میرا بازو پکڑ کر اس قدر سختی سے دبایا کہ مارے تکلیف کے ایک چیخ میرے منہ سے نکل گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دبی ہوئی پُر جوش آواز سے کہا۔

"ناہنجار کتے۔ اگر تو نے شور پیدا کیا یا اپنے آپ کو مسکین اور مصیبت زدہ ظاہر کرنے کی کوشش

تنکی تو میں جیتے جی تیری کھال کھینچ لوں گا"

واقعہ میں جہاں تک مصیبت زدہ ظاہر ہونے کا سوال تھا، میرے لئے کسی تاکید یا ہدایت کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ خدا گواہ ہے میں حقیقتاً ایسا ہی تھا۔ خیر یہ کہہ کے مسٹر ٹیڈی نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا۔ اور میں نے دیکھا کہ یہ وہی گداگری کی درخواست تھی جس کا مضمون میں نے اس کے لکھوانے پر تحریر کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دروازہ کی گھنٹی بجائی۔ دربان جو ایک فربہ اندام ترش رو آدمی تھا۔ اپنی کوٹھڑی سے نکلا۔ اور پھاٹک کی آہنی سلاخوں کے اندر سے ہماری طرف دیکھ کر سخت لہجہ میں کہنے لگا: "چلو آگے جاؤ۔ اس جگہ آوارہ گردوں کا کوئی کام نہیں!" اس پر مسٹر ٹیڈی نے روندھی ہوئی صورت بنا کے غم انگیز لہجہ میں اپنی مصیبتوں کا دردناک ترانہ چھیڑا۔ یعنی اس نے بیان کیا کہ "میں ایک صاحب عزت تاجر تھا۔ مگر اب انقلاب روزگار سے بالکل برباد ہو گیا ہوں۔ میری بیوی اور سات چھوٹے چھوٹے بچے قابل رحم حالت میں ہیں۔ سخت مجبور ہو کر میں اپنے سب سے بڑے لڑکے کو ساتھ لے کر" یہ کہتے ہوئے اس نے میری طرف اشارہ کیا "طلب امداد کے لئے نکلا ہوں۔ چنانچہ اس عرضی پر جو میرے ہاتھ میں ہے۔ میرے حلقہ کے پادری اور اٹھارہ ایسے معززین کی تصدیق موجود ہے جنہوں نے میری آسائش کا زمانہ دیکھا ہے۔"

جس وقت وہ دروازے کے باہر کھڑا ہوا یہ رحم انگیز داستان سنا رہا تھا۔ اور میں اس کی حیرت خیز دروغ گوئی اور چرب زبانی پر تعجب کر رہا تھا تو اتنے میں ایک سن رسیدہ مرد شریف خوشنما گھوڑے پر سوار سڑک کے موڑ پر نمودار ہوا۔ دربان نے ہمیں جھڑک کر پیچھے ہٹ جانے کی تاکید کرتے ہوئے پھاٹک کھولا۔ میں نے دیکھا اس مرد شریف کے بشرے سے نیکی اور ملائمت کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ پھاٹک کے اندر جا رہا تھا کہ اس کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ رحم آمیز ہمدردی سے میری طرف دیکھتے ہوئے اس نے اپنے

گھوڑے کی باگ کھینچ لی اور اس کے ساتھ ہی نقدی ٹٹولنے کی غرض سے جیب میں ہاتھ ڈالا۔

یہ حالت دیکھ کر دربان نے جلدی سے کہا: "حضور معاف کریں۔ مگر میری رائے میں یہ آدمی تو ہرگز ہرگز کسی امداد کا مستحق نہیں ہے۔ البتہ لڑکے کی حالت اس سے مختلف ہے میں نے دیکھا کہ جب یہ اپنی نہ ختم ہونے والی داستان بیان کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ میں اس لڑکے کا باپ ہوں تو لڑکا بڑی حیرت سے اس کے چہرے کو تک رہا تھا"

سن رسیدہ آدمی میری طرف مڑا اور کہنے لگا "عزیز لڑکے۔ سچ کہو کیا یہ شخص تمہارا باپ ہے؟"

مسٹر ٹیڈی نے میرے بازو کو جسے وہ اب تک پکڑے ہوئے تھا اپنی حسب منشا جواب دلوانے کے لئے کسی قدر زور کے ساتھ دبایا۔ مگر میں نے جرأت کر کے کہدیا "نہیں حضور۔ یہ میرا باپ نہیں ہے اور نہ میرا اس سے کوئی رشتہ ہے"

مسٹر ٹیڈی نے ایک بار قہر آلود نظروں سے میری طرف دیکھا اس کے بعد دردناک صورت بنا کے غمگین لہجہ میں کہنے لگا: "جناب عالی۔ یہ صحیح ہے کہ میں اس لڑکے کا حقیقی باپ نہیں ہوں۔ لیکن کیا یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اسے آوارہ گردی کی مصیبتوں سے بچا کر اس کے ساتھ پدرانہ شفقت کا برتاؤ نہیں کیا ہے؟ اے حضور! ہم سخت مصیبت زدہ ہیں اور ..."

"چپ رہو!" مرد شریف نے بات کاٹ کر اس سے کہا۔ اور پھر مجھے مخاطب کر کے پوچھا "کیا تم اس آدمی کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہو؟"

میرے سینہ میں شعاع امید پیدا ہو گئی۔ معلوم ہوتا تھا خدا نے خود مجھ کو اس فقر مذلت سے نکالنے کے لئے جس میں میں غوطے کھا رہا تھا ایک غیبی محسن بھیجدیا ہے۔ اس لئے میں نے بڑھتے ہوئے جوش کے ساتھ کہا "نہیں نہیں۔ مجھے اس آدمی

کے ساتھ رہنا بالکل منظور نہیں۔ میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ اے حضور کتنا ہی چھوٹا اور ادنیٰ کام ہو میں شکریہ کے ساتھ قبول کر لوں گا۔"

"بہت اچھا" مرد شریف نے جواب دیا" میں تمہاری درخواست قبول کرتا ہوں" پھر ٹیڈی کی طرف مڑکر اس نے کہا" یہ ایک شلنگ تمہارے لئے ہے۔ گو حقیقت میں تم اس کے بھی مستحق نہیں ہو۔ تاہم یہ لو اور چلے جاؤ... بھاگ جاؤ میں کہتا ہوں" اس نے میرے ساتھی کو رُکتے اور مجھے چھوڑنے سے پس و پیش کرتے ہوئے دیکھ کر سختی کے ساتھ کہا" میں آنریری مجسٹریٹ ہوں..."

مسٹر ٹیڈی اس سے زیادہ سننے کے لئے نہ ٹھہرا اور مجھے دشمن کے ساتھ آگے کی طرف دھکیل کر پیچھے مڑا اور رخصت ہو گیا۔ اس کے بعد مرد شریف نے مجھ سے اپنے ساتھ ساتھ آنے کے لئے کہا اور خود پاس رہنے کی غرض سے گھوڑے کو ٹہلاتا ہوا چلنے لگا۔ راستہ میں کچھ گفتگو نہیں ہوئی۔ البتہ مکان پر پہنچکر اس نے ایک نوکر کو حکم دیا، کہ تم اسے شاگرد پیشے میں لے جاؤ۔ کھانا کھلاؤ۔ اور جب اس سے فارغ ہو جائے تو مطالعہ کے کمرے میں لے آنا۔ شاگرد پیشے میں جس قدر نوکر موجود تھے سب نے مجھے بڑی ہمدردی کے ساتھ دیکھا اور آپس میں پھُسر پھُسر باتیں کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔" لڑکا شریف صورت ہے۔ دوسرا کہنے لگا اپنی موجودہ حالت سے بہت اونچے درجہ کا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح اور لوگوں نے بھی اپنے اپنے طور پر کچھ کہا اس کے بعد نہایت نفیس کھانا میرے سامنے چُن گیا۔ جو اس کھانے سے بدرجہا عمدہ اور لطیف تھا جو مسٹر ٹیڈی کی اقامت گاہ میں مجھے ملا کرتا تھا۔ ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ اس عمدہ اور نفیس کھانے سے جو بے حد صفائی کے ساتھ میرے سامنے رکھا گیا تھا مجھے کس قدر خوشی ہوئی ہوگی۔ بہر حال میں جب کھانے سے فارغ ہو چکا تو وہ نوکر خاص طور پر جس کے سپرد مجھے کیا گیا تھا۔ مجھے اپنے ہمراہ ایک وسیع اور پُر تکلف کمرہ میں

لے گیا جہاں وہ سن رسیدہ مرد شریف اخبار بینی میں مشغول تھا۔ اور ایک پری تمثال حسینہ ڈیسک کے پاس بیٹھی خط لکھ رہی تھی۔

"ایڈتھ۔ یہ وہ غریب لڑکا ہے جس کا میں تم سے ذکر کر رہا تھا" اس نے مجھے اندر آتا دیکھ کر خاتون سے کہا۔

نوجوان لیڈی نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا۔ اور اپنا فرشتوں کا ایسا چہرہ اٹھا کر جس کی شفاف رنگت میں کنول اور گلاب کی دلفریبیاں ملی ہوئی تھیں۔ بڑی بڑی نیلگوں آنکھوں سے رحم آمیز طریقہ پر میری طرف دیکھا اور پھر اس مرد شریف کی طرف مڑ کر دبے ہوئے منت آمیز لہجہ میں کہنے لگی: "ابا جی آپ اس لڑکے کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ کریں گے... کیا آپ ایسا نہ کریں گے"

"پیاری بیٹی میں سوچوں گا" اس کے باپ نے جواب دیا اور پھر شفقت آمیز لہجہ میں مجھ سے مخاطب ہو کر "غریب لڑکے سچ بتا۔ تیرا یہ افسوسناک حال کیوں ہوا اور کس طرح تو اس قابل اعتراض آدمی کی صحبت میں پہنچا؟"

میں اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ اس مرد شریف کے روبرو پورا پورا حال من وعن بیان کر دوں گا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اگر وہ میری بہتری کے لئے کچھ نہ کر سکا تو بھی اس کی نیکی و مہربانی سے اس کا اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ وہ پھر مجھے لیسٹر کے محتاج خانہ میں قید ہونے کے لئے واپس بھیج دے۔ پس میں نے اپنے حالاتِ زندگی ایسی ہی صفائی سے بے کم و کاست اس کے روبرو بیان کر دیئے جس طرح آپ لوگوں کے سامنے بیان کئے ہیں۔ میرا نلسن کے اسکول میں تعلیم پانا۔ صاحب اسکول ماسٹر کی موت۔ مسز نلسن کا کام بند کرنے پر مجبور ہونا۔ اس کی اور مسٹر جیوکس کی بے اسرار گفتگو جس کے بعض حصے میں نے بھی سنے تھے اور میرا مسٹر جیوکس سے جان بچا کر بھاگنا۔ ٹامس ٹیڈی سے میری واقفیت اور اس کے پاس رہنے کے حالات

سب باتیں میں نے درجہ وار اس سے بیان کردیں۔ جن کو مرد شریف اور نوجوان خاتون نے گہری توجہ سے سُنا۔ اور میں نے دیکھا کہ جب میں اسکول کی رنجیدہ زندگی اور مدرسہ چھوڑنے کے بعد کی تکالیف کا حال بیان کررہا تھا تو اس خاتون نے کئی بار اپنا رومال آنکھوں سے لگایا۔

"اباجی۔ جو کچھ اس لڑکے نے بیان کیا ہے میرے خیال میں صحیح ہے" آخر اس نے آگے جھک کر مدھم آواز سے کہا "مجھے یقین ہے کہ اس میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں۔ اس غریب لڑکے کے بیان میں صداقت اور راستی کی بُو پائی جاتی ہے۔ اور اس میں کسی طرح کا مکر و فریب بالکل نہیں"

"اچھا ایڈتھ۔ ہم سوچیں گے۔ ہم اس پر غور کریں گے" اس کے باپ نے پھر جواب دیا اور اس کے بعد کچھ دیر سوچ کر اس نے مجھ سے کہنا شروع کیا "اگر تم نے سچ بولا ہے ... اور ہمارا یقین ہے کہ ضرور سچ بولا ہے ... تو ہم تمہارے لئے کچھ نہ کچھ انتظام کردینگے میں آج ہی مسٹر جوکس کے نام لیسٹر خط لکھتا ہوں ... نہیں نہیں۔ ڈرو مت۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ وہ تمہیں واپس نہ بلائے گا بلکہ جب اُسے معلوم ہوگا کہ تم ایک اچھی جگہ کام کررہے ہو تو وہ خوش ہوگا اور تم کو محتاج خانہ میں رکھنے کی کوشش نہ کریگا"

"اباجی دیکھئے" ایڈتھ نے اپنی دلکش سُریلی آواز سے کہنا شروع کیا۔ "دیکھئے غریب لڑکے کے چہرہ پر پھر رونق آگئی۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اس نے بالکل جھوٹ نہیں بولا۔ آپ اس کو لیسٹر سے جواب آنے تک یہیں میرے پاس رہنے دیجئے"

"ہاں اسی طرح ہوگا" اس کے باپ نے آہستہ سے کہا۔ اور پھر مجھ سے مخاطب ہوکر "غریب لڑکے تم فی الحال اسی جگہ رہو۔ ہم تمہارے لئے اچھی پوشاک مہیا کرنے کا بھی انتظام کردیں گے"

میں نے اس عنایت کا دلی جوش کے ساتھ تھرائی ہوئی آواز میں شکریہ ادا کیا۔

اب مجھے اس تحقیقات کا بھی جو مسٹر جیوکس کی معرفت کی جارہی تھی کوئی خوف بالکل نہ رہا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا قدم مضبوطی کے ساتھ ایسے لوگوں کے درمیان جم گیا ہے جو ہر طرح پر مجھ سے فیاضی کا برتاؤ کریں گے۔ چنانچہ میں لائبریری سے پھر شاگرد پیشہ کی طرف لوٹا اور جب میں نے اس جگہ باقی ملازموں سے بیان کیا کہ میں ابھی کچھ مدت تک یہیں قیام کروں گا تو ہر ایک نے سچی خوشی کا اظہار کیا۔ دربان کا ایک لڑکا میرا ہمسن تھا اس کا ایک سوٹ مجھے پہننے کے لئے دے دیا گیا اور میں پھر ایک بار اپنے آپ کو صاف ستھرا محسوس کرنے لگا۔

اتفاقاتِ زمانہ نے جس خاندان سے مجھ کو واقف کرایا تھا اس کے بارے میں معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا نام ڈیلمر ہے۔ اس کی دو لڑکیاں تھیں۔ بڑی کلارا، جو گراسونیر سکوئر لندن کے آنریبل مسٹر ملگریو سے بیاہی ہوئی تھی۔ اور چھوٹی مس ایڈتھ۔ جسے میں نے ابھی دیکھا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گو مسٹر ڈیلمر کے اپنی متوفی بیوی سے اور بھی کئی بچے تھے۔ تاہم کلارا اور ایڈتھ کے سوا وہ سب راہئ ملکِ عدم ہو چکے تھے۔ ان دو بہنوں کی عمر میں پندرہ سال کا فرق تھا۔ یعنی بڑی مسز ملگریو تیس سال سے اوپر اور ایڈتھ صرف اٹھارہ برس کی تھی۔ مسز ڈیلمر کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ ایڈتھ کی ولادت کے بعد جلدی ہی فوت ہو گئی تھی۔ کیونکہ اس کا دل یکے بعد دیگرے کئی بچوں کی موت کے صدمہ سے کمزور ہو چکا تھا۔ مسٹر ڈیلمر کی آمدنی پانچ ہزار پونڈ سالانہ کے قریب تھی اور چونکہ وہ طبعًا رحمدل اور فیاض تھا اس لئے اس کے حلقۂ احباب میں سب لوگ اس سے دلی محبت کرتے تھے۔

بواپسی ڈاک لیسٹر سے مسٹر جیوکس کا جوابی خط موصول ہوا جس میں اس نے میرے بیان کے ہر ایک لفظ کی پوری پوری تصدیق کی تھی مسٹر ڈیلمر نے اس واقعہ کی اطلاع دینے اور میرے بیان کی صداقت پر خوشی ظاہر کرنے کے لئے مجھے کمرۂ لائبریری

میں مطلب کیا اور کہا۔" جوزف تمہاری ولادت کے بارے میں کوئی راز ایسا ہے جس کا حال سردست کسی کو معلوم نہیں لیکن میں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس کا بہت کم خیال کرنا اور اس پردۂ راز کے ہٹنے کی امید کو اپنے دل میں جگہ نہ دینا۔ کیونکہ وہ کوئی خاص ہی اسباب ہوں گے جو اس رازداری کے محرک ہوئے تھے۔ فی الحال تم ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے۔ لیکن میں امید کرتا ہوں کہ جب تم کچھ اور بڑے ہو جاؤ گے تو میرا مطلب اچھی طرح سمجھنے لگو گے۔ اور اس وقت اپنے والدین سے علیحدگی کا سبب پوری طرح تمہارے ذہن میں آ جائے گا۔ فی الحال ہم کو تمہاری موجودہ حالت پر غور کرنا ہے لیکن ہر چند وہ تجویز جو اس وقت میں پیش کرنا چاہتا ہوں کسی قدر میری اپنی طبیعت کو بھی ناگوار ہے کیونکہ تم تعلیمیافتہ ہو اور تم نے تربیت بھی اچھی پائی ہے۔ تاہم اس کے سوا اور کوئی بات سردست میرے ذہن میں نہیں آتی۔ پس اگر تم میرے یہاں گھر کی نوکری کرنا پسند کرو تو میں تم کو معقول تنخواہ دوں گا۔ اور جو حالات اس گھر کے تم نے اس جگہ رہ کر دیکھے ہیں اُن کے بعد میرے خیال میں عمدہ برتاؤ کا یقین دلانے کے لئے کسی اور بات کی ضرورت نہیں ہے۔ پیشتر میرا خیال تھا کہ میں تم کو کسی وکیل کے دفتر میں بطور محرر رکھوا دوں۔ یا اس طرح کی کوئی اور تجویز سوچوں۔ لیکن اس میں بڑی قباحت یہ ہے کہ شاید اُس جگہ رہ کر تم بری صحبت میں پڑ جاؤ تمہاری ناتجربہ کاری اور نوجوانی سے ناجائز فائدے حاصل کئے جائیں اور ان سب باتوں کے علاوہ تم کتنی ہی مشقت کرو یہ ناممکن ہے کہ تم کسی باوقعت خاندان میں رہ کر اپنی آمدنی سے اخراجات قیام و طعام ادا کر سکو۔ پس تمہارا اپنا فائدہ اسی میں ہے کہ سال دو سال اسی جگہ میرے مکان پر رہو۔ تمہیں ادنیٰ درجہ کے کام کا بہت کم موقع دیا جائے گا۔ اور جو کچھ تم کرو گے وہ ایسا نہ ہوگا جو باعثِ ذلت ہو۔ یا تمہارے جذبات کو مجروح کرنے کا ذریعہ بنے۔ کیا تم میرا مطلب سمجھ گئے؟"

میں نے مسٹر ڈیلمر کی اس عنایت کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا اور یقین دلایا کہ میں صرف محنت کی روزی کا خواستگار ہوں۔ اور اس فیاضانہ تجویز کو پسند ہی نہیں کرتا بلکہ اس کو پُرشوق امیدوں سے کہیں زیادہ پاتا ہوں۔ مسٹر ڈیلمر کو میرے اس جواب سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اور انہوں نے اسی روز مجھے اپنی گاڑی کے ساتھ ملازمت کی وردی بنوانے کے لئے لندن بھیج دیا جس کا فاصلہ ان کے مکان سے قریباً تین میل تھا چند دنوں میں کپڑے تیار ہو کر آ گئے اور میں نے ان کو پہن لیا مگر اس صاف ستھرے لباس کو پہن کر میرے دل کو کسی طرح کا رنج نہیں پہنچا۔ اس کے برعکس میں ایک آسودہ خاندان میں رسائی پانے اور حصول معاش کا موقعہ ہاتھ آنے پر بہت خوش تھا۔
مجھے مسٹر ڈیلمر کے یہاں رہتے قریباً دو ہفتے گذرے تھے کہ ایک روز ایک خوشنما گاڑی جس میں دو شاندار گھوڑے جُتے ہوئے تھے محل کی طرف آتی دکھائی دی۔ ایک مرد شریف اور ایک لیڈی اس پر سوار تھے اور ایک نوکر نفیس وردی پہنے ہوئے ان کے ساتھ تھا۔ وہ مرد شریف خود گھوڑوں کو چلاتا تھا اور بظاہر ان کی تیز رفتاری اور خوش نمائی سے لطف حاصل کر رہا تھا اس کی عمر از تیس سال کے قریب تھی۔ قد لمبا، صورت وجیہہ اور بدن سڈول تھا۔ اس کے خط وخال عقابی اور چہرہ کے رنگ میں کسی قدر ملاحت تھی۔ آنکھیں تیز اور چمکیلی۔ بال قدرتی گھومے ہوئے اور لباس نہایت عمدہ کپڑے کا حال کے فیشن کے مطابق بنا ہوا تھا۔ اس کی آواز مردانہ آہنگ سے پُر یعنی گہری مگر پولی نہیں، نہایت صاف۔ خوشگوار اور بارعب تھی۔ وہ ایک اس طرح کی آواز تھی جسے اس کی مردانہ وجاہت اور مہذبانہ اطوار کے عین مطابق کہا جا سکتا ہے معلوم ہوا یہ صاحب میرے محسن کے داماد تھے۔ اور مسٹر ملگریو ان کا نام تھا اور جو خاتون ان کے ساتھ تھی وہ ان کی بیگم کلارا تھی۔ ہرچند یہ خاتون ایڈتھ کی بہن تھی تاہم انداز حسن کے اعتبار سے ان میں اتنا ہی فرق تھا جتنا ان کی

عمر میں۔ جیسا پیشتر بیان کیا جا چکا ہے اس کی عمر ۳۳ سال کے قریب تھی اور گو اس کی قامت متوسط تھی تاہم اپنے بدن کی موزونیت اور سراور چہاتی کی پرشکوہ ساخت کی وجہ سے وہ حقیقت سے کسی قدر لمبی معلوم ہوتی تھی۔ ان کے بال گھنے بھورے، اور آنکھیں گہری نیلی تھیں۔ اور اول الذکر میں ایک دلکش قدرتی چمک پائی جاتی تھی۔ اس کا رنگ بے شک اچھا تھا مگر صباحت کی وہ لطیف نزاکت اور گلاب کی ہلکی سُرخی جو اس کی بہن کے چہرے کا زیور تھی وہ اس میں بہت کم پائی جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فیشن ایبل زندگی کے مشغلوں، تفریح کے جلسوں اور دن رات کی ہنگامہ خیز معروفیتوں نے اس کے چہرے کی رنگت پر قدرے قلیل اثر پیدا کیا ہے تاہم اتنا خفیف کہ پژمردگی کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا تھا۔ خط و خال ایڈتھ سے بڑے تھے مگر بدنما یا حسن کی دلفریبیوں سے محروم نہ تھے۔ وضع سے رُعب و خوش نمائی اور حرکات و سکنات سے خوش اسلوبی و لیاقت کا اظہار ہوتا تھا۔ مگر چہرہ کی بناوٹ۔ رفتار اور اس کے عام برتاؤ میں کسی قدر غرور کی جھلک پائی جاتی تھی۔

چونکہ جوشِ تفصیل میں میں نے بڑی بہن کا حال اس قدر وضاحت کے ساتھ لکھا ہے اس لئے سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے ہی چھوٹی کا حال درج کرنے کے لئے ٹھہر جانا ضروری خیال کرتا ہوں۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ایڈتھ کا چہرہ خوش رنگ اور آنکھیں نیلگوں تھیں۔ اس کی صورت میں عہدِ شباب کی مکمل شگفتگی اور تروتازگی موجود تھی۔ یعنی اس پر روشن گرم کمروں کی آب و ہوا کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کلارا کی نسبت کم نیلگوں تھیں۔ گویا ایڈتھ کی آنکھوں کا رنگ اصلی آسمانی رنگ سے ملتا تھا۔ مگر کلارا کی آنکھوں کا انداز نافرمان کے گہرے رنگ کی طرف مائل تھا۔ ایڈتھ کے بال کم بھورے اور شاہ بلوط کی پھلیوں کی مانند سُرخی مائل تھے۔ لب چمکیلے شنگرفی۔ اور جب اس کے دلستان چہرہ پر تبسم کے آثار پیدا ہوتے،

تو دانت موتی کی طرح چمک جاتے تھے۔ کلارا کے جسم میں ہیبت کی عشرت اور ڈائنا کی موزونیت جمع تھی۔ مگر ایڈتھ کا سراپا جل پریوں کی مانند نازک اور لچکیلا تھا اس کے متناسب اعضا سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ ایڈتھ خوش مزاج بھی گو اس کی خوش مزاجی میں تکلف اور شوخی کا شائبہ تک نہ تھا لیکن اس کے مقابلہ میں کلارا متین اور پُرسکون تھی۔ بہ حیثیت مجموعی دیکھنے والوں کی نظروں میں کلارا ایک دنیادار عورت اور آسمان فیشن کا روشن ستارہ تھی۔ مگر ایڈتھ ایک بے لوث اور سادہ دل لڑکی۔ تصنع سے پاک۔ بناوٹ کی باتوں سے ناواقف اور سوسائٹی کے پُر تکلف رواجوں سے بالکل غیر متاثر تھی!

لیکن آیئے میں قصہ عرض کروں۔ دوپہر ڈھل چکی تھی کہ گاڑی ڈیلیر مینر کے دروازہ پر ٹھہری اور ایڈتھ بہن کے استقبال کے لئے دوڑ کر باہر نکلی اس کے بعد جب دونوں بغلگیر ہوئیں تو گو ایڈتھ کے طرز عمل میں حقیقی گرمجوشی اور سچا تپاک موجود تھا تاہم کلارا میں باطنی جوش کی کمی تھی۔ اگرچہ اس کے ساتھ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ بے اعتنائی یا سرد مہری کی کوئی یقینی بات اس کی طرف سے ظہور میں نہیں آئی۔ مسٹر ڈیلمر نے اپنی بیٹی کو بوسہ دے کر اور مسٹر ملگریو سے مصافحہ کرتے ہوئے ڈیوڑھی میں ان کا استقبال کیا جس کے بعد کلارا نے چاروں طرف گھومتی ہوئی نظر ڈال کر مجھے کسی قدر فاصلہ پر کھڑا دیکھا تو کافی بلند آواز میں جسے میں اچھی طرح سُن سکتا تھا کہا "اباجی معلوم ہوتا ہے آپ نے اپنے ملازموں کی تعداد میں اب اور اضافہ کر لیا ہے کہیے یہ خوبصورت لڑکا کہاں سے آپ کو مل گیا؟"

"پیاری بیٹی کلارا۔ میں ابھی اس کا حال تم سے بیان کروں گا" مسٹر ڈیلمر نے جواب دیا اور یہ کہہ کر وہ نشستگاہ کی طرف چلا گیا۔ جہاں دونوں لڑکیاں بھی اس کے پیچھے چلی گئیں۔ لیکن مسٹر ملگریو ظاہرا اطمینان و تمکنت کے انداز سے اپنی گاڑی

دیکھنے کے لئے جسے نوکر گھما کر اصطبل میں لے جارہا تھا پھر ایک بار دروازہ کی طرف لوٹا اس کے بعد وہ بھی نشستگاہ میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ یکایک اس طرح رک گیا جیسے کوئی بات یاد آجائے۔ اور میری طرف اشارہ کر کے کہنے لگا، "لڑکے اس گاڑی کے سامنے والی نشست کے نیچے ایک چھوٹا سا پارسل رکھا ہے جس کا علم میرے نوکر کو نہیں تم جاؤ ذرا جا کے لے آؤ۔" میں جس وقت تعمیل کرنے جارہا تھا تو مسٹر ملگریو کی آواز دوسرے نوکر سے یہ کہتے سنائی دی۔ "تمہارے مالک کو یہ نیا نوکر کہاں سے ہاتھ آگیا؟" اس کا جواب میں نے نہیں سُنا۔ تیزی سے جا کر میں نے گاڑی سے پارسل نکالا اور مکان کی طرف واپس ہوا۔ مگر میں جس وقت ڈیوڑھی میں داخل ہوا تو ملگریو بدستور اسی نوکر سے گفتگو کر رہا تھا۔ مجھے واپس ہوتے دیکھ کر وہ پارسل لینے کے لئے آگے بڑھا اور جب میں نے پارسل پیش کیا تو اس نے بڑی توجہ کے ساتھ مجھے دیکھا جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ دوسرے نوکر نے بلاشبہ کچھ حالات میری نسبت اس سے بیان کئے تھے اور وہ حالات ہی میرے خیال میں مسٹر ملگریو میں دلچسپی یا شاید رحم کے اسباب پیدا کرنے کا ذریعہ بنے تھے۔ اس کے بعد جلدی ہی نشستگاہ کی گھنٹی بجی۔ اور میں اس کے جواب میں کمرہ کی طرف دوڑا لیکن اس جگہ مسز ملگریو بھی مجھے اسی انداز میں دیکھتی معلوم ہوئی۔ اپنے آپ کو اس قدر ہمدردی کا باعث پاکر میرا ننھا سا دل ناقابل بیان جذبات سے پُر ہونے لگا۔ بہرحال مسٹر ڈیلمر نے عنایت آمیز لہجہ میں مجھے حکم دیا کہ نوکر سے کہہ دو لنچ کا سامان تیار کرے۔ چنانچہ یہ حکم پاکر میں تعمیل ارشاد کے لئے شاگرد پیشے کی طرف چلا گیا۔

کچھ نوکر وہاں بیٹھے مسٹر اور مسز ملگریو کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ دونوں بالعموم بہت کم یہاں آتے ہیں۔ نیز یہ کہ مسٹر ڈیلمر اور ان کے داماد میں کشیدگی رہا کرتی ہے۔ قدرتی طور پر مجھے اس بات سے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ

مجھے معلوم تھا کہ مسٹر ڈیلمر کی طبیعت صد درجہ فیاض واقع ہوئی ہے۔ بہرحال میں اس گفتگو سے جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا کہ غالباً مسٹر ملگریو اپنی بساط سے زیادہ فضول خرچ ہے اور گاہ بگاہ طلب امداد کے لئے اپنے خسر کا دست نگر رہتا ہے۔ لیکن وہ یعنی مسٹر ڈیلمر ان فضول خرچیوں کا ذریعہ امداد رسانی بن کر خوش نہیں۔ ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ مسٹر ملگریو اور اس کی بیگم اپنے گراسوینر سکوئر والے مکان پر بڑے تزک و احتشام کے ساتھ رہتے ہیں۔ شاندار دعوتیں دیتے اور اپنی گراں بہا اور نفیس ضیافتوں کی وجہ سے خاص طور پر مشہور ہیں۔ وہ لاولد تھے اور اپنی عمر کو فیشن کی زندگی اور اس کی عیاشانہ مسرتوں کے لئے وقف کر چکے تھے۔ لیکن یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ مسٹر ملگریو کا وردی پوش نوکر کمرہ میں داخل ہوا۔ یہ اچھے ناک نقشہ کا ۲۴ یا ۲۵ سال عمر کا منہ لگتا نوجوان تھا اور اس کا نام جارج تھا۔ چنانچہ اس کے آتے ہی بات چیت کا یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اس روز سہ پہر کو میں باغ میں رات کے کھانے کے لئے کچھ پھل جمع کرتا پھر رہا تھا کہ کنکر کی پٹڑی پر کسی کے پاؤں کی چاپ سن کر مڑا دیکھا تو مسٹر ملگریو بڑے تکلف کے ساتھ چہل قدمی کرتا آ رہا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ ادھر اُدھر دیکھنے یا پھل کھانے کے لئے ٹھہر جاتا۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام کے پاس آ گیا۔ جہاں میں اپنے کام میں مشغول تھا اور عنایت آمیز لہجہ میں کہنے لگا "جوزف۔ میں نے تمہاری زندگی کے حالات سنے ہیں۔ واقعات کیا افسانہ ہیں۔ بہر صورت میں امید کرتا ہوں کہ تم یہاں رہ کر ہر طرح سے خوش ہو؟"

"جی سرکار" میں نے جوش کے ساتھ کہا۔ "میں یہاں رہ کر بہت ہی خوش ہوں۔"

"ضرور ہو گے" اس نے تسلیم کیا "تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ تمہارے ایسے ذکی اور ذہین لڑکے کے لئے دیہات کی زندگی یقینی طور پر باعث کوفت ہو گی۔ حسن اتفاق سے مجھے بھی ایک کمسن ملازم کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے خسر سے درخواست کی ہے کہ اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو وہ تمہیں میرے ہمراہ کر دیں۔"

یقینی طور پر اس ناگہانی اطلاع سے میرے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ بہر صورت رنج و اضطراب کے گہرے اثرات میرے دل میں پیدا ہوئے کیونکہ میں مسٹر ڈیلیر کی ملازمت ترک کرنا نہ چاہتا تھا۔

" اوہ۔ کیا تم کو میری تجویز پر اعتراض ہے؟" مسٹر ملگریو نے میرے چہرے کی بدلی ہوئی حالت دیکھ کر کہا لیکن پھر فوراً ہی حسب معمول خوش اخلاقی سے "جوزف" اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔" میں خیال کرتا ہوں تم میری ملازمت میں رہنا پسند کرو گے۔ کیونکہ بلاشبہ تم اس وضع کے نوجوان ہو جس کو دیہاتی مسکن کے مقابلہ میں شہری حالات کے لئے زیادہ موزوں سمجھا جا سکتا ہے۔ تم میرے مکان پر رہ کر ہر طرح کی خوشی اور تفریح حاصل کر سکو گے۔ اس کے علاوہ میں تم کو معقول تنخواہ دوں گا۔ بس جواب دو۔ اگر مسٹر ڈیلیر اجازت دے دیں تو کیا تم میرے ساتھ چلنے کو رضامند ہو؟"

" سرکار۔ میں مسٹر ڈیلیر کے ہر ایک ارشاد کی تعمیل کا پابند ہوں" میں نے جواب دیا۔" لیکن ...." اور اتنا کہہ کر میں اس ڈر سے خاموش ہو گیا کہ مبادا وہ میری باتوں سے ناراض ہو جائے۔ کیونکہ واقعہ میں میں یہ کہنے کو تھا کہ میں ایسا ناآشنا اور ناشکر گذار نہیں ہوں کہ اضافہ تنخواہ کے لالچ میں اس شخص کی ملازمت ترک کر دوں۔ جس نے اپنی مہربانی سے مجھے غریبی۔ مصیبت اور بے عزتی کی زندگی سے نجات دلائی ہے۔

" لیکن کیا؟" مسٹر ملگریو نے جلدی سے کہا۔" بولو جوزف مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تمہیں کس بات پر اعتراض ہے؟"

" محض یہ" میں نے اب جواب دینے کی جرأت کر کے کہا" کہ مجھے اپنے مالک کی خدمت میں مدت مدید تک رہنے کا ارمان تھا۔" اور یہ کہتے ہوئے میز سے جدا ہونے کے امکانی احتمال سے میری آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔

" لیکن جس صورت میں میرے اور مسز ملگریو کی طرف سے تمہارے ساتھ ویسی ہی مہربانی

کا برتاؤ کیا جائیگا جیسا یہاں ہوتا ہے" اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔" تو پھر تمہیں کس
بات کا عذر باقی ہے۔ بتاؤ کیا میں مسٹر ڈیلمر سے کہدوں کہ میں نے اپنے طور پر تم سے اس
بارے میں گفتگو کی تھی اور تم میرے ساتھ جانے میں کسی طرح ناراضامند نہیں ہو؟"

"جی نہیں۔ خدا کے لئے ایسا نہ کہئے" میں نے جلدی سے اعتراض کیا۔ کیونکہ آپ
جانتے ہیں کہ یہ امر واقعہ نہیں ہے۔ مجھے مسٹر ڈیلمر سے جدا ہو کر بہت افسوس ہوگا۔ تو بھی
میں اس مشفقانہ دلچسپی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ کی طرف سے عمل میں آئی ہے۔"

"اچھا تو ہم اس بارے میں اور کچھ نہ کہیں گے" مسٹر ملگریو نے جواب دیا اور پھر
قدرے توقف کے بعد" مسٹر ڈیلمر نے تمہاری نسبت بعض ایسے واقعات بیان کئے تھے کہ
میں ان کو سن کر خاص طور پر محظوظ ہوا۔ کیوں بھلا اس آدمی کا کیا نام تھا جس کی ہمراہی میں
رہ کر تمہیں ان واقعات کا تجربہ ہوا تھا؟"

"غالباً آپ کا اشارہ اس آدمی کی طرف ہے جو ٹیڈی کہلاتا تھا" میں نے جواب دیا
مگر مجھے یہ سوچ کر سخت تعجب ہوا کہ مسٹر ملگریو نے میرے حالات سے اس قدر دلچسپی لینے کے
بعد ان تکالیف کو جو میں نے اس آدمی ٹیڈی کے پاس رہ کر برداشت کی تھیں قابل حفظ
کیونکر سمجھا۔

"آہ... ٹیڈی۔ بے شک یہی نام تھا۔ لیکن یہ کچھ نرالا سا نام ہے کیا تم کو معلوم
ہے کہ یہ عجیب و غریب آدمی کہاں رہتا ہے؟"

"سرکار میں نہیں جانتا۔ غالباً مسٹر ڈیلمر کی زبانی آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ میں اور
وہ ایک ہی وقت میں آوارہ گردی پر مجبور ہوئے تھے۔"

"ٹھیک ہے اب مجھے یاد آگیا" مسٹر ملگریو نے لاپروائی سے کہا۔" تاہم یہ آدمی
ٹیڈی کہاں پر روزگار کیا کرتا تھا... میرا مطلب یہ ہے کہ اس نے کون سی جگہ اپنے عجیب و
غریب کاروبار کے لئے مقرر کی ہوئی تھی؟"

"ریگامفن کورٹ۔ سیفرن ہل" میں نے جواب دیا۔

"میرے خدا کیا نام اور کیا مقام ہے۔ میرے خیال میں تو یہ نام ہی دنیا بھر کے بیانات سے لبریز ہے ... لیکن ہاں۔ جب تم اس جگہ آئے ہو پھر کبھی اس نے تم کو تلاش کرنے کی کوشش کی؟"

"جی نہیں" میں نے جواب دیا "اگر وہ ایسا کرتا تو یقیناً مجھے بے حد افسوس ہوتا"

"ٹھیک ہے" مسٹر ملگریو نے سرسری انداز سے کہا۔ اور وہ باغ میں ہوتا ہوا آہستہ آہستہ ایک طرف کو چلا گیا۔

اس دن کا باقی حصہ میں نے بڑی فکر و تشویش کے ساتھ بسر کیا۔ ہر وقت یہ اندیشہ لگا ہوا تھا کہ ایسا نہ ہو مسٹر ڈیلمر اپنے داماد کی درخواست منظور کر کے مجھے اس کی ملازمت میں منتقل کرنے کے لئے رضامند ہو جائے۔ لیکن کسی نے مجھ سے پھر اس بارے میں گفتگو نہیں کی۔ اور رات کے نو بجے مسٹر ملگریو اور اس کی بیگم اپنی خوبصورت چھوٹی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

"جوزف" اس سے اگلے دن مسٹر ڈیلمر نے مجھ سے کہا "کل وہ نئے آدمی تمہارے دوست یعنی مسٹر اور مسز ملگریو کو میرے ہاں تمہاری موجودگی پر بڑا رشک ہوا۔ مسٹر ملگریو تمہیں اپنی ملازمت میں رکھنے کا بیحد خواہشمند تھا۔ مگر میں نے اس کی تجویز پر بالکل توجہ نہیں دی۔ میرا خیال ہے تم بھی مجھ سے جدا ہونے کی خواہش نہیں رکھتے؟"

"نہیں سرکار بالکل نہیں" میں نے جواب دیا "بہرحال اپنے مالک کی زبانی یہ معلوم کر کے کہ وہ میری علیحدگی پر رضامند نہیں ہے۔ مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میرا دل مارے جوش کے اچھلنے لگا۔"

باب ۵

عجائب خانہ مسٹر لینوور

ڈیلمر ہیز کا کتب خانہ ایک وسیع اور آراستہ کمرہ میں واقع تھا۔ لاتعداد کتابیں اس کی الماریوں میں بھری ہوئی تھیں اور ان کو گرد و غبار سے محفوظ رکھنے کے لئے شیشہ کے کواڑ لگے ہوئے تھے۔ ان الماریوں کے اوپر خوش قطع بُت اور چینی کے نایاب پُرانے برتن رکھے تھے۔ کتب خانہ سے ملحق نادرات و مصنوعات کا چھوٹا سا عجائب خانہ تھا اور ایک شیشہ کا تنگ دروازہ ان دو کمروں کو جدا کرتا تھا۔ عجائب خانہ کے چار گوشوں میں چار جوڑے زرہ بکتر کے رکھے تھے جو اس زمانہ کے چار مختلف حصوں کی یادگار تھے۔ جب اس قسم کا شجاعانہ لباس استعمال کیا جاتا تھا۔ ان کے علاوہ کئی صندوق بھی اس جگہ رکھے تھے جن میں سے بعض میں سنگ مرمر کے مجلا نمونے بعض میں خاص قسم کے گھونگھے۔ بعض میں معدنیات کے نمونے اور بعض اور میں منطقہ حارہ کے حشرات الارض۔ پرندوں۔ چینی کے برتنوں صراحیوں اور ہر زمانہ ہر قسم اور ہر شکل و صورت کے نایاب ظروف کا ذخیرہ تھا۔

مسٹر اور مسز ملگریو کی آمد کے تقریباً ایک ہفتہ کے بعد ایک روز مسٹر ڈیلمر کتبخانہ میں بیٹھا تھا کہ مجھے ایک خط پہنچانے کے لئے اس کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ مسٹر ڈیلمر نے جیسا اس کی عادت تھی اپنے معمولی شفقت آمیز پیرایہ میں چند منٹ مجھے باتوں میں لگائے رکھا۔ اور کتابوں کے متعلق گفتگو کی۔ چنانچہ مجھ سے کہا کہ تم فرصت کے اوقات میں بخوشی کتابیں لے کر دل بہلا سکتے ہو۔ اور ایک الماری کی طرف اشارہ کیا۔ جس میں اس کے خیال کے مطابق میرے مفید مطلب کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا۔ اس کے بعد وہ مجھے پاس کے چھوٹے کمرہ میں لے گیا جس کے باب [illegible] ہے کہ وہ عجائب خانہ کے نام سے

موسوم تھا۔ چونکہ میں پہلی مرتبہ وہاں گیا تھا اور میرے لئے زرہ بکتر دیکھنے کا پہلا ہی موقعہ تھا۔ اس لئے مجھے اس سامان سے بڑی دلچسپی ہوئی۔ مسٹر ڈیلمر نے اس موقعہ پہ مجھ سے کہا کہ شیشہ کے صندوقوں میں چونکہ گرد داخل ہو چکی ہے اور بعض چیزیں نیچے گر گئی یا بے ترتیب ہو گئی ہیں اس لئے کیا تم ان صندوقوں کو صاف کر کے بے ترتیب نمونوں کو سلیقہ کے ساتھ رکھ سکو گے؟ اس کے جواب میں میں نے اس کام کو اپنے ذمہ لینے پر آمادگی ظاہر کی اور اس کو پورے اطمینان کے ساتھ کرنے کا یقین دلایا۔ چنانچہ مسٹر ڈیلمر نے فوراً کام شروع کرنے کی ہدایت کی اور میں ضروری اشیا درست کرنے کے لئے عجائب خانہ کا دروازہ بند کر کے اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

اس وقت دن کے گیارہ بجے تھے۔ چنانچہ کام شروع کرنے کے تھوڑی دیر بعد مسٹر ڈیلمر ایڈتھ کو ساتھ لے کر جو شہسواری کا بے حد شوق رکھتی تھی۔ گھوڑوں پر ہوا خوری کرنے چلا گیا۔ اس کے بعد ایک بجے کا عمل تھا کہ میں نے کتب خانہ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ اور دروازہ کا پردہ ہٹا کر دیکھا تو مسٹر ڈیلمر باہر سے واپس آ کر دلچسپی اور محویت کے ساتھ کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول تھا۔ وہ میرے کمرہ میں یہ دیکھنے کے لئے بھی نہ آیا کہ میں عجائب خانہ کی درستی کا کام کس طریقہ پہ انجام دے رہا ہوں۔ جس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اسے عجائب خانہ کے کمرہ میں میری موجودگی کا خیال نہیں رہا۔ چونکہ اس کام میں جو میں کر رہا تھا کسی قسم کا شور پیدا نہ ہوتا تھا۔ اس لئے کوئی واقعہ جو مسٹر ڈیلمر کی یاد تازہ کرنے کا ذریعہ ہوتا بالکل پیش نہیں آیا۔

مسٹر ڈیلمر کو کتب خانہ میں واپس آئے چند منٹ گذرے تھے کہ میں نے پھر ایک بار دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور ملازم ایڈورڈ نے اندر آ کر مسٹر ملگریو کی آمد کی اطلاع دی۔ میں اپنے کام میں بدستور مشغول رہا اور یہ خیال قطعاً پیدا نہیں ہوا کہ میرے آقا اور اس کے داماد میں کوئی پوشیدہ گفتگو ہونے والی ہے۔ درحقیقت جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا

میں اس کی انجام دہی میں اتنا منہمک تھا کہ کتب خانہ میں ان کے گفتگو کرنے کی آوازیں سننے کے باوجود کچھ دیر تک مجھے گفتگو کے اصلی موضوع سے لاعلمی رہی۔ حتیٰ کہ مسٹر ڈیلمر کی بلند اور پُرجوش آواز نے جو اس سے پہلے کبھی میں نے اپنے عہد ملازمت میں نہ سُنی تھی دفعتاً مجھے چونکا دیا۔

"نہیں آگسٹس نہیں" وہ کہہ رہا تھا "میں ایسا نہ کروں گا۔ سنو... دخل نہ دو کلارا سے تمہاری شادی ہوئے دس سال گذرے ہیں اور اس زمانہ میں علاوہ ان دس ہزار پونڈ کے جو میں نے جہیز کے طور پر دیئے تھے۔ تم نے مجھسے چودہ ہزار پونڈ وصول کئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری فضول خرچیاں صبر و برداشت کے دائرہ سے باہر ہوتی جارہی ہیں۔ میں نے تمہیں نرمی اور ملائمیت سے سمجھایا۔ غصّہ ہوکر بھی گفتگو کی سنجیدگی کا پہلو بھی اختیار کیا۔ غرض اس رشتہ کی حیثیت سے جو ہم دونوں میں ہے۔ اپنے فرض کو جس قدر نرمی کے ساتھ ممکن تھا پورا کیا۔ لیکن تمہاری طرف سے کفایت کے جدید وعدوں اور گذشتہ اقراروں سے لاپروائی کی داستان بدستور چلی جاتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ تمہارا بھائی لارڈ اکلسٹن جو دریا دلی سے تم کو پندرہ سو پونڈ سالانہ دیا کرتا تھا وہ بھی تمہارے نہ ختم ہونے والے تقاضوں سے عاجز آچکا ہے"۔

"تقاضے!" مسٹر ملگریو نے دفعتاً غصّہ میں بھر کر کہا "معاف کیجئے، یہ ایک سخت لفظ ہے جو آپ استعمال کررہے ہیں"۔

"آگسٹس مجھے افسوس ہے" مسٹر ڈیلمر نے اب پہلے کی نسبت نرم ہوکر کہا "مجھے اس بات کا دلی رنج و افسوس ہے کہ میں یہ لفظ استعمال کرنے کے لئے مجبور ہوا لیکن کیا کروں میں صاف گوئی سے باز نہیں رہ سکتا۔ تمہارے بھائی کا اپنا کنبہ ہی اتنا بڑا ہے کہ وہ بمشکل اس کے اخراجات کا کفیل ہو سکتا ہے۔ اس کے باوجود تمہیں اس

امر واقعہ سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ تمہارے ساتھ اس کا برتاؤ ہمیشہ اچھا رہا ہے۔
لیکن خدا کے لئے متواتر اصرار سے اس کی قوت برداشت کو تھکانے کی کوشش نہ
کرو۔ رہا میں تو ایسی فضول خرچیوں میں آئندہ تمہاری امداد رسانی سے میں دستکشی
کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں ۔"

"لیکن بندہ نواز" مسٹر ملگریو نے منت آمیز لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "میری
حالت پر غور کیجیئے۔ ایک حد تک وضع قائم رکھنے کے لئے پندرہ سو پونڈ سالانہ کیا
حقیقت رکھتے ہیں؟"

"پندرہ سو پونڈ سالانہ" مسٹر ڈیلمر نے اسی کے الفاظ دہرا کر جواب دیا۔
"کیا اتنی بڑی رقم لاولد میاں بیوی کے لئے ہر طرح کافی نہیں ہے؟ اور گو اس ارزاں
مکان سے جہاں تم شادی سے دو تین سال بعد تک رہا کرتے تھے تمہارا گراسوینر سکوئر
والے مکان پر اٹھ جانا میری منشا کے برخلاف تھا۔ تاہم میں کہتا ہوں کہ مناسب کفایت
شعاری کے ساتھ تم اس روپیہ میں وہاں رہ کر بھی خاطر خواہ گزارا کر سکتے ہو۔ لیکن اگر تم
متواتر اعلیٰ قسم کی دعوتیں دیتے رہو، اگر تم ہر دوسرے تیسرے مہینہ گھوڑوں کی خریداری
کرتے رہو، اگر تم ریس میں داؤ لگاتے اور جو کام اس سے بھی زیادہ مہلک ہے کہ آکسفورڈ
کے قمار خانہ میں آمد و رفت جاری رکھو تو پھر کوئی تعجب نہیں کہ تم آئے دن مالی مشکلات
میں مبتلا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں جتنے سو پونڈ تم اب تک پاتے ہو، اتنے ہزار بھی
تمہارے اخراجات پورا کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔"

"یہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں" ملگریو نے اسی نرم لہجہ میں تسلیم کیا۔ "بڑی حد تک
بالکل صحیح ہے۔ لیکن اگر اب کی مرتبہ آپ مجھے اس مشکل سے نکال لیں جس میں میں مبتلا
ہو گیا ہوں تو... خیال فرمایئے میں آپ سے صرف دو ہزار پونڈ طلب کرتا ہوں..."

"آگسٹس" مسٹر ڈیلمر نے بات کاٹ کر کہا۔ "کتنی بے پروائی سے تم اتنی بڑی رقم

کا ذکر کرتے ہو۔ صرف دو ہزار پونڈ! جو تمہاری سال بھر کی آمدنی سے بھی زیادہ ہیں لیکن جو ایک گھنٹہ یا ایک منٹ کے عرصۂ قلیل میں سابقہ قرضوں کے چکوتے کی نذر ہو جائیں گے... میرے خیال میں چند صاف باتیں ضروری معلوم ہوتی ہیں :

تھوڑی دیر کے لئے گفتگو بند ہو گئی اور میں نے اس مہلت کو غنیمت سمجھ کر اس جگہ سے باہر چلے جانے کا ارادہ کر لیا جہاں اپنی طبیعت کے برخلاف میں اس رنجدہ گفتگو کو سننے پر مجبور تھا۔ لیکن جیسے ہی میں نے دروازہ کے ہنڈل پر ہاتھ رکھا مسٹر ڈلیمر نے پھر گفتگو شروع کر دی۔ اور اب کی مرتبہ وہ ایسی سنجیدگی کے ساتھ ایسے بارعب لہجہ میں بولا کہ میں اس کے ابتدائی الفاظ سے ہی خوفزدہ ہو کر دخل انداز ہونے کی جرأت نہ کر کے پیچھے ہٹ گیا کیونکہ ناظرین کو یاد ہو گا کہ عجائب خانہ والے کمرہ سے باہر جانے کے لئے کتب خانہ میں ہو کر گذرنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔

"جب میری مرحوم بیوی بستر مرگ پر پڑی تھی" مسٹر ڈلیمر نے کہنا شروع کیا "اور میں شکستہ دل اس کے پلنگ کے پاس بیٹھا سچے دل سے اس بات کا وعدہ کر رہا تھا کہ جو کچھ اس کی وصیت ہوگی میں اس کی پوری پوری تعمیل کروں گا۔ تو اس نے مجھ سے التجا کی تھی کہ تم اپنی وفات کے وقت اپنی جائداد دونوں لڑکیوں میں بحصۂ مساوی تقسیم کرنا یہ دو لڑکیاں تم کو معلوم ہے کلارا اور ایڈتھ ہیں۔ میں نے سنجیدگی سے اقرار کیا۔ اور سچ پوچھو تو مرحومہ کی ہدایت کے بغیر بھی میرا یہی ارادہ تھا۔ چنانچہ میرا وصیت نامہ جو ان ہی شرائط پر مشتمل ہے لکھا لکھایا مکمل صورت میں اس ڈیسک کے اندر بند ہے۔ اور چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے میں اس کی شرطوں میں ترمیم کرنا نہیں چاہتا۔ اس قدر حالات حالات سننے کے بعد غالباً تم اس تفصیل کا مدعا سمجھنے لگے ہوگے اور جان گئے ہو گے کہ اگر میں سال بسال تمہاری فضول خرچیاں پورا کرنے کے لئے بڑی بڑی رقمیں لگاتار دیتا رہوں تو میری جائداد کا وہ حصہ جو کلارا کو ملنا ہے بالکل کم رہ جائے گا۔ وہ

سب روپیہ جو اس وقت تک تم کو دیا جا چکا ہے جہیز کے دس ہزار پونڈ سمیت شامل حساب کر لیا گیا ہے۔ اور جب وقت مقررہ پر مجھے اس عالم فانی کو خیرباد کہنا پڑے گا۔ تو اسی قدر روپیہ لازمی طور پر تمہارے حصہ سے کم ہو جائے گا۔ اب آگسٹس تم میری بڑی لڑکی کے شوہر کی حیثیت میں جو برائی اپنے اور اپنی بیوی کے حق میں کر رہے ہو اس کو اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے۔ لیکن بالفرض تمہیں اپنی بیوی کلارا کی بہتری کا کوئی خیال نہیں ہے تو پھر میرا یہ فرض ہے کہ اس کو آخری مصیبت کی زد سے محفوظ رکھنے کی تدبیر اختیار کروں جو یقینی طور پر تمہارے موجودہ طریق زندگی سے اس پر نازل ہو گی۔ بشرطیکہ اس دوران میں تم جلدی ہی اپنا چال چلن درست نہ کر لو۔ تاہم۔۔ اس لمبی چوڑی تفصیل کے بعد میں تم کو اصلاح کا ایک موقعہ اور دیتا ہوں یعنی تمہاری موجودہ ضرورت کے لئے جن دو ہزار پونڈ کی حاجت تھی۔ وہ بھی دے دیئے جائیں گے لیکن اس کے بعد اگر تم میرے وصیت نامہ کی شرطوں اور ان کے سلسلہ میں اپنی حالت کی صحیح واقفیت کے بعد بھی میرے پاس طالب امداد ہو کر آؤ گے تو یاد رکھو مجھے افسوس کے ساتھ اپنی عادت کے برخلاف سخت جواب دینا پڑے گا۔ بس اب میں اس معاملہ کے متعلق اور کچھ نہیں کہنا چاہتا اور تمہیں اس رقم کے لئے ایک چیک لکھے دیتا ہوں۔"

کچھ دیر کے لئے گفتگو پھر بند ہو گئی۔ اور اس خیال سے کہ یہ دردناک قصہ اب بالکل ختم ہو چکا ہے میں نے باہر جانے کی ضرورت نہ سمجھی۔ اس پوشیدہ گفتگو کے دوران میں وہاں رہنے پر مجھے بے حد افسوس تھا۔ لیکن میں مجبور تھا۔ شیشہ کے دروازہ سے صاف سنائی دینے والی آواز کے خلاف کان بند کرنا غیر ممکن تھا۔

دفعتاً ملگریو کی آواز غالباً چیک وصول کرنے کے بعد کہتے سنائی دی۔ "میرا دلی شکریہ قبول فرمایئے۔ اور یقین کیجیئے کہ میں آئندہ حتی الوسع کفایت برتوں گا۔ اب میں جاتا ہوں کیونکہ مجھے جلد از جلد اس ناخوشگوار معاملہ کو طے کرنا ہے۔ شاید

اس وقت تک کہ میں گھر پہنچوں قرق امین کے آدمی وارنٹ لے کر آچکے ہوں گے۔ میرا ارادہ ہے کہ اس سلسلہ کفایت میں اپنے ایک بڑے نوکر کو برطرف کر دوں اور اس کی بجائے ایک کمسن لڑکا رکھ لوں۔ غالباً آپ نے اس لڑکے کو... کیا نام تھا اس کا... اپنے ہاں رکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے"۔

"کیا جوزف کو؟" مسٹر ڈیلمر نے پوچھا۔ "وہی لڑکا جس کو تم نے اس روز دیکھا تھا؟"

"ہاں۔ میرے خیال میں بہتر ہوتا کہ آپ اس کو میرے ہاں چھوڑ دیتے..."

"نہیں آگسٹس" میرے آقا نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا اور جو اندیشہ میرے دل کو لاحق ہوا تھا وہ اس جواب سے رفع ہو گیا۔ "لڑکا یہاں رہ کر خوش ہے۔ اس کے علاوہ وہ بڑا نیک لڑکا ہے اور میں اسے اپنے ہی پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ شاید جلدی یا دیر میں حقیقت حال ظاہر ہو۔ اور اس کی ولادت کا حال کھل جائے۔ بس اگر ثابت ہو گیا کہ اس کے والدین (اگر وہ حیات ہوں) مفلسانہ زندگی بسر کر رہے ہیں تو جوزف کو صدر مقام کی برائیوں اور ترغیبوں سے ہر طرح محفوظ کئے بغیر ان کے حوالہ کرنا میرے لئے باعث افسوس ہوگا۔ اس وجہ سے میں اس کو اپنے پاس رکھنے کا پختہ ارادہ کر چکا ہوں"۔

"تو خیر جانے دیجئے" آنریبل مسٹر ملگریو نے لاپروائی سے کہا "میرا خیال یہ تھا کہ اگر آپ کے ہاں اس کی ضرورت نہ ہو تو میں اس کو اپنے ہاں لے جاؤں۔ لیکن جس صورت میں آپ اسے اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کر چکے ہیں تو پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ میں اس انتظام سے ہر طرح خوش ہوں کیونکہ جوزف حقیقت میں ایک اچھا لڑکا ہے اور مجھے اس سے بہت ہمدردی ہے"۔

اس کے بعد مسٹر ملگریو اور مسٹر ڈیلمر دونوں کتب خانہ سے چلے گئے اور مجھ پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ مسٹر ڈیلمر کو میرے عجائب خانہ میں ہونے کا واقعہ فراموش ہو گیا ہوگا۔ یا اگر اس کو میرے سپرد کیا ہوا کام یاد بھی رہا تو غالباً اس کا

خیال تھا کہ میں اس کو ختم کر کے نوکروں کے کمرے میں چلا گیا ہوں۔ حسن اتفاق سے اس دن کھانے کی تیاری میں کسی قدر دیر واقع ہوگئی اور نوکروں کو طلب کرنے کی گھنٹی ابھی تک نہ بجی تھی۔ چنانچہ میرے آقا اور مسٹر ملگریو کے کتب خانہ سے چلے جانے کے چند منٹ بعد گھنٹی بجنی شروع ہوئی۔ اور میں اس کو سنتے ہی نوکروں کے کمرہ کی طرف دوڑا۔ بعد ازاں جب کھانے سے فراغت ہوچکی تو میں پھر کتب خانہ کو لوٹا لیکن مسٹر ڈیلمر سہ پہر کے وقت کتب خانہ میں نہیں آیا۔ معلوم ہوا وہ مس ایڈتھ کو لے کر سہ پہر کی ہوا خوری کے لئے چلا گیا ہے۔ رات کو جب پھر ایک بار سامنا ہوا تب بھی مسٹر ڈیلمر نے کوئی بات ایسی نہ کہی جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ مسٹر ملگریو سے اسکی گفتگو کے رنجیدہ سین کے دوران میرے عجائب خانہ میں موجود ہونے کا شبہہ اس کے دل میں پیدا ہوا ہے۔ اپنی جگہ میں نے قصداً رازداری اور خاموشی سے کام لیا۔ اور سنی ہوئی باتوں کا ایک لفظ بھی کسی کے سامنے زبان سے نہیں نکالا۔

تین چار دن گذر گئے اور عجائب خانہ کا کام ایسے طریق پر ختم ہوگیا جو مسٹر ڈیلمر کے لئے ہر طرح اطمینان بخش تھا۔ ایک روز سہ پہر کو میں اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا۔ کہ میں نے ایک کرایہ کی گاڑی دروازہ کی طرف آتی دیکھی چونکہ میرے کمرہ کی کھڑکی مکان کے گوشہ پر واقع تھی اور سامنے کی چیزیں نظر نہ آتی تھیں اس لئے مجھے گاڑی سے اترنے والوں کا علم نہ ہو سکا۔ اس کے بعد میں اپنی وردی پہن چکا تھا کہ ملازم ایڈورڈ آیا۔ اور کہنے لگا۔ چلو تم کو نشستگاہ میں طلب کیا گیا ہے۔ چونکہ مجھ کو خاص طور پر طلب کیا جانا خلاف معمول بات تھی اور اس کے علاوہ میں نے ایک گاڑی بھی مکان کی طرف آتی دیکھی تھی اس لئے نادانستہ یہ خیال میرے ذہن میں بیٹھ گیا کہ ضرور کوئی بات ہے لیکن کیا؟ اس کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ میں نے ایڈورڈ سے دریافت کیا لیکن وہ بھی کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ صرف اتنا اس نے کہا کہ دو اجنبی آدمی

جن میں سے ایک کوزہ پشت تھا مسٹر ڈیلمر کے پاس بیٹھے ہیں۔ اس نے پیشتر ان کو نہ دیکھا تھا اور نہ ان کے نام اس کو معلوم تھے۔ اس بات کا فیصلہ کرنا بھی مشکل تھا کہ وہ کس غرض سے آئے ہیں۔ ایڈورڈ ایک نہایت نیک خصلت آدمی تھا اور نہ صرف وہی مجھ کو عزیز رکھتا تھا بلکہ دوسرے ملازم بھی خاص مہربانی سے پیش آتے تھے۔ اس نے مجھ کو پریشان دیکھ کر تسلی دینے کی کوشش کی لیکن میری دلجمعی نہ ہو سکی۔

چنانچہ میں جب کمرۂ نشست کی طرف جا رہا تھا تو میرا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ ایک عجیب طرح کا عصبی اضطراب بے اختیار لاحق ہو گیا اور ایڈورڈ کے ہمت افزا الفاظ کے باوجود ایک نامعلوم دہشت میرے دماغ پر مسلط ہونے لگی۔ مگر میں اپنی اس وقت کی حالت کن الفاظ میں بیان کروں جب کمرۂ نشست کا دروازہ کھولنے پر معلوم ہوا کہ اندر میرا نہ بھولنے والا دشمن مسٹر جیوکس بیٹھا ہے

مسٹر ڈیلمر ایک کرسی کے پیچھے کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ کرسی کی پشت پر رکھے ہوئے تھے۔ میں نے اندر جاتے ہی ایک تیز التجائی نگاہ اس کے چہرہ پر ڈالی۔ اور اتنے ہی سے معلوم ہو گیا کہ اس پر ہمت افزا علامات کے بدلے حوصلہ فرسا آثار نمودار ہیں۔ مگر اس سے پہلے کہ میں سلسلہ بیان جاری رکھوں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تیسرے آدمی کا نقشہ جو اس کمرہ میں موجود تھا بیان کر دوں۔ جیسا ایڈورڈ نے کہا تھا وہ ایک پستہ قد بدصورت کبڑا آدمی تھا۔ ایک کندھا بے انداز اوپر کو نکلا ہوا اور بظاہر اس کی عمر پچاس سال کے قریب تھی۔ بالوں کی رنگت ملگجی۔ بھویں گچھے دار آگے کو نکلی ہوئی اور چہرہ لاش کی طرح زرد جس پر چیچک کے داغ تھے۔ اس کی صورت مکر آمیز، نفرت انگیز، قد آدم لنگوروں سے ملتی ہوئی تھی اور اندر کو گھسی ہوئی چمکیلی آنکھیں نیولے اور سانپ کی آنکھوں کا مجموعہ تھیں۔ ایک عجیب طرح کی روشنی ان کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی تھی اور

ان کی نگاہ سرد، متجسس اور ہیبت انگیز طریقہ پر سحر آمیز تھی۔ اس نے سیاہ رنگ کا فاہرا بالکل نیا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ ہاتھ پیٹے بڑے۔ بازو بہت لمبے اور ٹانگیں چھوٹی تھیں۔ اس کے غیر معمولی بڑے پاؤں میں فیشن ایبل بوٹ تھے جن کے تسمے چوڑی بو کی صورت میں بندھے ہوئے تھے۔ بہ حیثیت مجموعی اسکی صورت افریقہ کے بن مانس سے ملتی تھی جس کو عمدہ کپڑے پہنا دیئے گئے ہوں۔ لیکن یہ تفصیلات جو اوپر بیان کی گئی ہیں مجھ کو پہلی نظر میں معلوم نہ ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت تو جیسا میں نے بیان کیا ہے مسٹر جیکس کو دیکھتے ہی ایک عجیب طرح کی دہشت مجھ پر طاری ہو گئی تھی۔ مسٹر ڈیلمر کے چہرہ کی افسردگی جس کو کم کرنے کی بجائے اور زیادہ تقویت دینے کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

خیر مجھے اندر آتا دیکھ کر وہ کوزہ پشت بندر جھٹ اپنی کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں ہاتھ پھیلائے کمرہ کو تیزی سے قطع کرتا ہوا میری طرف بڑھا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ یہ حرکت مجھے سینہ سے لپٹانے کے لئے ہے یا اوندھے منہ فرش زمین پر گرا دینے کے لئے کہ مسٹر ڈیلمر نے کسی فوری خیال کے اثر سے اٹھ کر اسے روکا اور اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "ٹھہریئے یہ کام جلدی کا نہیں، سب حال آہستہ آہستہ بیان کرنا بہتر ہوگا۔"

"جی بے شک ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک ہے اور میں اس دوراندیشی کی قدر کرتا ہوں۔" کبڑے نے گلوگرفتہ لیکن پُرشور آواز سے کہا۔ جو سننے والے کے کانوں کو بیحد ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی بندر سے ملتی ہوئی تھوتھنی جس کے اندر اس کے بدنما دانت صاف نظر آتے تھے۔ اُٹھے ہوئے شانہ کے اوپر سے مسٹر ڈیلمر کی طرف پھر گئی۔

"کیوں جوزف۔ اچھے تو ہو؟" مسٹر جیکس نے قدرے بے تکلفی اور قدرے

احسان کے انداز سے سر کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔ مگر میں نے دیکھا اب اس کے چہرہ پر پہلی سختی کی کوئی علامت باقی نہ تھی۔

دہشت۔ سراسیمگی اور تذبذب کی وجہ سے میں کچھ جواب نہ دے سکا۔ حیران تھا کہ معاملہ کیا ہے؟ کس لئے یہ آدمی جیکس یہاں آیا ہے اور کبر بٹے کی موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟ اور کس لئے مسٹر ڈیلمر رنجیدہ و خاموش ہے؟ نیز وہ کونسی خبر ہے جو مجھے دی جانے والی ہے؟

دفعتاً میرے آقا نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑا اور اس وقفہ میں کہ بدنما کبڑا مسٹر جیکس سے باتیں کرنے کے لئے مڑا۔ مجھے ایک طرف لے جاتے ہوئے کہنے لگا۔ "جوزف میرے عزیز لڑکے ...." اور اس کی آواز کی نرمی اور چہرہ کے آثار نے میرے اندیشوں کو اور زیادہ مضبوط بنا دیا۔ کیونکہ میں جانتا تھا اس قدر ہمدردی کسی ناخوشگوار اطلاع کا پیش خیمہ ہی ثابت ہو سکتی ہے" مجھے تم سے ایک خاص بات کہنی ہے.... لیکن گھبراؤ نہیں ممکن ہے تم اسے سن کر خوش ہو" لیکن گو وہ اس طریقہ پر مجھے امید دلانے کی کوشش کر رہا تھا تاہم اس کے چہرہ کے انداز اس کے بالکل برخلاف تھے۔

میں نے بولنے کی کوشش کی۔ میری سب سے بڑی آرزو کسی طرح اس تذبذب کو ختم کرنے کی تھی۔ لیکن ایک لفظ تک میرے منہ سے نہ نکل سکا۔ میں ہانپ رہا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے گلے میں راکھ بھری ہوئی ہے۔ جذبات کی اذیت اور حالات نامعلوم کی دہشت نے چہرہ کی رنگت موت کی طرح زرد کر دی تھی لیکن میں خاموش تھا۔

"جوزف" مسٹر ڈیلمر نے جو میری اذیت کو محسوس کرتا تھا لیکن اس کے باوجود کسی وجہ سے اس کا خاتمہ کرنے سے ہچکچا تا تھا۔ آخر کار کہا۔ "مجھے ایک بڑی ضروری

خبر تم کو دینی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم عنقریب مجھ سے علیحدہ ہونے والے ہو ... "

"نہیں سرکار کبھی نہیں ... کبھی نہیں!" میں نے شدتِ یاس سے پہلی مرتبہ بولنے کے قابل ہو کر چیختے ہوئے لہجہ میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی دوزانو ہو کر مسٹر ڈیلمر کی ٹانگوں سے لپٹ گیا: "اے حضور۔ خدا کے لئے مجھے باہر نہ نکالئے۔ خدا کے لئے مجھے ملازمت سے علیحدہ نہ کیجئے۔"

اس طرح بجذوبانہ تقریر کرتے ہوئے میں نے پُراسرار کبڑے کی طرف کانپتی ہوئی نظروں سے دیکھا کیونکہ مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا تھا کہ مسٹر جیوکس کی وساطت سے مجھے اسی آدمی کے حوالہ کیا جاتا ہے اور میں اپنے دل میں فیصلہ کر چکا تھا کہ خواہ مجھ کو اژدر خونخوار کے کنڈلی مارے ہوئے پیچیدہ حلقے میں پھینک دیا جائے۔ بہرحال میں اس بدصورتی کے خوفناک مجسمہ کے پاس جانا منظور نہ کروں گا میری کانپتی ہوئی نگاہ انتہائی نفرت کے ساتھ اس کے منحوس چہرہ سے پیچھے ہٹی۔ کیونکہ مجھے اس کی تیز آنکھیں ناہموار لٹکی ہوئی بھوؤں کے نیچے سے اس طرح دیکھتی نظر آئیں جس طرح کوئی ہیبت ناک سانپ جھاڑیوں میں چھپے ہوئے غار سے باہر کی طرف دیکھتا ہے اور جب اس کے بعد میں نے اپنا رُخ مسٹر ڈیلمر کی طرف پھیرا تو آنسو کا ایک قطرہ اس کی پلکوں سے لگا ہوا تھرتھرا رہا تھا۔ جس کو اس نے جلدی سے پونچھ ڈالا۔ اور اس کے بعد اس انداز سے جس طرح کوئی آدمی کسی دردانگیز لیکن ضروری فرض کی انجام دہی میں ساری ذہنی طاقت جمع کر لے۔ اس نے مجھ سے کہا "جوزف اٹھو اور جو کچھ مجھے تم سے کہنا ہے سُنو۔ عزیز لڑکے جلدی یا دیر میں وہ تم کو سننا ہی پڑے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ ابھی سُن لو۔"

میں اٹھا اور زرد اور لرزہ براندام کھڑا ہو گیا۔ دہشت اور سراسیمگی کے آثار میرے چہرہ پر نمودار تھے۔ ایک مرتبہ پھر میری نظر تیزی کے ساتھ اس کبڑے کی طرف

گئی اور پھر اسی تیزی سے مسٹر ڈیلمر کے چہرہ کی طرف مڑی۔ آہ کتنا اختلاف! ایک کی کمرآمیز صورت اور دوسرے کے پُرشکوہ ساکن چہرہ میں پایا جاتا تھا۔

"جوزف" اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا: "یہ واقعی سچ ہے کہ تم مجھ سے جدا ہونے والے ہو۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ میری منشا کے بالکل برخلاف، میں تمہیں نکال دوں۔ میں تمہیں اپنی ملازمت سے علیحدہ کردوں، عزیز لڑکے یہ کبھی ممکن نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا... لیکن یہ آدمی ... یہ صاحب" اس نے جلدی سے اپنے لفظ کو اس طرح درست کرکے کہا گویا کلمہ اول سے سوئے تہذیب ظاہر ہوتی تھی "کچھ حقوق رکھتے ہیں..."

"کیا مجھ پر؟" میں نے بھڑکے ہوئے جوش کے ساتھ کہا "کون سے حقوق؟" اور پھر مسٹر ڈیلمر کی نگاہ کا پیچھا کرکے کیرٹے کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ صاحب مسٹر لینوور" مسٹر ڈیلمر نے کہنا شروع کیا" ان اشتہارات کی بنا پر جو مسز ملسن نے اخباروں میں درج کرائے تھے تم کو تلاش کرتے ہوئے آئے ہیں کیونکہ وہ ... ار... وہ..."

"ہاں ہاں فرمایئے وہ کون ہے؟" میں نے دفعتاً اپنا جی چھوٹا ہوتا محسوس کرکے اس طرح کی حالت میں گویا خون میرے تلووں کی طرف رجوع ہو رہا تھا اور میری جان اس راستہ سے بڑی تیزی کے ساتھ جدا ہونے والی تھی۔ رُکتے ہوئے کہا۔

"یہ صاحب... مسٹر لینوور تمہارے ماموں ہیں،" مسٹر ڈیلمر نے اس قسم کے تامل کے ساتھ جو نفرت کی حد تک پہنچتا تھا جواب دیا۔

"ماموں؟" میرے منہ سے رُکتی ہوئی آواز میں نکلا۔ اور اتنا کہہ کر میں لڑکھڑاتا ہوا دیوار کی طرف ہٹا۔

"ہاں پیارے جوزف۔ میں تمہارا ماموں ہوں۔" کیرٹیکر نے اب میری طرف بڑھ کر اپنی سخت اور ناخوشگوار آواز میں کہنا شروع کیا "تمہارے والدین انتقال کر گئے ہیں۔ میں ہی تمہارا سب سے قریبی رشتہ دار ہوں اور میں تمہیں اپنے مکان پر لے چلنے کے لئے آیا ہوں ... آؤ مجھ سے بغلگیر ہو۔"

میں نے رفع اضطراب کی کوشش کی۔ اور شباب کی پوری طاقت سے کام لے کر ان خوفناک احساسات کو جو میرے سینہ میں پیدا ہوئے تھے، دبانا چاہا۔ کوشش عظیم تھی لیکن محسوسات اس سے بھی زیادہ مضبوط تھے۔ دہشت۔ نفرت۔ حقارت۔ خوف و استکراہ کے سارے اثرات ان میں جمع تھے۔ چنانچہ جیسے ہی وہ میری طرف آیا میں نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے اس طرح چھپا کر گویا کسی دیو کی صورت کو حد نگاہ سے باہر رکھنے کی کوشش کر رہا تھا چیختے ہوئے لہجہ میں آواز دی۔ "نہیں نہیں!"

مسٹر لیوور یہ حالت دیکھ کر چلتا چلتا ٹھہر گیا اور انداز حیرت سے کہنے لگا۔

"ایک خاندانی بزرگ سے پیش آنے کا یہ طریقہ خوب ہے!"

اب مسٹر جیوکس نے اس گفتگو میں حصّہ لینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مذمت آمیز سختی کی آواز سے کہنے لگا۔ "جوزف۔ شرم کی بات ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ مسٹر نلسن نے کبھی تم کو ایسی رنجیدہ نافرمانبرداری کی تعلیم نہ دی ہوگی۔ تمہیں اپنے مہربان اور نیکدل ماموں سے بغلگیر ہونا لازم تھا۔ جو تمہیں اپنے مکان پر لے جانے کی غرض سے اتنی زحمت اٹھا کر تم کو ڈھونڈتا ہوا اس جگہ تک آیا ہے۔"

"نہیں نہیں!" میں نے بدستور چیختے ہوئے کہا "میں مسٹر ڈیلر کے پاس ہی رہوں گا۔ میں اور کسی کے پاس جانا نہیں چاہتا۔" لیکن جب اس کے بعد میں نے اپنے چہرہ سے ہاتھ ہٹا کر مہربان آقا پر منت آمیز نظر ڈالی تو اس کو مایوسانہ

انداز سے سر ہلاتے دیکھ کر امید کا آخری شائبہ جو میرے دل میں باقی تھا زائل ہو گیا۔
عین اس وقت دروازہ کھلا اور مس ایڈتھ جس نے ... بعد ازاں معلوم ہوا ... دوسرے کمرہ میں میری واویلا سنی تھی یکایک سامنے آ گئی۔ اس کو دیکھ کر میں نے سچ مچ یہ محسوس کیا کہ وہ کوئی رحمت کا فرشتہ ہے جسے قدرت نے میری حفاظت کیلئے بھیجا ہے۔ اس کی روشن اور خوشنما ہستی امید کا نشان تھی۔ میں دوڑ کر اس کی طرف گیا اور اس کے قدموں پر گر کر جوش کے ساتھ کہنے لگا "مجھے بچاؤ۔ مس ڈیلمر خدا کے لئے مجھے اس خوفناک آدمی سے بچاؤ" اور یہ کہتے ہوئے میں نے لینوور کی طرف اشارہ کیا۔
"آہ! میرے عزیز لڑکے" ایڈتھ نے رحم آمیز لہجہ میں کہا۔ اس نے حیرت سے ایک گھومتی ہوئی نظر کمرہ کے چاروں طرف ڈالی۔ مگر جب اس کی نگاہ کبرٹ کی منحوس صورت پر گئی تو ہر چند وہ طبعاً فیاض اور تربیت یافتہ خاتون تھی۔ تاہم اس نفرت کو جو اسے دیکھ کر اس کو ہوئی وہ بھی مشکل سے چھپا سکی۔
"اٹھو جوزف اٹھو" مسٹر ڈیلمر نے آگے بڑھ کر میرا بازو تھام کے اٹھاتے ہوئے کہا "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اور میری لڑکی ہم دونوں تمہاری امداد کیلئے جو کچھ ممکن ہو کرنے کے لئے آمادہ ہیں لیکن ایک رشتہ دار کے حقوق ہر حال میں فائق ہوتے ہیں"
"رشتہ دار؟" ایڈتھ نے استفہامی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں بیٹی" مسٹر ڈیلمر نے جواب دیا اور پھر کبرٹ کی طرف اشارہ کرکے "یہ صاحب کہتے ہیں کہ وہ جوزف کے ماموں ہیں۔ انہوں نے مسز نلسن کے درج کردہ اشتہارات کو اخباروں میں پڑھا تھا جن میں جوزف ولمٹ کے دوستوں یا رشتہ داروں سے آنے کی درخواست کی گئی تھی۔ ان کو پڑھ کر وہ لیسٹر پہنچے اور دریافت حالات کے سلسلہ میں مسٹر جیکس سے ملے اور ان کی زبانی معلوم کیا کہ اس لڑکے نے کن حالات میں لیسٹر چھوڑا

تھا اور اب کہاں مل سکتا ہے؟ چونکہ مسٹر جیکس لیسٹر میں غربا کے قانونی سرپرست ہیں اس لئے وہ مسٹر لینوور کے ہمراہ لندن آئے کہ جوزف کو پوری احتیاط کے ساتھ اپنی موجودگی میں ان کے حوالہ کر دیں۔ مسٹر لینوور نے جوزف کے والدین کے بارے میں بعض حالات مجھ سے بیان کئے ہیں لیکن میری رائے میں فی الحال ان کا ذکر غیر ضروری ہے۔"

میں نے اس تقریر کے ایک ایک لفظ کو بڑے اضطراب و پریشانی کے ساتھ سُنا اور جب وہ ختم ہو چکی تو میں نے منت آمیز نظروں سے پہلے مسٹر ڈیلمر کی طرف دیکھا پھر اس کی لڑکی کی طرف۔ اسی طرح دوبارہ یکے بعد دیگرے ان دونوں پر نظر ڈالی۔ خاتون موصوف بجائے خود بڑی غمگین تھی اور مجھے پورا یقین ہے کہ مسٹر لینوور کے خلاف میری طرح اس کو بھی نفرت اور حقارت پیدا ہو گئی تھی۔ آن واحد کے لئے مجھے اس خیال سے افسوس ہوا کہ میں نے کیوں اس آدمی سے بے اعتنائی اور سرد مہری کا سلوک کیا۔ جو خود کو میرا ماموں ظاہر کر کے مجھ سے بغلگیر ہونا اور اپنے گھر لے جانا چاہتا تھا لیکن یہ احساس فوراً ہی زائل ہو گیا۔ کیونکہ جب میں نے اپنی لرزتی ہوئی نگاہ دوبارہ اس ہولناک نفرت انگیز چہرہ پر ڈالی تو معلوم ہوا کہ میں اس کو اپنا ماموں تسلیم نہیں کر سکتا جتنی کہ اگر وہ میرا باپ ہونے کا مدعی ہو کر آتا تو بھی میں اسی ناقابل ضبط نفرت کے ساتھ اس سے بے تعلقی پر مجبور ہوتا۔ یہ صحیح ہے کہ اس طرح کا جذبہ غیر فطری احساس ممنونیت سے بعید اور مذموم تھا لیکن کیا کروں میں مجبور تھا۔ بات میرے دائرۂ اختیار سے باہر تھی۔ میں اگر چاہتا بھی تو اس کو دبانے اور مغلوب کرنے سے قاصر رہتا۔ میرے لئے اپنے جذبات پر قابو پانا اتنا ہی دشوار تھا جس طرح گرداب عظیم کے پرشور پانیوں کو روکنے اور قابو میں لانے کی کوشش کرنا۔

لیکن کیا یہ واجب نہیں ہے" دفعتاً ایڈیتھ کہنے لگی" کہ جوزف چونکہ یہاں رہ کر خوش ہے اس لئے مسٹر لینوور اس کو نہیں رہنے کی اجازت دے دیں؟"

"آہ بے شک" مسٹر ڈیلمر نے پرشوق انداز سے اس مشورہ کو پیش کرتے ہوئے کہا: "اگر آپ چاہیں تو اس کی وردی اتروا دی جائے گی۔ اور آئندہ اس کے ساتھ نوکروں سے بہتر سلوک کیا جائے گا۔"

"یہ آپ کی بڑی عنایت ہے" کبرٹے نے جواب دیا اور میرا خیال ہے (گو اچھی طرح غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض ایک وہم تھا) کہ یہ کہتے ہوئے اس نے بندر کی طرح دانت نکالے: "اور میں اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میرا فرض یہی ہے کہ اپنے بھانجے کو اپنی حفاظت میں لے لوں۔ جب وہ مجھ سے بہتر واقف ہو جائیگا تو یقینی طور پر مجھ کو چاہنے لگے گا۔ اور اُس وقت میں اس کی جوشیلی حرکات کو جو اس کی طرف سے لاعلمی میں ظاہر ہوئی ہیں معاف کر دوں گا۔"

"لیکن اگر تم میرے رشتہ دار ہو اور میری بہتری چاہتے ہو" اب یکایک میں نے پرجوش انداز سے کہنا شروع کیا۔ "تو مجھ کو وہیں رہنے دو۔ جہاں میں اس وقت ہوں اس صورت میں نہ میرا وجود تم پر بار ہوگا نہ میں وہاں کاہلی کی روٹی کھاؤں گا۔ میں محنت کی روزی کمانا چاہتا ہوں۔ اس لئے جاؤ میرے حال پر رحم کرو۔"

مسٹر جوکس نے انداز حیرت سے دونوں ہاتھ اُٹھا لئے اور کہنے لگا: "عجیب طرح کا خود سر لڑکا ہے۔ آپ اس کے ماموں ازراہ عنایت اس کو ... "

مگر کبرٹے کے الفاظ نے اس کی تقریر کو ناتمام ہی رہنے دیا: "آؤ جوزف۔ اب چلنا چاہیئے" اس نے کہا اور پھر ایک بار میری طرف بڑھنے لگا۔

"نہیں نہیں" میں نے دوبارہ چیخ مار کر کہا اور حفاظت کے لئے مسٹر ڈیلمر کی پشت پر چھپ گیا۔ ایسا کرتے ہوئے میں اس زور سے اس کو چمٹ گیا گویا میرے اور ورطۂ ناامیدی کے درمیان وہی ایک روک تھی۔ میرا مہربان آقا عجیب کشمکش و پیچ کی حالت میں تھا۔ سخت حیران کہ کیا کہے اور کیا نہ کہے۔ اتنے میں ایڈتھ اس کی طرف

بڑھی اور میں نے لسے اپنے باپ کے کان میں منت آمیز لہجہ میں کہتے سُنا۔ "اباجی کیا اس غریب لڑکے کو ایسی حالت سے محفوظ رکھنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے جس سے وہ اتنا ڈرتا ہے۔"

دفعتاً ایک نیا خیال مسٹر ڈیلمر کے دل میں پیدا ہوا اور وہ کہنے لگا۔ "مسٹر لینوور مجھے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ کن رویہ اختیار کرنے کے لئے وقت ملنا چاہئے۔ اس لئے ..."

"اے صاحب میں آپ کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں اور بانو آپ کا بھی" میں نے پرجوش لیکن دبی ہوئی آواز سے جو اُن ہی کے کانوں تک پہنچ سکتی تھی کہا۔

مگر مسٹر لینوور اتنے ہی سے جھلا گیا تھا۔ تند آواز میں کہنے لگا "اس کا کیا مطلب اس میں وقت اور مہلت کا کیا سوال ہے؟ یہ لڑکا میرا بھانجا ہے اور میں لسے اپنے ساتھ لے جانے کا حقدار ہوں پس میں ضرور اس کو لے جاؤں گا۔"

معلوم ہوتا ہے مسٹر لینوور کے بدلے ہوئے تیور نے مسٹر ڈیلمر کو بھی اپنا رویہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ کیونکہ اب اس نے کہا "اگر آپ معاملہ کو اس صورت میں پیش کرنا چاہتے ہیں تو میں بھی اسی طرح کا بلند لہجہ اختیار کر سکتا ہوں۔ یاد رکھئے اس وقت تک آپ کی طرف سے لڑکے کی دعویداری محض لفظی ہے۔ آپ نے کوئی تحریری ثبوت تاحال پیش نہیں کیا۔"

"لیکن یہ ایک مضحکہ خیز اعتراض ہے" کبرلے نے حقارت کے ساتھ کہا۔ "آپ مسٹر جیوکس سے دریافت کر سکتے ہیں کہ کیا میں جب اس کو لیسٹر میں تلاش کرنے گیا تو مسٹر ٹلسن کو اس کی سپردگی اور اس کے علاوہ دوسرے واقعات کے بارے میں سارے حالات مجھے معلوم تھے یا نہیں؟ خیال فرمائیے میں اگر اس کا رشتہ دار نہ ہوتا تو یہ واقفیت کیونکر حاصل ہوتی؟"

"یہ سب بالکل صحیح ہے" مسٹر جیوکس نے مسٹر ڈیلمر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "واقعی مسٹر لینوور جوزف کے سارے حالات سے واقف تھے۔ اور انہوں نے اس کی ولادت کی

وہ سب تفصیلات مجھ سے بیان کی تھیں جو ابھی آپ کے روبرو پیش کی گئی ہیں۔ حقیقت میں جوزف کی ماں مسٹر لینوورڈ کی بہن تھی ... "

"مگر کچھ بھی ہو" مسٹر ڈیلمر نے بات کاٹ کر کہا: "ان بیانات کا تحریری ثبوت پیش ہونا ضروری ہے۔ اس کے بغیر میں اس بچہ کو ایک نامعلوم اجنبی کے حوالہ کر دینا منظور نہیں کر سکتا۔"

"یہ کیا نامعقولیت ہے" مسٹر لینوورڈ نے اس وحشی حیوان کی طرح جس کے منہ سے شکار چھٹتا جا رہا ہو غراتے ہوئے کہا: "اجنبی! کیا آپ ماموں کو اجنبی کہتے ہیں؟ میں ایک عزت دار آدمی ہوں۔ اور اپنے ذرائع آمدنی رکھتا ہوں۔ جس کے بارے میں اگر آپ چاہیں تو تحقیقات کر سکتے ہیں۔ میرا مکان نمبر.. گریٹ رسل سٹریٹ بلومبری میں واقع ہے۔ میری ایک بیوی اور لڑکی ہے... مگر اس بحث سے کیا حاصل؟ میں بہ اصرار کہتا ہوں کہ آپ اس لڑکے کو فوراً میرے حوالہ کر دیں۔"

مسٹر ڈیلمر نے اس کا فوراً ہی کچھ جواب نہ دیا۔ میں اس وقت تک اسکی پشت پر چھپا ہوا کھڑا تھا۔ اور اس لئے اس کا چہرہ نہ دیکھ سکتا تھا۔ تاہم میرا قیاس ہے کہ پھر ایک بار اس پر تذبذب کے آثار پیدا ہونے لگے تھے۔ کیونکہ ایڈتھ نے دوبارہ میری حمایت میں التجائی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ آہ! کس طرح میں اس پاک خاتون کے حق میں دعائے خیر کرتا تھا۔ اس وقت بھی جب میں مشتعل جذبات کے بھنور میں پڑا ہوا تھا، میرے دل سے اس کے لئے دعائے خیر کے الفاظ نکل رہے تھے۔

"جناب عالی" مسٹر جیکس نے اسی موقعہ پر گفتگو میں حصہ لینے کی ضرورت محسوس کر کے کہا: "میرا اپنا یہ فرض ہے کہ اس لڑکے کو اس کے رشتہ دار کے سپرد کرا دوں۔ کیونکہ ایک مفلس بے نوا کی حیثیت میں وہ حلقہ اس کا ذمہ دار ہے جس کا میں سربراہ ہوں۔ پس میرے لئے اس بات کا اطمینان کر لینا ضروری ہے کہ اب یہ لڑکا ایسے آدمی کے ہاتھوں

میں پہنچ گیا ہے۔ جو دوبارہ اس کو لیسٹر کے محتاج خانہ میں پہنچنے سے بچائے گا۔"

"اچھا تو سنیئے" دفعتاً مسٹر ڈیلمر نے فیصلہ کن لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "آپ کے بارے میں مسٹر جوکس میرا یہ فیصلہ ہے کہ میرا قانونی مشیر مجھ سے مشورہ کرنے کے بعد بذریعہ ڈاک آپ کے پاس ایک تحریر روانہ کردے گا۔ جس کی رو سے جوزف ولمٹ کا بار آئندہ آپ کے حلقہ پر نہ پڑ سکے گا۔ یا اگر حالت مفروضہ میں ایسا ہو تو اس کے سارے اخراجات کی کفالت میرے ذمہ ہوگی۔ اس کے بعد اس سے آپ کا کوئی سروکار باقی نہیں رہتا۔ رہ گئے آپ مسٹر لینو ور۔ تو میں چونکہ آنریری مجسٹریٹ ہوں اس لئے اس سوال کا فیصلہ از روئے قانون کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب تک آپ کوئی تحریری شہادت پیش نہ کریں جس میں مسٹر ولمٹ کے ساتھ آپ کی متوفی بہن کی شادی کی سند شامل ہو اور یہ ثابت نہ ہو جائے کہ جوزف حالتِ ازدواج میں پیدا ہوا تھا میں اس لڑکے کی حوالگی کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے متعلق آپ کو بہ حیثیت ماموں کے حقوق دعویداری نہیں ہو سکتے۔ اس قسم کی شہادت میرے پاس لے آیئے۔ پھر میں آپ کے مطالبہ کی مخالفت نہ کروں گا۔ لیکن اگر یہ طریقہ آپ کو پسند نہیں تو پھر عدالت کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ میں وہاں جوابدہی کرونگا بس آپ نے میرا فیصلہ سن لیا اور اس رنجدہ ملاقات کو زیادہ عرصہ تک جاری رکھنا غیر ضروری ہے۔"

"بہت اچھا میں اس کا بدلہ لوں گا" مسٹر لینو ور جس کی قدرتی سخت آواز غصہ اور جوش سے اور بھی کرخت اور ناخوشگوار ہوگئی تھی کہا۔ "میرا وکیل آپ کے برخلاف حراست بے جا اور ہرجانہ کی نالش کردے گا اور اس کے بعد..."

"ان دھمکیوں کو تہ رکھو!" مسٹر ڈیلمر نے سختی سے جواب دیا۔ "تمہارا وکیل جب چاہے میرے وکیل کا پتہ دریافت کر سکتا ہے۔"

"تو وہ کل ہی ایسا کرے گا" کبرلے نے جلدی سے جواب دیا "آیئے مسٹر جیوکس چلیں ۔ اب یہاں ٹھہرنا بے سود ہے لیکن اگر انگلستان سے انصاف کا وجود بالکل ہی غائب نہیں ہو گیا تو میں اسے حاصل کر کے رہوں گا ۔"

مسٹر ڈیلمر نے اس کا جواب دینے کی پروا نہ کی اور دونوں آدمی کمرے سے رخصت ہو گئے ۔ مسٹر لینوور نے باہر نکلتے ہوئے زور سے دروازہ بند کر دیا ۔ اس کے جانے کے بعد میں ناقابل بیان اطمینان کی حالت میں مسٹر ڈیلمر اور اس کی بیٹی کے قدموں پر دو زانو ہو کر گرا ۔ اور جہاں تک ممکن تھا ان کا شکریہ ادا کرتا رہا ۔ لیکن میری آواز ہجوم جذبات سے رکی ہوئی تھی اور رخساروں پر تیزی سے آنسو بہتے تھے ۔ مسٹر ڈیلمر نے یہ کہہ کر مجھے تسلی دی کہ جب تک قانون مجھے مجبور نہ کر دے میں تم کو جدا نہ کروں گا ۔ تاوقتیکہ قانون کا مضبوط ہاتھ مجھے مجبور کر دے تم میرے ہی پاس رہو گے ۔ جس پر میں نے دریافت کیا کہ کیا سچ قانون ایسا بے رحم ہے کہ وہ زبردستی مجھے اس خوفناک آدمی کے حوالہ کر دے ۔ مسٹر ڈیلمر نے جواب دیا کہ حفاظت کا جھوٹا یقین دلانا غلطی ہے ۔ اگر تحریری شہادت سے مسٹر لینوور کے بیانات حد ثبوت کو پہنچ گئے تو پھر مجبوراً تم کو اس کے سپرد کر دینا پڑے گا ۔ اس پر میں نے تازہ پریشانی کے ساتھ پوچھا ۔ کیا آپ کو ایسی شہادت پیش ہونے کا اندیشہ ہے ؟ جس کا جواب اس نے یہ دیا کہ فی الحال اس کے متعلق کوئی بات یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے ۔

"لیکن" میں نے جوش کے ساتھ پوچھا ۔ کیا آپ یقین کرتے ہیں کہ وہ واقعی میرا ماموں ہے ؟ آخر کیا بات تھی کہ مجھے اس سے ایسی نفرت پیدا ہو گئی ؟"

"سنو جوزف" مسٹر ڈیلمر نے جواب دیا "ہمیں اس نفرت کے اسباب پر غور کرنے کی بجائے سارے معاملہ پر اطمینان اور سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے ۔ میں پھر کہتا ہوں کہ حفاظت کا جھوٹا اطمینان حاصل کرنا واجب نہیں ہوتا ۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ مسٹر لینوور واقعی تمہارا ماموں ہے اور اس کی پیش کردہ دلیل جائز تھی ۔ یعنی اگر وہ تمہارا رشتہ دار نہ ہوتا

تو تمہارے سابقہ حالات سے کیونکر خبردار ہو جاتا۔ علاوہ بریں تمہاری ولادت کے بارے میں جو حالات اس نے بیان کئے تھے لیکن جن کو تمہارے سامنے دُہرانے کی حاجت نہیں ہے ممکن اور صحیح ہو سکتے ہیں۔ یوں تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جو حالات مسٹر جوکس نے مسٹر سن سے سُنے تھے وہی اس نے اس شخص مسٹر لینوور سے بیان کر دیئے ہوں۔ یعنی وہی حالات جن کو تم نے بھی ایک روز در پردہ سُنا تھا۔ مگر اس حالت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسٹر لینوور تمہارا ماموں نہیں تو پھر اس کو تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کی یا اس کی خواہش کرنے کی کیا حاجت تھی؟ اس صورت میں کیوں وہ تمہاری پرورش کا بار اپنے سر پر لیتا؟ کیوں وہ تمہاری تلاش میں اتنی زحمت اٹھاتا۔ اور اتنا خرچ برداشت کرتا؟"

میں ان بیانات کی اہمیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور ان کو سن کر میرا چہرہ اُتر گیا۔

"اس کے ساتھ ہی" مسٹر ڈلیمر نے جلدی سے کہا۔ "یہ بھی میرے خیال میں غیر ممکن نہیں ہے کہ مسٹر لینوور ان رکاوٹوں کے بعد جو میں نے اس کی راہ میں حائل کر دی ہیں اس معاملہ میں آگے قدم اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔ اگر اس نے عدالتی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو مصارفِ عظیم کا زیر بار ہونا پڑے گا۔ اور بے وجہ کوئی آدمی اتنا صرفہ برداشت کرنا پسند نہیں کرتا۔ مگر کچھ ہی ہو۔ تمہیں فی الحال امید کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ یقین کرو جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کسی دوست کی کمی کی شکایت نہ ہو گی۔ رہ گئی تم سے علیحدگی تو وہ اسی صورت میں ممکن ہو گی کہ میں از روئے قانون ایسا کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔"

"ہاں جوزف ہراساں نہ ہو۔" ایڈیتھ نے اپنی طرف سے کہا۔ "ممکن ہے سب کچھ بہتری کے لئے ہو رہا ہو۔"

میں نے پھر ایک بار اس کا اور مسٹر ڈلیمر کا ان کی عنایتوں کے لئے شکریہ ادا کیا جس کے بعد آخر الذکر نے تجویز پیش کی کہ آئندہ تم اپنی وردی اتار دو۔ اور اچھی حیثیت

سے رہا کرو۔ کیونکہ مسٹر لینوور نے جو قصہ تمہاری پیدائش کا بیان کیا ہے اگر اس کو صحیح سمجھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے والدین شریفانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ مگر میں نے اس مشفقانہ تجویز کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ میں ارادہ کر چکا تھا کہ اپنے مہربان خیر خواہ کے لئے بار خاطر بن کر نہ رہوں گا۔ چنانچہ میں نے کہا جب تک مجھے پورا یقین نہ ہو جائے کہ میں از روئے ولادت شریف ہوں اور آئندہ بھی اس شان شرافت کو برقرار رکھ سکوں گا۔ تب تک میں ایک مرد شریف کی حیثیت اختیار کرنا منظور نہیں کر سکتا۔ مسٹر ڈیلمر نے بھی اس کے بعد اس سوال پر زور نہ دیا۔ اور اس معاملہ کو اس وقت تک ملتوی کر دیا۔ جب تک یہ بات تحقیق نہ ہو جائے کہ مسٹر لینوور آئندہ اس بارے میں کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے یا نہیں۔

باب ۶

ایک رات کے واقعات

ناظرین کو یاد ہوگا کہ میں نے اس دربان کے بارے میں جو محل کے پھاٹک پر ایک جھونپڑے میں رہا کرتا تھا اور جس نے مجھے اور ٹیڈی کو ایک روز جب ہم فقیرانہ بھیس میں اس عمارت کے پاس آئے تھے سختی کے ساتھ ڈانٹا تھا۔ شکایت کی تھی کہ وہ ایک تند و ترش رو آدمی تھا لیکن بعد ازاں اچھی طرح میل جول ہونے پر معلوم ہوا کہ وہ طبعاً برا نہ تھا۔ محض ان سائلوں کی کثرت نے جو ان اطراف کے پھیرے کیا کرتے تھے۔ مالک کی بڑھی ہوئی فیاضی کے ساتھ مل کر جس سے وہ لوگ ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے، زیادہ تر اس خیال سے کہ غیر مستحق لوگ خیرات سے فائدہ نہ

حاصل کر سکیں۔ اس کو اس طرح کا سخت رویہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔
چنانچہ پہلی نظر میں ہی اس نے ٹیڈی کے اصلی چال چلن کو تاڑ لیا تھا۔ اور اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس آدمی نے اپنی صورت کو فائدہ بخش نہ جان کر محض ہمدردی کی تحریک کے لئے مجھے ہمراہ لے لیا تھا۔ پھر یہ بھی اس نے بیان کیا تھا کہ اس کی عدم موجودگی میں جب دروازہ غیر مقفل رہ جاتا تو یہ لوگ اندر چلے آتے اور اِدھر اُدھر گھوم کر جو چیز آسانی سے ہاتھ آتی اُٹھائے جاتے تھے۔ یہی باعث تھا کہ اس نے باغ کے دروازہ پر آوارہ گردوں کی روک تھام کا نوٹس بورڈ آویزاں کر دیا تھا۔ معلوم ہوا دو سال پیشتر محل میں نقب زنی کی واردات ہوئی تھی۔ اور جب چوروں میں سے ایک آدمی کو گرفتار کر کے شناخت کیا گیا تو معلوم ہوا، کہ دو ایک روز قبل وہ بھید لینے کی غرض سے آہ و زاری کرتا ہوا فقیرانہ بھیس میں اس جگہ آیا تھا۔ اسی زمانہ میں آوارہ گردوں کا داخلہ روکنے کے لئے تختہ آویزاں کیا گیا تھا۔ تاہم جو کچھ مجھے معلوم ہوا اس سے پتہ لگا کہ عمارت کے دروازہ پر اس قسم کا اشتہار لگانا مسٹر ڈیلمر اور مس ایڈتھ کی منشا کے برخلاف تھا۔ اور یہ صرف دربان کی پیہم عرضداشتوں کا نتیجہ تھا کہ اسے قائم رہنے دیا گیا۔
ناظرین اس واقعہ کو بھی نہ بھولے ہوں گے کہ جب میں پہلے پہل مسٹر ڈیلمر کے مکان پر آیا تو وردی کی تیاری تک دربان ہی کے ایک لڑکے کا مستعمل کوٹ مجھے پہننے کے لئے دیا گیا تھا۔ یہ لڑکا جو میرا ہم سن تھا مستعد، نیک چلن اور ذی فہم نوجوان تھا۔ اور میں کبھی کبھی اس کے ساتھ میدان کی سیر کرنے جایا کرتا تھا۔ اس کا باپ جس کو شروع میں میں نے تند مزاج اور بد اخلاق سمجھا تھا رفتہ رفتہ مجھ کو چاہنے لگا۔ اور جب کبھی فرصت کے اوقات میں میں اس کے بیٹے کی تلاش میں ادھر جا نکلتا تو میری بڑی آؤ بھگت کرتا تھا۔ اس کی بیوی بھی ایک نیک دل عورت تھی

اور میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا کرتی تھی۔

باب گذشتہ کے بیان کردہ واقعہ کے بعد مسٹر ڈیلمر نے ازراہ عنایت مجھے حکم دیدیا تھا کہ باغ میں جا کر ٹہلو تاکہ وہ فکر انگیز خیالات جو واقعات حال سے پیدا ہوگئے تھے ذہن سے رفع ہوجائیں۔ اس وقت شام کے چھ بجے تھے۔ مسٹر ڈیلمر اور مس ایڈتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھ گئے اور میں اس اجازت سے فائدہ حاصل کر کے باہر نکل آیا۔ پہلے میرا خیال تھا کہ اپنے خیالات کی محویت میں تنہا گھومتا پھروں لیکن پھر یاد آیا کہ انہی دردانگیز تصورات سے بچانے کی غرض سے تو مجھے رات تک کے لئے چھٹی دی گئی ہے پس میں دربان کے بیٹے آرتھر کو ساتھ لینے کی غرض سے اس کے جھونپڑے کی طرف گیا دربان اور اس کے کنبے کے لوگ چائے نوشی میں مشغول تھے۔ مجھے بھی شریک کر لیا گیا۔ اور جب اس سے فراغت ہوئی تو میں اور آرتھر باہر نکلے۔ کوٹھی کا رقبہ دو سو ایکڑ کے قریب تھا۔ اگست کے آخری ایام تھے اور سنہری فصلیں کاٹنے والوں کے مضبوط ہاتھوں کی نذر ہو رہی تھیں۔ شام کا سہانا سماں تھا اور باد نسیم کے روح پرور جھونکے کھیتوں میں سرسراہٹ پیدا کرتے دن کی تیز گرمی کو ترو تازگی میں تبدیل کرتے چل رہے تھے۔ نو بجے تک ہم دونوں برابر ٹہلا کئے۔ اور اس دوران میں میری معمولی زندہ دلی بڑی حد تک بحال ہوگئی۔ اور چونکہ چائے پیتے وقت میں نے کچھ نہ کھایا تھا اس لئے بھوک بھی تیز ہونے لگی۔ جب دربان کے جھونپڑے پر واپس آئے تو آرتھر کی ماں شرکت طعام پر مصر ہوئی۔ اور میں نے اس کی دعوت قبول کر لی۔ اس طرح قریباً پونے دس بجے تھے کہ میں وہاں سے رخصت ہو کر محل کی طرف جس کا فاصلہ جھونپڑے سے قریباً ایک چوتھائی میل تھا روانہ ہوا۔

رات اندھیری تھی اور ہوا کے خوشگوار جھونکے رفتہ رفتہ باد تند میں تبدیل ہونے لگے تھے۔ ابر سیاہ کے چند ٹکڑے گہرے ارغوانی آسمان پر تیزی سے حرکت کر کے

پھیلی ہوئی ہے۔ نوکروں کے داخلہ کا راستہ عمارت کے پچھواڑے ایک احاطہ کی دیوار میں سے تھا لیکن یہ دروازہ غروب آفتاب کے بعد ہمیشہ بند اور مقفل رہتا تھا۔ جس وقت میں گاڑی کی پٹڑی سے جدا ہونے والے تنگ راستہ سے گذر کر اس دروازہ کی طرف جارہا تھا تو دو شخصوں کو تیزی سے حرکت کرکے دروازہ سے پرے دیوار کے ساتھ ساتھ چل کر تاریکی میں غائب ہوتے دیکھا۔ اس نظارہ پر اسرار کو دیکھ کر مجھ پر ہیبت طاری ہوگئی اور میں چپ چاپ کھڑا ہو کر سننے لگا۔ لیکن نہ پاؤں کی آہٹ اور نہ گفتگو کی کوئی آواز مجھے سنائی دی۔ پہلے خیال آیا کہ شاید یہ میرا وہم تھا مگر اس پر بھی میں نے رفع شک کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ گھنٹی بجانے پر ایڈورڈ نے دروازہ کھولا تو میں نے اس سے دریافت کیا۔ کیا گذشتہ چند منٹوں میں کوئی شخص یہاں آیا تھا؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس کے بعد میرے یہ بیان کرنے پر کہ میں نے یہ سوال کس لئے پوچھا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ شاید وہ دونوں آدمی مزدور ہوں گے۔ جنہیں اپنے کام سے واپس آنے میں دیر ہوگئی ہوگی۔ اور چونکہ محل کی پشت پر قریباً آدھا میل دور دو یا تین جھونپڑیاں اسی سمت میں واقع تھیں جدھر میں نے دونوں شخصوں کو (اگر میرا وہم نہ ہو) جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لئے ایڈورڈ کا بیان ہر لحاظ سے اطمینان بخش معلوم ہوا۔ اور اس بارے میں مزید گفتگو کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ چند منٹ نوکروں کے کمرہ میں ٹھہرنے کے بعد میں نے ایک شمع ہاتھ میں لی اور اپنے کمرہ میں چلا گیا۔

مگر بستر پر لیٹنے کے بعد فوراً نیند نہ آسکی۔ قدرتی طور پر سہ پہر کے واقعات رہ رہ کر دماغ پر مسلط ہونے لگے۔ بےچینی اور بےتابی کی وجہ سے تپ کی سی حالت پیدا ہوگئی اور میں نے خوف کے ساتھ اس امر پر غور کرنا شروع کیا کہ آئندہ مسٹر لینوور کی طرف سے کون سی نئی کوشش ظہور میں آئے گی۔ اور کیا وہ معاملات کو آخری حد تک لے جا کر مجھے مسٹر ڈیلمر سے جدا ہونے پر مجبور کرے گا؟ رفتہ رفتہ خیالات کا یہ اجتماع کم

ہونا شروع ہوا۔ اور کچھ دیر کے بعد آنکھ لگ گئی۔ لیکن سونے کے بعد حالت بیداری کی خوفناک باتیں جو دماغ پر غالب آچکی تھیں بصورت خواب ظاہر ہونی شروع ہوئیں پہلے میں نے دیکھا کہ سخت گیر اور بے رحم جیوکس مجھ کو محتاج خانہ لیسٹر کے تنگ و تاریک دروازہ کی طرف کھینچ رہا ہے اور اس جگہ کا کریہہ المنظر دربان میری جان چھڑانے کی بے سود کوششوں کو دیکھ کر شیطنت کے ساتھ دانت نکالتا ہے۔ یکایک مسٹر جیوکس کی شکل مسٹر لینوور کی شکل میں تبدیل ہو گئی جو مجھے گھسیٹے لیے جاتا تھا۔ لیکن وہ جگہ محتاج خانہ لیسٹر کی بجائے ایک ڈھلوان نشیبی غار تھی۔ تاریک، مہیب اور ڈراؤنی۔ ہر چند اس غار کی گہرائی میں قبر کی سی تاریکی تھی اور اس کی تہ میں نادیدہ خطرات پوشیدہ تھے تاہم مسٹر لینوور کی صورت واضح اور صاف دکھائی دیتی تھی اور اس نے اپنے بدصورت بدن پر پہننے کالے سوٹ کے عوض فقیروں کی مانند نفرت انگیز چیتھڑے پہنے ہوئے تھے میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس کی نیولے اور سانپ سے ملتی ہوئی آنکھیں تیز متجسس اور سرد میرے سینہ کو برماتی ہوئی گھور رہی تھیں۔ اور اس کا بندر کا سا منہ تحقیر و تضحیک کے انداز سے دانت نکالے ہوئے تھا۔ پھر یہ منظر بھی بدل گیا۔ اور میں نے اپنے آپ کو مسٹر ٹیڈی کے ہمراہ ان گندے مکانوں اور نفرت انگیز نظاروں میں پھرتے ہوئے پایا۔ جن میں وہ مجھ کو تقسیم خطوط کے سلسلہ میں گھسیٹ کر لے گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے چلتا اور اس ڈر سے کہ میں اسے چھوڑ کر بھاگ جانے کی کوشش نہ کروں۔ مجھے آگے آگے چلنے پر مجبور کرتا تھا کسی نامعلوم سحری تاثیر سے میں اس کی خواہش کی مخالفت بھی نہ کر سکتا تھا۔ میرے گرد و پیش لاتعداد خطرے جمع تھے۔ مفلسی اور جرم و گناہ کی بے نام شکلیں دوسری دنیا کے رہنے والے ہیبت انگیز بھوتوں اور دہشت خیز آسیبوں کی صورت میں پھرتی نظر آتی تھیں۔ ان کو دیکھ کر مجھے اپنی رگوں میں خون کی روانی بند ہوتی معلوم ہونے لگی۔ اور پاؤں من من بھر کے بھاری ہو گئے۔ میرے لئے ایک قدم آگے چلنا

حال ہو گیا۔ مجبور ہو کر میں نے مسٹر ٹیڈی پر منت آمیز نظر ڈالنے کے لئے گردن پھیری۔ اور اس وقت دفعتاً معلوم ہوا کہ میں جس کے آگے آگے چلتا ہوں وہ ٹیڈی نہیں ہیبب صورت لینٹوعب ہے۔ ایک مرتبہ پھر وہ مجھے خوفناک طریقہ پر دانت نکالتا نظر آیا اس کا جسم اپنی بگڑی ہوئی صورت میں حیرت انگیز تناسب کے ساتھ پھیلنے لگا۔ اس نے اپنے بیبون کے سے لمبے بازو مجھے اپنی قابل نفرت گرفت میں لینے کے لئے پھیلا دیئے اور اس کے ساتھ ہی میں... چونک کر جاگ اٹھا۔

میرے خدا کیا یہ خواب تھا؟ ہیبت انگیز تاریکی میرے کمرہ میں چھائی ہوئی تھی۔ اس لئے میں یہ بھی تحقیق نہ کر سکا کہ میں کیا اپنی جگہ پر لیٹا ہوں؟ ایسی دہشت مجھ پر سوار ہوئی کہ میں اپنی مسہری کے پردوں کو چھو کر ان کی بناوٹ محسوس کرنے اور اس طرح بستر پر اپنی موجودگی کا یقین حاصل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھانے کی جرأت بھی نہ کر سکا۔ قریباً ایک منٹ میں بالکل بے حرکت پڑا رہا۔ اور اس کے بعد رفتہ رفتہ میرے خیالات نے سکون حاصل کرنا شروع کیا۔ جھکڑ از سر نو چلنے لگا تھا اور اس کی پُر شور آوازیں لہجہ انسانی میں بَین کرتی سُنائی دیتی تھیں۔ کبھی کبھی جب تیز جھونکے چلتے تو میرے بے چین تخیل کو ان پر قتل کی جان فرسا چیخوں کا گمان ہوتا تھا۔ میں طبعًا وہمی نہیں ہوں۔ مگر اس وقت میں دہشت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کیونکہ میرا دماغ پچھلے چند گھنٹوں کے ہیبت ناک خوابوں سے کمزور ہو چکا تھا۔ ایسا معلوم ہوا گویا بدی کی پیش گوئی میرے اندر کام کر رہی ہے یعنی میرا دل کسی دہشت ناک فعل کے ارتکاب سے اطلاع حاصل کرتا ہے مگر اس کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا۔ خیالات کی رَو ان دو شکلوں کی طرف گئی جن کو میں نے شاگرد پیشے کے دروازہ کے پاس دیکھا یا دیکھنے کا گمان کیا تھا۔ اور وہ نامعلوم صورتیں دل کے موجودہ احساس سے وابستہ ہونی شروع ہوئیں حالت موجودہ میں چونکہ دوبارہ سونے کی کوشش کرنا فضول تھا اس لئے جی میں آیا کہ اٹھ کر شمع روشن کر دوں

مگر کچھ اس طرح کا عصبی خوف مبہم اور ناصاف مجھ پر طاری تھا کہ بستر سے پاؤں اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو لینو ور یا کسی ایسی ہی دیو صورت ہستی کے چنگل میں پھنس جاؤں گا۔ میری زندگی میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ اس طرح کا خوف عظیم مجھ پر طاری ہوا۔ اور میں نے اس سے نجات حاصل کرنے کی جتنی بھی کوشش کی وہ فضول اور بیکار ثابت ہوئی۔

میں جس وقت گھپ اندھیرے کمرے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا اور تاریکیٔ شب بستر کے سامنے والی کھڑکی پر سیاہ چادر کی مانند پھیلی ہوئی تھی جس سے میرے اطراف میں قابل احساس اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ تو دفعتاً ایسا معلوم ہوا کہ دور افتادہ مقام پر کسی پھاٹک کے زور کے ساتھ بند ہونے کی آواز پیدا ہوئی۔ گویا اس کے پٹ کسی آدمی کے اندر آنے یا باہر جانے کے بعد ہوا کے زور سے بند ہو گئے ہوں اس سے میرا خیال پھر ایک بارث اگرد پیشے کے دروازہ کی طرف گیا۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی دوسرا پھاٹک آس پاس واقع نہ تھا۔ اس سے میری دہشت کی تجدید ہوئی۔ اور میرے اندیشوں نے نئی راہ تلاش کرنی شروع کی۔ وہم کا خوف جاتا رہا اور یہ احتمال پیدا ہوا کہ ممکن ہے وہ شبہہ جو پیشتر میرے دل میں ارتکاب جرم کے بارے میں پیدا ہوا تھا صحیح ثابت ہو۔ مجھے یقین ہو گیا کہ پھاٹک کے بند ہونے کی آواز ضرور سنائی دی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی خیال گذرا کہ شاید وہ سہواً کھلا رہ گیا ہو۔ بات ظاہرا ناممکن تھی کیونکہ ملازموں میں سے ہر ایک مستعد اور پابند فرض آدمی تھا اور مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ایڈورڈ مکان کے پچھواڑے کی دیکھ بھال کئے بغیر کبھی نہیں سویا کرتا۔ جی چاہتا تھا کہ اٹھ کر اس کے کمرہ میں جاؤں اور اس آواز کا ذکر کر دوں جو میں نے سنی تھی۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے کوئی بہت معمولی بات ہو اور سوئے ہوئے آدمیوں کو بے سبب حیران کرنا پڑے اس کے علاوہ یہ بھی میں نے سوچا کہ پھاٹک بند ہونے کی پرشور آواز کے بعد

جو کسی جاگتے ہوئے آدمی کو متوجہ کرنے کے لئے کافی تھی۔ مجرم لوگ اگر مکان کے آس پاس موجود ہوں گے تو خود ہی احتیاطاً اپنے ارادہ سے باز آجائیں گے۔ اور اگر وہ اپنے ارادوں کی تکمیل کر ہی چکے ہیں اور مکان میں چوری کی واردات ہو چکی ہو تو پھر عملہ کو بیدار کرنے کی کوششیں بعد از وقت اور بے سود ہوں گی۔ اسی طرح کے وہموں میں میں قریباً دو یا تین گھنٹے بستر پر لیٹا ہوا تپ کی سی حالت میں کروٹیں لیتا رہا۔ خیال تھا کہ عصبی اضطراب کی وجہ سے اب میری آنکھ نہ لگے گی۔ لیکن نہ معلوم کس وقت بیخبری میں نیند آگئی اور میں کافی دن چڑھے تک بے خبر پڑا سوتا رہا۔ میری عادت صبح کے ۶ بجے اُٹھنے کی تھی اور میں اس عمدہ موسم میں علی الصبح تازہ ہوا میں سیر کرنے کا شائق تھا۔ مگر اس موقعہ پر میری آنکھ ۷ بجے کے قریب کھلی۔ اس وقت میں جلدی سے اٹھا اور کپڑے پہنتے ہوئے جو کچھ خواب میں دیکھا یا بیداری میں سوچا تھا اس پر غور کرنے لگا میں ابھی اس کام سے فارغ نہ ہوا تھا کہ مکان میں اس طرح کا شور و غل پیدا ہوا جو کئی شخصوں کے اِدھر اُدھر دوڑنے کی آوازوں سے ملا ہوا تھا۔ پھر ایک جگر دوز زنانہ چیخ محل کے اوپر والے حصہ میں گونجتی ہوئی سُنائی دی جس کو سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ ناقابل بیان اذیت کی اس درد انگیز چیخ کا لہجہ مس ایڈتھ کی آواز سے ملتا تھا۔ ہیبت ناک اندیشے میرے دل میں پیدا ہوتے شروع ہوئے۔ پاؤں کی آواز مجھے اپنے کمرہ کی طرف آتی سنائی دی۔ دروازہ بڑے زور کے ساتھ کھلا اور ایڈورڈ لاش کی طرح زرد با حالِ پریشان داخل ہوا۔ اور چیختے ہوئے کہنے لگا۔ "اوہ جوزف جوزف ... افسوس ہمارے مالک کو ... "

مگر وہ فقرہ پورا نہ کر سکا اور اس طرح لڑکھڑا کر دیوار سے لگ گیا گویا غش کیا چاہتا ہے۔

"میرے خدا" ۔ میں نے اپنے دل میں خوفناک حقیقت کا شک کرتے ہوئے جلدی سے کہا "کیوں ایڈورڈ۔ کیا ہوا۔ ہمارے مہربان مالک کو ... ؟"

"قتل کر دیا گیا جوزف ... قتل کر دیا گیا۔ سخت بے رحمی سے قتل کر دیا گیا"
میں نیم مردہ حالت میں پیچھے ہٹ کر کرسی پہ گر گیا۔ شروع میں نہ میں رو سکا
اور نہ کوئی لفظ ہی اپنی زبان سے کہہ پایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا بدن پتھر کا بن
گیا ہے جس میں صرف درد کے احساس کی طاقت باقی ہے۔ اگر سنگ مرمر کی ذہنی تصویر
میں ذہنی قویٰ کی موجودگی یا بیداری ممکن ہے تو وہ حالت میری تھی۔ دفعتاً ایڈورڈ
اپنے آپ کو سنبھال کر مگر جیسا اس نے بعد ازاں مجھ کو بتلایا، یہ جانے بغیر کہ
وہ کیا کر رہا ہے۔ بہرحال اس خیال سے کہ کچھ کرنا ضرور چاہیئے۔ دوڑتا ہوا کمرہ سے
رخصت ہو گیا۔ معلوم نہیں کب تک میں بدنی جمود لیکن ذہنی بیداری کی اس حالت
میں رہا۔ اور نہ یہ کہ کس طرح نچلی منزل میں پہنچا۔ یعنی کیا میں زینہ کی راہ سے
آہستہ آہستہ اترا یا تیزی سے دوڑتا ہوا گذرا۔ بہرحال اتنا یاد ہے کہ میں جب اس
مقام پہ پہنچا جہاں سے مسٹر ڈیلمر اور مس ایڈتھ کے کمروں کو رستہ جاتا تھا تو بہت سے
دہشت زدہ نوکر اس مقام پہ جمع تھے اور وہ چیخ ... وہ دل فگار سینہ پاش چیخ
جو میرے کان میں پہنچی تھی اسی نوجوان خاتون کے منہ سے اس وقت نکلی تھی جب
دفعتاً اس کو اس سانحۂ پرخوف کا علم ہوا تھا۔ لیکن ٹھہریئے۔ میں سب سے پہلے
اس بات کی تشریح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس جرم شدید کا حال سب سے پہلے کیونکر
معلوم ہوا تھا۔

علی الصبح کچھ نوکر جو ساڑھے چھ بجے کے قریب سب سے پہلے نیچے اترے تھے
وہ یہ دیکھ کر حیران و دہشت زدہ ہوئے کہ نچلی کھڑکیوں میں سے ایک کا شٹر
کھلا اور لوہے کی دو سلاخیں زبردستی باہر نکلی ہوئی تھیں۔ یہ اس بات کی علامت
تھی کہ مکان میں نقب زنی کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ دوڑے ہوئے
کھانے کے کمرہ میں گئے۔ اس کا دروازہ کھلا اور چاندی کے برتن جس قدر اس جگہ

رکھے تھے غائب پائے گئے۔ واقعی یہ قیمتی ظروف کی بڑی تعداد حفاظت کے خیال سے رات کے وقت ہمیشہ اوپر کی منزل پر رکھی جاتی تھی اور صرف استعمال کے لائق چند برتن باہر چھوڑے جاتے تھے۔ چنانچہ وہی اس وقت ندارد تھے۔ تفتیش مزید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نقب زن قاتل کس طرح باہر نکلے۔ نوکروں کے داخلہ کا پھاٹک اندر کی طرف سے ٹوٹا ہوا تھا جس سے قیاس غالب ہوا کہ سب سے پہلے وہ لوگ دیوار پھاند کر اندر آئے تھے مگر بعد ازاں قتل و غارت کے دوگونہ جرم سے فارغ ہو کر بڑی آسانی کے ساتھ اس دروازہ سے نکل گئے۔ شروع میں نوکروں کا خیال تھا کہ جرم محض چوری تک محدود ہے۔ چنانچہ اسی واقعہ کی اطلاع اپنے مالک کو دینے کے لئے ایڈورڈ اوپر گیا تھا۔ اس نے مسٹر ڈیلمر کے دروازہ پر دستک دی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے پھر دستک دی اور جب پھر بھی کوئی جواب نہ دیا گیا تو اس کے جوش میں آئے ہوئے دماغ میں ایک نیا خوفناک شبہہ پیدا ہو گیا۔ مسٹر ڈیلمر کی عادت تھی کہ ہمیشہ بہت سویرے اٹھتے لیکن بالفرض آج وہ خلاف معمول بہت زیادہ عرصہ تک بھی سوتے رہے ہوں تو ان کو بیدار کرنے میں بہرحال اتنی دقت کبھی نہیں ہوئی تھی۔ پس ایڈورڈ خود ہی دروازہ کھول کر کمرہ میں داخل ہوا۔ اور اس وقت اس کی خوف زدہ متوحش نگاہ نے یہ ہولناک منظر دیکھا کہ اس کا بدنصیب آقا بستر پر بے جان پڑا ہے اس کی گردن ایک سرے سے دوسرے سرے تک کٹی ہوئی ہے اور چادریں اور تکیے خون سے شرابور ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر وہ بے تابانہ کمرہ سے پیچھے مڑا۔ اور جو لوگ اس کی پشت پر زینہ کے پاس جمع تھے انہوں نے اس کی صورت دیکھتے ہی خوفناک نتیجہ اخذ کر لیا اور اس سے پہلے کہ ایک لفظ بھی اس کی زبان سے نکلتا واقعہ کی اصلیت ظاہر ہو گئی کئی لوگ اور بھی دوڑتے ہوئے کمرہ کی طرف گئے اور اس جگہ خوفزدہ ایڈورڈ نے

مضطربانہ حالت میں اس مقام کی طرف اشارہ کیا جہاں واردات ہوئی تھی۔ شور و ہنگامہ کی آوازیں سن کر مس ایڈتھ بھی اپنے کمرہ سے باہر نکلی اور اس وقت جب اس سانحہ پر خوف کا علم پہلی بار اس کو ہوا اور ایک صدمہ عظیم اس کی نازک روح کو پہنچا تو اس کا رنج و کرب اس روح فرسا جاں گداز چیخ سے ظاہر ہوا۔ جو میں نے سُنی تھی۔ اس طرح کی مجنونانہ حالت میں کہ اسے اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ اور غش پر غش آتے تھے۔ خادمائیں اس کو اٹھا کر اس کے اپنے کمرے میں لے گئیں اور اس کے بعد جو ابتری، دہشت، اضطراب اور پریشانی اس گھر پر چھائی، ناظرین خود ہی اس کا بہتر اندازہ کر سکتے ہیں۔

آخر کار جب ہمارے حواس کسی قدر سکون پذیر ہوئے یا دوسرے الفاظ میں ہمارے ناقابلِ اظہار جوش کا ابتدائی غلبہ کم ہوا تو نوکروں نے ہلکی لرزتی ہوئی آواز میں اس سانحہ غمناک کا ذکر کرنا شروع کیا۔ مگر مجھ پر اپنے مہربان محسن اور نیکدل خیرخواہ کے وحشیانہ قتل سے کچھ اس طرح کی یاس و ناامیدی چھا گئی کہ کم از کم ایک گھنٹہ تک میں اس سانحہ پر سکون کے ساتھ غور نہ کر سکا۔ میرا دماغ کبھی انتہائی بدحواسی کا شکار ہوتا تھا اور کبھی ناقابلِ ضبط رنج و غم کا۔ آخر کار جب میں نے دوسرے نوکروں کو اس بارے میں گفتگو کرتے سُنا تو پہلی رات دروازے کے پاس دو آدمیوں کو دیکھنے اور آدھی رات کو دروازہ بند ہونے کی آواز سننے کا واقعہ بیان کیا۔ ایڈورڈ نے بھی تائید کی کہ میں نے اس سے دو آدمیوں کے اندھیرے میں چلتے ہوئے نظر آنے کے واقعہ کا ذکر کیا تھا۔ لیکن جب مجھ سے دریافت کیا گیا اور زور ڈال کر پوچھا گیا کہ ان دو شخصوں کا حلیہ کیا تھا تو مجبوراً مجھ کو یہ جواب دینا پڑا کہ ان کا حلیہ دکھلانا، مجھے تو اس وقت اس بات کا بھی پورا یقین نہ تھا کہ ان کا دکھائی دینا میرے وہم کے سوا کوئی حقیقت رکھتا ہے۔

واردات کی دریافت کے فوراً بعد غمزدہ ایڈیتھ کی طبی امداد کے لئے قریب ترین ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اور ساتھ ہی ایک قاصد گرا سوینر سکویر میں مسٹر ملگریو کے مکان پر بھیجا گیا۔ ڈاکٹر نے آتے ہی سب سے پہلے مسٹر ڈیلمر کی لاش کا معائنہ کیا اور رائے ظاہر کی کہ قاتلانہ حملہ اس زور کے ساتھ کیا گیا تھا کہ موت فوراً واقع ہوئی ہو گی۔ اور مسٹر ڈیلمر کا دم نکلے کئی گھنٹے گذر چکے ہوں گے۔ دوپہر سے پہلے مسٹر اور مسز ملگریو بھی مینز میں آ پہنچے۔ بڑی بہن تو عزا خانہ میں داخل ہوتے ہی بے ہوش ہو گئی جس سے وہ بدنصیب ایڈیتھ کی امداد رسانی کا ذریعہ بننے کی بجائے خود ہی محتاج توجہ بن گئی۔ ایڈورڈ کی زبانی معلوم ہوا کہ مسٹر ملگریو کو بھی اس واقعہ سے بہت صدمہ پہنچا اور جب وہ اس کمرہ میں گیا جہاں اس کا مقتول خسر پڑا تھا تو منہ پر رومال رکھ کر کئی منٹ تک سسکیاں لے لے کر روتا رہا۔

قدرتی طور پر پولیس بھی موقعہ واردات پر آ پہنچی اور جیسا کہ ضروری تھا اسکی نگرانی میں عمارت اور اس کے آس پاس کے حصوں کی خوب اچھی طرح دیکھ بھال ہوئی۔ معلوم ہوا کہ مسٹر ڈیلمر کے کمرہ کی ایک الماری بھی توڑی گئی ہے اور اس کے اندر جو نقدی کا صندوق رکھا ہوا تھا اس کا روپیہ نکال لیا گیا ہے۔ مس ایڈیتھ کے بیان سے جو بعد ازاں صاحب کارونر کے روبرو دیا گیا تھا یہ بھی معلوم ہوا کہ مسٹر ڈیلمر اس صندوق میں دو تین سو پونڈ کی رقم رکھا کرتا تھا۔ مگر اس کے توڑے جانے کے وقت کتنا روپیہ اس میں موجود تھا اس کا صحیح اندازہ وہ بھی نہ ظاہر کر سکی۔ چور کمرہ نشست میں داخل ہوئے تھے اور قیمتی اشیاء کے علاوہ کچھ چھوٹی موٹی اشیاء بھی چرا لے گئے تھے۔ پھر وہ کھانا کھانے کے کمرہ میں بھی گئے کیونکہ ایک الماری اس جگہ بھی ٹوٹی ہوئی تھی جس کے بارے میں پولیس کا بیان یہ تھا کہ ان لوگوں نے بقیہ ظروف حاصل کرنے کی نیت سے اس کو توڑا تھا۔ مگر وہ اس جگہ نہیں تھے۔ کیونکہ

داروغہ ان کو ہمیشہ اپنے کمرے میں لے جایا کرتا تھا اور ان لوگوں نے وہاں تک جانے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ پولیس نے اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ واردات کسی محرم راز کے علم یا سازش سے نہیں ہوئی کیونکہ گھر میں سبھی نوکروں کو معلوم تھا کہ چاندی کے برتنوں کا بیشتر حصہ رات کے وقت داروغہ کی حوالگی میں رہتا ہے۔ مقامات مذکورہ کے علاوہ مکان کے کسی دوسرے حصہ میں بھی داخلہ کی کوشش نہیں کی گئی لیکن سچ پوچھئے تو اس بات کا صحیح فیصلہ کرنا سخت تھا کہ چور مکان کے کن حصوں میں گئے اور کن حصوں میں نہیں گئے کیونکہ فرشوں اور قالینوں پر مجرموں کے پاؤں کے نشانات کی عدم موجودگی اس بات کا ثبوت تھی کہ بدمعاشوں نے مکان کے اندر داخل ہوتے وقت اپنے بوٹ نکال ڈالے تھے۔ وہ آلہ خونیں جس سے مسٹر ڈیلمر کو قتل کیا گیا تھا وہ بھی دستیاب نہ ہوا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ قاتل اس کو اپنے ہی ساتھ لے گئے ہوں گے۔ ڈاکٹر جس نے لاش کا معائنہ کیا اس کا بیان یہ تھا کہ وہ کوئی تیز ہتھیار یا غالباً استرہ تھا۔

وہ منحوس دن جس رنج و قلق میں گذرا اس کی صحیح کیفیت میں بیان نہیں کرسکتا۔ کیونکہ جیسا میں اس سے پہلے عرض کرچکا ہوں۔ میرا ذہن تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کبھی اذیت وہ تکلیف اور کبھی ناقابل بیان دہشت کا شکار رہتا تھا۔ بہرحال جہاں تک مجھ کو یاد ہے میں نے اس دوران میں اپنے مستقبل کے سوال پر ایک مرتبہ بھی غور نہیں کیا اور نہ از روئے خود غرضی اپنے انجام پر نظر ڈالنے کی کوشش کی۔ میرے تمام خیالات اپنے محترم شفیق کی زندگی کے بیش از وقت خاتمہ اور اس کی دردانگیز موت کے سانحہ عظیم پر لگے ہوئے تھے۔ آخر جب رات ہوئی تو میں جسمانی تھکن اور ذہنی اضمحلال کی وجہ سے بے خبر ہوکر سو گیا۔ اور جب صبح کو اٹھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کوئی خوفناک خواب تھا جو میں نے رات کو سوتے ہوئے دیکھا

ہے۔ قبل دوپہر کارونر صاحب کی تحقیقات شروع ہوگئی اور مجھ سے ان دو آدمیوں کے بارے میں اظہار طلب کیا گیا جنہیں میں نے نوکروں کے دروازے کے پاس دیکھا تھا مگر انتہائی کوشش کے باوجود میں اس سے زیادہ جو قبل ازیں نوکروں کے روبرو بیان کرچکا تھا۔ کوئی نئی بات ظاہر نہ کرسکا۔ نہ ہی مجھ کو معلوم تھا کہ جب آدھی رات کے وقت میں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی تو کیا بجا تھا۔ جتنی دیر میرا بیان ہوتا رہا ایک عجیب طرح کی بے چینی اور بدحواسی مجھ پر طاری رہی حتیٰ کہ میں جب تحقیقات کے کمرہ سے باہر نکلا تو صرف ایک دھندلی سی تصویر اس نظارہ کی میرے ذہن میں باقی تھی۔ جس میں میں چند لوگوں کے سامنے کھڑا تھا جن میں سے بعض میز کے گرد بیٹھے اور کچھ میرے پیچھے کھڑے تھے۔ بہ حیثیت مجموعی یہ ایک اس طرح کا نظارہ تھا گویا کوئی چیز کہرے میں لپٹی دیکھی ہو۔ بعدازاں معلوم ہوا کہ جیوری نے شخص یا اشخاص نامعلوم کے برخلاف قتل عمد کا فتویٰ صادر کردیا۔

چند دن اور گذر گئے اور میرے دماغ نے رفتہ رفتہ سکون حاصل کرنا شروع کردیا۔ بتدریج میرے خیالات کی رَو اپنے نجی معاملات کی طرف پھرنے لگی۔ مسٹر ملگریو اور اس کی بیوی اس دوران میں وہیں ڈیلمر میز میں رہتے رہے۔ ہر شخص کے خیال میں متوفی کا داماد ہی اب اس کی ساری جائیداد کا مالک تھا۔ گویا واقعات کی ساتھی رفتار نے نادانستہ مجھ کو اسی آدمی کی ملازمت میں لا ڈالا جو پہلے ہی اس بات کا خواہشمند تھا۔ بہرحال میرے لئے جو بات خاص اہمیت رکھتی تھی وہ یہ تھی کہ اگر لینوڈ رنے دوبارہ آکر میری نسبت اپنے حقوق پیش کئے تو مسٹر ڈیلمر کی طرح یہ بھی مجھکو بچائے گا یا نہیں مس ڈیلمر اب اپنے کمرہ سے باہر نہ نکلتی تھی۔ ماماؤں کی زبانی معلوم ہوا کہ اس سانحہ جاں گداز نے جو اس کو درجہ یتیمی تک پہنچانے کا ذریعہ بنا اس کے حوصلوں کو بُری طرح پیس ڈالا تھا۔ مسز ملگریو شروع میں کئی بار تھوڑی تھوڑی

دیر کے بعد بے ہوش ہوتی تھی. لیکن انجام کار سنبھل گئی اور اس نے مناسب وقت پر گھر کی مالکن کی حیثیت اختیار کر لی. چنانچہ اس نے خادماؤں کو اور اسکے شوہر نے مرد ملازموں کو عزاداری کے بارے میں ضروری ہدایات صادر کیں اور آخر الذکر نے اس کے علاوہ تجہیز و تکفین کا بھی انتظام شروع کیا۔ اس ہیبت انگیز جرم نے جیساکہ سمجھا جا سکتا ہے قرب و جوار میں تہلکہ برپا کر دیا تھا. مسٹر ملگریو نے قاتلوں کا سُراغ لگانے اور ان کے گرفتار کرنے کے لئے بڑا بھاری انعام مقرر کیا. پولیس بھی اَن تھک کوششوں کے ساتھ سُراغ رسانی میں مشغول رہی لیکن مجرموں کا کوئی پتہ نہ مل سکا۔ خدا کو ہی بہتر معلوم تھا کہ وہ کون تھے، کہاں سے آئے، کدھر گئے۔ اور کیا کبھی پکڑے جائیں گے یا نہیں؟

جنازہ اُٹھنے سے دو روز پہلے آخری رسوم میں شامل ہونے کے لئے ایک شخص اور بھی وارد ہوا. جو مسز ڈیلمرآنجہانی کا بھتیجا اور مسٹر ملگریو اور ایڈتھ کا ماموں زاد بھائی پادری ہنری ہاورڈ تھا. اس کی عمر تقریباً ۲۴ سال تھی اور وہ حال ہی میں پادری کے عہدہ پر مقرر ہوا تھا. کلیسا کے حلقۂ مقدس میں داخل ہونے کے بعد اس نے ڈیون شائر میں ایک چھوٹی سی جگہ اپنے لئے حاصل کر لی تھی اور چونکہ اس کی جائے قیام اس جگہ سے دور تھی اس لئے اس کو یہاں پہنچنے میں دیر ہو گئی. وہ ایک نہایت خوبصورت میانہ قد چھریرے اور سڈول بدن کا جوان تھا. چہرہ اور برتاؤ کی شستگی اور آواز کی ملائمت سے فیاض اور نیک نہاد معلوم ہوتا تھا. اس کے علاوہ خاندان کے چند ایک اور بھی دور اُفتادہ رشتہ دار اس موقعہ پر آئے مگر ان میں سے ہر ایک کے ذاتی بیان کی میرے خیال میں کوئی ضرورت نہیں ہے.

آخر کار رسم تکفین ادا ہوئی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس بھیانک دن کی یاد کبھی مجھ کو فراموش نہ ہوگی۔ جس وقت میں نے سیاہ چادر میں لپٹے ہوئے تابوت

کو سیاہ ماتمی گاڑی پہ جاتے ہوئے دیکھا تو نہ صرف ایسا معلوم ہوا کہ میں اس نیک نہاد مالک سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہا ہوں۔ جو میرا چند ہفتوں کا محسن تھا بلکہ میں نے خیال کیا کہ موت کا ظالم ہاتھ مجھ کو دنیا بھر میں سب سے اچھے دوست اور میرے واحد محافظ کے سایۂ عاطفت سے جدا کر رہا ہے۔ مسٹر لنگریو کی خواہش کے مطابق جنازہ کی آخری رسمیں بڑی دھوم دھام سے ادا ہوئیں گویا جہاں موت نے اپنی سیاہ پوش جماعت کو صف آرا کیا تھا وہاں اس منظر کی ہیبت انگیز سنجیدگی میں بھی اس دلدادہ نمائش نے تکلف، نمود اور شوکت کی روح پھونک دی۔

لیکن مجھے اس باب کو جلد ختم کرنا چاہیئے کیونکہ اس کا انجام ایک واقعہ عظیم پر ہوتا ہے جو میری تقدیر پر دور رس اثرات پیدا کرنے کا ذریعہ بنا۔ لاش کو سپرد خاک کرنے کے بعد خاندان کے سب لوگ متوفی کی وصیت سننے کے لئے کتب خانہ میں جمع ہو گئے۔ مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے مس ایڈتھ ان میں نہیں تھی کیونکہ وہ اب تک بستر علالت پر دراز تھی اور کمرہ سے باہر نہ آ سکتی تھی۔ حاضرین کو جمع ہوئے بہت عرصہ نہ گذرا تھا اور ماتمی گاڑیاں بہ مشکل رخصت ہوئی تھیں کہ ایک کرایہ کی گاڑی دروازہ کے سامنے آ کر رکی۔ میں اپنے کمرہ میں کھڑکی کے پاس غمناک و پریشان بیٹھا تھا کہ یکایک پہیوں کی آواز نے میری توجہ کو اپنی طرف کھینچا اور اس کے ساتھ ہی خیال آیا کہ یہ آمد شاید مجھ سے تعلق رکھتی ہے۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ میرا یہ اندیشہ غلط نہ تھا کیونکہ میرے اذیت دہ شکوک کی جلدی ہی ہیبت ناک طریقہ پر تصدیق ہو گئی۔ مجھ کو نیچے بلایا گیا اور میں جب ہال میں وارد ہوا تو دیکھا کہ مسٹر لینوور دونوں ہاتھ پیٹھ کی طرف موڑے اور اپنا کبڑا شانہ آگے کو نکالے ٹہلتا پھر رہا ہے۔ اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ اس کی خوفناک صورت پہلے سے زیادہ بھیانک، اس کا منحوس چہرہ اور بھی زیادہ منحوس اور اس کے شانہ کی بدصورتی پہلے

سے بھی زیادہ نمایاں تھی۔ ممکن ہے اس آدمی کی بے انداز بد صورتی کی نسبت میری زیادہ گوئی اس وہم سے متعلق ہو جو میرے دل میں دہشت و نفرت کی وجہ سے اس کے برخلاف پیدا ہو گیا تھا۔ بہرحال اس وقت اس کی موجودگی کا بھی اثر مجھ پر ہوا۔ اس وقت جب میں ایک دستہ سے اتر کر ہال میں پہنچا مسٹر ملگریو بڑے زینہ کی راہ سے نیچے آرہا تھا چنانچہ اس نے چاروں طرف دیکھ کر کسی قدر غصہ کے لہجہ میں کہا "کس نے مجھے بلایا ہے؟"

"کیا آپ ہی اس گھر کے موجودہ مالک ہیں؟" یہ فقرہ مسٹر لینوور نے ٹوپی اُتار کر مسٹر ملگریو سے کہتے ہوئے ساتھ ہی اپنی ناہموار لٹکی ہوئی بھوؤں کے نیچے سے ایک تیز کینہ آمیز نظر میری طرف ڈالی کیونکہ میں اس کو دیکھ کر تھوڑے فاصلہ پر ٹھہر گیا تھا۔

"میرا نام مسٹر ملگریو ہے،" صاحب موصوف نے جواب دیا۔ "لیکن فی الحال میں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کیا میں ہی اس گھر کا مالک ہوں۔ ممکن ہے آپ حقوق جائداد کے بارے میں کوئی سوال لے کر آئے ہوں۔ لیکن اگر ایسا ہے تو جان لیجئے کہ میرے آنجہانی خسر کا وصیت نامہ ابھی پڑھا جانے والا ہے..."

"جی نہیں۔ میں اس کام کے لئے نہیں آیا،" کبڑے نے جواب دیا۔

"تو فرمایئے آپ کس کام کے لئے آئے ہیں؟" مسٹر ملگریو نے بڑھتے ہوئے غصہ اور حیرت کے ساتھ کہا: "اس طرح کے درد انگیز حالات میں آپ کا مجھ کو خاندانی مجلس سے طلب کرنا ہی ناواجب تھا چہ جائیکہ آپ اپنے طرز عمل سے اس سہو کو اور بھی زیادہ نامعقول ثابت کر رہے ہیں۔"

"میں آپ سے معافی چاہتا ہوں،" لینوور نے عجز آمیز لہجہ میں جواب دیا۔ "لیکن میرا خیال تھا کہ میت کل اُٹھ چکی۔"

"خیر آپ اپنا کام بیان کیجیے،" ملگریو نے جلدی سے کہا۔

"وہ اس لڑکے کے متعلق ہے جو آپ کے سامنے کھڑا ہے،" کبڑے نے جواب دیا۔

"چونکہ وہ میرا بھانجہ ہے اس لئے میں اس کو..."

"کونسا لڑکا؟" مسٹر ملگریو نے چاروں طرف نظر ڈال کر پوچھا "کیا جوزف؟"

"جی وہی" لینوور نے جواب دیا۔

"خیر وہ اگر آپ کا بھانجا ہے تو شاید آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ آئندہ ملازم رہے گا یا نہیں' لیکن" مسٹر ملگریو نے کہا "جب تک اس بات کا فیصلہ نہ ہو جائے کہ آئندہ مالک یا مالکہ کی حیثیت حاصل کرنے کا حق کسے ہے میں اس بارے میں کوئی جواب آپ کو نہیں دے سکتا"

"معاف کیجئے آپ میرا مطلب نہیں سمجھے" لینوور نے ایک تیز اور کینہ آمیز نظر میری طرف ڈالتے ہوئے جواب دیا "میں اس لڑکے کو اپنے ہمراہ لیجانا اور اس سے بہتر وضع میں رکھنے کا انتظام کرنا چاہتا ہوں"

"آہ! تب اس معاملہ کی صورت بالکل بدل جاتی ہے" مسٹر ملگریو نے کہا "آپ مختار ہیں اپنے بھانجے کے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں لیکن میں ہر حال میں اس کو اپنی ملازمت میں رکھنے کے لئے تیار رہوں۔ چنانچہ پیشتر بھی میں کہہ چکا ہوں اور اب پھر اس تجویز کو دہراتا ہوں"

"اور میں اس کو منظور کرتا ہوں" بلے صاحب میں بڑی خوشی سے اس کو منظور کرتا ہوں" یہ کہتا ہوا میں اس امید پر آگے کی طرف بڑھا کہ میرے آنجہانی محافظ کے بعد اب اس کا داماد ضرور میری حفاظت اور سرپرستی کرے گا۔

"لیکن مجھے اس سے انکار ہے" مسٹر لینوور نے جلدی سے جواب دیا "میں اس لڑکے کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ اسے یہ وردی اُتار دینی چاہیئے"

"مضائقہ نہیں وہ ان کپڑوں کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے" مسٹر ملگریو نے کہا "واقعات گذشتہ کا جو حال میں نے سُنا تھا اس کی بناء پر میں خیال کرتا ہوں کہ یہ

غریب لڑکا جب پہلے پہل اس جگہ آیا تو بہ لحاظ پوشش بہت اچھی حالت میں نہ تھا: پھر میری طرف دیکھ کر "جو زرف تم دیکھتے ہو میں مجبور ہوں۔ تم اپنے ماموں کے ساتھ جا سکتے ہو۔ اور یہ لو دو گنیاں میں تم کو انعام دیتا ہوں"

"معاف فرمایئے۔ جنٹ آپ کی سخاوتوں کا محتاج نہیں ہے" لیونورنے متکبرانہ وضع اختیار کر کے جو اس کی منحوس صورت کے مقابلہ میں مضحکہ خیز معلوم ہوتی تھی جواب دیا "میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں بھی آپ کے برابر عزت دار اور شریف ہوں اور اس کو اچھی حیثیت سے رکھ سکتا ہوں"

"لیکن اگر ایسا ہے تو بھی آپ کو میرے سامنے گستاخی سے پیش آنے کا کوئی حق حاصل نہیں" مسٹر ملگریو نے جواب دیا "میں اس وقت ایک دردناک واقعہ سے متاثر ہوں۔ اس لئے آپ کے رنجیدہ الفاظ کو نظر انداز کرتا ہوں۔ مگر عام حالات میں وہ مجھے بہت زیادہ ناگوار ہوتے"

"خدا کے لئے مسٹر ملگریو" میں نے سخت ذہنی اذیت کی حالت میں دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "مجھے علیحدہ نہ کیجئے۔ میرا ساتھ نہ چھوڑیئے"

"غریب لڑکے" اس نے رحم آمیز الفاظ میں جواب دیا "میں کیا کر سکتا ہوں؟ تمہارے ماموں تم کو لے جانا چاہتے ہیں۔ میں تمہارا بہی خواہ ضرور ہوں لیکن اس سے زیادہ افسوس کچھ نہیں کر سکتا"

ان الفاظ کے ساتھ وہ پیچھے مڑ کر سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی خوفناک کبڑے نے میرا بازو پکڑ کے ہال سے باہر کی طرف کھینچنا شروع کیا، اور گاڑی تک لیجا کر زبردستی اس پر سوار کرا دیا۔ ایک چیخ میرے ہونٹوں تک اٹھی لیکن اس خیال کو پیش نظر رکھ کر کہ میں جس مکان سے رخصت ہو رہا ہوں وہاں موت کا سانحہ پیش آ چکا ہے میں نے بدقت اسے روکا اور نوکروں تک کو الوداع کہے بغیر اس مکروہ صورت شیطان کے ساتھ مجبوراً رخصت ہو گیا۔

باب ۷

تصویرِ حُسن

شومیٔ تقدیر ملاحظہ ہو کہ میں اب کرایہ کی گاڑی میں اسی آدمی کے پہلو میں بیٹھا تھا جس سے پہلی نظر میں ہی مجھ کو ایسی سخت نفرت ہو گئی تھی اور جس کو شروع سے میں جابر، ظالم اور بے رحم تصور کرتا تھا۔ گاڑی جس وقت پائیں باغ سے ہو کر گذری تو رنج و غم، یاس اور بے بسی کے آنسو بے اختیار میری آنکھوں سے بہنے لگے۔ اور سیل اشک اس زور کے ساتھ رواں تھا کہ گاڑی جب بڑے پھاٹک سے باہر نکلی تو میں ان آنسوؤں کی وجہ سے یہ بھی معلوم نہ کر سکا کہ دربان یا اس کے کنبہ کے کسی آدمی نے مجھے گاڑی میں بیٹھے ہوئے رخصت ہوتے دیکھا یا نہیں۔ اس دوران میں مسٹر لیونور بالکل چپ تھا اور میری اپنی یہ حالت تھی کہ بڑی دیر تک میں نے اس کی طرف دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کی۔ رفتہ رفتہ جب میرے گریہ کا طوفان کم ہوا تو میں نے چاہا کہ ایک بار چھپی نظروں سے اس کے چہرہ کو دیکھ کر اگر ممکن ہو تو معلوم کروں آئندہ اس کی طرف سے کس برتاؤ کی امید ہو سکتی ہے۔ مگر دل میں خواہش رکھتے ہوئے بھی میں ایسا کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ میری ہمت بالکل جواب دے چکی تھی۔ اوہ! کس طرح ممکن تھا کہ میں کبھی اس آدمی کو اپنا ماموں سمجھ سکتا؟ میرے لئے اس کو اپنا رشتہ دار تصور کرنا بھی ایک بعید از امکان سوال تھا۔ خیال آتا اگر وہ سچ مچ میرا قرابتی ہوتا، تو کیا اس کی انتہائی بدصورتی کے باوجود دل کی گہرائی سے قدرت کی اپنی آواز مجھے اس کی طرف مائل کرنے والی پیدا نہ ہوتی۔ کس طرح ممکن تھا کہ اس صورت میں میں اس سے اتنا خوفزدہ اور متنفر ہوتا؟ لیکن دوسری جانب یہ سوال رہ رہ کر دل میں پیدا ہوتا تھا کہ اگر وہ میرا رشتہ دار نہ ہوتا تو کیوں میرا بوجھ اپنے سر پر لیتا؟

گاڑی لندن کی طرف چلنے لگی۔ اور وہ اس کے شمالی مضافات میں داخل بھی ہو چکی تھی کہ میں نے ہمت کر کے مسٹر لینوور پر ایک دزدیدہ نظر ڈالی۔ اب اس کے چہرہ پر کینہ کے آثار بالکل موجود نہ تھے۔ وہ ساکن، سخت اور ناقابل تحقیق تھا۔ ایک لفظ تک کہے بغیر اس نے میری نگاہ کا جواب ایک سرد ہمت شکن اژدرنما گھورتی ہوئی نظر کے ساتھ دیا۔ جس سے میں سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ اور یہ سوچتے ہوئے کہ اس شخص کے ہاتھوں میرا کیا انجام ہونا ہے۔ میں نے بے اختیار نظریں جھکا لیں۔

گاڑی اسی طرح چلتی گئی حتیٰ کہ وہ گریٹ رسل سٹریٹ بلومبری میں داخل ہو کر ٹھہری۔ اس حصۂ شہر کے مکانات بالعموم معزز صورت کے تھے۔ ان ہی میں سے ایک کے سامنے گاڑی رُک گئی۔ مسٹر لینوور نے مختصر لفظوں میں مجھ کو اترنے کا حکم دیا۔ ایک ادھیڑ عمر کی خادمہ نے جس کے خط و خال سخت اور نگاہ تند و ترش تھی اور جس کا چہرہ آثار نحوست کی وجہ سے ان ہی بدشگونیوں کا حامل نظر آتا تھا جو مسٹر لینوور سے میرے تعلق کے ہر ایک قدم پر ظہور میں آ رہی تھیں۔ مکان کا دروازہ کھولا۔ لینوور مجھ کو نچلی منزل کے ایک کمرہ میں لے گیا جہاں ایک ۳۵ سالہ شریف صورت لیکن زرد رو اور پژمردہ عورت بیٹھی تھی۔

"میں جوزف کو لے آیا ہوں" کبڑے نے اپنی معمولی کرخت اور ناخوشگوار آواز میں جس کے اندر ملائمت یا آہنگ کا شائبہ تک نہ تھا حالانکہ (جیسا بعد ازاں معلوم ہوا) وہ خاتون جس سے اس نے یہ الفاظ کہے اس کی بیوی تھی، کہا: "تمہیں اس کی خاص نگہداشت کرنی پڑے گی کیونکہ وہ بڑے چکنے بدن کا کتا ہے۔ میں ایک خاص ضرورت سے باہر جا رہا ہوں۔ اور اس کے کپڑوں کی ناپ کے لئے درزی کو بھیجتا جاؤں گا۔"

اتنا کہنے کے بعد مسٹر لینوور نے اس ہلکے دبے ہوئے لفظوں کے جواب کا بھی انتظار نہیں کیا۔ جو اس کی بیوی نے اپنی بیماری اور خاوند کی دہشت کی وجہ سے مری ہوئی آواز میں دیا تھا اور جھٹ کمرہ سے باہر چلا گیا۔ میرے دل میں مسز لینوور کو

دیکھتے ہی اچھے خیالات پیدا ہو گئے تھے کیونکہ اس کی صورت حوصلہ اور اعتماد پیدا کرنے والی تھی۔ ہر چند اس کی رنگت زرد اور صورت مرجھائی ہوئی تھی۔ اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی نامعلوم فکر و غم میں گھلی جاتی ہے اور شاید اسی وجہ سے تپ دق کی ظاہری علامات اس کے چہرہ پر موجود تھیں۔ تاہم میں نے دیکھا کہ اس حالت میں بھی غیر معمولی خوبصورتی کے نشان اس میں پائے جاتے تھے اور اس کا چہرہ اتنا متحمل اور فیاض اور توکل کے اوصاف سے اس درجہ پر تھا کہ اپنے رنج و آلام کے باوجود میں یہ سوچکر متعجب رہ گیا کہ ایک ایسی پاک و با اوصاف ہستی کا اس طرح کے خوفناک کبرٹے سے تعلق ہونا کس طرح ممکن ہے؟

کبرٹے کے چلے جانے کے بعد جب ہم تنہا رہ گئے تو اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور پھر مشفقانہ ہمدردی سے میری طرف دیکھ کر اور میرا رخسار چومتے ہوئے کہا: "جوزف۔ مجھ سے جہاں تک ممکن ہوگا تمہاری آسائش کا انتظام کروں گی"۔

مگر یہ کہتے ہوئے اس نے بے اختیاری کے ساتھ ایک آہ سرد کھینچی کیونکہ گو وہ مجھ نووارد کو میری آمد کے فوراً بعد کسی طرح کا رنج دینا نہ چاہتی تھی۔ تاہم اپنے دل میں اس حقیقت کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی کہ میرے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ کرنے میں وہ بجائے خود کتنی بے بس اور رضائے شوہر کی کتنی پابند ہے۔

اس نے مجھے بیٹھ جانے کے لئے کہا اور ڈیلیمر میز کے واقعات حال کے بارے میں استفسارات شروع کئے مگر جب اس نے دیکھا کہ اس ذکر سے میرے دل کو بے چینی ہوتی ہے اور مقتول مسٹر ڈیلمر اور حسین و خوش اخلاق ایڈیتھ کا حال بیان کرتے ہوئے رنج و درد کے آنسو اُمڈے چلے آتے ہیں تو اس نے گفتگو کا رُخ بدل دیا۔ اس نے میرے ابتدائی حالات کے بارے میں سوالات پوچھنے شروع کئے جن سے مجھے یہ جان کر تعجب ہوا کہ وہ میرے حالات سے کتنی کم واقفیت رکھتی ہے۔

"کیا آپ میرے والدین کو جانتی تھیں؟" آخر کار میں نے جرأت کر کے پوچھا۔

"نہیں عزیز لڑکے" اس نے جواب دیا۔ "مجھے اپنے شوہر کے رشتہ داروں سے واقف ہونے کا کبھی موقعہ نہیں ملا۔"

اس جواب سے میرے اس شبہ کی تصدیق ہو گئی کہ جس سے میں گفتگو کر رہا ہوں وہ دراصل کبڑے کی بیوی ہی ہے جس سے پہلے کی طرح یہ حیرت انگیز وحشت خیز سوال پھر ایک بار میرے دل میں پیدا ہوا کہ کس طرح ممکن تھا کہ تقدیر نے اس خوبصورت نیک سیرت خوش اطوار خاتون کو ایک نفرت انگیز تودۂ کراہت سے جو شکل انسانی کا ایک مضحکہ خیز خاکہ تھا وابستہ کر دیا؟ میرا خیال ہے کہ جس انداز سے میں نے اس کی طرف دیکھا اس سے وہ میرے خیالات کی حقیقت سے واقف ہو گئی ہو گی۔ کیونکہ دفعتاً اس کے رخسارے جو ذرا دیر پہلے تک رنگ صحت سے عاری تھے چمک گئے اور اس کی ہلکی نیلی آنکھوں کی پلکوں پر آنسو کا ایک قطرہ نکل آیا۔ عین اس موقعہ پر سیڑھیوں سے اترتے ہوئے قدموں کی ہلکی آواز سنائی دی۔ اور اس نے تیزی کے ساتھ اس قطرۂ بلوریں کو صاف کر کے دروازہ کھلتے دیکھ کر مجھ سے کہا۔ "جوزف یہ میری بیٹی تمہاری بہن اینبل ہے۔"

میں جلدی سے اس نئی رشتہ دار کا استقبال کرنے کے لئے اٹھا مگر ایک اس طرح کی ہستی پر اسرار کو سامنے دیکھ کر جو سرتاپا حسن و خوبصورتی کا روشن خواب نظر آتی تھی۔ ٹھٹھکے کا ٹھٹکا رہ گیا۔ اینبل قریباً میری ہم عمر یعنی پندرہ سال کی تھی یعنی اپنی جنس کے اس عہد خوشگوار میں جب حسن اپنی ابتدائی شگفتگی کی منزل میں ہوتا ہے۔ میں نے صنف نازک کی عمدہ سے عمدہ تصویریں دیکھی تھیں اور کتابوں میں عورتوں کی خوبصورتی کے وہ حالات بھی پڑھے تھے جن کی تفصیل شاعروں اور ناول نویسوں کو بہت بھاتی ہے مگر ان ساری اشکال میں جو اس طریقہ پر میرے دماغ میں جاگزیں ہو چکی تھیں کوئی ایک صورت بھی اس پرتو نورانی کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ جس کا حسن

فرشتوں کی تمثیلی خوبصورتی سے بھی اعلیٰ و افضل تھا۔ وہ اس ناقابلِ اظہار دلفریبی کا مجسمہ تھی جس کا تصور شاعر یا رومان نگار کے تخئیل میں بھی نہیں آسکتا۔ اس کے چہرہ پر بچپن کی سادگی بلوغ کی سنجیدگی سے آمیز ہونے لگی تھی اور ان سب پر مستزاد اس کی فکر آمیز نگاہ تھی۔ جو نہیں معلوم اس کے ذاتی رنج و غم کا نتیجہ یا ماں کے خط و خال کا عکس تھی۔ ہلکی نیلی رنگت کی دلکش بڑی آنکھیں اور خوشنما سر کے گرد سنہری رنگ کے حلقے لہلہاتے تھے، پیشانی بلند اور کشادہ اور ہلکی خم کھاتی ہوئی ٹھوڑی، چہرہ کی بیضوی ساخت کا ذریعہ تکمیل تھی۔ اس کی رنگت خالص سپید تھی۔ اس طرح کی بے رنگ سپید نہیں جو مردنی اور زردی میں سنگ مرمر کا مقابلہ کرتی ہے۔ بلکہ وہ صاف و ترو تازہ سپید رنگت جس کی نفاست اور شفافی کو رفع کرنے کے لئے جاں بخش سرخی کی ہلکی اور برائے نام جھلک اس طرح موجود ہوتی ہے جیسے کنول کے پھول پر لالی۔ شبنم سے بھیگی ہوئی گہری سرخ رنگت کو اس کے مرطوب لب لعلیں کی ترو تازگی سے بمشکل تشبیہ دی جاسکتی ہے اور جب وہ ہونٹ کھلتے تو وہ دانت دکھائی دیتے تھے جن کو بہتر استعارہ نہ ملنے سے لولوئے شہوار کی دوہری قطار سے مشابہت دی جاسکتی ہے پھر اس کی جسمانی ساخت کتنی پاک، کتنی نازک اور کم سنی کی خوبیوں سے کس قدر معمور تھی۔ گو اس کے ساتھ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ اس کی پسلی و شانہ لطافت اور موزونیت بہ آہستگی نسائیت کے رنگ میں تبدیل ہونی شروع ہو چکی تھی۔ چنانچہ بالائی حصہ جسم کا خوشگوار ڈھال کسی ہوئی پوشاک میں اچھی طرح نمایاں تھا۔ اور شانوں کی قابل تعریف موزونیت سے کوئی چیز سبقت نہ لے جاسکتی تھی۔ وہ اپنی عمر کے لحاظ سے لمبی اور تیر کی طرح سیدھی تھی اور گو اس کا بدن عہد دوشیزگی کی ہلکی خمک رکھتا تھا تاہم ابھی سے اس کے اندر سنِ بلوغ کی رعنائی و دلفریبی پیدا ہو چکی تھی۔

میں اس حسن کی تصویر کے حالات بیان کرنے میں جب وہ منظر آسمانی کی طرح

بار اول مجھ کو نظر آئی صفات بیاں کر سکتا ہوں کیونکہ گو میں کم سن اور نو عمر تھا تاہم
اس کو دیکھ کر حیران، متعجب اور بیخود ہو گیا۔ اس خورد سالی میں بھی میں اینیل کی خوبصورتی
کے ارفع اثرات کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے گرد پاکیزگی اور عصمت کا ایک ہالہ
موجود تھا اور اس کی موجودگی عفت و معصومیت کی خوشبو پھیلاتی تھی۔ اس کی کمسنی
کی سادگی، اس کی طبعی گرمجوشی اور مزاج کی بے لوثی، یہ سب باتیں اس کی دقیق نیلی
رنگت کی موٹی آنکھوں سے نمایاں تھیں۔ جو اپنی بے داغ سپیدی میں تیرتی ہوئی سیاہی
مائل بھوری پلکوں کی جھالر سے مزین تھیں اور وہ پلکیں اور خمدار بھویں اس کے چمکیلے
اور گھنے سنہرے بالوں کے مقابلہ میں کتنی بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ میں یہ بھی کہہ دینا
چاہتا ہوں کہ اس کا سر نازک پتلی اور لچکیلی گردن سے اس خوبصورتی کے ساتھ ملا
ہوا تھا جیسے لالے کا پھول اپنی خوشنما ڈنڈی سے۔ اور اس کے ہاتھ انتہا درجہ چھوٹے
انگلیاں مخروطی اور ان پر بادام کی شکل اور گلاب کی رنگت کے شفاف ناخن لگے
ہوئے تھے اور باقی اعضاء کی طرح اس کے پاؤں اور ٹخنے بھی دائرۂ موزونیت
سے باہر نہ تھے۔

ناظرین معاف کریں کہ میں نے اس دلکش تصویر کو پیش کرنے میں اس قدر
جوش تفصیل سے کام لیا۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لاتعداد شخصیتوں میں جو اس
عجیب و غریب اور متنوع واقعات سے لبریز قصہ میں آتی ہیں اینیل کی ذات سب سے
زیادہ حسین قابل یاد اور نظر فریب ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں اس پری زاد مخلوق کے
سارے محاسن کو نظارہ اول کے پہلے چند لمحوں، یا اس کی صحبت کے پہلے چند ہفتوں
میں پورے طور پر ذہن نشیں نہ کر سکا۔ بلکہ یہ بھی میرا خیال ہے کہ اپنی کمسنی کی وجہ سے
میں ان اوصاف کی صحیح اہمیت کو سمجھ بھی نہیں سکا۔ تاہم سنین مابعد میں جب کبھی
میری یادداشت کا رخ واقعات سابقہ کی طرف بدلا حتیٰ کہ اب بھی جب میں ان سطور

کو قلمبند کر رہا ہوں۔ میرے خیالات زمانۂ وسطیٰ کے حالات و واقعات سے ہٹ کر اس دن اس گھنٹے بلکہ ان لمحوں پر جم جاتے ہیں جب میں اور انیبل پہلی مرتبہ ایک دوسرے کے روبرو کھڑے تھے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ تب ہی میرا دل بے خبری میں یہ بات محسوس کرتا تھا کہ یہ فرشتگانہ مخلوق میری آئندہ زندگی پر کوئی غیر معمولی اثر ڈالے گی

میں نے بیان کیا ہے کہ میں اس دلکش منظر کے سامنے بدحواس اور متحیر کھڑا تھا میں اس کی حقیقت کی نسبت بے اعتباری کی حالت میں تھا۔ میں اپنے آپ کو اس بات کا یقین نہ دلا سکتا تھا کہ دوشیزگی کی سادگی اونچی ذہانت اور علمی فکرمندی اس خوبی کے ساتھ ناقابل ضبط طاقت دلفریبی سے آمیز ہو سکتی ہے۔ میرا پہلا خیال یہی تھا کہ ... وہ کسی فرشتہ کی صورت ہے جسے میرے سامنے آنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن دفعتاً مسز لینوور کے الفاظ نے مجھے خواب بیداری سے چونکا دیا۔ جو کہتی تھی: انیبل یہ تمہارا بھائی جوزف ہے جس کی بابت تمہارے والد ذکر کرتے تھے "

میری بہن! اس دلفریب لڑکی کو اس پیارے نام سے مخاطب کرنے میں کیسی خوشی ہوتی تھی۔ وہ میری طرف بڑھی اور اس وقت جب حجاب آلود شرم اس کے عارض زرفام کو بھری سیب کی لطیف گلابی رنگت سے رنگین کر رہی تھی۔ اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ جس کو میں نے فوراً اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اس کو بہن کے پیارے نام سے مخاطب کرنے کی اجازت کے شکریہ سے لبریز گرمجوشی کے ساتھ دبایا۔ لیکن یہ رسم تعارف ابھی پورے طور پر ختم نہ ہوئی تھی کہ بدصورت کنیز نے داخل ہو کر اطلاع دی کہ درزی کپڑوں کا ناپ لینے کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ اس آدمی کو کمرہ میں پہنچایا گیا۔ اور وہ اپنا کام جلدی ہی ختم کر کے رخصت ہو گیا۔ اس کے بعد میں پھر ان دونوں کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ جنہیں مجھ کو اپنا رشتہ دار سمجھنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ آہ اب مجھے مسز لینوور کو اپنا ماموں تسلیم کرنے سے بھی کوئی رنج محسوس نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ اسی ذریعہ سے مجھے ایک ایسی

نیک ہمالی اور ایسی خوبصورت ماموں زاد بہن نصیب ہوئی تھی۔ اس کے بعد لینو ور کو اپنی بیوی سے یہ کہنے کی حاجت نہ ہوگی کہ یہ ایک چکنے بدن کا کتا ہے جس سے اس کا مطلب یقینی طور پر یہ تھا کہ اگر اس کی ہوشیاری سے نگہداشت نہ کی گئی تو بھاگ جانے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ مجھے اس کی بیوی اور بیٹی کی صحبت میں آئے بمشکل ایک گھنٹہ گذرا تھا کہ میں ان کا گرویدہ بن گیا۔

اس کے باوجود مجھے یہ سوچ کر بار بار تعجب ہوتا تھا کہ ایک ایسے آدمی کا ایسی دو ہستیوں سے اتنا قریبی تعلق کیونکر ہو سکتا ہے جو اس سے اتنی ہی غیر مشابہ تھیں، جیسے کوئی نہایت پُر فضا و صحت بخش مقام خطہ بہر فانی سے مختلف ہو سکتا ہے۔ میں نے انیل کے چہرہ سے معلوم کیا کہ وہ پاک خصلت، نیکدل، راست کردار اور بے تصنع لڑکی ہے۔ ریا و فریب سے اتنی ہی دور، جتنا ایک شیر خوار بچہ جوان آدمی کے ترقی یافتہ طوفانی جذبات سے بے تعلق ہوتا ہے۔ بظاہر اس کو اپنی ماں سے جس کی صحت (جیسا کہ بعد ازاں معلوم ہوا) روز بروز گرتی جاتی تھی بہت گہری محبت تھی۔ وہ اس کی بیماری کی اصل حقیقت سے ناواقف تھی۔ اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس بیماری کا انجام یقینی طور پر موت ہے۔ وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ مسز لینو ور ایک عرصہ سے ناساز اور ادنا تندرست ہے۔ تاہم اس کو امید تھی کہ مناسب عرصہ گذرنے پر وہ ضرور صحت یاب ہو جائے گی۔ وہ ان بے شمار چھوٹی توجہات کے ساتھ جو سچی محبت کا ثبوت سمجھی گئی ہیں، مشفقانہ طریق پر اپنی ماں کی تیمار داری میں مصروف رہتی تھی اور اس سے مریضہ کی تسکین بھی بہت ہوتی ہے۔ اپنے طور پر اس کی ماں بھی انیل کو بہت عزیز رکھتی تھی؟ اور کیوں نہ رکھتی؟ قطع نظر اس کے کہ وہ نہایت خوبصورت اور دلفریب پیاری لڑکی تھی۔ حالات نے ان دونوں کی محبت کو ایک دوسرے کے لئے بڑی حد تک لازم و ملزوم بنا دیا تھا۔ کیونکہ مسٹر لینو ور کے مکان پر اپنے ابتدائی

تجربات کو تشریح کے ساتھ قلمبند کرنے سے پہلے میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں جس کا شبہہ پہلے ہی مجھ کو ہوا تھا اور جس کی تصدیق چند ہفتوں کے عرصہ میں ہو گئی کہ سنگدل کیڑا واقعہ میں بڑا بے رحم اور ظالم آدمی تھا۔ بسا اوقات وہ خوفناک غصہ کا اظہار کرتا اور بارہا کئی کئی روز تک وحشیانہ ترشروئی عمل میں لاتا تھا۔ اور پھر کچھ عرصہ سکون میں گذارنے کے بعد اس کی طرف سے کوئی نیا اور پہلے سے بہت تیز شیطانی جذبہ ظہور میں آجاتا تھا۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسٹر لینوور کون تھا؟ یعنی اس کا پیشہ کیا تھا؟ اور وہ کونسا کام کرتا تھا۔ نیز اس کی آمدنی کے ذریعے کیا تھے؟ مسٹر ڈیلمر کے روبرو اس نے اپنے آپ کو مرد شریف اور ذاتی ذرائع آمد پہ گذر اوقات کرنے والا ظاہر کیا تھا مگر ان ذرائع کی اصل حقیقت کیا تھی؟ میں نے دیکھا اس نے اپنے مکان کا پچھلا کمرہ دفتر کے طور پہ آراستہ کر رکھا تھا۔ جہاں کبھی کبھی وہ کاروبار کے سلسلے میں آنے والوں سے ملتا۔ بارہا وہ گھنٹوں تک بیٹھا ہوا لکھے جاتا اور کبھی کبھی جب اس پہ غصہ کا دور طاری ہوتا تو کئی کئی دن تک وہیں بند پڑا رہتا۔ اور صرف کھانا کھانے کے لئے نشستگاہ میں آتا تھا۔ بعض اوقات وہ "سلسلہ کاروبار" میں دن کے بعد رات کو بھی مکان سے باہر رہتا تھا لیکن وہ کاروبار کیا تھا؟ اس کی صحیح حقیقت کسی کو معلوم نہ تھی۔ بظاہر اس کے مالی ذرائع کم نہ تھے۔ اور وہ خوش حالی کے ساتھ بسر اوقات کرتا تھا۔ اس کی میز اچھے اچھے کھانوں سے بھری رہتی۔ مکان بھی خوبی سے آراستہ تھا۔ دو کنیزیں بھی موجود تھیں کبھی کوئی تقاضا گیر اس کا دروازہ کھٹکھٹانے نہ آتا تھا۔ اور نہ کسی قرض خواہ کو اپنا روپیہ دوبارہ طلب کرنے کی حاجت ہوتی تھی۔ مسٹر لینوور ضروریات زندگی کے بارے میں اپنی بیوی اور بیٹی پہ کوئی پابندی بھی عائد نہ کرتا تھا۔ تاہم اس کا برتاؤ ظالمانہ تھا۔ اس کی اپنی مرضی قانون تھی جس کے برخلاف کوئی اپیل ممکن نہ تھا۔ اس کی اجازت کے بغیر

کوئی کام نہ ہو سکتا تھا۔ اسی لئے مسز لینووَر نے میری آمد پر مشکوک لفظوں میں خیر مقدم کیا تھا۔

لیکن فی الحال مجھ کو اس دن کا ذکر کرنا چاہیئے جب میں بار اوّل ڈیلم میز سے مسٹر لینووَر کے مکان پر پہنچا تھا۔ میں اپنی ممانی اور ماموں زاد بہن کے پاس (انہی ناموں سے میں نے ان کو مخاطب کرنے کا فیصلہ کیا تھا) بیٹھا ہوا قریباً چار بجے تک گفتگو کرتا رہا (مخفی نہ رہے کہ میں دو بجے کے قریب یہاں پہنچا تھا) اور اس وقت کبرٹ کھانا کھانے کے لئے آیا۔ اس نے بہت کم گفتگو کی۔ اور جو کچھ کی وہ بھی سختی اور بدمزاجی کے لہجہ میں تھی۔ آخر جب کھانے سے فراغت ہوئی تو وہ مجھے اپنے ساتھ پچھلے کمرہ میں لے گیا جو "دفتر" کہلاتا تھا۔ اور مجھے اپنے سامنے بٹھا کر کچھ عرصہ تک اس طرح کی شیطانی مسرت کے ساتھ میری طرف دیکھتا رہا گویا وہ مجھ پر قابو حاصل کرنے کی کینہ آمیز خوشی سے مسرور تھا۔ مگر میں چونکہ اس کی بیوی اور بیٹی کی صحبت سے خوش تھا اس لئے مسٹر لینووَر کی سختیاں بھی اب قابل برداشت معلوم ہوتی تھیں۔

"آخر کار تم" اس نے ایک طرح کے دبے ہوئے قہقہہ کے ساتھ کہا۔ "اپنے ماموں کے مکان پر آ گئے۔ کیا تم کو یاد ہے جب پہلی مرتبہ میں نے تمہیں اپنی حوالگی میں لینے کی تجویز پیش کی تھی۔ تو تم نے بڑے ناشکرے پن اور بدتمیزی کا اظہار کیا تھا۔ لیکن میں تم کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر یہاں رہ کر تم ایسی ہی بدمعاشی کرو گے تو ہنٹر سے مار مار کر سارا جوش نکال دوں گا۔ خواہ اس کے ساتھ ہی مجھے تمہاری جان بھی نکال دینی پڑے۔"

اس کے آخری لفظوں میں کچھ اس طرح کی دہشت اور شیطنت چھپی ہوئی تھی کہ میں کانپ اُٹھا۔

"آہ۔اب تم پر اثر پیدا ہوا۔" مسٹر لینوور نے ایک اور پر شور قہقہہ مار کر کہا جس کی آواز میرے کانوں کو سخت ناگوار ہوئی۔ "بہرحال یاد رکھو۔ مجھے اس دھمکی کو عمل میں لانے کے لئے مجبور نہ ہونا پڑے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم ایک بدمعاش آوارہ گرد لڑکے ہو اور تم کو فرار ہونے میں خاص مزا ملتا ہے لیکن خبردار یہ چال میرے ساتھ نہ چلنا ورنہ اس کا نتیجہ بہت خراب ہوگا۔ کبھی میری اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلنا۔ فی الحال میں کچھ عرصہ تک تمہاری عادتوں کی نگرانی کروں گا۔ اور اس کے بعد سوچوں گا کہ تمہیں کس کام میں لگانا چاہیئے۔ کیونکہ مناسب وقت پر تمہیں اپنی روزی پیدا کرنے کے لئے کسی نہ کسی پیشہ یا کام کی فکر کرنی پڑے گی۔"

"یقین کیجئے، مسٹر لینوور۔۔۔" میں نے کہنا شروع کیا۔

"بس مجھے مسٹر لینوور نہ کہو۔" اس نے تند نظروں سے دیکھ کر روکا۔ "ماموں کیا نہیں کہہ سکتے ہو؟"

"بہت اچھا ماموں۔" میں نے اصلاح کر کے کہا۔ "جیسا میں کہہ رہا تھا۔ آپ اطمینان رکھیں میں اپنی روزی کمانے کا موقعہ نصیب ہونے پر بہت خوش ہوں گا۔"

"یہ محض نمائش اور بکواس ہے۔" اس نے نفرت اور حقارت سے دانت نکال کر کہا۔ "مگر میں ایسی فقرہ بازیوں میں آنے والا آدمی نہیں ہوں۔ خاص بات جو میں تم کو بتانی چاہتا ہوں یہ ہے کہ اگر تم نے مسٹر جیوکس کی طرح میرے پاس سے بھاگ جانے کی کوشش کی یا ایک دن کے لئے بھی میری نظروں سے اوجھل ہوئے، تو پھر جب تک زندہ رہوگے افسوس کرنا پڑے گا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ جب میں تمہارے باہر آنے جانے کا اطمینان ہو جانے پر تمہیں باہر بھیجنا شروع کر دوں گا تو زنہار ڈیلمر مینر کے نوکروں سے میل جول کی کوشش نہ کرنا بلکہ اس جگہ کے پاس بھی نہ جانا۔ اور نہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ اس سے بھی زیادہ اگر کبھی مسٹر یا مسز ملگریو

رستہ میں نظر آئیں تو ان سے بچ کر نکل جانا۔ یا اگر پاس سے جانا پڑے تو اس طرح گذر جانا گویا تم نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی ان کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نہیں چاہتا تم ان کے روبرو اس قسم کی عاجزی کا اظہار کرو گویا تم اب بھی ان کے نوکر ہو' چونکہ وہ تم کو ایک حیثیت میں دیکھ چکے ہیں اس لئے اب دوسری حیثیت میں ماننے کو تیار نہ ہوں گے۔ لیکن بلا سے' تمہارے لئے سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ان کی طرف توجہ ہی نہ کرو۔ کیا تم میرا مطلب سمجھ گئے؟ اور کیا تم ان باتوں میں میرا کہا کرنے کو تیار رہو؟ جلدی بولو اور سچ بولو... سنتے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

یہ کہتے ہوئے مسٹر لینوورنے ایسی غضبناک صورت بنائی' اور اپنی آدھی سانپ اور آدھی نیولے کی آنکھوں سے اس طرح کی سرد اور تھرائی ہوئی' نظر مجھ پر ڈالی کہ میں ڈر گیا۔ اور بلاپس و پیش اس کی ساری ہدایات پر کاربند رہنے کا وعدہ کر لیا۔ اس کے بعد یہ ملاقات ختم ہوئی۔ اور میں سامنے کی نشستگاہ میں اس کی بیوی اور بیٹی کے پاس چلا آیا۔ مسٹر لینوورسے جو باتیں ہوئی تھیں اس کے بارے میں نہ انہوں نے کوئی سوال پوچھا اور نہ میں نے اپنی طرف سے ان کے اظہار کی کوشش کی۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ ایسا کرنے سے ڈرتی تھیں۔

اس کے چند دن بعد میرے نئے کپڑے سل کر آ گئے اور مسٹر لینوور نے مجھے حکم دیا کہ اس نوکروں کی وردی کو جو اب تک میرے پاس تھی' اپنے آپ تہ کر کے باندھو اور اپنے ہاتھ سے اس پر یہ پتہ لکھ دو۔ "آنریبل آگسٹس منگریو۔ ڈیلیر میئر۔ انفیلڈ روڈ مڈلسکس" یہ سب ہو چکا تو اس نے ایک نوکر کے ہاتھ اس پارسل کو کسی باربرداری کے دفتر میں بھیج دیا تاکہ اسے منزلِ مقصود پر پہنچا دیا جائے۔

"اس کا مطلب یہ ہے" اس نے مجھ کو سمجھایا" کہ میں تم کو منگریو والوں کا ذرا بھی ممنون احسان نہیں رکھنا چاہتا ہوں۔ ان سے برتاؤ کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

مگر یو نے مجھ کو گستاخ بتایا تھا... کیوں کیا ایسا نہیں کیا؟" اور یہ کہتے ہوئے کبڑے نے ایک ناخوشگوار اور سمع خراش قہقہہ لگایا۔

ایک ہفتہ مجھے اس مکان پر رہتے ہو گیا۔ لیکن کیا مجال کبھی دہلیز پر پاؤں رکھنے کی نوبت آئی ہو۔ ہاں پچھواڑے کے صحن میں کبھی تھوڑی دیر کے لئے پھر لیتا تھا ایک ہفتہ کے بعد کبڑے نے مجھ سے کہا کہ اب میرے خیال میں تم اس قابل ہو گئے ہو کہ کسی قدر باہر بھیجنے کے معاملہ میں تمہارا اعتبار کیا جاسکے۔ آؤ میرے ساتھ ٹہلنے کیلئے چلو۔ چنانچہ ہم دونوں باہر نکلے اور ویسٹ اینڈ کی طرف ہو لئے۔ وہ تین چار خوش قطع مکانوں کے اندر گیا لیکن ہر حال میں مجھ کو تاکید کر کے جاتا تھا کہ باہر سڑک پر انتظار کرنا اور کھڑکیوں کے بالمقابل خطّ نگاہ کے سامنے رہنا۔ کئی دن تک اس نے یہی طریقہ برتا اور اس کے بعد یہ جان کر کہ میں کافی مطیع اور فرماں بردار بن چکا ہوں اس نے مجھے تنہا ایک دو گھنٹے کے لئے باہر جانے کی اجازت دینی شروع کی۔ اس طرح ایک ہفتہ اور گذر گیا اور یہ دیکھ کر کہ میں ہمیشہ وقت پر واپس آجاتا تھا۔ اس نے نہ صرف پسندیدگی کا اظہار کیا بلکہ سودا سلف خریدنے کے لئے بہن انیبل کو بھی ہمراہ لے جانے کی اجازت دے دی۔ میں نے اس ہدایت پر خوشی سے عمل کیا اور اس دن کے بعد مقابلتہً آزادی کے ساتھ رہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے مسٹر لینووے نے امتحان و آزمائش کے بعد اس بات کا اطمینان کر لیا تھا کہ اب میرے اندر فرار کی رغبت باقی نہیں رہی۔ اس پر بھی گاہ بگاہ وہ اپنی تنبیہات کو تازہ کرتا رہتا۔ اور ان کے ساتھ اس طرح کی شیطانی دھمکیاں بھی دیتا تھا جیسی اس روز جب میں پہلے پہل اس کے مکان پر آیا' اس نے دی تھی۔

باب ۸

مسز لینوور کا غصّہ

اپنے نام نہاد ماموں کے مکان میں داخل ہونے کے تقریباً ۶ ہفتے بعد ایک دن کا ذکر ہے کہ انیبل اور میں نشستگاہ میں بیٹھے تھے۔ مسز لینوور اپنی بڑھی ہوئی علالت کی وجہ سے اپنے ہی کمرہ میں رہتی تھی اور چونکہ انیبل کئی گھنٹوں تک اس کے پاس بیٹھی رہتی تھی اس لئے مہربان اور شفیق ماں نے عزیز لڑکی کو تھوڑی سی دیر کیلئے نشستگاہ میں جاکر تبدیل مقام کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ مسٹر لینوور حسب معمول اپنے دفتر میں مصروف تھا جس کے بارے میں پیشتر بیان کیا گیا ہے کہ زیریں منزل کے پچھلے کمرہ میں یعنی اس کمرہ کی پشت پر جس میں ہم دونوں بیٹھے ہوئے تھے واقع تھا۔

نوجوان لڑکی نے سب سے پہلے سوزن کاری شروع کی۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ رغبت کے ساتھ اس میں مشغول نہ ہو سکی۔ وہ ناخوش اور ملول تھی۔ گو وہ حتی الوسع اپنے جذبات کو چھپانے اور میرے سوالوں کا انداز تبسم کے ساتھ جواب دینے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کا تبسم پھیکا اور اداس تھا۔ اور ایک ایسی نوعمر بھولی اور پاکیزہ خوبصورت لڑکی کے چہرہ پر ایسی علامات کا ظاہر ہونا بے حد افسوسناک بات تھی۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اپنی ماں کی وجہ سے غم کرتی ہے۔ اس لئے میں نے قصداً اس کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس طرح ہماری گفتگو رکتے رکتے بالکل ختم ہو گئی انیبل نے اپنا خوشنما چہرہ کام کی طرف پھیر لیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ اسے بار بار ہاتھ سے رکھ دیتی تھی جس سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ اگر میں دولتمند اور مختار ہوتا تو میری زندگی کا وہ کیسا مبارک لمحہ ہوتا جب میں انیبل اور اس کی ماں کو ایک ایسے

شخص سے نجات دلانے میں کامیابی حاصل کرتا جو وحشی و ظالم شوہر اور بے رحم و نامہربان باپ تھا۔ مجھ کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں اس کی دلفریب صورت کو بغور دیکھتا اور خیال کر رہا تھا کہ وہ کتنی مغموم ہے تو میرا نوجوان دل شدت غم سے پاش پاش ہوا جاتا تھا۔ اور دم گھونٹنے والے جذبات گلے تک آ کے رہ جاتے تھے اس وقت آنسوؤں کے دو بڑے قطرے اس کے زرفام رخساروں پر ڈھلکتے نظر آئے لیکن میرا خیال ہے کہ اسے بالکل خبر نہ تھی کہ اس کے دل کا جوش اضطراب اس طرح چہرہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ حالت زیادہ دیر تک مجھ سے برداشت نہ ہو سکی۔ اور اس کے قدموں پر دوزانو گر کر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے جذبات کو سسکیوں کے پُرجوش طوفان کی صورت میں موقعہ اظہار دیتے ہوئے کہا: "انیبل پیاری انیبل نہ رو۔ تمہیں اس طرح ناخوش دیکھ کر میرا کلیجہ پھٹتا ہے"

میں حیرت ممنونیت اور پاک خواہرانہ محبّت کی اس نگاہ کو کبھی نہ بھولوں گا۔ جس سے لینو ور کی دختر نے ان الفاظ کو سُن کر میری طرف دیکھا۔ وہ فوراً ہی کچھ نہ کہہ سکی کیونکہ اس کی چھاتی ناقابل ضبط جذبات سے پُر تھی اور اس کے بعد دفعتاً اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اور اثرات جوش سے تمتمائے رخساروں پر اپنا شفاف رستہ طے کرتے ہوئے بہنے لگے۔

"جوزف۔ تم میرے لئے غم نہ کرو" اس نے مجھ کو بھی روتا دیکھ کر تسلی دی اور اس کی صدائے خوش آہنگ گو لرزاں اور شکستہ اور دبی ہوئی اور ملائم تھی۔ تاہم وہ اتنی ہی صاف تھی جیسے خالص چاندی کی آواز "تم میرے لئے غم نہ کرو۔ کیونکہ رنج و غم کی کوئی مقدار میری حالت میں اصلاح نہیں کر سکتی۔ اور مجھے یہ دیکھ کر صدمہ ہوتا ہے کہ تم بھی ناخوش اور رنجیدہ ہو"

"پیاری انیبل" میں نے اس کو جواب دیا "کس طرح ممکن ہے کہ تمہیں روتا

دیکھ کر میں چھپ نہ سکوں؟"

اس نے جلدی سے آنسو پونچھ کر اسی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس سے اتر کر میں دوزانو بیٹھا تھا کہا۔ "بیٹھ جاؤ جوزف؟" اور اس کے بعد غمناک سنجیدگی اور عجیب الاثر دلسوزی کے لہجہ اور انداز میں کہنے لگی "جوزف۔ تم دیکھتے ہو کہ میری ماں کتنی سخت بیمار ہے شاید تم اس کی بیماری کو اس قدر تشویش کے ساتھ نہیں دیکھتے جس طرح کہ میں دیکھتی ہوں۔ بہرحال وہ بیمار ہے، بہت سخت بیمار ہے۔ اور مجھے خیال ہونے لگا ہے کہ اس لمبی بیماری میں کوئی بات ایسی ہے جس کو میں آج تک نہیں سمجھ سکی۔ گزشتہ تین چار ہفتوں سے کئی طرح کے اندیشے میرے دماغ میں سرایت کرنے لگے ہیں اور وہ اب روحوں کی طرح کسی وقت میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ جوزف تم کو معلوم نہیں کہ میں اپنی عزیز ماں سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ وہ ہمیشہ میرے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آتی ہے۔ پس اگر کوئی بات پیش آگئی .... "

اتنا کہہ کر انیبل خاموش ہو گئی۔ اور اس کا رنج دوہری شدت سے بہہ نکلا۔ اس نے اپنی طاقت کے مطابق ضبط کرنے اور جوش کو دبانے کی کوشش کی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی دلفریب نیلی آنکھیں دہشت کے انداز سے دروازہ کی طرف پھر گئیں جس کا مطلب میں بخوبی سمجھ سکتا تھا یعنی اس کو ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو رونے اور سسکیاں لینے کی آواز اس کے باپ کے کانوں تک پہنچ جائے یعنی کسی احساس کا انتہائی اظہار مسٹر لینوڈر کی نظروں میں ایک ناقابل معافی جرم تھا۔ فی الحقیقت مجھ کو یقین ہے کہ خواہ انیبل کی خندہ لفرتی کی آواز مکان میں گونج پیدا کرتی یا اس کا نالہ ہائے جگر دوز صدائے بازگشت پیدا کرتا، اس کے باپ کی طرف سے دونوں حالتوں میں یکساں بدمزاجی اور غیر واجب ملامت ظہور میں آتی۔

"انیبل۔ پیاری انیبل" میں نے جلدی سے کہا "خدا کے لئے اس انداز سے گفتگو

نہ کرو۔ تمہاری ماں کی بیماری اتنی خطرناک نہیں ہو سکتی۔ جتنا تم خیال کرتی ہو۔ وہ بے شک نحیف و کمزور ہے مگر اپنے کمرہ میں چند دن آرام کرنے کے بعد یقیناً تندرست و توانا ہو جائے گی"

اینیل نے غم و افسوس کے ساتھ سر کو انکاری حرکت دی اور اس کے بعد جذبات دبانے کی کوشش کرتے ہوئے ہلکی آواز سے کہنے لگی "جوزف تم کو معلوم ہے کہ یہ سب باتیں تم صرف میری ہمت افزائی کے لئے کہہ رہے ہو۔ ورنہ میری غریب ماں کے بارے میں جو خیال میرا ہے وہی تمہارا بھی ہے۔ آہ! گذشتہ چند ہفتوں میں جو خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے ہیں انہوں نے میرے دماغ کو بہت سی باتیں سمجھنے کے قابل بنا دیا ہے۔ یہ ایک بڑی سنجیدہ بات ہے کہ ایک لڑکی اپنے باپ کی نسبت ایسی گفتگو پر مجبور ہو" لیکن اس نے ایک لرزتی ہوئی نگاہ دروازہ کی طرف ڈال کر بہت ہلکی آواز میں کہا "یہ بالکل صحیح ہے کہ اسی کا طرز عمل میری ماں کو بتدریج ہلاک کر رہا ہے جب ہم غریب تھے ۔۔۔ آہ جوزف ہم بہت غریب رہ چکے ہیں اور ہم کو ایسی مفلسی اور ناداری سے سابقہ پڑ چکا ہے کہ میں پرورش کے لئے سارا دن بلکہ آدھی رات تک بھی سیا پرویا کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے ہوش کے زمانہ سے اس کو بیمار اور پژمردہ ہی دیکھا ہے، ہر وقت لگاتار کام کرنے کی مجبوری نے اس کی صحت کو بالکل تباہ کر دیا ہے۔ ان حالات میں کیا وہ زیادہ مہربانی کے سلوک کی مستحق نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ ایک نیک بیوی اور شفیق ماں ثابت ہوئی ہے۔ اور میں یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتی کہ جب اس کو ہم سے چھین لیا جائے گا تو میرا کیا حال ہوگا آہ جوزف پھر میرا کیا حال ہوگا؟"

بے چاری اینیل ان الفاظ کو کہتے ہوئے برابر اپنے ہاتھوں کو توڑتی اور مروڑتی رہی اور واقعی یہ نظارہ ایک صاف دل پندرہ سالہ لڑکی کو ایک بالغ عورت کے تجربات غم سے تقریر کرتے دیکھنے کا ۔۔۔ اس طرح کی جذبانہ حالت میں گفتگو کرتے دیکھنے کا بدرجہا تھا

غم انگیز تھا۔ مجھ سے جہاں تک ممکن تھا۔ اس کو تسلی دینے کی کوشش کی۔ لیکن بے سود۔ کچھ اس طرح کی بے پناہ، بے انداز محبت مجھ کو اس سے تھی کہ میں چاہتا تھا اسے اپنے بازوؤں میں لے کر بہن کی طرح سینے سے لپٹا لوں۔

"لیکن میں نہیں چاہتی" دفعتاً وہ کہنے لگی۔ خود میں نے دیکھا ایک مرتبہ پھر اس نے اپنے جذبات کو غیر معمولی کوشش کے ساتھ ضبط کیا۔ "میں نہیں چاہتی کہ تمہیں بھی اپنی طرح مبتلائے رنج و غم کروں۔ اس لئے بہتر ہو کہ میں اپنی ماں کے کمرہ میں جانے سے پہلے تھوڑی دیر کسی اور معاملہ پر گفتگو کروں۔ کیوں بھلا تم جب باہر جاتے ہو تو ڈیلیمرمیز کے آدمیوں میں سے کسی سے ملاقات نہیں ہوتی؟" میں نے دیکھا کہ اس سوال سے اس کی کوئی خاص غرض نہ تھی بلکہ وہ اس نے محض گفتگو کو دوسری راہ پر تبدیل کرنے کی نیت سے پوچھا تھا۔

"نہیں، کبھی نہیں" میں نے جواب دیا۔

"کیا وہ یہ نہ خیال کریں گے کہ تمہارا کبھی ان کے مکان پہ نہ جانا اور نہ گھر کے لوگوں کی خیر و عافیت دریافت کرنا آداب اخلاق سے بعید ہے؟" اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ مس ایڈیتھ تم پہ بڑی مہربان تھیں اور مسٹر اور مسز ملگریو بھی تم سے بڑی ہمدردی کرتے تھے۔ اور سارے تو کرتم کو بے حد عزیز رکھتے تھے؟"

"انیبل یہ صحیح ہے" میں نے تسلیم کیا۔ "لیکن کیا کروں۔ میں اپنی خواہشات پر عمل کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ بارہا مجھ کو غریب مس ایڈیتھ کی مزاج پرسی کا خیال آتا ہے..."

"کیوں وہاں جانے اور دریافت کرنے کی جرأت نہیں ہوتی؟" انیبل نے متعجبانہ پوچھا۔ "کیا اس لئے کہ فاصلہ...؟"

"فاصلہ... اوہ بالکل نہیں!" میں نے جواب دیا۔ "فاصلہ اگر دس گنا زیادہ بھی

ہوتا تو میں ان عنایتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے جو ڈیلمر میں مجھ پر کی گئی تھیں، بڑی خوشی سے پیدل وہاں تک جاتا۔ لیکن " دبی ہوئی آواز سے " بات یہ ہے میرے ماموں تمہارے والد مجھے اس مکان کے پاس تک جانے کو منع کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے یہاں تک حکم دیا ہے کہ اگر اتفاقاً مسٹر ملگریو یا ان کی بیگم مل جائیں تو مجھے ان سے بات چیت بھی نہ کرنی چاہیئے۔"

پھر ایک بار انیبل نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا لیکن میرا خیال ہے کہ وہ قیافہ سے سمجھ گئی کہ میں واقعی بالکل سچ بیان کر رہا ہوں۔

" بیچاری مس ڈیلمر" اس نے رحم آمیز مؤثر لہجہ میں کہا " تمہارے بیان کردہ حالات سے مجھے اس کے لئے گہری ہمدردی ہو گئی ہے۔ کیا تعجب وہ اس خوفناک صدمے سے جانبر نہ ہوئی ہو۔ جو اس کے دل کو اپنے باپ کے قتل سے پہنچا تھا۔ لیکن اگر وہ زندہ اور صحیح سلامت ہو تو میں صدق دل سے اس کے لئے اتنی خوشی کی طالب ہوں جتنی حالات موجودہ میں اس کو حاصل ہو سکتی ہے۔"

" پیاری انیبل" میں نے کہنا شروع کیا " اگر دولت اس جہان میں کسی کے لئے سامانِ راحت مہیا کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے تو دنیاوی مسرت کے اس عنصر کی اس کے ہاں کمی نہیں کیونکہ مجھ کو معلوم ہے کہ مسٹر ڈیلمر نے اپنی جائداد دونوں بیٹیوں میں بحصہ مساوی چھوڑی ہے۔"

لیکن فقرہ ناتمام ہی تھا کہ دروازہ اس تیزی اور زور کے ساتھ کھلا کہ انیبل اور میں بیٹھے بیٹھے چونک گئے۔ اور مسٹر لینوور کمرہ میں داخل ہوا۔ اس کے چہرہ کا انداز ہمارے دلوں کی دہشت کم کرنیوالا نہیں تھا۔ کتنی دہشت ناک صورت اس کی اس وقت تھی۔ اس کا صحیح حال افسوس میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس کا چہرہ نہایت زرد تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو وہ بھی خوف زدہ ہے یا شدید غصہ کی حالت میں ہے۔ لیکن اگر آخری صورت

صحیح تھی تو اس نے فوراً ہی اپنے جوش غضب کا اظہار نہیں کیا۔ کچھ عرصہ تک وہ خوفناک صورت بنائے کھڑا میری طرف گھورتا رہا۔ یہ حالت دیکھ کر میں کانپ اٹھا۔ اور میرے بدن کے ہر حصہ میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔

اس کے بعد دفعتاً اس نے فرشتہ خصلت لڑکی پر شیطانی نظر ڈال کر سخت آواز سے کہا "جاؤ اوپر اپنی ماں کے پاس چلی جاؤ۔ اور اس جگہ رہ کر فضول گوئی نہ کرو۔ جاؤ۔ ابھی جاؤ۔ میں حکم دیتا ہوں" اور یہ کہتے ہوئے بدبخت کبرٹے نے اپنا پاؤں بڑے زور سے فرش زمین پر مارا۔

انیل محض اپنا کام اٹھانے کے لئے رکی تھی مگر اس کے ہاتھ اس طرح زور زور سے کانپ رہے تھے کہ وہ دوبارہ چھوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ اور اس چند لمحوں کی تاخیر نے اس کے جنونی باپ کے غصہ میں دیوانگی کے آثار پیدا کر دیئے۔ آخر کار وہ کمرہ سے جلد جلد رخصت ہو گئی۔ اور مسٹر لیبنوور نے اس کے باہر جاتے ہی بڑے زور سے دروازہ بند کر لیا۔

اس کے بعد میری طرف مڑ کر اس نے کہا "اور تم کیا میری بیٹی سے اس بات کی شکایت کر رہے تھے کہ میں تم کو میز تک جانے نہیں دیتا؟" یہ کہتا ہوا وہ دو قدم اور آگے بڑھا، اور سانپ کی ایسی تیز نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا "انکار نہ کرو کیونکہ تمہارے اور انیل کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے میں نے لفظ بلفظ سن لی ہے۔ اور وہ شوخ چشم، فحبہ، کمینی تم سے خانگی معاملات پر گفتگو کرتی اور میری غیر حاضری میں مجھ کو برا بھلا کہتی تھی۔ مگر کوئی بات نہیں میں اسے تار کی طرح سیدھا کر دوں گا" اور یہ کہتے ہوئے کبرٹے کے نفرت انگیز چہرہ پر صریح شیطانی آثار پیدا ہو گئے۔ میں خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔

"ہاں۔ وہ ساری بک بک جھک جھک جو اس جگہ ہو رہی تھی۔ میں نے سن لی ہے"۔ اس نے پرغضب لہجہ میں بیان جاری رکھ کر کہا "لیکن کیا ہوا۔ میں اس سے اچھی طرح سمجھ لوں گا۔

نا ہنجار کہتی تھی کہ میں اس کی ماں کو بتدریج ہلاک کر رہا ہوں" اور یہ کہتے ہوئے اس نے
وہ ناخوشگوار شیطانی آواز کا سمع خراش قہقہہ لگایا جو بڑی بھیانک آواز پیدا کرتا تھا
لیکن اس کے بعد دفعتاً اپنے چہرہ پر سنجیدگی کے آثار پیدا کر کے کسی قدر نرم لفظوں میں اس
نے کہا: "مگر میں جب داخل ہوا تو وہ کیا بات تھی، جو تم انیبل سے کہہ رہے تھے؟ تمہیں کیونکر
معلوم ہوا کہ مسٹر ڈیلمر نے اپنی جائیداد کس تقسیم کے ساتھ چھوڑی ہے؟ واقعہ میں میرا
اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں۔ تاہم میں نہیں چاہتا کہ تم اوروں کے معاملوں میں لایعنی
بکواس کرتے پھرو۔ بولو۔ جواب دو۔ الو کی طرح میرے منہ کو کیا دیکھ رہے ہو؟ میں پوچھتا
ہوں کیونکر تم کو معلوم ہوا کہ مسٹر ڈیلمر نے اپنی جائداد کے بارے میں ایسا انتظام کیا ہے؟"
"ماموں جان" میں نے سہمی ہوئی آواز سے جواب دیا "مجھے معلوم ہے کہ بدنصیب ڈیلمر نے دونوں لڑکیوں
کے نام مساوی جائیداد چھوڑی ہے؟"
"لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیونکر تمہیں معلوم ہوا؟" کبرڈے نے لعنت بھیج کر پوچھا۔
"کیونکہ میں یقین نہیں کر سکتا کہ مسٹر ڈیلمر نے تمہارے ایسے لڑکے کو اپنا محرم راز بنایا ہو۔ اور
لڑکا بھی وہ جو ایک ادنیٰ نوکر تھا۔ بولو جواب دو؟"
میں نے دیکھا کہ غصہ کا طوفان پھر جوش میں آیا چاہتا ہے۔ کیونکہ ان الفاظ کو کہتے
ہوئے کبرڈے نے دوبارہ اپنا پاؤں زمین پر دے مارا۔ اس جوش طوفان کو روکنے کے لئے میں
نے صاف صاف بیان کر دیا کہ جس وقت میں عجائب خانہ کے کمرہ میں کام کر رہا تھا تو بے خبری
میں میں اس گفتگو کو سننے پر مجبور ہوا۔ جو مسٹر ڈیلمر اور مسٹر ملگریو کے درمیان ہوئی تھی۔
کبرڈا اس بیان کو چپ چاپ سنتا رہا۔ پھر جب میں سارا حال کہہ چکا تو وہ کچھ دیر اس
معاملہ پر غور کرتا رہا۔ پھر یکایک پُر شور لہجہ میں کہنے لگا۔" اور کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ
اس مقام پر ٹھہرنے اور اپنے مالک اور اس کے داماد کی خفیہ گفتگو سننے میں تم نے انتہائی
رذالت، کمینگی اور بد معاشی کا ثبوت دیا ہے؟

"لیکن میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ جو کچھ ہوا وہ سراسر میری مرضی کے خلاف محض حالت مجبوری میں تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"بکواس! کوری بکواس!" اس نے جھلا کر کہا۔ "بہرحال میں نہیں چاہتا کہ میرا بھانجا ایسے کمینہ فعلوں کا مرتکب ہو۔ پس خبردار ہو جاؤ کہ آئندہ کبھی اس معاملہ پر گفتگو نہ ہو۔ یاد رکھو میں کہتا ہوں تمہارے اس فعل شنیع کے بارے میں کہ تم نے دو شخصوں کی گفتگو کو چھپ کر سنا۔ آئندہ کوئی لفظ تمہاری زبان سے نکلے ورنہ شیطان کی جملہ طاقتوں کی قسم میں تمہارا کلیجہ نکال لوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی کسی ہوئی مٹھی میرے منہ کے سامنے ہلائی۔ اور گو یہ صحیح ہے کہ وہ اس وقت ظلم و سفاکی کا مجسّم دیو معلوم ہوتا تھا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی صحیح ہے کہ اس کا چہرہ دل کے سیاہ ترین جذبات کو اس شدّت کے ساتھ ظاہر کرتا تھا کہ جس سے ایک بچہ کا تو ذکر کیا، جوان اور مضبوط رگ پٹھے کا انسان بھی بے اختیار کانپ اُٹھے۔ تاہم میں نہیں جانتا کیوں۔ بہرحال اس وقت میں نے اپنے اندر اس کے برخلاف اس طرح کے جوش آمیز خیالات پیدا ہوتے دیکھے جو پیشتر کبھی میرے تجربہ میں نہ آئے تھے۔ پہلے اس دلفریب بھولی بھالی خوش خصال لڑکی کی ناقابل برداشت تکلیفوں کا منظر، اس کے بعد وہ وحشیانہ بزدلانہ سختی جو ظالم باپ نے اپنی فرشتہ سیرت لڑکی پر میرے سامنے کی تھی۔ اور اب اس کا مٹھی کس کر میرے منہ کے سامنے ہلانا... ہرچند میں ایک کمسن لڑکا تھا۔ تاہم اس سلسلہ اشتعال نے میرے ناچیز وجود کے اندر بھی سرکشی کا مادّہ پیدا کر دیا۔ میں نہیں جانتا چھپے ہوئے جوش کا اظہار میرے چہرہ سے ہونے لگا تھا یا میری آنکھوں میں غضب آلود نگاہیں چمکنے لگی تھیں۔ جن کو اس نے میرے تمام نہاد ماموں نے دیکھ لیا تھا۔ بہرحال واقعہ کچھ ہی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ کہتے کہتے رُک گیا اور تقریباً ایک منٹ بڑی توجہ اور تجسّس کے ساتھ میری طرف دیکھنے کے بعد کچھ بڑبڑاتا کمرہ سے

چپلا گیا۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عین اسی موقع پر اینیل جو اس سے پہلے رخصت ہو چکی تھی، اپنی ماں کے لئے کوئی چیز لینے زینہ سے اتر رہی تھی۔ اس کو دیکھتے ہی کبرٹے کا جوش از سر نو تازہ ہو گیا۔ گرجتے ہوئے بولا "چلی جا... فوراً اوپر چلی جا۔ خبردار جو تو نے پھر کبھی جونف کے روبرو دستوے بہانے کی جرأت کی۔"

"ابا جی" اینیل کی دل سوز شیریں آواز منت آمیز لہجہ میں کہتے سنائی دی۔ "خدا کے لئے مجھے اس طرح مخاطب نہ کیجئے۔"

"بس بس۔ میں ایک لفظ سننا نہیں چاہتا" اس نے اور بھی زور سے ڈکراتے ہوئے کہا۔ "ابھی اوپر چلی جا۔"

"میں باورچی خانہ سے ماں کے لئے کوئی چیز لینے جا رہی ہوں" اینیل نے نرمی سے کہا۔ "اسے لے کر..."

"شیطان کی طاقتوں کی قسم۔ یہ لڑکی بھی میرا مقابلہ کرتی ہے" کبرٹے نے چلاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی مکا مارنے کی آواز میرے کانوں میں آئی۔

"ابا جی... ابا جی!" اینیل نے رکتی ہوئی آواز سے کہا اور اس کے بعد وہ رونے لگ گئی۔

اس نے اسے مارا... مردود کبرٹے نے پاک سیرت لڑکی کو مارا! وہ چوٹ نہ صرف میرے کانوں پر بلکہ دل پر بھی لگی۔ میرے اندر شیر ژیان کا جوش پیدا ہو گیا۔ میں دروازہ کی طرف دوڑا۔ اور بڑے زور سے اس کو کھول کر اس وقت جب وہ اپنی بیٹی پر دوسرا وار کرنا چاہتا تھا۔ میں نے حملہ کر کے کبرٹے کو فرش زمین پر چھے مارا۔ اس وقت مجھ میں ہزار گنی طاقت پیدا ہو چکی تھی۔

کبرٹے کے دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہوتے ہی اینیل میرے اور اپنے غضبناک باپ کے

درمیان آگئی اور الحاح وزاری کے ساتھ مجھ سے ضبط اور اس سے درگذر کی التجا کرنے لگی۔ بدحواس نوکر باورچی خانہ کی سیڑھیوں پر تیزی سے چڑھتے ہوئے اوپر آگئے۔ حتیٰ کہ مسز لینوور بھی چادر میں لپٹی ہوئی ناقابل بیان دہشت کے عالم میں گرتی پڑتی اپنے کمرہ سے نیچے اتری۔

"جا... اپنے کمرہ میں چلا جا" کبرڈے نے جس پر حال کے واقعات کے بعد دیوانگی کا اثر طاری تھا مجھ سے کہا۔ "جا میں حکم دیتا ہوں..."

"جاؤ جوزف... خدا کے لئے چلے جاؤ" انیبل نے دھیمی آواز میں عاجزی کے ساتھ مجھ سے کہا۔ اور مسز لینوور نے بھی اس کے الفاظ کو مری ہوئی آواز سے دُہرایا۔

مراجعانہ اثرات میرے اپنے دل میں پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے۔ میں اپنی حالت کی شوریدہ سری پر دہشت محسوس کرنے لگا تھا۔ اور اپنی کم سنی کی وجہ سے ایسا ہونا خلاف فطرت بھی نہیں تھا۔ تاہم اب یہ حالت میرے بھڑکے ہوئے جوش کی تھی کہ میں نے معافی کی صورت میں ایک لفظ تک نہیں کہا۔ اسی طرح خوف اور خاموشی کی حالت میں زینہ پر چڑھنے لگا۔ اس وقت مسز لینوور نے جو دہشت و کمزوری کی وجہ سے کبرڈے کا سہارا لے کر کھڑی تھی، شفقت آمیز رحم کی نظروں سے میری طرف دیکھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ میرا حال کا طرز عمل اس کی ناراضگی کا موجب نہیں بنا۔ حالانکہ میں نے جس پر وار کیا وہ اس کا خاوند تھا۔ پیچھے کو نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ انیبل بھی اسی انداز میں میری طرف دیکھ رہی ہے۔ غصہ کی ہر ایک علامت میرے دل سے دور ہو گئی اور میں یہ سوچ کر بے اختیار لوٹنے لگا کہ دونوں خلیق ہستیاں ایک اس طرح کے مرد جفاکار کے مظالم کا نشانہ بننے پر مجبور ہیں۔

میں اپنی خوابگاہ میں چلا گیا لیکن اس جگہ پہنچے بہت دیر نہ گذری تھی کہ مسٹر لینوور کے بھاری پیروں کی آواز زینہ پر چڑھتے سنائی دی۔ دفعتاً اس نے میرے کمرہ

سے دروازہ کو اس زور سے بند کر کے جو اس کے جوشِ عظیم کا مظہر تھا۔ کنجی نکال لی لیکن منہ سے ایک لفظ تک نہ کہا۔ میں یہ سننے کے لئے دروازہ کے ساتھ لگ کر کھڑا ہوگیا کہ وہ اپنا وحشیانہ غصہ بیوی اور بیٹی پر نکالنا تو نہیں چاہتا۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی سرکشی کا جوش پھر میرے اندر مشتعل ہوگیا اور میں نے اپنے جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ اگر پھر ایسا ہوا تو خفیف ترین آواز سن کر بھی میں دروازہ توڑ کے باہر آ جاؤں گا اور ان کو بچاؤں گا لیکن ایک لمحہ تک گہری خاموشی چھائی رہی اور اس کے بعد سامنے کا دروازہ زور سے بند ہوتا سُنائی دیا جس سے معلوم ہوا کہ مسٹر لینووَر جوش کی حالت میں باہر چلا گیا۔

باب ۹

عورت کے لباس میں

سہ پہر کے دو بجے کا وقت تھا جب مجھے اس طرح میرے ہی کمرہ میں قید کر دیا گیا۔ اپنی حراست کی مجھے بہت زیادہ پروا نہ تھی۔ نہ اس بات کا چنداں خیال تھا کہ مسٹر لینووَر کے خلاف میری سرکشی کا نتیجہ کیا ہوگا۔ غصہ اور طیش کے جذبات میرے اندر بھڑک رہے تھے اور میں اس برتاؤ پر جو انیبل کے ساتھ کیا گیا ناقابلِ اظہار جوش کی حالت میں تھا۔ اس کی بھولی اور صاف باطن تصویر فرشتگانہ معصومیت کے ساتھ میری نظروں میں پھر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی دلکش نیلی آنکھیں دلربا غمگینی کے ساتھ میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور اس کا خوشنما سنہری زلفوں سے گھرا ہوا چہرہ پُرتاثیر محبت کے ساتھ میری طرف دیکھتا ہے۔ اس وقت میں یہ بات محسوس کئے یا کم از کم سوچے

بغیر نہ رہ سکا۔ کہ وہ مجھے اتنی ہی محبوب ہے جتنی ایک پیاری بہن اپنے بھائی کو ہو سکتی ہے۔ تب مجھ کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ ایک اور ہی طرح کی محبت ہے جس نے میرے نوجوان دل میں جڑ پکڑ لی ہے۔ اور یہ سوچ کر کہ اس ملکوتی صفات حسینہ اس پندرہ سال کی سیدھی سادی صاف طینت لڑکی پر اس کے جابر باپ کی طرف سے اس طرح کے وحشیانہ مظالم توڑے جاتے ہیں اتنا جوش میرے دل میں پیدا ہوا۔ جو مجھ کو دیوانہ بنانے کے لئے کافی تھا۔

اتنا مصروف میرا دماغ تھا اور سیل دریا کی رفتار سے اتنے خیالات اس میں سے گذرتے گھومتے اور چکر لگاتے تھے کہ مجھے وقت گذرتا معلوم نہ ہوا۔ میں ایک اس طرح کی پریشان کن اضطرابی حالت میں تھا جس سے کبھی مجھ کو پہلے سابقہ نہ پڑا تھا۔ خیال آیا کچھ کرنا چاہیئے لیکن کیا؟ یہ سمجھ میں نہ آسکا۔ اور آتا بھی تو اس کے عمل میں لانے کی طاقت ہی کہاں تھی؟ شاید وہ خود کو آزاد کرنے اور انیبل کو اس کی ماں سمیت نکال لے جانے کا مجنونانہ خیال تھا لیکن میرا دماغ سکون و اطمینان کے ساتھ کسی مسئلہ کو سوچنے یا کسی ارادہ مستحکم کو اختیار کرنے کی صلاحیت سے محروم تھا۔

اس طرح وقت گذرتا گیا اور اس کے بعد دفعتاً میں نے دروازہ پر ہلکی دستک سُنی اور انیبل کی آواز تسکین اور حوصلہ افزائی کے الفاظ کہتی سُنائی دی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ دعائے خیر کی۔ اور بمنت کہا کہ میری وجہ سے تم اپنے امن اور آسائش کو معرض خطر میں نہ ڈالو۔ اس نے جواب دیا کہ میرا باپ باہر گیا ہوا ہے مگر میں دروازہ پر زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکتی۔ کیونکہ نوکر اطلاع پا جائیں گے تو مالک کی واپسی پر ضرور اس واقعہ کا ذکر اس سے کر دیں گے۔ اس کے بعد گو وہ چلی گئی تاہم اس کی خوشگوار نقرئی آواز نغمۂ شیریں کے آہنگ سے پھر بھی میرے کانوں میں گونجتی رہی۔ وہ ایک ایسی لطیف خوش آہنگی تھی گویا فرشتوں کی آوازیں عالم بالا سے سرسراتی ہوئی میرے ساتھ سرگوشی میں مصروف تھیں۔ اس کے بعد بھی وہ جتنی بار جرأت کر سکی میرے کمرہ کے دروازہ پر

آئی۔ میں جب کبھی اس کے پاؤں کی ہلکی آواز سنتا اور اس کی نازک انگلیوں کی دستک کو محسوس کرتا تو میرا دل کیفیات خوشگوار سے معمور ہو جاتا لیکن گھنٹوں پر گھنٹے گذرتے گئے۔ شام ہو گئی اور مسٹر لینوور پھر بھی غائب رہا۔ وہ کنجی اپنے ہمراہ لے گیا تھا اور میرے پاس کھانا پہنچانے کی بھی کوئی سبیل نہ تھی۔

غریب انیبل جتنی بار دروازہ پر آئی، لرزتی ہوئی آواز سے دریافت کرتی رہی "جوزف کیا تم بھوکے نہیں ہو؟" مگر میں اس کو یہی یقین دلاتا رہا کہ کھانا اگر میرے کمرہ میں موجود بھی ہوتا۔ تو میں ایک لقمہ تک نہ چھو سکتا۔ اور میرا یہ بیان بالکل صحیح تھا۔ کیونکہ مجھے قطعاً بھوک نہ تھی۔

آخرکار اندھیرا چھا گیا اور قریب کے گرجا سے دس بجنے کی آواز سنائی دی اس کے تھوڑی دیر بعد مسٹر لینوور کی معمولی تحکمانہ دستک مکان کے اندر گونجتی ہوئی پھیل گئی۔ یہ اس کی واپسی کا نشان تھا۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ مجھے اپنے دوران حراست میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ اتنی دیر کہاں غائب رہا۔ یہ صحیح ہے کہ بعض اوقات وہ سارا سارا دن اور کبھی کبھی رات کو بھی جیسا کہ بیشتر بیان کیا گیا تھا سلسلۂ کاروبار میں گھر سے باہر رہتا تھا۔ لیکن خیال آیا کہ اس موقعہ خاص پر اس کی غیر حاضری خصوصیت کے ساتھ مجھی سے تعلق رکھتی ہوگی۔ تاہم مجھے اس کی بہت زیادہ پروانہ ہوئی۔ کیونکہ میرا دماغ اس حالت کو پہنچ چکا تھا جب کوئی نئی آفت میرے بھرے ہوئے جذبات کو پہلے سے زیادہ اکسانے اور مشتعل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکتی تھی۔ میں نے سامنے کے دروازہ کو بند ہوتے سنا۔ پانچ منٹ اور خاموشی میں گذر گئے۔ اور اس کے بعد مسٹر لینوور کے زینہ پر چڑھنے کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز میرے دروازہ تک آکر رہ گئی۔ قفل میں کنجی ڈالی گئی اور کبڑا ایک ہاتھ میں شمع اور دوسرے میں کھانے کی پلیٹ لئے داخل ہوا۔

"یہ میں تمہارے کھانے کے لئے لایا ہوں۔" اس نے بے رحم سخت آواز میں مجھ سے کہا۔

اور میں نے دیکھا کہ وہ اپنی بغل میں ایک مضبوط لکڑی دبائے ہوئے تھا "ہاں" اس نے میری نگاہ کا مطلب سمجھ کر پُر معنی انداز سے کہا "پاجی ضدی لڑکے یہ میں اس لئے لیتا آیا ہوں کہ تم نے دوبارہ مجھ پر دست درازی کی تو اسی سے تمہارا بھیجا پھوڑ ڈالونگا"

میرے سینہ میں غصہ کی کجلائی ہوئی آگ دوبارہ بھڑک اٹھی "جو بزدل" میں نے اس سے کہا "ایک غریب لڑکی کو مارنے کی جرأت کرسکتا ہے اس سے کوئی شیطانی فعل بعید نہیں ہو سکتا"

مسٹر لینوو نے کھانے کی پلیٹ میز پر رکھ دی تھی۔ اور اس طرح اس کا داہنا ہاتھ خالی ہوچکا تھا میرا جواب سنتے ہی اس نے برق کی تیزی رفتار سے بغل میں دبی ہوئی مضبوط لکڑی کو پکڑا اور ایک ضرب شدید سے مجھ کو فرش زمین پر گرا دیا۔ اس کے ساتھ اس نے دبی ہوئی بڑبڑاتی آواز میں کوئی گالی دی۔ مگر میں اس کو نہ سن سکا۔ لکڑی کھا کر میں بیہوش تو نہیں ہوا۔ تاہم لمحہ بھر کے لئے بے حسی کی حالت مجھ پر طاری ہوگئی۔ میں نے سوچا کہ اس کا منشا مجھے ہلاک کر دینے کا ہے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی دماغ اپنی عارضی بے حسی سے چونک پڑا۔ اور میں نے اپنی کمسن زندگی کو بچانے کے لیے زور دار مقابلہ کا ارادہ کر لیا۔ میں اس خیال سے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی چاہتا تھا کہ کبرٹے نے دوسری بار پھر اسی لکڑی سے وار کیا اور میں دوبارہ زمین پر گر پڑا۔ اب میں بالکل مایوس اور خوف زدہ ہوگیا۔ اور میرا سارا جوش دم بھر میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ جس تیزی رفتار سے پیشتر قتل کا خوف میرے دل میں پیدا ہوا تھا اسی طرح اب اس بات کا یقین ہوگیا کہ درحقیقت وہ میری جان لینے کے درپے نہیں بلکہ محض سزا دینا چاہتا ہے۔ اس کا جواب میری طرف سے اطاعت و فرماں برداری کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسی پر عمل کیا۔

"فی الحال میرے خیال میں اسی قدر کافی ہے؟" اس نے خوفناک انداز سے ڈانٹ

نکالتے ہوئے کہا۔" یہ لو کھانا رکھا ہے کھالو۔"

"نہ۔ میں نہ کھاؤں گا" میں نے قدرے غصہ اور قدرے دہشت سے جواب دیا۔

"تم جانو" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔" بہرحال تم اگر کھانا کھانا نہیں چاہتے تو کپڑے اتار کے سو جاؤ۔ دس سے اوپر وقت ہو گیا ہے۔"

میں نے تعمیل کی۔ حال کی ضربوں سے میرے بدن کا ایک ایک جوڑ دکھتا تھا۔ اور میرے دل میں اس سلسلۂ زدوکوب کو تازہ کرانے کی کوئی خواہش باقی نہ تھی۔ پس میں نے کپڑے اتار کے رکھ دیئے اور بستر پر لیٹ گیا مگر اس وقت ایک نہایت عجیب واقعہ ظہور میں آیا۔ مسٹر لینوڈر نے نہ صرف میرے بدن کے اترے ہوئے کپڑے بلکہ میرا ایک اور سوٹ بھی جو میز کے خانہ میں رکھا تھا، میرے بوٹوں سمیت اٹھا لیا۔ اور سارے سامان کو بغل میں داب کے یہ کہتا ہوا رخصت ہونے کے لئے مڑا۔" پاجی لڑکے! اب تو کوئی نئی شرارت نہ کر سکے گا۔ میں تیری چالوں کو اچھی طرح جانتا ہوں لیکن ان کپڑوں کے بغیر تو اگر فرار ہونا چاہے بھی تو نہیں ہو سکتا۔"

شمع کی روشنی اس کے چہرے کی غیر معمولی خباثت اور فتحیابی کی شیطانی مسرت ظاہر کرتی تھی۔ اس نے باہر جا کر دروازہ مقفل کر دیا اور کنجی نکال کر سابق کی طرح اپنے ساتھ لے گیا۔ اب میں تھا یا اس کمرہ کی تاریکی یا میرے خیالات کی غم انگیز مایوسی۔ سونے کی رغبت بالکل نہ تھی۔ وہیں اپنے بستر پر پڑا ہوا میں نامعلوم دہشتوں اور اندیشوں سے کانپ رہا تھا مسٹر لینوڈر کا طرز عمل اتنا بے باکانہ اور مستحکم اور اس کے ساتھ ہی بے رحمانہ اور پُر وحشت تھا کہ مجھے یقین ہو گیا ہلاکت سے کم کوئی سزا ایسی نہیں جسے اس کا ناپاک دماغ اختراع کرے۔ اور اس کی شیطانی خصلت عمل میں نہ لا سکے۔ ان ہی فکروں میں پاس کے گرجا سے گیارہ بجنے کی آواز سنائی دی اس کے جواب میں نچلی منزل پر مسٹر لینوڈر کی پہچانی ہوئی آواز اونچے لہجہ میں یہ کہتے

سُنائی دی: "تمہیں اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔ کوئی مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ تم دونوں جا کے آرام کرو۔ میں آپ ہی اس سے مل لوں گا۔"

یہ الفاظ صریحاً گھر کی نوکرانیوں سے کہے گئے تھے۔ چنانچہ اس کے فوراً بعد مجھے ان کے اس کمرہ پر چڑھنے کی آواز سُنائی دی جس میں ان کی سکونت تھی اور جو میرے کمرے کے اوپر سب سے آخری منزل پر واقع تھا۔ کچھ دیر کے لئے مکان میں پھر سناٹا چھا گیا۔ صرف خادماؤں کی ہلکی چاپ اوپر کی طرف جاتی سُنائی دیتی تھی۔ جو اپنے کمرہ میں سونے کے لئے جا رہی تھیں۔ دفعتاً میں نے انیبل کے کمرہ کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے کی آواز سُنی جو اسی منزل پر تھا جس پر میرا کمرہ واقع تھا۔ چونکہ دروازہ کھولنے کا عمل بڑی پوشیدگی کے ساتھ عمل میں لایا جا رہا تھا اس لئے اس خیال سے کہ معاملہ کسی حد تک میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ میں سانس روک کر سننے لگا۔ مجھے اس کے پاؤں کی ہلکی آواز نیچے جانے والے زینہ کی چند ابتدائی سیڑھیوں تک بالکل صاف سُنائی دی کیونکہ گو وہ آواز بہت مدھم تھی تاہم میرے حواس اتنے تیز ہو چکے تھے کہ میں سوئی گرنے کی آواز بھی بہ آسانی سُن سکتا تھا۔ لیکن جب اس کے بعد وہ آواز آنی بند ہو گئی تو میں لیٹے لیٹے تعجب کرنے لگا کہ اس راز کا کیا مطلب ہے؟ آدھے گھنٹے تک کوئی بات معلوم نہ ہو سکی، تاہم اتنا پختہ یقین مجھے اس بات کا تھا کہ انیبل جاگتی اور کسی ایسے مقصد کے لئے جو مجھ سے تعلق رکھتا ہے مکان میں پھر رہی ہے۔ میں بستر سے اُٹھا اور بند دروازہ کے پاس کھڑا ہو کر سننے لگا۔ چند ہی منٹ گذرے تھے کہ نچلے زینہ کے درجہ بدرجہ آہستگی کے ساتھ دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سُنائی دی۔ اس آواز میں احتیاط پائی جاتی تھی۔ اور میں جانتا تھا کہ یہ اس کمرہ کا دروازہ ہے جس میں مسز لینوور آج کل بیماری کے دنوں میں رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انیبل دراصل اپنی ماں کے لئے کوئی چیز لانے اٹھی ہے اور اس ڈر سے

دبے پاؤں چلتی ہے کہ اس کا باپ پھر اس کی آواز سن کر غصہ اور جوش کا اظہار نہ کرنے لگے۔

میں دروازے سے ہٹ کر دوبارہ اپنے بستر پر لیٹ گیا اور گو نیند نہیں آئی تاہم رفتہ رفتہ وہ حالت پیدا ہو گئی جسے خواب آلود غنودگی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی وہ جس میں پوری غفلت طاری نہیں ہوتی۔ بلکہ دماغ ایک حد تک اپنے خیالات پر قابض رہتا ہے میں اسی نیم خواب، نیم بیداری کی حالت میں پڑا تھا کہ دفعتاً کسی نے میرے کمرے کے دروازہ میں کنجی ڈال کر گھمائی۔ میں آواز سن کر چونکا۔ اس کے ساتھ ہی گرجا کا گھنٹہ بجنا شروع ہوا۔ اور گو میں نے اس کی آوازوں کو نہیں گنا۔ کیونکہ کوئی آدمی دبے پاؤں میرے کمرہ میں داخل ہو رہا تھا اور میرے سہمے ہوئے دماغ کے خیالات اس کی طرف لگے ہوئے تھے۔ تاہم میں نے اندازاً سمجھ لیا کہ آدھی رات کا عمل ہے، گہرا خوف مجھ پر سوار ہوا اور میرے دماغ نے اس خیال کو قبول کرنا شروع کیا کہ لینوور مجھ کو قتل کرنے آ رہا ہے۔ اس وقت میری دہشت کا یہ عالم تھا کہ حرکت کرنے کی طاقت بھی زائل ہو گئی۔ ایک تیز چیخ میرے لبوں تک آئی۔ مگر نا طاقتی اور بے حسی کی وجہ سے وہیں تک آ کے رہ گئی یعنی چیخ مارنے کی خواہش رکھتے ہوئے بھی میں ایسا نہ کر سکا دروازہ کھلا اور اس کے ساتھ ہی میری دہشت بالکل رفع ہو گئی۔ کیونکہ انیبل کی نرم آواز سرسراتی ہوئی کہہ رہی تھی "جوزف کیا تم جاگ رہے ہو؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ گو اس خیال سے کہ موجودہ کارروائی خواہ وہ کسی مطلب کیلئے ہو، انتہائی احتیاط چاہتی ہے۔ میں نے اپنی آواز کو قصداً مدھم رکھا۔

"ڈرو نہیں" اس نے اس طرح کی ہلکی تھرائی ہوئی آواز سے کہا جو ظاہر کرتی تھی کہ وہ اپنے اضطراب کو حتی الوسع ضبط کرنا چاہتی ہے "نہ تم ڈرو اور نہ کسی طرح کے سوالات پوچھو۔ بلکہ جس قدر جلد ممکن ہو سکتا ہے مکان سے رخصت ہو جاؤ۔ جوزف تمہیں جلد رخصت ہو جانا ... بھاگ جانا چاہیئے۔"

"بھاگ جاؤں میں؟" عالم دہشت میں میرے منہ سے نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی لاتعداد خطرے دفعتاً مجھے اپنے گرد پھیلا ہوتے معلوم ہوئے۔

"چپ! خاموش!" اس نے جلدی سے کہا۔ "میں التجا کرتی ہوں اپنی جوش آمیز پریشانی سے کسی کرائی بات کو خطرہ میں ڈال کر برباد نہ کرنا" یہ الفاظ تو تحمل اور نرم مزاج انیبل کے منہ سے نکلے ہوئے خاص اہمیت رکھتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا وہ کوئی بڑا ہی ضروری معاملہ ہے جس کے لیئے اسے ان کو استعمال کرنا پڑا۔

"لیکن... میں کہاں جاؤں؟" آخر کار میں نے پوچھا۔

"آہ۔ میں اس کا جواب کیا دے سکتی ہوں؟ جو زف خواہ تم کہیں چلے جاؤ لیکن اس جگہ نہ رہو۔ جاؤ۔ خدا کے لئے دیر نہ کرو۔ اور نہ کسی طرح کے سوال پوچھو۔ میں خود یہ سوچ کر نیم وحشی بن رہی ہوں کہ میں ہی اس قضیہ کی بنیاد ہوں۔ مگر جاؤ تم لندن سے بہت دور چلے جاؤ۔ جتنا زیادہ فاصلہ ممکن ہو طے کر لو۔ کیونکہ اسی میں بہتری ہے میں کچھ روپیہ بھی تمہارے لئے ساتھ لیتی آئی ہوں۔"

"مگر میرے کپڑے... وہ بھی تو میرے پاس نہیں ہیں۔ میں کیا پہن کے باہر جا سکتا ہوں؟"

"مجھ کو معلوم ہے؟" اس نے جواب دیا۔ "مگر میں ان کو نہیں پا سکی، شاید میں نے کنجی حاصل کرنے کے لئے بھی اپنی جان خطرہ میں ڈالی... لیکن نہیں۔ میں اس کا ذکر کرنا نہیں چاہتی۔ تم یہ زنانہ لباس پہن لو... اس جگہ دروازہ کے پاس کرسی پر ضرورت کی سب چیزیں موجود ہیں۔ اٹھو اور جلدی کرو۔ میں شمع لانے کی جرأت نہیں کر سکی۔ بہر حال جتنا وقت تمہاری تیاری میں صرف ہوگا میں دروازہ کے باہر ٹھہروں گی۔ میں التجا کرتی ہوں کہ دیر نہ کرو۔"

اس کے بعد وہ چلی گئی۔ اور کمرہ کا دروازہ احتیاط کے ساتھ بند کر گئی۔ میری

اس وقت کی بے تابی کا حال کیا کہنا۔ اس کا صحیح اندازہ تحریر سے بہت زیادہ تخیل میں ہو سکتا ہے۔ میں سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا اور میری حالت کسی اختناق الرحم کی مریضہ کی حالت سے ملتی تھی۔ میں نے بستر سے اٹھ کر کپڑے ٹٹولنے شروع کئے لیکن اعضا تھر تھر کانپتے تھے۔ کوئی چیز اٹھائے نہ اٹھتی تھی۔ مریکا میرے لئے کسی بڑے ہی عظیم خطرہ کا سامنا ہوگا۔ کہ صاف دل انیبل کو اس قسم کی کارروائی عمل میں لانے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس کی محبت یاد کر کے میں نے جرأت و حوصلہ سے کام لیا اور جس طرح ممکن ہو سکا وہ زنانہ لباس جو اس مطلب کے لئے لایا گیا تھا پہننے کی کوشش شروع کی۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتا مختصر یہ کہ پندرہ منٹ کے عرصہ میں میں نے جوں توں کر کے وہ پوشاک پہن لی۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ انیبل کے ذاتی استعمال کے کپڑے تھے۔ زنانہ پوشاک کی الجھنیں، پھر اس کو پہننے والا امرد۔ اور وہ بھی گھپ اندھیرے میں۔ مجھے خود یہ سوچ کر حیرت ہوئی کہ میں اتنے قلیل عرصہ میں اس کام کو پورا کر سکا۔

کپڑے پہن کر میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اس کے بعد انیبل میرا ہاتھ پکڑ کے اندھیرے میں زینہ کی طرف لے چلی۔ خاموشی اور آہستگی بلکہ ہوائی سبک خرامی کے ساتھ ہم اس زینہ سے اترے مگر جس وقت ہم اس کے باپ کے کمرہ کے پاس سے گذرے تو انیبل نے دہشت کے تشنج سے میرا ہاتھ دبایا جس سے اس کا مطلب بظاہر یہ جتلانا تھا کہ اگر بے احتیاطی کی ذرا سی آواز مثلاً بھاری چاپ، تختہ کی چرچراہٹ پاؤں کی لغزش یا گہری سانس بھی پیدا ہوئی تو وہ ہمارے راز کو فاش کر کے کی کرائی کوشش کو ملیا میٹ کر دے گی۔ لیکن ہم گذر گئے۔ ہم اس طرح چپ چاپ اور بے آواز گذر گئے کہ کوئی روح بھی اس انداز سے نہ چلی ہوگی۔ اور اس طرح نچلی منزل کی ڈیوڑھی میں جا پہنچے۔

اس وقت انیبل نے اتنی مدھم آواز میں جو تین گز کے فاصلہ پر بمشکل سنائی

دے سکتی تھی۔ گو اس کے ساتھ ہی وہ میرے لئے اتنی سُریلی آواز تھی کہ میں نے اس کے ایک ایک لفظ کو پوری توجہ کے ساتھ سُنا۔ مجھ سے کہنا شروع کیا: "جوزف اب تم سلامتی کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ یہ لو اس بٹوہ میں کچھ نقدی ہے۔ اسے اپنے پاس رکھو۔ یہ میری ماں نے تمہارے لئے بھیجی ہے۔ اور اس کے ساتھ دعائے خیر بھی۔ روپیہ گو بہت زیادہ نہیں ہے تاہم وہ تم کو کافی دور فاصلہ تک لے جانے کے لئے کافی ہو اور اس گھر سے تمہارا فاصلہ جتنا زیادہ ہو بہتر ہے۔ آہ جوزف! تم میرے خیالات کی رنجیدہ حالت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہو جب میں مجبور ہو کر کہتی ہوں کہ تمہاری زندگی میرے باپ کے ہاتھوں خطرے میں ہے!"

اتنا کہہ کر انیبل ذرا سی دیر کے لئے اپنے ہی احساسات سے اتنی مغلوب ہو گئی کہ اس کو سہارے کیلئے میرا بازو پکڑ لینا پڑا۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کی کمر میں ڈالا اور اس کے رخفام رخسارے پر جو سنگ مرمر کی طرح سرد تھا۔ برادرانہ محبت کا بوسہ دیا۔

"جوزف" اس نے جلدی سے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "اب تم جاؤ۔ دیر کرنا خطرناک ہے۔"

"مگر تم پیاری انیبل" میں نے دبی ہوئی آواز سے جواب دیا۔ "تم جن بے شمار خطروں میں گھری ہوئی رہو، ان کا خیال مجھے دیوانہ بنا رہا ہے۔"

"جوزف تم میرے لئے بے چین نہ ہو" اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "کم از کم میری حالت میں زندگی خطرہ میں نہیں ہے۔ بہرحال میرے باپ سے خبردار رہنا اور اس آدمی شیلڈی سے بھی جو آج رات یہاں آیا تھا... اب جاؤ خدا حافظ"

"نہیں نہیں انیبل۔ میں تم کو اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتا" میں نے پھر کہا "میرے لئے یہ خیال ہی روح فرسا ہے۔ میں ہر طرح کے خطرہ حتیٰ کہ موت کا بھی مقابلہ کر سکتا ہوں۔ مگر تم کو اس طرح بے بس چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

"جوزف - جوزف! میں ہاتھ جوڑتی ہوں جاؤ۔ تم نہیں جانتے ہو کہ یہ تاخیر کتنی خطرناک ہے۔"

"مگر انیبل ..."

"جوزف! اگر میرا باپ اس گفتگو کو سن لے تو وہ اپنے غصہ کے پہلے جوش میں ... آہ میں اس خیال سے کانپ اٹھتی ہوں ... بہرحال تم میرا مطلب سمجھ سکتے ہو اس لئے میری خاطر سے جاؤ۔"

"انیبل اگر یہی تمہاری خواہش ہے تو میں تعمیل کرنے پر مجبور ہوں۔ پیاری بہن! خدا کرے وہ دن جلد آئے کہ ہم پھر ایک دوسرے سے مل سکیں۔"

"ہاں ہاں جوزف۔ ہم پھر ایک دوسرے سے ملیں گے۔ کیونکہ خدا کے یہاں انصاف ہے اور تم ہمیشہ اسی طرح ستائے نہ جاؤ گے۔ بس اب جاؤ۔"

ایک مرتبہ پھر میں نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا اور ہم جوش محبت کے ساتھ بغلگیر ہوئے۔ اس کے بعد اس نے باہر کا دروازہ بالکل بے آواز کھولا۔ مگر جب سڑک کے لیمپ کی روشنی اس کے چہرہ پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ وہ لاش کی طرح زرد تھا۔ اس کی دونوں آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے وہ آنسو جو رشک الماس شبنم کے شفاف جڑواں قطروں سے مشابہت رکھتے تھے۔ میں پھر اس کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا مگر اس نے مجھے چلے جانے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد دروازہ بند ہوا اور وہ میری نظروں سے غائب ہوگئی۔

آدھی رات کے سناٹے میں میں اس بات سے بالکل بے خبر کہ کس راستہ پر جا رہا ہوں۔ سنسان سڑکوں پر چلنے لگا۔ میرے خیالات اس درجہ اُلجھے ہوئے تھے کہ میں سوچ ہی نہ سکتا تھا کہ مجھے کس راہ پر چلنا یا کون سی سمت میں جانا چاہیئے۔ میں نے سڑک کی روشنی میں اپنے آپ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ایک چادر، زنانی ٹوپی، دستانے اور لیڈی شو

سمیت سیاہ ریشمی پوشاک میں ملبوس ہوں۔ لیکن وہ شو یقیناً انیبل کے نہ تھے، کیونکہ اس کے نازک پیروں کے جوتے میرے پاؤں میں پورے نہ آسکتے تھے۔ پس میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ اس کی ماں کے ہوں گے۔ مگر ان جزوی تفصیلات سے کیا حاصل۔ مختصر یہ کہ میری حالت بالکل ایک نوجوان عورت سے ملتی تھی۔ فی الحقیقت اگر یہ پوشاک ایک قاتلانہ سازش سے بچنے کے لئے نہ پہنی گئی ہوتی تو یہ واقعہ انتہا درجے مضحکہ خیز ہوتا۔ دفعتاً یاد آیا کہ انیبل نے مجھ کو رخصت کرتے وقت ٹیڈی کا نام لیا تھا۔ کیا اس کا لینوور کے مکان پر آنا اس بات کا ثبوت نہ تھا کہ وہ اس کا واقف کار ہی نہیں بلکہ مددگار بھی ہے۔ تین مہینے پیشتر میں جب اس سے جدا ہوا تو مجھے قوی امید تھی کہ میرے اور اس کے باہمی تعلقات ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گئے۔ لیکن اب دفعتاً پھر میں نے اس کے نام کو ان معاملات میں شامل ہوتے پایا جو مجھ سے گہرا اور خاص تعلق رکھتے اور میری قسمت کی رفتار سے عجیب طرح وابستہ تھے۔ میں نے سوچنا شروع کیا کہ اس ساری کارروائی کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟ کیوں میرا ماموں (اگر لینوور درحقیقت میرا ماموں ہے) میری جان کے درپے ہے؟ اور کس لئے ٹیڈی اس کام میں اس کا مددگار رہنا چاہتا ہے؟

یہ اور ایسے ہی لاتعداد خیالات اس وقت میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے جب میں زنانہ لباس پہنے لندن کی سنسان سڑکوں اور گلیوں کو بے مدعا طے کرتا آگے ہی آگے چلا جاتا تھا۔ راستہ میں ایک بدمعاش صورت شرابی نے میرا ہاتھ پکڑ کے چند فحش الفاظ مجھ سے کہے۔ مگر میں نے جلدی سے ہاتھ چھڑایا اور نامعلوم دہشت کے عالم میں تیز چلتا آگے بڑھا۔ چلتے چلتے میں آکسفورڈ سٹریٹ میں جا نکلا۔ لیکن یہ جگہ اتنی سنسان نہ تھی جتنا گریٹ رسل سٹریٹ تھا۔ ادنیٰ اخلاق کی عورتیں اور بد اطوار مرد جا بجا ٹہلتے پھر رہے تھے۔ تیز رفتار گھوڑوں اور چمکیلے لیمپوں کی کچھ گاڑیاں بھی

میرے پاس ہو کر گذریں ساتوں رات گذر جانے پر بھی اشتعادہ انگیز والا لندن ابھی تک محو خواب نہ ہوا تھا۔

بغیر اس بات کو سوچے کہ مجھے کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ بہرحال انیل کی اس ہدایت پر عمل کر کے کہ مجھ کو جلد از جلد مقام کی حدود سے باہر نکل جانا لازم ہے میں اور آگے بڑھا۔ ایک بار جی میں خیال پیدا ہوا تھا کہ ایک گاڑی کرایہ کر کے ڈیلم مینر چلا جاؤں اور اس گھر کے لوگوں سے حفاظت کی استدعا کروں لیکن اس کے بعد سوچا کہ یہ فعل نہ صرف احمقانہ بلکہ خطرہ کے خیر مقدم کے برابر ہوگا۔ نہ صرف اس لئے کہ ڈیلم مینر لندن سے بالکل قریب تھا بلکہ اس لئے بھی کہ لینو ڈرمیرے فرار کی خبر پاتے ہی ضرور اپنے دل میں سوچے گا کہ میں ان ہی لگے دوستوں کے پاس واپس جانے کی نیت سے اس کے گھر سے بھاگا ہوں۔ پس ہر نئی پیدا ہونے والی ترکیب کو رد کرتا اور نا تواں دل بے بسی کے چرکے سہتا میں برابر قدم بڑھائے چلا گیا۔ تاہم رہ رہ کر سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا کروں اور کدھر جاؤں۔ راستہ میں کئی اوباش بدمعاشوں اور نوجوان بدمعاشوں نے مجھے عورت سمجھ کے چھیڑا۔ مگر میں ان سے بھی اس خوف کے ساتھ بھاگا جس کو میں اس وقت صحیح طور پر نہ سمجھ سکتا تھا۔ میری ٹوپی کے ساتھ جالی کی نقاب لگی ہوئی تھی۔ میں نے احتیاطاً اس کو گرا لیا۔

آکسفورڈ سٹریٹ سے نکل کر میں ایک وسیع چوراہے میں پہنچا جس کا نام مجھ کو معلوم نہ تھا اور گو لیمپوں کی روشنی کافی تیز تھی، تاہم میں نے گوشہ کے مکانات پر اس کو پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی۔ لیکن جوں ہی میں نے اس جگہ قدم رکھا۔ شب بیدار رسیا نوجوانوں کی ایک جماعت نے مجھ کو گھیر لیا۔ اور ایک نے میرا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی۔ دہشت کی چیخ مار کر میں اس سے ہاتھ چھڑا کر بھاگا۔ اور گو اس کے بعد ان لوگوں نے میرا تعاقب نہ کیا۔ تاہم ان کی پُرشور ہنسی کی آوازیں بڑی دور تک

میرے کانوں میں آ رہی تھی کہ میں اس چوراہے کی سمت مقابل میں پہنچ گیا۔ مگر اس وقت جب میں ایک بازار میں داخل ہو کر جو چوک سے ایک طرف کو جاتا تھا اور جس کے ناکہ پر ایک بند چو اسپہ گاڑی کھڑی تھی، تھکن اور اضمحلال کی شدت سے اپنی رفتار سست کرنا چاہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوا کہ ہنسی کی آوازیں پھر پیچھے سے آ تی ہیں۔ حقی اس ڈر سے کہ وہ لوگ دوبارہ مجھ سے چھیڑ چھاڑ کی کوشش نہ کریں، نیز استدعائے امداد کے خیال سے میں اس وردی پوش نوکر کی طرف بڑھا جو گاڑی کی کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ میں کچھ کہہ سکتا اس نے فوراً گاڑی کا دروازہ کھولا اور مجھے جلدی سے اس کے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ اپنی اس وقت کی بدحواسی دہشت اور اضطراب میں قدرتی طور پر میں نے یہ سوچا کہ وہ نیکدل آدمی مجھے ان بدمعاشوں سے محفوظ رکھنے کے لئے جن کو اس نے میرے تعاقب میں آتے دیکھا ہوگا گاڑی پر سوار ہونے کے لئے کہہ رہا ہے بس میں نے بلا تامل اس کے اشارہ کی تعمیل کی میرے سوار ہوتے ہی گاڑی کا دروازہ کھٹ سے بند کر دیا گیا۔ نوکرا و نچی آواز سے یہ کہہ کر کہ "بالکل ٹھیک" کوچ بکس پر جا بیٹھا۔ اور گاڑی چار گھوڑوں کی ملی ہوئی طاقت سے ایک طرف کو چلنے لگی۔

باب ۱۰

چو اسپہ گاڑی کا راز

میں اس واقعہ پُر اسرار سے اس قدر متعجب ہوا کہ کئی لمحوں تک اس بات کا فیصلہ نہ کر سکا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ فی الحقیقت میں نے محسوس کیا کہ یہ سب کچھ محض ایک خواب ہے

جس کا خاتمہ عنقریب میری بیداری پر ہو جائے گا۔ میں نے وہ نقاب جو چہرہ پر پڑی ہوئی تھی اٹھا دی۔ اور اس بات کا یقین کرنے کے لئے کہ میں فی الواقع جاگ رہا ہوں دونوں کھڑکیوں سے جھانکا۔ اور پھر دماغ کی دھڑکن کم کرنے اور خیالات کو پرسکون بنانے کے لئے دونوں ہاتھوں سے کنپٹیوں کو دابا لیکن یہ خواب نہ تھا اور میں اچھی خاصی بیداری کی حالت میں ایک بندگاڑی میں بیٹھا تھا جو دہشت انگیز تیزی رفتار کے ساتھ مجھے کسی نامعلوم مقام کی طرف لے جا رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کوئی بھاری غلط فہمی واقع ہوئی ہے یعنی مجھ پر کسی شخص نامعلوم کا دھوکا ہوا ہے۔ ورنہ یہ ناممکن تھا کہ گاڑی میرے انتظار میں پہلے سے یہاں کھڑی ہو، یا انیل نے میرے فرار کے انتظامات کو اس حد تک مکمل کر دیا ہو۔ یہ سوچ کر میں نے اپنا سر کھڑکی سے باہر نکالا اور اس نوکر کو جو کوچ بکس پر بیٹھا تھا آواز دی۔ پہیوں کی گڑگڑاہٹ اور گھوڑوں کی ٹاپ نے اتنا شور برپا تھا کہ میں اس کے جوابی الفاظ کو بالکل نہ سن سکا۔ صرف دو ہی لفظ میرے کانوں تک پہنچے یعنی وہ جو پہلے اس نے کہے تھے "بالکل ٹھیک" پھر یہ بھی میں نے دیکھا کہ اس نے تاکید کے ساتھ لیکن مؤدبانہ طریق پر ہاتھ سے اس بات کا اشارہ کیا کہ میں اپنا سر کھڑکی کے اندر کر لوں۔ میں نے دوبارہ اس کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ کوئی بہت بڑی غلطی واقع ہوئی ہے لیکن اس کا جواب وہی تھا۔ "بالکل ٹھیک" البتہ اس کے ساتھ اس نے گھوڑ سواروں کو رفتار بڑھانے کا حکم دے دیا۔

ایک عجیب طرح کی پُر جوش ذہنی حالت میں میں گاڑی کے پشتی گدوں پر جھک گیا اور ایک مرتبہ پھر خیال کرنے لگا کہ ممکن ہے یہ گاڑی دراصل میرے ہی لئے ہو لیکن اگر یہ بات تھی تو انیل نے مجھ سے ذکر کیوں نہ کر دیا۔ علاوہ بریں یہ پیش بینی کیونکر ممکن تھی کہ گریٹ رسل سٹریٹ سے چل کر میرے قدم اسی راستہ پر چلیں گے جہاں گاڑی انتظار کر رہی ہوگی۔ نہیں یہ ایک اَن ہونی سی بات ہے اور اس لئے مجبوراً مجھ کو

پھر اسی نتیجہ پہ پہنچ جانا پڑتا کہ سارا واقعہ کسی عظیم غلطی سے وابستہ ہے اور اس کا صرف یہی باعث ہوسکتا ہے کہ مجھے کوئی دوسرا شخص سمجھ لیا گیا ہے۔ لیکن پھر یہ خیال آیا کہ شاید اس واقعہ کا انجام میرے حق میں فائدہ مند ثابت ہو۔ میں بڑی عجلت کے ساتھ ان صدر مقامی حدود سے باہر لے جایا جا رہا تھا۔ جہاں لاتعداد خطرے میرا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ اور قاتلانہ ارادے ہر ایک قدم پہ میرے ساتھ تھے۔ وحشت، دہشت اور وضاحت کے ساتھ وہ ساری تنبیہات جو انیبل کی زبان سے اس کے اپنے باپ اور بدمعاش ٹیڈی کے برخلاف نکلی تھیں، میرے دماغ میں تازہ ہوئیں۔ اور اس طرح پھر میں اس واقعہ سے جو مجھ کو خطرہ کے مقام سے دور لے جا رہا تھا رنجیدہ ہونے کی بجائے خوش ہونے لگا۔ اور میں نے اپنی حفاظت کے اس عجیب و غریب سامان پر شکرانہ بھی ادا کیا۔ اس خیال کے دل میں جگہ پانے کے بعد میں نے سوچا کہ دوبارہ گاڑی روکنے کی کوشش کرنا اور ملازم کو اصل واقعہ سے آگاہی بہم پہنچانا پاگل پن میں داخل ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ گاڑی جتنی دور مجھ کو لے جاسکتی ہے لے جائے۔ اختتام سفر پر جس شخص سے واسطہ پڑے گا، وہ خواہ کتنا ہی بُرا ہو، کمینے کبڑے اور نفرت انگیز ٹیڈی سے زیادہ ہیبت ناک نہ ہوگا۔ پس میں چپ چاپ گاڑی میں پڑا رہا اور خیالات کے ایک نئے سلسلہ میں محو ہوگیا۔ جس میں انیبل کی تصویر سب سے آگے تھی۔ اور جب میں نے اس یادگار رات کے واقعات پر نظر ثانی کی تو محسوس ہوا کہ وہ دلربا اور حسین مخلوق میرے عمر بھر کے شکریہ کی مستحق ہے۔

رفتہ رفتہ لندن کی سڑکیں اور بازار پیچھے رہ گئے اور گاڑی ایک فراخ دیہاتی سڑک پر چلنے لگی۔ جس کے دور و یہ دولتمندوں اور امیروں کی کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں اور آگے جاکر یہ کوٹھیاں بھی پاشان ہوتی گئیں۔ حتیٰ کہ آخر کار صرف جھاڑیاں اور درخت دکھائی دینے لگے۔ اب ہم کھلے میدان میں پہنچ گئے تھے۔ اور

چونکہ ایک یا ڈیڑھ کا عمل ہونے لگا تھا۔ اس لئے باد سحری کے خوشگوار جھونکے میرے گرم رخساروں پہ بادکشی کرتے چلتے تھے۔ مجھ پر تھکن کا احساس غالب تھا۔ نیند کی ناقابل ضبط خواہش میرے کسلمند اعضاء پر تسلط کرنے لگی۔ ہوا تیز اور سرد معلوم ہوتی تھی۔ مگر میں چونکہ کھڑکی بند کر کے اس کو بالکل روکنا نہ چاہتا تھا اس لئے میں نے صرف نقاب کو نیچے گرانا اور اپنے جسم کو اچھی طرح چادر سے ڈھانپ لینا کافی سمجھا اس کے بعد میں نیند سے ہم آغوش ہونے کو تھا کہ یکایک گاڑی شاہراہ سے اتری۔ اور اس زور سے ایک کچی سڑک کی طرف مڑی کہ میں اس کے اُلٹ جانے کے ڈر سے دفعتاً چونک پڑا۔ مگر کچھ ایسی دہشت مجھ کو اس سے ہوئی کہ میں بالکل ہوش میں آگیا۔ ایک دفعہ پھر میں نے باری باری دونوں کھڑکیوں سے باہر کی طرف دیکھا۔ سڑک کے دورویہ اونچی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں اور ان کی گنجانی دور کے نظارہ کو روکتی تھی۔ تقریباً دس منٹ اسی سایہ دار گلی میں چلنے کے بعد گاڑی دوسری شاہراہ میں داخل ہو کر ایک قصر وسیع کے سامنے ٹھہر گئی۔ جو پختہ سڑک سے قریباً سو گز کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اور اس کے اور سڑک کے درمیانی حصہ میں پودے اُگے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا اس عالی شان محل کی بے شمار کھڑکیوں میں سے صرف نچلی منزل کی تین کھڑکیوں میں روشنی تھی۔ اور جب گاڑی دفعتاً ٹھہری تو میں نے یہ بھی دیکھا کہ دو مرد باہر کے کھلے ہوئے آہنی پھاٹک کے پاس کھڑے تھے۔ اب میں نے اپنے دل میں سوچا کہ غلطی کا پتہ لگ جائے گا۔ اور عجب نہیں کہ اس غصہ کے جوش میں جو نا امیدی ان کے دلوں میں پیدا کر سکتی ہے مجھے کسی سخت برتاؤ کا متحمل ہونا پڑے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ عورت جس کا حقیقتاً انتظار کیا جا رہا تھا، اور جس کی ذات کا غلطی سے مجھ پر گمان کیا گیا کسی جرم شدید... شاید قتل کا نشانہ بنائی جانے والی ہو اور مجھ کو مطلوبہ عورت ہونے کی تصدیق سے پہلے ہی موت کا شکار ہونا پڑے۔ جس

وقت یہ خیالات تیزیٔ رفتار سے میرے دماغ میں پیدا ہوئے تو میں دہشت و خوف سے بُت کی طرح بے حرکت بن کر رہ گیا۔ اتنے میں ان مردوں میں سے ایک نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور اس وقت گاڑی کے لیمپوں کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ وہ نوجوان اور شکیل تھا۔

"اترو" اس نے لہجۂ استقلال میں کسی قدر سختی کے ساتھ کہا۔ اور مجھے گاڑی سے اترنے میں مدد دینے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔

میں نے بے خبری میں تعمیل کی۔ اور اس کے بعد غلطی کو صاف کرنے کے لئے کچھ کہنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا لیکن نہ کر سکا۔ میری زبان تالو سے لگ گئی۔ اور شدت خوف سے ذہنی اور جسمانی قوی بالکل معطل ہو گئے۔ میں اترا اور دونوں مرد میرے دونوں بازو پکڑ کر اندر کی طرف لے چلے۔ سامنے کے دروازہ پر ایک اور ملازم کھڑا تھا۔ جس نے ہمارے داخل ہوتے ہی جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔ اب میں سنگ مرمر کی ایک کشادہ اور خوبصورت ڈیوڑھی میں کھڑا تھا۔ اور دونوں آدمی جن میں سے ایک کو میں نے نوعمر اور شکیل بیان کیا ہے اور جس کا ساتھی ۵۵ یا ۵۶ سال کا سن رسیدہ مرد تھا۔ بدستور مجھے دونوں طرف سے سہارا دیئے ہوئے تھے۔ اس جگہ پہنچ کر میں رُک گیا۔ مجھے اپنی قوت گویائی لوٹتی معلوم ہوئی۔ اور میں کچھ کہنے ہی کو تھا کہ سن رسیدہ مرد نے جس کا زردی مائل جھرّی دار چہرہ کسی مضبوط اور سخت ارادہ کا مظہر تھا۔ جلدی سے مجھ کو کہا۔

"ایک لفظ بھی نہ کہنا۔ تم کو متابعت کرنی پڑے گی"۔

میری رگوں میں خون منجمد ہو گیا۔ نامعلوم خطرے، ہیبت ناک آسیبوں کی طرح سامنے آنے شروع ہوئے۔ اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ ضرور یہ لوگ مجھ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا ایک بغلی دروازہ کھلا اور وہ لوگ مجھ کو

ایک شان و شوکت سے آراستہ کمرہ میں لے گئے، جہاں ایک پادری مقدس لباس پہنے ایک سالخوردہ خاتون کے پاس بیٹھا تھا۔ لیڈی کی رنگت زرد تھی اور اس کے چہرہ پر بھی مضبوط ارادہ کی وہی جھلک پائی جاتی تھی۔ جو پہلے دو مردوں کے چہروں سے مخصوص تھی۔ کمرہ کے دور اُفتادہ حصّے تاریکی میں چھپے ہوئے تھے۔

لیکن دفعتاً اس خاتون نے میری طرف شکی نظروں سے دیکھا اور اس کے بعد لہجہ حیرت میں کہنے لگی۔

"کیا یہ ایلیشیا ہے؟"

"مجھ کو معاف کر دو ... بخش دو۔ خدا کے لئے مجھے کچھ نہ کہو۔" پہلی بار اس دفعہ پر میرے منہ سے نکلا اور چار شخصوں کے مجمع میں جو مجھے گھیرے ہوئے تھے میں دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔

"ارر! ستیاناس! یہ کون ہے؟" پہلے دو مردوں میں سے اس نے جو کمسن تھا جلدی سے کہا۔ اور اس نے میرے نقاب کو اس زور سے کھینچ لیا کہ ٹوپی بھی میرے سر سے جُدا ہو گئی۔

"دھوکا! دغا!" سن رسیدہ آدمی اور خاتون نے یک زبان ہو کر کہا اور نوجوان فرط حیرت سے بدحواس ہو کر ایک طرف کو ہٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی پادری کے ہاتھوں میں جو کتاب تھی وہ چھوٹ کر فرش زمین پر آ رہی۔

"ارے! یہ تو لڑکا ہے!" سن رسیدہ آدمی نے کہا۔

مگر ان اسرار کا کیا مطلب ہے؟ خاتون نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا اور گہرا اضطراب چاروں طرف پھیل گیا۔

"صاحبو! میرا کچھ قصور نہیں۔" میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "غلطی کہئے یا غلط فہمی! بہرحال مجھے گاڑی پر سوار ہونے کے لئے کہا گیا اور میں ..."

"لیکن بد اوصاف احمق!" مرد سالخوردہ نے گرجتے ہوئے کہا: "تو نے کیا شرارت کی ..." غصہ کے فوری جوش میں اس نے مٹھی باندھ کر ایک خوفناک گھونسا میرے سر کی طرف تانا۔ مگر عورت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک دیا۔ اور اس طرح عین موقعہ پر مجھے اس کی زد سے بچا لیا گیا۔

"خدا کے لئے لوئیس ہل جلدی نہ کرو" اس نے اس سے کہا "اور جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے سن لو!"

"ہاں مائی لارڈ! تھوڑا صبر کیجئے" پادری صاحب نے بھی کہا۔

"صبر!" لارڈ ریونس ہل نے مضطربانہ جواب دیا "میں کیونکر صبر کر سکتا ہوں جب ہماری سب تدبیریں ..."

"چپ! ابا جان چپ!" نوجوان نے جو اب اپنی بدحواسی پر غالب آچکا تھا کہا۔ "جو کچھ ماں نے کہا ہے اس پر عمل کر کے اس لڑکے کی کہانی سن لیجئے" پھر میری طرف مڑ کر سختی سے "اٹھو۔ اس طرح دو زانو بیٹھے رہنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ جو کچھ تم کو بیان کرنا ہو واضح اور صاف صاف کہہ دو۔ لیکن خبردار دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرنا۔ کیونکہ تم نے دیکھ لیا ہوگا کہ معاملہ بے حد نازک ہے اس لئے آؤ جو کچھ تمہیں بیان کرنا ہے صاف صاف کہہ دو۔ کیونکہ تمہاری راست گوئی پر ہی سارے فیصلہ کا دارومدار ہے۔"

"میں پھر عرض کرتا ہوں" میں نے کانپتے ہوئے جواب دیا "کہ میں ارادتاً یا قصداً کسی شرانگیزی کا مرتکب نہیں ہوا۔"

"لیکن ٹھہرو" لارڈ ریونس ہل نے قطع کلام کر کے کہا "سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے؟"

"جوزف ولمٹ" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا "مگر میں التجا کرتا ہوں ..."

"لیکن تم کون ہو؟" سن رسیدہ امیر نے جوش سے فرش زمین پر پیر مار کر کہا "اور

کیوں تم نے یہ زنانہ لباس پہنا؟ خدا کی قسم" اس نے اپنی بیوی اور بیٹے کی طرف مڑ کر کہا "مجھ کو پورا یقین ہے کہ یہ اس فریب میں شامل ہے اور دیدہ و دانستہ اس کو وہ پوشاک پہنائی گئی ہے..."

"چپ ابا۔ کسی کا نام لینے کی حاجت نہیں" بیٹے نے جلدی سے روکا۔

"مگر کیا دیکھتے نہیں ہو کہ قد و قامت، وضع قطع، چال ڈھال... اگر نقاب پڑی ہو تو بالکل وہی ہے۔ نہیں یہ محض حسنِ اتفاق نہیں ہو سکتا۔ ضرور اس میں کوئی سازش ہے۔"

"لیکن سن تو لو یہ لڑکا کیا کہنا چاہتا ہے" لیڈی ریونس ہل نے کہا۔

"یہی بہتر طریقہ ہے" پادری صاحب نے بھی تسلیم کیا۔ "میرے اپنے خیال میں وہ کسی دغابازی کا شریک معلوم نہیں ہوتا۔ خود دیکھیے کتنا سہما ہوا دکھائی دیتا ہے۔ بہر حال سن لینا چاہیئے کہ وہ کہتا کیا ہے؟ ادھر آ لڑکے۔ جو کچھ تجھے کہنا ہو سچ سچ بیان کر دے پھر تیرے لئے کسی بات کا ڈر نہیں ہے۔"

پہلی جلد کا پہلا حصہ ختم ہوا

گردشِ آفاق

پہلی جلد

دوسرا حصّہ

باب ۱۰ (بقیہ)

جس وقت یہ مضطربانہ گفتگو ہو رہی تھی تو کئی طرح کے خیالات تیزی رفتار سے میرے دماغ میں پیدا ہونے لگے تھے. میں نے محسوس کیا کہ اس موقعہ پر مسٹر لینووڈ کی شرارتوں کو ظاہر کرنا درحقیقت انیبل اور اس کی ماں کے حق میں انتہائی ظلم اور ناشکری ہوگا۔ ان کی خاطر میں لینووڈ ایسے شیطان کی حفاظت پر مجبور تھا۔ خیال آتا تھا کہ اگر مجھے اس کے ان ناپاک ارادوں کی مکمل تشریح کرنی پڑی جو وہ میری ذلت کی نسبت رکھتا تھا تو نہ معلوم وہ کس حد تک قانونی گرفت میں آجائے. پس گو میں خوف زدہ اور سہما ہوا تھا تاہم میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ خواہ مجھے ان لوگوں کی طرف سے جن کے درمیان اتفاقات نے مجھ کو لا ڈالا تھا، کیسے ہی وحشیانہ مظالم برداشت کرنے پڑیں. میں بہرحال ان معاملات کو افشا نہ کروں گا. جو لینووڈ پر اثر ڈال کر بالواسطہ ایسے نتائج کا موجب ثابت ہو سکتے تھے جن کا بار سختی کے ساتھ انیبل اور اس کی ماں کے سر پر پڑے۔

اس فیصلہ پر پہنچنے کے بعد میں نے لارڈ ڈیونس ہل سے کہا: "اگر آپ صبر کے ساتھ سن سکیں تو میں جس قدر حالات ممکن ہیں عرض کر سکتا ہوں۔"

"تمہارا بیان مکمل اور صاف ہونا چاہیئے" نوجوان نے کڑک کر کہا۔ "ورنہ

یاد رکھو تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔"

"چپ والٹر چپ۔" لیڈی ریونس ہل نے جلدی سے کہا: "جو کچھ یہ لڑکا بیان کرنا چاہتا ہے سن لو۔ اس کے بعد جیسا ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"میں مکرر عرض کرتا ہوں۔" میں نے اس کے جواب میں کہا "کہ جو کچھ میں نے پیشتر بیان کیا تھا بالکل صحیح ہے۔ آپ اپنے اس نوکر سے جو گاڑی کے ساتھ تھا تصدیق کرلیں کہ میں جب اس کے پاس گیا تو اس نے مجھے فوراً گاڑی پر سوار ہونے کے لئے مجبور کیا یا نہیں؟"

"آہ۔ لیکن تم کس لئے اس کے پاس گئے تھے؟" لارڈ ریونس ہل نے اعتراض کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی پھر ایک بار شکی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"بات یہ ہے کچھ لوگ میرا پیچھا کر رہے تھے۔" میں نے جواب دیا: "محض اس کی امداد حاصل کرنے کے لئے میں آپ کے نوکر کے پاس گیا تھا۔ بس یہی اصل واقعہ ہے۔ اور آپ کا آدمی اگر غور کر کے سوچے تو یقیناً میرے اس بیان کی تائید کر سکتا ہے۔ پھر اس کے علاوہ" میں نے اچانک یاد کر کے کہا: "میں نے اس کو راستہ میں غلطی سے آگاہ کرنے اور گاڑی رکوانے کی کوشش کی۔ اور اس مطلب کے لئے کھڑکی سے جھک کر اس کو آوازیں بھی دیں۔ لیکن وہ یہی کہتا رہا "بالکل ٹھیک"۔ فی الحقیقت اس نے میری کسی بات پر توجہ ہی نہیں دی۔ اور چونکہ گاڑی ہوا کی طرح چل رہی تھی۔۔۔"

"میری رائے میں اس لڑکے کا بیان بالکل صاف ہے۔ اور اس کے چہرہ کے انداز سے بھی راست گوئی ظاہر ہوتی ہے۔" پادری صاحب نے کہا۔ "اس لئے مائی لارڈ صریحاً غلط فہمی ہوئی ہے ..."

"آہ۔ مگر کتنی تکلیف دہ غلط فہمی۔" امیر موصوف نے جواب دیا: "لیکن ہاں امر دریافت طلب یہ بھی ہے کہ تم نے یہ زنانہ لباس کس لئے پہنا تھا؟"

"اس کے بارے میں بس اس سے زیادہ کوئی تشریح نہیں کر سکتا" میں نے جواب دیا "کہ جہاں میں رہتا تھا اس جگہ سے فرار ہونا چونکہ ضروری تھا اس لئے مجھ کو ان کپڑوں کے استعمال کی ضرورت لاحق ہو گئی۔ تاہم میں التجا کرتا ہوں کہ آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی تھی۔ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ دراصل میرا قصور نہ تھا۔ کوئی شخص کسی نامعلوم وجہ سے میری ایذا رسانی پر تلا ہوا تھا مگر اس کا نام میں نہیں لینا چاہتا۔ واقعات کو اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ناممکن ہے۔ کچھ اس طرح کے پُراسرار حالات میری زندگی سے وابستہ ہیں کہ میں خود ان کو نہیں سمجھ سکتا۔"

"ذاتی طور پر میں اس لڑکے کی باتوں پر یقین رکھتا ہوں" پادری صاحب نے دبے لفظوں میں اوروں سے کہا۔ مگر میں نے ان کے الفاظ سن لئے اور کہا۔

"لطف صاحب! میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہتا ہوں۔ اور اس میں رتی بھر بھی جھوٹ نہیں ہے۔"

"لیکن ٹھہرو" لارڈ ریونس ہل نے کہا۔ "میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ تم کس حیثیت کے آدمی ہو۔ اور اس سے پہلے کیا کرتے رہے ہو؟ کچھ اور حالات بیان کرو جس سے ہم فیصلہ کر سکیں کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔" پھر اپنی بیوی سے دبی آواز میں "میرے خیال میں اس لڑکے کو باہر نکال دینا تو کسی طرح ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ پھر اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ اس قصہ کو جگہ جگہ بیان کرتا پھرے گا۔"

"یہ بالکل صحیح ہے" خاتون نے تسلیم کیا۔ "بتاؤ لڑکے۔ جو کچھ آپ پوچھتے ہیں اس کا جواب دے۔"

"میں اس سے پہلے ایک صاحب کے یہاں گھر کی نوکری کرتا تھا" میں نے لیئوورک کے مکان پر پہنچنے کے واقعات کو بالکل ہی حذف کر دیا۔

"کیا نوکری؟" والٹر نے پوچھا۔ "تب میرے خیال میں تم کسی دوسری جگہ ایسی ہی نوکری کے متلاشی ہوگے؟" پھر میرے ہاں کہہ دینے پر "بہت اچھا، میں تیرے لئے کچھ نہ کچھ انتظام کر دوں گا۔ اِدھر آ میرے ساتھ۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک جلتی ہوئی شمع اٹھائی۔ اور میں اس کے پیچھے ہو لیا۔ اب ہال بالکل خالی تھا۔ ایک شاندار زینہ سے گذر کر وہ مجھے ایک چھوٹے سے کمرہ میں لے گیا جو ایک بڑی آرام گاہ سے ملحق تھا۔ اور دونوں کے درمیان جیسا کہ بعد ازاں معلوم ہوا۔ دُہرے دروازے لگے ہوئے تھے۔ گویا اگلا اور چھوٹا کمرہ اس خدمتگار کیلئے مخصوص تھا جو بڑے کمرہ میں قیام کرنے والے کی خدمتگزاری کیلئے حاضر ہو۔

"آج رات یا اس کا جس قدر حصّہ باقی ہے تم اس جگہ آرام کرو۔" والٹر نے مجھ سے کہا۔ "مناسب وقت پر ہم اس سوال پر غور کریں گے۔ کہ تمہارے بارے میں کیا کرنا واجب ہے۔ تاہم ایک بات میں تم سے کہتا ہوں۔ یعنی جس واقعہ کے سلسلے میں تم اس جگہ آئے ہو اس کی بابت اپنے لبوں پر کامل مہرِ سکوت لگائے رکھنا ورنہ تمہارے حق میں نہایت مضر ہوگا۔ میرے الفاظ کو یاد رکھنا۔ تمہاری صورت میں کوئی بات ایسی ہے جس کو میں پسند کرتا ہوں۔ اور یہی باعث ہے کہ میں تم پر اعتبار کرنے کو آمادہ ہوں۔ اور ہاں یاد آگیا۔ تم جب آرام کر کے اٹھو گے تو تمہارے لئے دوسرا اور موزوں لباس تیار رکھا ہوگا۔"

اتنا کہہ کر اس نوجوان نے شمعدان میز پر رکھ دیا۔ اور دروازہ مقفل کر کے کمرہ کے باہر چلا گیا۔ میں نے فوراً اپنی زنانہ پوشاک اتاری اور بستر پر لیٹ گیا۔ لیکن گو تھکا ماندہ اور بھوکا تھا۔ تاہم بڑی دیر تک نیند نہ آسکی۔ اس ایک رات کے واقعات اتنے حیرت انگیز اور کسی افسانہ کے حالات کی مانند اس طرح جلد جلد ظہور میں آئے تھے کہ میرے دماغ میں ان کی وجہ سے رقّت پیدا ہوگئی اور وہ سکون

جو ہو آرام نیند کا لازمہ ہے حاصل نہ ہو سکا۔ آخر بڑی دیر کے بعد جب آنکھ لگنے لگی تھی تو قفل میں کنجی گھومنے کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور مسٹر والٹر داخل ہوا۔ وہ میرے پاس سے گذرتا ہوا ذرا سی دیر کے لئے میرے بستر کے قریب ٹھہرا۔ مگر میں نے آنکھیں نہ کھولیں۔ اور وہ بھی مجھ کو بیدار کئے بغیر اندرونی کمرہ میں چلا گیا۔ مگر اس نے وہ دروازہ جو میرے کمرہ سے زینہ کی طرف کھلتا تھا مقفل نہ کیا۔ میرا خیال ہے اس نے سوچا ہوگا کہ اس وقت جب گھر کے سب آدمی محو خواب ہیں۔ مجھے پوشیدہ طور پر بھاگنے کی رغبت نہیں ہو سکتی۔ یا ممکن ہے اس کا خیال ہو کہ میں سو گیا ہوں۔ بہر حال امر واقعہ یہ ہے کہ اس کے چند ہی منٹ بعد مجھے گہری نیند آ گئی۔

میں جب اُٹھا تو خاصا دن چڑھ آیا تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میرے سرہانے نوکر کی پوری وردی رکھی ہے اور جب میں نے اٹھ کر اسے پہنا تو معلوم ہوا کہ وہ میرے بدن پر ویسے ہی پوری اترتی ہے گویا وہ میرے ہی لئے بنائی گئی ہو۔ میں کپڑے پہن کر فارغ ہوا ہی تھا کہ آنریبل والٹر رپونس ہل... معلوم ہوا یہی اس نوجوان کا پورا نام تھا۔ داخل ہوا۔ کیونکہ وہ مجھ سے پہلے ہی اُٹھ کر کپڑے پہن چکا تھا۔ تقریباً ایک منٹ تک اس نے گہری توجہ سے میری طرف دیکھا۔ میرے خیال میں صرف یہی دیکھنے کے لئے نہیں کہ وہ وردی مجھے کیسی زیب دیتی ہے۔ بلکہ خاص طور پر اس مطلب کے لئے کہ میرے چہرہ سے چال چلن اور خصلت کا بخوبی اندازہ لگا سکے۔ مجھے بھی اس حالت اضطراب کے مقابلہ میں جو رات کے وقت اس جگہ پہنچنے پر پیدا ہو گئی تھی، اب اس کو زیادہ اطمینان کے ساتھ دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ میانہ قد نازک اندام، خوبصورت اور سڈول بدن کا خوش پوش نوجوان تھا۔ خط و خال امیزانہ اور چہرے کی ساخت بیضوی۔ اوپر کا

ہونٹ چھوٹا جس میں تکبر کا ہلکا خم موجود تھا۔ بال سیاہی مائل بھورے، گلمچھے اس سے بھی زیادہ گہرے رنگ کے اور ابرو قوسین کی صورت رکھتے تھے۔ اس کی آنکھیں بھوری تھیں مگر اس میں وہ نرمی اور سیلاپن موجود نہ تھا۔ جو بالعموم اس رنگ کی آنکھوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جذبات تیز کی آگ ان میں مشتعل تھی۔ عمر ۲۵ سال کے لگ بھگ اور وضع ایک حد تک عیاشانہ تھی۔ لیکن نہ ایسی کہ اس کے چہرہ پہ اضمحلال یا پژمردگی کے اثرات پیدا کرنے والی ہو۔

بڑی دیر تک میرے چہرے کو غور سے دیکھنے کے بعد آخر کار اس نے کہا "جوزف۔ میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ تم ہمارے درمیان اس طرح آ کودے ہو جیسے کوئی آسمان سے گر پڑے بس ایسے طرفہ حالات میں ہم تم کو باہر نکالنا نہیں چاہتے۔ صریحاً کوئی راز تم سے وابستہ ہے۔ لیکن اگر تم ہمارے راز کی حفاظت کا وعدہ کرو۔ تو ہم بھی تمہارا بھید دریافت کرنے کی کوشش نہ کریں گے"

"صاحب یقین کیجئے" میں نے جواب دیا۔ "گذشتہ رات کے واقعہ کو افشا کرنے کی نہ مجھے کوئی خواہش ہے اور نہ کوئی تحریک۔ فی الحقیقت میرے اس مختصر بیان سے جو میں قبل ازیں آپ کے روبرو دے چکا ہوں، آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ میں اس وسیع دنیا میں بالکل بے یار و مددگار ہوں"

"خیر میرا منشا تم سے تمہارے حالات دریافت کرنے کا نہیں ہے" مسٹر ریڈنس ہل نے جواب دیا "مختصر یہ ہے کہ چند دن ہوئے والد کے ملازموں میں سے ایک دفعتہً رخصت ہو گیا تھا۔ اتفاق سے بعینہٖ وہ تمہارے قد و قامت کا نوجوان تھا اور میں دیکھتا ہوں کہ اس کا لباس تم کو بخوبی زیب دیتا ہے بس اگر تم اس کی قائم مقامی پسند کرو تو وہ جگہ تم کو دی جا سکتی ہے"

"لیکن کیا میں دریافت کرسکتا ہوں کہ وہ مکان جس میں مجھ کو ملازمت کرنی ہوگی کس جگہ واقع ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ریڈنگ کے بالکل قریب!" اس نے جواب دیا۔

میں نے لندن اور اس کے مضافات کا نقشہ اچھی طرح دیکھا تھا۔ اس لئے مجھ کو معلوم تھا کہ یہ مقام کس سمت میں واقع ہے۔ لیکن اس پر بھی انیبل کی تنبیہ ازروئے دانشمندی تحریک کرتی تھی کہ مجھے اپنے اور مصدر مقام کے درمیان زیادہ سے زیادہ فاصلہ پیدا کر لینا چاہیئے۔ پس میں نے کہا: "سوال کی جرأت اور ظاہری تامل کے لئے معافی کا طلبگار ہو کر میں ازراہ مجبوری عرض کرتا ہوں کہ لندن میں بعض لوگ میرے دشمن ہیں... گو اس کے ساتھ ہی خدا کے لئے مجھ کو مشتبہ نظروں سے نہ دیکھئے کیونکہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کبھی کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کیلئے مجھے شرمندہ ہونا پڑے۔"

"ڈرو مت میں تمہاری بات پر یقین کرتا ہوں۔" مسٹر ریونس ہل نے جواب دیا: "اگر تمہیں لندن کے قریب ہونے کا اندیشہ ہے تو تم اس خوف کو فوراً دل سے نکال سکتے ہو۔ کیونکہ حالات پیش آمدہ ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس کی آواز میں تلخی پیدا ہو گئی۔ "ہمارا خاندان آج ہی ریونس ہل سے ڈیون شائر کے دیہاتی مکان کو روانہ ہو جائے گا۔"

اس کے بعد جب اس نے میرے چہرہ کو شگفتہ ہوتے دیکھا اور یہ سمجھا کہ میں اپنی زیر تجویز ملازمت پر ہر طرح شاکر ہوں۔ تو اس نے مجھ سے کہا کہ جب تمہارا جی چاہے تم شاگرد پیشے میں دوسرے ملازموں کے پاس جا سکتے ہو۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ اور میں چند منٹ کے لئے معاملات کی بدلی ہوئی حالت پر غور کرتا رہا اور اب دفعتاً مجھ کو اس بٹوہ کا خیال آیا جو انیبل نے کل رات مجھ کو رخصت کرتے

وقت دیا تھا۔ اور جس کو میں نے ابھی تک کھول کر نہ دیکھا تھا۔ مخفی نہ رہے کہ میں نے صرف یہ دیکھنے کے لئے اس کو نہ کھولا تھا کہ اس میں کتنی رقم موجود ہے۔ بلکہ اس امید پر کہ شاید ان زبانی ہدایات کے علاوہ جو انیبل نے مجھ کو دی تھیں کوئی تحریری ہدایت اور بھی رکھی ہوئی ہو۔ میں نے اسے کھولا۔ دس گنیاں اور ایک پرزہ کاغذ اس میں رکھا تھا جس پر ذیل کی چند سطریں درج تھیں۔

"پیارے جوزف۔ اس فوری روانگی کا اضطراب رفع ہو جانے کے بعد قدرتی طور پر تم اس کے اسباب و حالات پر غور کرو گے۔ ممکن ہے کہ تم ایسے آدمیوں کی صحبت میں پہنچ جاؤ جو تم سے ہمدردی ظاہر کریں (کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ تم اپنے لئے ضرور دوست پیدا کر لو گے) وہ لوگ تم سے مفصل تشریحات کے طلبگار ہوں گے۔ اگر اس طرح کے حالات پیش آئیں تو میں التجا کرتی ہوں کہ میرے باپ کے نام کو محفوظ رکھنا۔ بس اس سے زیادہ کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ ہم دونوں یعنی میری مبتلائے مصیبت ماں اور میں خود تمہاری اس فیاضی سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اور اس کی قدر کرتی ہیں۔

تمہاری با محبت لیکن بدنصیب

انیبل

میں نے اس رقعہ پر خون کے آنسو بہائے اور دل میں عہد کیا کہ اسے اس کے راقم محبوب کی یادگار کے طور پر ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گا۔ لیکن پھر جب اس سوال پر اچھی طرح غور کیا تو یہی بہتر معلوم ہوا کہ اسے تلف کر دینا چاہیئے کیونکہ ڈر تھا ایسا نہ ہو کہ انقلاب روزگار سے وہ اوروں کے ہاتھوں میں جا پڑے۔ غریب انیبل! اگر اس کے باپ کو اس بات کا ذرا بھی شبہہ پیدا ہو گیا کہ اس کا میرے فرار سے کوئی تعلق تھا تو وہ اس کا سخت ہی وحشیانہ انتقام لے گا۔ یہ سوچ کر

میں بڑی دیر تک زار زار روتا رہا۔ اور اپنے آپ کو اس بات پر ملامت کی، کہ کیوں میں نے اس کے اصرار پر وہ بزدلانہ طریقہ اختیار کیا۔ جو ہر چند میری اپنی حفاظت کا ذریعہ تھا۔ تاہم اس کے لئے یقیناً کئی طرح کے خطروں کا موجب بنا ہوگا۔ آہ۔ کس طرح میرا دل اس کا قرب حاصل کرنے کو بے چین تھا... اس کی دلکش فرشتگانہ ہستی... کبھی مجھ کو اتنی محبوب و عزیز معلوم نہ ہوئی تھی، جتنی اس وقت جدائی کی حالت میں ہوئی۔ لیکن میں کیا پھر کبھی اس کو دیکھوں گا؟ مجھے اس کے اپنے الفاظ یاد آئے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ یقینی طور پر خدا کے ہاں انصاف ہے اور تم ہمیشہ اسی طرح ستائے نہ جاؤ گے۔ اس کی نقرئی آواز کے یہ الفاظ اب بھی مجھے اپنے کانوں میں گونجتے معلوم ہوئے۔ اور اس پُر امید یقین میں پیشگوئی کی طاقت ظاہر ہونے لگی۔ چنانچہ اس وقت بھی اگرچہ میں نوعمر تھا۔ میں نے مضبوطی کے ساتھ اپنے دل میں عہد کیا کہ انیبل کی تصویر میرے لئے ایک رہبر فرشتہ کا کام دے گی میں نے اپنی ہستی کو انیبل پر تصدق کرنے کا عہد کیا لیکن چونکہ ضروری ہے کہ قربانی جس کے لئے کی جائے وہ اس کے قابل ہونی چاہیئے۔ اس لئے میں نے محسوس کیا کہ مجھے اپنی زندگی ہمیشہ پاک و صاف رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ مجھ کو یقین تھا کہ انیبل بلالحاظ اس امر کے کہ عمر کے سالہائے طولانی اس کے حسن کی دلفریبی کو کتنا ہی دھندلا کیوں نہ کر دیں۔ اور اثراتِ زمانہ سے اس کی شکل میں کیسی ہی تبدیلیاں کیوں نہ پیدا ہوں۔ ہمیشہ نیکی کے اصول پر قائم رہے گی۔ چنانچہ اس صبح کو میں جب اپنی آرام گاہ میں بیٹھا ان سوالوں پر غور کر رہا تھا۔ تو اے فرشتہ صورت نیک سیرت انیبل! میں نے خدا سے دعا مانگی کہ "وہ اپنی گرانبہا اور بہترین برکات ہمیشہ تجھ پر نازل کرے!"

شاگرد پیشے کو رخصت ہونے سے پیشتر میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا

مکان کی پشت پر ایک بہت بڑا باغ تھا۔ جس سے ملحق کئی کھیت اور میدان تھے اور ان کے آگے لہلہاتے سبزہ کی چراگاہیں، جن میں بھیڑیں اور مویشی چرتے پھر رہے تھے۔ چنانچہ یہ گردونواح کی جگہ بھی مجھ کو ویسی ہی دلکش معلوم ہوئی جیسی یہ عمارت۔ اس قلیل واقفیت کی بنا پر جو مجھ کو حاصل تھی معلوم ہوئی تھی۔ میں نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آنکھوں سے اشکباری کے آثار تو ظاہر نہیں ہوتے۔ آئینہ میں صورت دیکھی۔ اور اس بات کا اطمینان کرنے کے بعد کہ اس قسم کے نشانات اگر موجود تھے تو اب بالکل دُور ہو گئے ہیں۔ کشادہ زینہ کی راہ سے نیچے اُترا۔ راستہ میں وہی نوکر ملا جو مجھ کو گاڑی پر سوار کر کے لایا تھا۔ اور وہ مجھے نوکروں کے کمرہ کی طرف لے چلا۔ دفعتاً چلتے چلتے ٹھہر کر اس نے قدرے تبسّم اور شوخی کی نظروں سے میری طرف دیکھا اور کہنے لگا: "کل رات کے واقعہ کا ذکر اوروں سے نہ ہو۔ اس کا حال صرف تین چار آدمیوں کو معلوم ہے۔ اور اس راز کو باہر نکالنے کی حاجت نہیں۔"

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کرنے کا وعدہ کیا۔ کیونکہ میرا اپنا منشا بھی ان حالات کو پوشیدہ رکھنے کا تھا۔ اس کا لہجہ ملائم اور شُستہ تھا اور مجھ کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اس غلطی کی وجہ سے جو کل رات میری وجہ سے ہوئی تھی اس کو میرے برخلاف کسی طرح کا بغض نہیں ہے۔ یہ بھی مجھ کو معلوم ہوا کہ خاندان ریونس ہل کے ملازموں کا دائرہ بہت وسیع ہے اور فی الحال وہ سب روانگی کی تیاریوں میں عجلت سے مشغول ہیں۔ ناشتہ کے بعد مجھے اطلاع دی گئی کہ گاڑیاں جلد تیار ہوں گی اور آنریبل والٹر ریونس ہل کی خواہش ہے کہ میں اس کے پارچات جن کو وہ اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔ باندھ لوں۔ چنانچہ گیارہ بجنے کے قریب تھے۔ کہ دو گاڑیاں ریونس ہل سے روانہ ہوئیں۔ ایک میں لارڈ اور لیڈی ریونس ہل اور مسٹر والٹر سوار تھے۔ اور دوسری میں دو خدمتگار دو کنیزیں اور میں:...

باب ۱۱

چارلٹن ہال

ڈیون شائر کے ایک نہایت فرحت خیز حصہ میں ایکسیٹر سے ۔ قریباً بیس میل جنوب کی طرف ایک بہت پرانی منیر کی طرز کی عمارت واقع تھی جس کو چارلٹن ہال کہتے تھے ۔ یہ جگہ جو خاندان ریولنس ہل کی دیہاتی قیام گاہوں میں سے ایک تھی ایک وسیع قطعہ اراضی کے درمیان آباد تھی ۔ اور ایک شفاف پانی کی ندی اپنا خمدار بلوری راستہ طے کرتی ہوئی اس کے اندر سے گذرتی تھی ۔ یہ جائیداد گذشتہ چند صدیوں سے اس خاندان کے قبضہ میں چلی آتی تھی ۔ اور گو اس عمارت کے مختلف حصے وقتاً فوقتاً از سرِ نو تعمیر ہوئے تھے تاہم چونکہ ہر مرتبہ عمارت کا کوئی نہ کوئی پہلو اس کی اصلی حالت پر چھوڑ دیا گیا تھا ۔ اس لئے ساری عمارت بغیر کسی مضحکہ خیز اختلافی نقص کے فن تعمیر کے مختلف اقسام کا مجموعہ بنی ہوئی تھی ۔ مکان کے اندرونی حصے وضع قدیم کے مظہر تھے ۔ جن میں عیش و آرام اور تفریح و اصلاح کی اختراعات جدیدہ نے شرکت کر لی تھی ۔ مثلاً وہ کشادہ زینہ جس پر سپاہیوں کا ایک پورا دستہ صف باندھ کر گذر سکتا تھا ۔ خوبصورت مجسموں اور جسیم ظرفوں سے سجا ہوا تھا اور کشادہ نشست گاہیں گردوں کے دلکش نقش و نگار آتشدانوں کے فراخ مسطح طاقوں اور خوشنما محرابی کھڑکیوں سے آراستہ تھیں ۔ اسی طرح خوابگاہیں بے حد کشادہ مگر ان کی کھڑکیاں بے حد تنگ تھیں ۔ حتیٰ کہ اگر ان کی آرائش فرحت بیز اور راحت انگیز نہ ہوتی تو وہ یقینی طور پر دھندلی اور تاریک ہو جاتیں ۔ مختصر یہ کہ عصر حال کے مذاق کی آمیزش نے عہد ماضی کی قدیمی شوکت

کو اس طرح دلکش بنا یا اور اس میں نفاست و دلفریبی کا ایسا نا معلوم پیوند لگا یا تھا کہ چالوٹن ہال کی اندرونی حالت سے پیدا ہونے والا اثر غم انگیز یا ہیبت خیز ثابت نہ ہوتا تھا۔

وسیع پارک کے پھاٹک کے پاس بنی ہوئی دربان کی جھونپڑی سے لے کر ہال کے اگواڑہ تک گاڑی کی خوشنما پختہ سڑک تھی جس کے اطراف میں شمشاد کے اونچے درخت صف آرا تھے۔ اور اس طرح قریباً پون میل لمبی اور خوش قطع سڑک بنی ہوئی تھی۔ اور چونکہ وہ بالکل سیدھی نیز جھونپڑی سے لے کر ہال تک درجہ وار کشادہ ہوتی گئی تھی اس لئے جو شخص نیا نیا وارد ہو اس کے لئے اس سڑک سے عالی شان محل کا نظارہ غیر معمولی دلکش اور نظر فریب ہوتا تھا۔ پارک کے دائیں طرف قریباً ایک چوتھائی میل کے فاصلہ پر اُجلی اور شفاف ندی بہتی تھی۔ اور جس وقت اس بڑے دریا میں شامل ہونے کے لئے جس کی وہ شاخ تھی، تیزی رفتار کے ساتھ چلتی تھی تو اس کے صاف پانی میں زندگی اور اس کی تیز روی میں زندہ دلی کا رنگ پایا جاتا تھا۔ ندی اور دریا کے اونچے کناروں پر خوشنما اور زرخیز چراگاہیں واقع تھیں۔ جن کے زمردی سبزہ پر لاتعداد ریوڑ اور ڈیون شائر کے سُرخ رنگ مویشیوں کے بے شمار گلے چرتے دکھائی دیتے تھے۔ پارک کے بائیں طرف درختوں کا ایک بہت بڑا جھُنڈ بالکل اس طرح واقع تھا۔ جیسے کوئی جنگل۔ لیکن زیادہ قریبی مقام سے دیکھنے پر شاخوں میں جواہرات کی مانند لٹکے ہوئے پھلوں اور باقاعدہ نصب کئے ہوئے درختوں کی ترتیب سے پرورش کردہ باغیچہ اور خود رو جنگل کا فرق بہ آسانی ظاہر ہو جاتا تھا۔ محل کی پچھلی کھڑکیوں سے دور تک اراضی کا دلکش منظر خوبصورت نظر آتا تھا۔ اور اس سے پرے جہاں تک نگاہ کام کر سکتی تھی، پہاڑیوں اور وادیوں کا سلسلہ بے پایاں دکھائی دیتا تھا جو آخر کار حد افق میں پہنچ کر زیادہ بلند چوٹیوں پر ختم ہو جاتا تھا۔ پہاڑیوں کے دامن

لہلہاتے درختوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ جن کی موجودگی وادیوں کی خوشنمائی کو دوبالا کرنے والی تھی۔ اور جب اس نظارۂ دلفریب میں خزاں کی نرمی اور ملائمت شامل ہو جاتی تو ایک ایسی دلکش اور روح پرور تصویر پیش ہوتی تھی جس کی خوبیوں کو دیکھ کر نہ کبھی آنکھ تھکتی اور نہ دل سیر ہو سکتا تھا۔

آنریبل مسٹر والٹر۔ لارڈ اور لیڈی ریونس ہل کا اکلوتا بیٹا تھا۔ فی الحقیقت ان کی شادی سے صرف یہی اولاد ہوئی تھی۔ چارلنٹ ہال میں کثیر التعداد ملازم رہتے تھے اور چونکہ خاندان کے لوگ سال بھر میں سات آٹھ مہینے ضرور اس کوٹھی میں گذارتے تھے۔ اس لئے اس عملہ کو ہمیشہ قائم رکھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اصطبل میں عمدہ گھوڑوں کی معقول تعداد اور چار پانچ گاڑیاں بھی رہتی تھیں۔ فی الحقیقت خاندان ریونس ہل کے بارے میں میرا پہلا اندازہ یہ تھا کہ وہ لوگ بعید از قیاس دولت کے مالک ہیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ مسٹر ڈیلمری کی طرح طرز معاشرت اونچی اور نوکروں کی تعداد عظیم ہے۔ مگر انقلاب روزگار نے اب جس خاندان سے میرا تعلق پیدا کیا اس کے مقابلہ میں اس کی کوئی ہستی نہ تھی۔ شاگرد پیشے میں ہر طرح کے سامان کی بہتات تھی اور ہم لوگ روزانہ عمدہ اور پر لطف کھانے اڑاتے تھے۔ اس کے باوجود مجھ کو اپنی نئی ملازمت میں داخل ہوئے زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ یہ خیال میرے دماغ میں سرایت کرنے لگا کہ اضطراب اور بے چینی کی ایک خفیہ لہر ملازموں کے حلقے میں جاری ہے۔ جو بعض اوقات چہروں کی اُداسی اور مایوسی میں، بعض اوقات تین یا چار شخصوں کی باہمی سرگوشی میں اور کئی موقعوں پر زیادہ اونچی شکایتوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہتی ہے مگر کیوں ایسا ہوتا ہے؟ ... اس کا راز شروع میں بالکل میری سمجھ میں نہ آسکا۔

اس جگہ یہ امر بیان طلب معلوم ہوتا ہے کہ محل سے قریباً دو میل کے فاصلہ پر اراضی کی سرحد کے پاس ایک خوشنما چھوٹا سا گاؤں آباد تھا۔ جسے تعلقہ کی نسبت سے

چارلٹن کہتے تھے۔ پچھلی کھڑکیوں سے پرانے عشق پیچے سے ڈھکا ہوا مینار درختوں کی
چوٹیوں سے بالا نظر آتا تھا۔ اور گو ان درختوں کی پشت پر سیاہی مائل سرخ اینٹوں
کا ایک قدیم الوضع مکان واقع تھا جس میں پادری صاحب رہتے تھے۔ ندی اس گاؤں
میں ہوکر بہتی تھی۔ اور قریب ہی اس کی مدد سے ایک پن چکی بھی چلتی تھی۔ قریب ترین قصبہ
ہال سے تین میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور معلوم ہوا کہ خاندان ریونس ہل کے لوگ پابندی
کے ساتھ ہر اتوار کو موضع چارلٹن کے گرجا کے بدلے اسی قصبہ کے ایک گرجا میں جایا کرتے
تھے۔ اس کی وجہ جو بعد ازاں معلوم ہوئی یہ تھی کہ گاؤں کا پادری قلیل التعداد دیہاتی
آدمیوں کے مجمع میں اپنے وعظ کو ان کی قوتِ فہم کے مطابق بنانے کی کوشش کیا کرتا
تھا اور چونکہ اس قسم کا سیدھا سادہ وعظ خاندان ریونس ہل کے بلند پایہ خیالات
کے لئے موزوں اور مناسب نہ تھا۔ اس لئے مدت دراز سے ان کی آمد و رفت قصبہ کے
ایک گرجا میں رہتی تھی جس کا پادری ایک دمندار اور فصیح البیان مقرر تھا۔ پھر اس
کے علاوہ ممکن ہے ایک اور وجہ یہ بھی ہو کہ لارڈ اور لیڈی ریونس ہل جو امیرانہ
تکبر سے از خود رفتہ تھے۔ اپنی شاندار گاڑیوں کو غریب دیہاتیوں کے مقابلہ میں اہل شہر
کی نظروں میں لاکر زیادہ خوش ہوتے تھے۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ لیڈی ریونس ہل
کے لباس فاخرہ کا جو اثر شہری طبقہ پر ہو سکتا تھا اس کی اہل قریہ کی سادہ پسندی
سے بہت زیادہ امید نہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ شہری گرجا سے باہر نکلنے کے موقعہ
پر ان لوگوں کی دوسرے رؤسا و شرفا سے جن کی کوٹھیاں قرب و جوار میں واقع تھیں
ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ کیونکہ وہ لوگ بھی اسی فیشن ایبل گرجا میں جایا کرتے تھے۔
اس گرجا میں نوکروں کی نشست کا انتظام بھی موجود تھا اور وہ ہفتہ وار باری باری
ایک ہلکی اور نفیس چوپہیہ گاڑی میں سوار ہوکر گرجا میں جایا کرتے تھے۔ بات یہ ہے
لیڈی ریونس ہل اس بارے میں حد سے زیادہ محتاط تھیں۔ جس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ

خدام کی قاعدہ اور انتظام کے ساتھ جانے والی تعداد بھی اہل شہر کے دلوں پر رُعب پیدا کرے۔ اور اس شان و شوکت اور نمائش وقتاً ہر دلی میں ترقی کا موجب ہو، جو خاندان ریونس ہل کی ہر ایک کارروائی کی جان تھی۔

ہمارے چارلٹن ہال پہنچتے ہی خوش عیشی کا دورِ عظیم شروع ہو گیا تھا۔ ہفتہ میں تین تین بار دعوتیں دی جاتیں اور ان موقعوں پر قرب وجوار کی کوٹھیوں سے بے شمار گاڑیاں محل کی طرف آتی تھیں کم و بیش درجن بھر مہمانوں کے قیام و طعام کا سلسلہ اس پر مستزاد تھا۔ پس میں یہ خیال کرنے پر مجبور ہو گیا کہ خاندان ریونس ہل کو شاہانہ جلال و مرتبہ حاصل ہے۔ ان ایام میں جب مطلع صاف ہو، مہمان مختصر جماعتوں کی صورت میں سواری، شکار یا ماہی گیری کے لئے باہر چلے جاتے۔ اور جب ایسا نہ ہو تو مکان پر ہی انواع و اقسام کی مصروفیتوں اور تفریحوں کا انتظام کیا جاتا تھا۔ مرد انٹا کھیلنے کے کمروں میں جمع ہوتے، رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوتیں۔ ناٹک کھیلے جاتے اور بسا اوقات بڑی رات گئے تک حتیٰ کہ گاہ بہ گاہ خوب دن چڑھے تک بزمِ نشاط گرم رہتی تھی۔ اوّل اوّل میں یہ سوچ کر حیران ہوا کرتا تھا کہ مہمان و میزبان کیونکر اس قدر عیش و عشرت اور تفنن و تفریح کے متحمل ہوتے ہیں۔ لیکن عہد ملازمت کے حاصل کردہ تجربات نے مجھ کو بتا دیا ہے کہ طبقۂ اعلیٰ میں ان مشاغل کی کثرت مردوں کے چہروں کی زردی اور لاغری اور عورتوں کے پیش از وقت ڈھلے ہوئے جوبن کی صورت میں ظاہر ہونے لگتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ گرم کمروں شب بیداریوں، پُر تکلف کھانوں اور جوش انگیز اور تباہ کن مسرتوں کے نت نئے نوعریانی سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کثرت سے غازہ و گلگونہ کا استعمال ایک طرف اور شباب آور ادویہ کا سہارا دوسری جانب اتنا ضروری تصور کیا جاتا ہے۔

آنریبل مسٹر والٹر کا خادم خاص لنٹن قریباً تیس سال عمر کا خاصہ قبول صورت

اور خوش پوش نوجوان تھا۔ وہ ہمیشہ خوش وضعی کے ساتھ سیاہ لباس پہنے رہتا اور جسمانی صفائی کا خصوصیت کے ساتھ زیادہ خیال رکھتا تھا۔ یوں تو سبھی نوکر مجھ پر مہربان تھے۔ تاہم یہ شخص چارلس لنٹن خاص طور پر مجھ سے محبت کرتا اور میرے ساتھ انتہائی مہربانی سے پیش آتا تھا۔ بعض اوقات جب اسے فرصت ہو تو وہ مجھے ساتھ لے کر سیر کرنے جاتا۔ اور چونکہ خاصا تعلیم یافتہ نوجوان تھا اس لئے اس کی گفتگو معمولی انداز سے بلند ہوا کرتی تھی۔ مخفی نہ رہے کہ جو نوکر رچمنڈ کے قریب ریونس ہل ہاؤس سے خاندان کی ہمراہی میں اس جگہ آئے تھے وہ ان میں سے ایک تھا۔ اور اسی طرح اس کو خبر تھی کہ میں کس قسم کے فوری حالات میں لارڈ ریونس ہل کی سلک ملازمت میں منسلک ہوا تھا۔ اور گو مختلف اوقات میں بعض الفاظ سے جو اتفاقاً اس کے منہ سے نکلے تھے۔ یہ بات ظاہر ہو چکی تھی کہ وہ اس یادگار رات کے عجیب و غریب واقعات سے قطعی ناواقف نہیں ہے۔ تاہم اب تک اس نے اس مضمون پر مجھ سے کھلم کھلا گفتگو نہ کی تھی۔ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ شخص ان معدودے چند ملازموں میں سے ایک تھا۔ جن کی طرف سے شکایت و سرگوشی اور بدامنی و بے اطمینانی کا اظہار نہ ہوتا تھا۔ آدمی بے حد خلیق لیکن طبعاً کم گو تھا۔ اور اپنے دوسرے ہم پیشہ ملازموں کی نسبت مجھی سے زیادہ گفتگو کیا کرتا تھا۔

ہم لوگوں کو ہال میں آئے قریباً ایک مہینہ گذرا تھا کہ ایک روز سہ پہر کو ہم دونوں ندی کے کنارے چہل قدمی کرتے پھر رہے تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ گفتگو بھی کرتے جاتے تھے۔ بیچ میں ذرا سی دیر کے لئے گفتگو بند ہو گئی۔ جس کے بعد دفعتاً چارلس نے پرمعنی انداز سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیوں جوزف۔ تمہاری تنخواہ کیا آج واجب الادا تھی؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ "لیکن مجھے اس کا بالکل خیال نہیں رہا۔ غالباً مجھ کو

داروغہ سے درخواست کرنی چاہیئے۔"

"میری اپنی رائے میں تم اگر بالکل ہی بھول جاتے تو بہتر تھا۔" چارلس نے جلدی سے کہا۔ اور اس کے بعد مجھے حیرت زدہ دیکھ کر "جوزف۔ بات یہ ہے۔ اب اس گھر میں حالات نازک صورت اختیار کرنے لگے ہیں۔ شاید تم میرا مطلب نہیں سمجھے میری عادت ہے سرکار کے ذاتی معاملوں پر رائے زنی نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ میرا ان سے کوئی سروکار نہیں۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہماری تنخواہ ماہ بہ ماہ ادا ہو جایا کرتی، تو اس جگہ کی ملازمت کے ہر لحاظ سے تسلی بخش ہونے میں کلام نہ تھا۔ مگر جوزف! واقعہ یہ ہے کہ گذشتہ تین سال کے اندر شاید ہی کسی ملازم کو اس کی واجب الوصول رقم کے ایک چوتھائی سے زیادہ ملا ہو۔ اور پچھلے چار ماہ سے تو کسی نے ایک شلنگ کی صورت تک نہیں دیکھی۔"

حالانکہ میرا خیال تھا کہ سرکار بے حد مالدار ہیں۔" میں نے اس کے جواب میں کہا۔ اور گو میں جانتا تھا کہ چارلس لنٹن اس طرح کے معاملوں میں کبھی مذاق نہیں کر سکتا۔ تاہم میری حیرت میں کسی حد تک بے اعتمادی کا عنصر شامل تھا۔

"مالدار!" اس نے میرے ہی لفظ کو دہراتے ہوئے کہا: "بے شک سرکار کو مالدار ہونا چاہیئے تھا۔ تم ان کی عالی شان ریاست کو دیکھو۔ رچمنڈ کی خوشنما کوٹھی کا خیال کرو اور اس کے علاوہ سوچو کہ ان کا ایک عمدہ اور پُر تکلف آراستہ مکان لندن میں بھی ہے۔ لیکن افسوس۔ ہر ایک چیز متعدد بار گرد رکھی جا چکی ہے۔ شاید تم میرے مطلب کو اچھی طرح نہیں سمجھے۔ واقعہ یہ ہے کہ سرکار نامدار، ان کے والد اور جد امجد سب کے سب انتہا درجہ کے مسرف اور شاہ خرچ تھے۔ انہوں نے بڑی بڑی رقمیں قرض لیں۔ حتیٰ کہ جب یہ جائیداد موجودہ سرکار کے ورثہ میں آئی تو گو وہ کہنے کو چالیس ہزار پونڈ سالانہ محاصل رکھتی تھی۔ تاہم واقعہ میں اس کی آمدنی دس ہزار

پونڈ سے بھی کم تھی۔ بعد ازاں جب انہوں نے بیگم صاحبہ سے شادی کی تو خیال تھا کہ وہ اپنے میکے سے بہت سی دولت لائیں گی۔ کیونکہ ان کا ایک بڈھا چچا تھا جس کی وفات پر وہ تقریباً دو لاکھ پونڈ کی مالک بنتیں اور یہ رقم بڑی حد تک جائیداد کے سر سے قرضوں کا بار اُتارنے میں کفیل ہوتی۔ مگر مسٹر کتھبرٹ یعنی بیگم صاحبہ کے پیرانہ سال چچا نے یکایک دوسری شادی کر لی۔ جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی دو بچے پیدا ہوئے۔ اور قدرتی طور پر جب مسٹر کتھبرٹ کی وفات واقع ہوئی تو ساری جائیداد ان ہی دو بچوں کے حصہ میں آئی۔ اور لیڈی ریونس ہل جیسی تھیں ویسی کی ویسی رہ گئیں۔ لڑکا کچھ مدت ہوئی یعنی تقریباً دو یا تین سال گذرے فوت ہو گیا اور اس کی بہن ایلیشیا کتھبرٹ۔۔۔"

"ایلیشیا!" میں نے حیرت سے چونک کر کہا کیونکہ یہ وہی نام تھا جو چار گھوڑوں والی گاڑی کی پُراسرار مہم کی رات کو لیڈی ریونس ہل کی زبان سے نکلا تھا۔

"میں تمہاری حیرت کا مطلب سمجھ گیا" لنٹن نے جلدی سے کہا "بات یہ ہے جس رات تم غلط فہمی کا شکار ہوئے تو یہی مس کتھبرٹ یعنی ایلیشیا بھگا کر لائی جانے والی تھی۔ وہ اپنی ماں کے پاس آکسفورڈ سٹریٹ کے متصل ہینوور سکوئر میں رہتی ہے اور گاڑی مسز کتھبرٹ کے مکان کے پاس ہی سڑک کے ناکہ پر کھڑی ہوئی انتظار کر رہی تھی۔ اب میرے خیال میں تم اس معاملہ کو اچھی طرح سمجھ گئے ہوگے۔ واقعہ یہ ہے کہ چند ہفتے گذرے ایلیشیا سن بلوغ کو پہنچ گئی تھی۔ اور اس وقت دو لاکھ پونڈ سے زیادہ رقم اس کے ورثہ میں آئی۔ وہ خوبصورت، نازک بدن اکہری ساخت کی لڑکی ہے بس اب تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ کون سے اسباب تھے۔ جن کی بنا پر تم پر اس کا گمان کر لیا گیا تھا۔ لیکن یہ نہ خیال کرنا کہ وہ مسٹر والٹر سے شادی کرنے کی خواہشمند ہے۔ بالکل نہیں۔ وہ اس کو حقارت اور نفرت سے دیکھتی ہے اور خود مسٹر

کتھبرٹ بھی خاندان ریونس ہل سے اتنی ہی متنفر ہے جتنی اس کی بیٹی۔ بہرحال جہاں تک میری معلومات کام دیتی ہیں مس کتھبرٹ کسی دوسرے نوجوان پہ جان دیتی ہے جس کے مالی وسائل محدود ہیں۔ اس کی ماں اس رشتہ پر ناراض ہے۔ صحیح طور پر سارا حال تو مجھ کو معلوم نہیں کہ مس ایلیشیا کو آمادۂ فرار کرنے کے لئے کیا کیا انتظامات کئے گئے تھے۔ تاہم سمجھا جاسکتا ہے کہ اسے یعنی ایلیشیا کو یقین دلایا گیا ہوگا کہ کپتان برکلے یعنی وہ نوجوان جس سے اس کو عشق ہے اسے اپنے ہمراہ لے جانے کے لئے باہر کھڑا انتظار کر رہا ہے۔ چال اس میں شک نہیں خوب تھی۔ مگر جیسا تم نے دیکھا وہ ناکام رہی اور اس سے مسٹر والرٹ اور اس کے والدین کی رہی سہی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ وہ دو لاکھ پونڈ پر قبضہ پانے کی فکروں میں تھے۔ جوان کی پریشانیوں کی مدافعت کا ذریعہ بنتے لیکن ہوا یہ کہ چوبے گئے تھے چھبے ہونے کو اور دوبے ہو کر آئے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اب ان حالات کا انجام کیا ہوگا۔ تاہم مجھ کو احتمال ہے اور بعض باتوں سے خیال پیدا ہونے لگا ہے کہ وقت نازک سر پر آگیا۔ مخفی نہ رہے کہ مسٹر والرٹ نے مس کتھبرٹ کے اغوا کا فرض میرے سپرد کرنے کی کوشش کی تھی اور اشارۃً اس بارے میں کچھ کہا بھی تھا۔ مگر میں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔ بہرحال امر واقعہ یہ ہے کہ اگر مجھ سے بذات خود خواہش کی جاتی تو میں اس کارروائی میں شامل ہونے سے صاف ہی انکار کر دیتا۔"

چارلس لنٹن کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ میرے لئے درجہ انکشاف رکھتا تھا۔ اب اس واقعات سے بھری ہوئی رات کا راز اچھی طرح کھل گیا اور یقیناً اس انکشاف نے خاندان ریونس ہل کے طور و اطوار کو اچھی روشنی میں پیش نہیں کیا۔

"لیکن کیا وجہ ہے؟" دفعتاً میں نے پوچھا۔ "جس صورت میں سر کارک کے مالی

حالات اتنے تنگ ہیں تو پھر ہر وقت اتنی چہل پہل کیوں رکھی جاتی ہے؟"

"اس کی متعدد وجوہ ہیں" لنٹن نے جواب دیا "ایک تو جو عادات قدیم سے اس خاندان میں پائی جاتی ہیں ان کا ترک کرنا مشکل ہے۔ جس طرح ایک بدمست شرابی لمحہ بھر میں پانی پینے والا نہیں بن سکتا۔ اسی طرح یہ لوگ اپنی عادتِ اسراف کو ترک نہیں کر سکتے۔ دوسرے ان کا خیال ہے کہ ظاہرداری قائم رکھنے سے وہ اپنی اصلی حالت کو دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھ سکتے ہیں۔ تیسرے اس گھر کی گرتی ہوئی حالت سنبھالنے کے لئے مسٹر والرٹ کے لئے کسی آسودہ حال گھرانے میں شادی کرنا ضروری ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ سوسائٹی میں اپنی وضع قائم رکھنے کے قابل ہوں۔ تاہم میرا خیال ہے کہ گو قرب وجوار کے شرفا دوسال کی دعوتیں قبول کرنے دستر خوان پر عمدہ سے عمدہ گوشت کھانے، بڑھیا شراب پینے اور مہمان نوازی کے اسراف میں سرکار کی ہمت افزائی کرنے کو تیار رہیں۔ تاہم ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اپنی لڑکی تباہ شدہ والرٹ رونس ہل سے بیاہ دینے کو تیار ہو۔"

"لیکن کیا مسٹر والرٹ اپنے باپ کے انتقال پر جائداد کا مالک نہ ہوگا؟" میں نے پرخیال انداز سے پوچھا۔ "میرا اندازہ یہ تھا کہ جائداد وقف علی الاولاد ہے۔"

"اس میں شک نہیں ایسا ہے" لنٹن نے تسلیم کیا۔ "اور لارڈ رونس ہل کے انتقال پر مسٹر والرٹ اسی طرح برائے نام اس جائداد پر قابض اور دخیل ہوگا۔ جس طرح قبل ازیں سرکار کا قبضہ ہوا تھا۔ لیکن اپنی معلومات کی بنا پر میں خیال کرتا ہوں کہ اسے آمدنی کا ایک حبہ بھی نصیب نہ ہوگا۔ بات یہ ہے سِن بلوغ کو پہنچنے کے بعد وہ بھی سرکار کے ساتھ کئی ایک اقرار ناموں اور تمسکوں کی تحریر میں برابر کا شریک بن چکا ہے۔ اور اس طرح اس نے قبضہ سے پہلے ہی بہ انواع محاصل جائداد کے ذاتی حقوق رہن کر دیئے ہیں۔ جوزف! میں سچ تم سے کہتا ہوں کہ ایسی

سنگدلی بہت کم دیکھنے یا سننے میں آئی ہوگی جیسی کہ سرکار کے طرز عمل سے ظاہر ہے
انہوں نے اپنی تباہی پر صبر نہ کرکے اپنے بیٹے کو بھی تباہ کرنے پر کمر باندھ لی ہے۔
میرا پختہ یقین ہے کہ مسٹر والٹر طبعاً نیک اوصاف کا مالک تھا مگر اس کی طرز تربیت
نے اسے بالکل تباہ کر دیا۔ تم چونکہ ہوشیار اور سمجھدار لڑکے ہو اس لئے میں تم کو
محرم راز بناتا ہوں۔ اور مجھے یہ کہنے سے کوئی تامل نہیں ہے کہ اس طرح اپنے خیالات
کا اظہار کرکے میرے دل کو گونہ تسکین ہو جاتی ہے۔ بارہا مجھ کو مسٹر والٹر کی حالت
دیکھ کر رنج ہوتا ہے اور جب میں ان کارستانیوں کو دیکھتا ہوں جو گاہ بہ گاہ عمل
میں آتی ہیں تو جی میں آتی ہے کہ کاش میں اس قابل ہوتا کہ مسٹر والٹر کو تھوڑا بہت
مشورہ دے سکتا۔ لیکن بڑے آدمی ہم ایسے ملازموں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں
اور ان کا خیال ہے کہ جب تک ہم کو اچھا کپڑا اور اچھا کھانا ملتا ہے ہمیں ان کے
معاملات کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔"

"کیا تمہاری رائے میں" میں نے اس سے پوچھا: مسٹر والٹر ان تمام خوبصورت
لیڈیوں میں سے جو ہال میں قیام یا آمد و رفت رکھتی ہیں۔ کسی کو حلقۂ زوجیت میں
لانے کی فکر کر رہا ہے؟"

"رائے کا کیا ذکر اس کا مجھے یقین ہے۔" لنٹن نے جواب دیا۔ "اور مجھے اس
کوشش کے نتیجہ کے بارے میں بھی پورا اعتماد ہے یعنی کیا؟ ... ناکامی! جوزف میرے
لفظوں کو یاد رکھو۔ مسٹر والٹر کو ان آخری کوشش میں بھی ناکامی ہوگی۔ اور کوئی
دن جاتا ہے کہ خوفناک تباہی کے آثار پیدا ہو جائیں گے۔ کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ
سال آئندہ کے شروع میں ایام کرسمس کے بلوں کا تصفیہ کس طرح ممکن ہوگا۔
اور شہر کے لوگ زیادہ قرض دینے کے لئے پہلے ہی نا تیار ہیں۔ جوزف یہ اصل واقعہ ہے
اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج سہ پہر کو داروغہ اور خانساماں اسی سوال پر سرکار سے

گفتگو کرنے والے ہیں۔"

ان حالات کو سُن کر میرے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ اتنی وسیع جائداد کا مالک اپنے مالی وسائل کے اعتبار سے اتنا کمزور ہو۔ یہ خیال ہی اتنا پُر درد تھا کہ میں اظہار افسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"بڑی مصیبت ہم نوکروں کے لئے ہے۔" چارلس لنٹن نے تھوڑے وقفہ کے بعد کہا۔ "ہم سخت محنت کرتے ہیں اور دن رات جان چھڑکتے ہیں۔ کس لئے؟.... تاکہ وقت پر تنخواہ پا سکیں۔ اور گو میں نے اپنی تنخواہ کے لئے کبھی بے صبری کے ساتھ دباؤ نہیں ڈالا۔ تاہم ضرورت ہر شخص کو لاحق رہتی ہے۔ معاملہ کا سب سے زیادہ رنجدہ پہلو یہ ہے کہ جوں جوں تباہی کا زمانہ قریب آتا جاتا ہے سرکار اور بیگم صاحبہ کی اکڑفوں بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ظاہری نمائش دیکھنے والا تو خیال کرے گا کہ انہیں اپنے قرضوں کی ادائیگی میں ذرا بھی دقت نہیں لیکن جوزف کیا تم یقین کر سکو گے کہ بیگم صاحبہ نے فی الحقیقت بارہا اپنی کنیزوں سے روپیہ قرض لیا ہے۔ اور غضب یہ ہے کہ کبھی اپنے آپ کو ان کا ذرا بھی احسان مند نہیں سمجھا۔" اور پھر دفعتاً گفتگو کا رُخ بدل کر اس نے کہا۔" لیکن ہم بہت دور نکل آئے۔ اس طرح تو پندرہ منٹ کے بعد موضع چارلٹن آجائے گا۔ اس لئے آؤ اب لوٹ چلیں۔"

چنانچہ ہم واپس ہونے لگے اور جب اس کے بعد گھر کی طرف جا رہے تھے تو لنٹن نے کہا۔" کیا کبھی چارلٹن بھی گئے ہو یا نہیں؟"

میں نے صورتِ انکار جواب دیا۔

"بڑا خوش نما چھوٹا سا گاؤں ہے۔" اس نے بیان کیا۔" اور اب بھی گو سب درختوں کے پتے قریب قریب جھڑ گئے ہیں منظر فریب دکھائی دیتا ہے۔ جوزف اگر تمہاری مرضی ہو تو میں اور تم اتوار کے روز وہاں کے گرجا میں چلیں۔ میں زور کے ساتھ

کہہ سکتا ہوں کہ شہری گرجا کے پادری مسٹر پیرونیلا کے وعظ کے مقابلہ میں جو محض لفاظی اور لسانی سے پُر ہوتا ہے، تم ایک نہایت مؤثر اور پُر درد وعظ سنو گے۔ میں نے سُنا ہے کہ گاؤں کا پادری اپنے خاندان میں کوئی موت ہو جانے کی وجہ سے چند ماہ سے باہر گیا ہوا تھا۔ اور وہ حال ہی میں واپس آیا ہے یقین کرو اس علاقہ کے لوگ اس سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ ہمارے سرکار اور بیگم صاحبہ بے شک اس کو پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ خلوت گزیں اور سیدھا سادہ آدمی ہے وہ پادری پیرونیلا کی طرح مے نوش، شکاری، نمائش پسند اور عیاش نہیں ہے ... لیکن آہ! یہ سڑک پر کس کی گاڑی جا رہی ہے؟ ضرور وہ ہال کی طرف جاتی ہے۔ غالباً اور مہمان اور ملاقاتی آئے ہیں؟"

خیر ہم ہال کی طرف چلے گئے اور آخر کار اس کے قریب پہنچنے پر چارلس نے مجھ کو تاکید کی کہ حال کی گفتگو کا کوئی لفظ کسی کے سامنے زبان سے نہ نکالنا۔ میں نے اطمینان دلایا کہ اس تنبیہہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں پہلے ہی ایسی باتوں میں محتاط ہوں۔ ہال کے سامنے ایک نئی زرق برق گاڑی کھڑی تھی جس کے گھوڑوں پر بھڑکیلے ساز کسے ہوئے تھے۔ اور ہمراہی میں جو ملازمین نظر آئے نہ صرف عمدہ بلکہ بیحد شوخ وردی پہنے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے کہ ہم اپنے اپنے کاموں پر متوجہ ہوتے چارلس نے میرا بازو پکڑ کر آہستہ سے کان میں کہا: "یہ بڈھے پریسٹیڈ کی گاڑی ہے اور میں اس کی آمد کا مطلب سمجھ گیا ہوں عنقریب ہی میں تم سے تفصیلی حالات بیان کروں گا۔"

اس کے آدھ گھنٹہ بعد میں جب ہال کے ایک ملازم سے گفتگو کر رہا تھا تو لارڈ ریونس ہل اور ان کی بیگم زینہ سے اُترے۔ ساتھ میں ایک پستہ قد قوی الجثہ دہقان صورت بلند آواز آدمی تھا۔ جس کی وضع سے خود پسندی و خود نمائی ظاہر ہوتی تھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو معمول سے بہت زیادہ عالی مرتبہ خیال کرتا ہے! اس

کی گردن کوتاہ اور چہرہ انتہا درجے سرخ تھا جو اس کے سکتہ کا مریض ہونے کی دلیل تھی۔ گھڑی کی سنہری زنجیر جو اس کی جیب میں پڑی ہوئی تھی غیر معمولی بھاری اور کم از کم نصف درجن ہیروں سے مزین تھی۔ بہ حیثیت مجموعی اس کے سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی بناوٹ اس کی نئی نئی دولت کا اعلان کرتی تھی۔ ایک طرف اس میں خوشامد کی انتہا موجود تھی۔ جس کا اظہار بےجا "مائی لارڈ" اور "یور لیڈی شپ" کے کلمات کی تکرار سے ہوتا تھا۔ لیکن دوسری جانب وہ بے تکلفی کو بھی حد انتہا پر لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ چونکہ بہت اونچی آواز سے گفتگو کرتا تھا اس لئے اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ خود بخود کانوں میں آ رہے تھے اور میں نے دیکھا کہ وہ اپنے فقروں میں غلط قواعد استعمال کرتا اور الفاظ کے مناسب محل استعمال اور مضمون کی درستی سے بالکل ہی بے بہرہ تھا۔ لارڈ اور لیڈی ریونس ٹن اس سے نمایاں اخلاق سے پیش آتے تھے۔ اور گو معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجبوراً ایسا کرتے ہیں۔ تاہم ان کی کسی بات سے ان کے مہمان کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو سکتا تھا کہ وہ اسے باطن میں استکراہ کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

اس گروہ کے پیچھے پیچھے مسٹر والٹر کے دوش بہ دوش اس کے بازو کا سہارا لئے ہوئے ایک لیڈی تھی۔ جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ مسٹر بوسٹیڈ کی دختر ہے۔ اور اس کا عجیب و غریب نام یوفیمیا مشہور ہے۔ خوبصورت وہ بالکل نہیں تھی بلکہ راست گوئی یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ وہ انتہا درجہ کریہہ المنظر تھی۔ اس کے بال شعلہ آتش کی طرح سرخ تھے اور شاید ان کی سرخی کو اور بھی واضح کرنے کے لئے اس لیڈی نے چمکیلی زرد ٹوپی پہن رکھی تھی۔ اس کا چہرہ بہت معمولی تھا گو اس پر خود پسندی کی جھلک جو یقیناً اس نے اپنے باپ سے حاصل کی تھی، پائی جاتی تھی۔ پیشانی پر ہلکے داغ تھے اور ناک ایسی بھدی کہ کبھی کسی بدنصیب عورت کے حصہ

میں نہ آئی ہوگی۔ اور اس کے ساتھ ہی اتنی چھوٹی کہ اگر قدرت اس کی کم رفت میں اپنے آلۂ نامعلوم سے ذرا بھی زیادہ کام لیتی تو ناک کا نشان ہی مٹ جاتا لیکن چہرہ کی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے نقش کا قدرت نے اس کو دو بہت بڑے اور موٹے ہونٹ دیئے تھے۔ اور جب وہ تکلفانہ تبسم کے وقت کھلتے تو ان دانتوں کی دید نصیب ہوتی۔ جو ہر چند سپید تھے، تاہم لمبائی کے اعتبار سے دندان فیل کا مقابلہ کر سکتے تھے پھر ان میں سے دو سامنے کے دانت اتنے چھدرے تھے کہ ان کے نیچے بڑی آسانی سے ایک نصف کراؤن رکھا جا سکتا تھا جسم بے حد نحیف بلکہ لاغر، قدم بہت چھوٹے، اور جب وہ چلتی تو ایک بدنما جھومتی ہوئی حرکت سے جس سے اس کا جسم آگے کو جھک جاتا تھا۔ اس کے ہر انداز میں خود پسندی اور خود رائی پائی جاتی تھی۔ اس کے کپڑے شوخ اور بھڑکیلے اور زیورات سے اتنی لدی پھندی تھی کہ گویا زیادہ سے زیادہ سونے کی مقدار جسم پر لادنے کے جتنے ذریعے ممکن تھے وہ سب ہی برتے گئے تھے، مگر ظاہر ہے کہ اس سے اس کی صورت میں سامان دلفریبی تو پیدا نہ ہوتا۔ البتہ ان کو دیکھ کر کوئی نہایت معمولی انسان بھی اس کی بدمذاقی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

"بس تو مائی لارڈ" مسٹر بوسٹیڈ اونچی چیختی ہوئی آواز سے اظہار نمائش کرتے ہوئے کہتا تھا: "کل ساڑھے چھ بجے کے بعد ہم یور لارڈشپ اور مائی لیڈی کے ساتھ گوشت تراشی کریں گے" پھر بیٹی کی طرف مڑ کر "پیاری فینی ہز لارڈشپ کی دعوت بھول نہ جانا اور ہاں مائی لارڈ ہم اپنی شاندار دعوت اگلے پیر کو دیں گے۔ اگر آپ اور بیگم صاحبہ یو آنریبل مسٹر والرٹ نے قبول نہ فرمایا تو مسز بی (مراد اپنی زوجہ) کو بہت رنج ہوگا"

"مسٹر بوسٹیڈ یقین کیجیے" لیڈی رینس ہل نے کہا "آپ کی دعوت ہمارے لئے بے حد باعث مسرت ہوگی"

"مگر نو سے زیادہ دیر نہ ہو" مسٹر بوسٹیڈ نے پھر کہا۔ "کیونکہ پھر ایک پولی ٹکنیک کھیل ہوگا۔"

"پائیرو ٹیکنیک ابا" مس بوسٹیڈ نے اصلاح کی۔ کیونکہ واقعہ میں وہ آتش بازی کا کھیل تھا جس کی طرف اس کے باپ نے اشارہ کیا تھا۔

"آہ! ٹھیک ہے" مسٹر بوسٹیڈ نے کہا۔ "تم ان باتوں کو بہتر سمجھ سکتی ہو اور سمجھنا بھی چاہیئے۔ کیونکہ میں نے تمہاری تعلیم پر بے شمار روپیہ خرچ کیا ہے لیکن مجھے اس کا رنج نہیں سمائی لارڈ۔ میں اس طرح کے معاملات میں کفایت شعاری کا پابند نہیں ہوں۔"

اس موقعہ پر مسٹر بوسٹیڈ نے پھر دو تین لفظ غلط استعمال کئے تھے جن کی اصلاح اس کی دختر نیک اختر نے کردی۔

اور اس طرح کی مزیدار گفتگو کرتی ہوئی یہ جماعت زینہ سے اتری اور ہال کو طے کرکے گاڑی کے پاس پہنچی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ مسٹر والٹر میں سچی خوشی کی کوئی علامت موجود نہ تھی حتیٰ کہ جب اس نے ہاتھ کا سہارا دے کر یوفیمیا کو گاڑی پر سوار کیا تو اس کے چہرہ کی مسکراہٹ بھی جبریہ تھی۔

دفعتاً مسٹر بوسٹیڈ نے کہا۔ "اب مہربانی کرکے ٹوپی اتار کر یہاں نہ کھڑے رہیئے انفلوئنزا کا ڈر ہے اور ایسا بھی نہ ہو کہ بیگم صاحبہ کو وجع المفاصل ہو جائے۔"

لارڈ ریونس ہل اور اس کی بیگم نے اس عنایت آمیز نصیحت کو قبول کرکے سلام کیا مسٹر والٹر بھی آداب بجالایا اور گاڑی چل دی۔

اس دن شام کو جب ہمیں گفتگو کا موقعہ ملا۔ تو لنٹن نے مجھ سے کہا "کیوں جوزف کیا تم سہ پہر کے واقعہ کا مطلب سمجھے؟"

"میرے خیال میں اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ مسٹر والٹر مس بوسٹیڈ سے شادی کرنے والے ہیں۔"

"یعنی اس صورت میں کہ کوئی خرابی نہ پیدا ہو گئی؟" اس نے کہا "میں یہ سوچ کر حیران تھا کہ یہ بوسٹیڈ والے کس لئے دو تین دعوتوں میں طلب کیے گئے تھے لیکن اب یہ بات پوری طور پر واضح ہو گئی"

"لیکن یہ مسٹر بوسٹیڈ ہے کون؟" میں نے پوچھا۔

"کسی کو معلوم نہیں کہ وہ ابتدائی زمانہ میں کون تھا" لنلتھ نے جواب دیا "پچیس برس گذرے وہ موم بتی کی ایک چھوٹی مگر کسی قدر باوقعت دکان کیا کرتا تھا۔ اس سے پہلے کا حال خدا جانے۔ رفتہ رفتہ اس نے چائے فروشی اور سیر سٹہ کا بیوپار شروع کیا اور اس کے بعد اندھا دھند سٹہ بازی سے مسٹر بوسٹیڈ نے پچاس ہزار پونڈ نفع کمایا۔ اس وقت چائے کا کارخانہ فروخت کر دیا گیا۔ لیکن سٹے کا بیوپار پھر بھی جاری رہا۔ یہاں تک کہ آخر کار چار پانچ سال کے عرصہ میں اس نے کاروبار سے بالکل دست کشی کر لی۔ تب وہ کم از کم پانچ لاکھ کا آدمی تھا۔ تم دیکھ سکتے ہو کہ وہ کس قماش کا آدمی ہے۔ اس کی بیوی اس سے کمتی جاہل اور گنوار ہے مگر چونکہ ان کے پاس روپیہ ہے اور سرکار کو اس کی ضرورت۔ اس لئے میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ" اور یہ کہتے ہوئے اس نے قصداً آواز دبالی "ہمارے چھوٹے سرکار کو بیرنٹ چڑھایا جائے گا"

ناٹک کی پری

اگلے اتوار کو میں اور چارلس لنلتھ حسب قرارداد موضع چارلٹن کو روانہ ہوئے۔ وہ زیادہ سے زیادہ ساٹھ مکانوں کی آبادی تھی جن میں اکثر ادنیٰ ترین جھونپڑے تھے اور ان میں

صرف وہی دہقان رہتے تھے ۔ جو خاص طور پر لارڈ ریونس ہل کے تعلقہ پر کام کرتے تھے گرجا اس گاؤں کے دوسرے سرے پر واقع تھا اور پادری کا مسکن جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اس کے بالکل قریب تھا۔ پیش از وقت پہنچ کر ہم دونوں اطمینان کے ساتھ گیلری میں بیٹھ گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد دو سیاہ پوش خاتونیں ماتمی لباس پہنے ہوئے آئیں ۔ اور پادری صاحب کی میز کے عین قریبی درجہ میں بیٹھ گئیں۔ جس جگہ میں بیٹھا تھا وہاں سے ان عورتوں کی صورت نظر نہ آتی تھی ۔ تاہم ان کی قامت اور انداز سے میں نے جانا کہ ایک سن رسیدہ اور دوسری نوجوان ہے۔

اس کے چند منٹ بعد پادری صاحب ممبر پر چڑھے اور اس وقت میں نے دیکھا کہ وہ خاندان ڈیلمر کے رشتہ دار پادری ہنری ہاورڈ تھے جنہیں اس سے پہلے میں نے مسٹر ڈیلمر کے جنازہ کے موقعہ پر دیکھا تھا مجھے ان کو دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ الفاظ یاد آئے کہ وہ ڈیون شائر کے ایک گرجا میں کام کرتے ہیں۔ ممکن تھا میں ان کو پہلے جان لیتا ۔ مگر بات یہ ہوئی کہ گو مجھے چارلٹن آئے ایک مہینہ سے زیادہ عرصہ گذر گیا تھا تاہم میرے روبرو کبھی کسی نے گاؤں کے پادری صاحب کا نام نہیں لیا۔ یا اگر کسی نے لیا تو میں نے ہی خیال نہ کیا ۔ بہر حال اب مسٹر ہاورڈ کو جان کر میں ان لیڈیوں کو بغور دیکھنے لگا ۔ چونکہ وہ پادری کے درجہ نشست میں بیٹھی تھیں اور ماتمی لباس پہنے تھیں اس لئے مجھ کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کی رشتہ دار ہیں۔ ممکن ہے نوجوان لیڈی اس کی بیوی ہو ، کیونکہ ڈیلمر میز کے زمانۂ قیام میں یہ بات تحقیق نہ ہوئی تھی کہ مسٹر ہاورڈ کی شادی ہو گئی ہے یا نہیں ۔ عبادت چونکہ شروع ہو چکی تھی اس لئے میں نے دبی آواز میں چارلس لنٹ سے کسی طرح کے سوالات پوچھنا نامناسب سمجھا ۔ خیر عبادت جاری رہی اور اس دوران میں مجھے ان لیڈیوں کے چہرہ کی ایک جھلک دیکھنے کا بھی موقعہ نہ ملا ۔ تاہم میں نے دیکھا کہ وعظ کے ان حصوں کا جن میں موت کا ذکر آتا تھا ان کے دلوں پر بہت گہرا اثر

پڑا۔ جب تک مسٹر ہارڈ ڈمیز سے نہ اتر امیرا استعجاب رفع نہ ہو سکا۔ آخر اس وقت نوجوان خاتون نے نظر اٹھائی اور اس وقت میں نے پہلی ہی نظر میں مس ڈیلمر کے ناقابل فراموش خوشنما چہرہ کو شناخت کر لیا۔ درحقیقت وہ ایڈتھ ہی تھی۔۔ مگر اس کا چہرہ کتنا زرد فام اور اترا ہوا تھا۔ اس وقت مجھے اس کا تکلیف اٹھانا اور بیمار ہونا یاد آ گیا۔ اس کے فوراً بعد میں نے دوسری عورت کو بھی دیکھ لیا۔ جو واقعی ایک سن رسیدہ خاتون تھی۔ لیکن گو اس کا چہرہ فکرمند اور ذہنی تکلیف کی ناقابل محو علامات رکھتا تھا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ اس پر نیکی اور نرم دلی کے آثار پائے جاتے تھے۔ عبادت کے دوران میں ایڈتھ نے ایک دفعہ بھی گیلری کی طرف نہیں دیکھا اور اس کے بعد جب عبادت ختم ہوئی اور مجمع منتشر ہو گیا تو بھی وہ اور اس کے ساتھ والی سن رسیدہ عورت اپنی جگہ بیٹھی رہیں۔

میں نے چارلس لنٹن سے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ میں نے گرجا کے مجمع میں اپنے کسی سابقہ واقفکار کو پہچانا ہے۔ اس سے پہلے ہال میں بھی میں نے کبھی کسی سے خاندان ڈیلمر کے بارے میں گفتگو نہ کی تھی۔ کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ کوئی ایسا لفظ زبان سے نہ نکل جائے جو کسی ذریعہ سے مسٹر لیونورڈ کے کانوں تک پہنچ کر میری جائے سکونت کی تلاش میں اس کا مددگار ہو۔ تاہم گرجا سے لوٹ کر جب میں اور لنٹن ہال کی طرف جا رہے تھے تو اس نے میرے چہرہ پر آثار فکر دیکھ کر از راہ عنایت اس کی وجہ پوچھی مگر میں نے اس کو حیلہ بہانہ کر کے ٹال دیا۔ جس سے یا تو واقعی یا جہاں تک چہرہ کے آثار کا تعلق تھا اس کی تسلی ہو گئی۔ مگر اس رات جب میں سونے کی تیاری میں بستر پر لیٹا چاہتا تھا تو یہ فکر لاحق ہوئی کہ کیا مجھے دوبارہ چارلٹن جا کر مس ڈیلمر کی خدمت میں آداب بجا لانا چاہیئے یا نہیں؟ مجھ کو پورا یقین تھا کہ اگر میں نے ان وجوہات کو جو مجھے اپنی جائے سکونت مخفی رکھنے پر مجبور کر رہے تھے اس کے روبرو ظاہر کر دیا تو وہ یقینی طور پر افشائے راز سے محترز رہے گی۔ لیکن پھر اس کے ساتھ خیال آیا کہ اس کا وسط ڈیون شائر کے اس کنج

تنہائی میں آنا نہ صرف بحالیٔ صحت کے لئے ہے بلکہ اس لئے بھی کہ وہ مضافات لندن
کے ان مناظر سے حتی الوسع دور رہ سکے جو اس کے لئے باعثِ رنج و درد تھے پس میری
موجودگی اس کے دل میں اپنے باپ کے آخری فیاضانہ اور شریفانہ فعل کی یاد تازہ کر کے
اس کے رنج و غم کو از سر نو بیدار کرنے کا موجب بنے گی۔ ان حالات میں میں نے یہی بہتر سمجھا
کہ کم از کم کچھ عرصہ ضرور توقف کرنا چاہیئے۔ اور فی الحال مجھ کو کوئی بات ایسی نہ کرنی چاہیئے
جو اس خاتون کے ذہن میں واقعاتِ گذشتہ کی یاد تازہ کرنے کا ذریعہ ہو۔ یہ سوچتے ہوئے
ڈیلمیئر کا سانحۂ غمناک اپنی ہیبت ناک تفصیلات کے ساتھ دوبارہ میری آنکھوں
کے سامنے پھر گیا۔ اور روتے روتے میرا تکیہ آنسوؤں سے بھیگ گیا۔

اس کے دوسرے دن مسٹر بوسٹیڈ کی شاندار گاڑی ساڑھے چھ کی بجائے
پونے سات بجے چارلٹن ہال پہنچی کیونکہ وہ، اس کی بیوی اور بیٹی وقت کی پابندی
کو ناشائستگی کی انتہا خیال کرتے تھے۔ اس موقعہ پر مسز بوسٹیڈ بھی آئی اور میں بلا مبالغہ
اور بلا اظہار بغض یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ کوئی برتن دھونے والی خادمہ بھی اچھا لباس
پہن کر اس سے کئی گنا زیادہ عزت دار معلوم ہوتی۔ وہ قریباً پچاس سال کی فربہ اندام
عورت تھی۔ چہرہ خاوند کی طرح سرخ اور رفتار میں بیٹی کی طرح ایک عجیب قسم کی لغزش
پائی جاتی تھی۔ اس کے بازو غایت درجہ بدنما اور حد سے زیادہ سرخ تھے۔ اور وہ ان کو
از راہ حماقت نفرت انگیز برہنہ حالت میں رکھا کرتی تھی۔ اس کی موٹی سرخ گردن
اور شانے بھی اسی طرح ننگے رہا کرتے تھے۔ سن کے بالوں کی مصنوعی ٹوپی پر اس نے
ایک پیلی دستار باندھی ہوئی تھی۔ نیلے رنگ کی چمکیلی ساٹن کا لباس اور زیورات
کی کثرت سے وہ کسی جوہری کی متحرک دکان کا نقشہ پیش کرتی تھی۔ مسٹر بوسٹیڈ نے
گھٹنوں تک کی برجیس، ریشمی جرابیں اور شو پہنے ہوئے تھے اور اپنی بغل میں اس نے
ایک آپرا ہیٹ لے رکھی تھی۔ بوفیمیلے نے جس طرح کا لباس پہنا ہوا تھا اس کے بیان کیلئے

ٹھہرنا میرے خیال میں غیر ضروری ہے۔ بہرحال اس کے کپڑوں کی شوخ رنگت اور ان کی بیہودہ تراش بھونڈے مذاق کی دلیل تھی۔ میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مسز بوسٹیڈ کی آواز گلوگیر مگر اونچی تھی اور جب وہ بولتی تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا بلند آوازی میں کسی جہاز کے سارنگ سے تعلیم حاصل کرتی رہی ہے یا پچھلے دو ہفتوں سے شہنائی بجانے میں مشغول تھی۔

خاندان بوسٹیڈ کی مشارکت میں اور کوئی مہمان مدعو نہ ہوئے تھے۔ متعدد وجوہ سے وہ ایک طرح کی نجی دعوت تھی جسے قصداً پوشیدہ رکھا گیا تھا اوّل تو جیسا ظاہر ہے خاندان ریونس ہل کو اس بات کی خواہش نہ ہو سکتی تھی کہ بوسٹیڈ والوں کی دہقانیت کو اپنے حلقۂ احباب کی لطیف امیرانہ باریک بینی کے مقابلہ میں پیش کریں۔ دوسرے مسٹر والرم کو اس طرح کے موقعے پیش کرنے کی ضرورت تھی۔ جن میں وہ حتی الامکان اپنے آپ کو مس یوفیمیا کی نظروں میں مقبول بنا سکے۔ میں دسترخوان کی خدمت پر مامور تھا اور بلا انصافاً کہتا ہوں کہ لارڈ ریونس ہل، اس کی بیگم اور لڑکے نے اس موقعہ پر اپنے مہمانوں کی گفتگو کو حیرت انگیز برداشت اور استقلال کے ساتھ سنا۔ مسٹر بوسٹیڈ کو سب سے زیادہ اپنی دولت پر غرہ تھا۔ اور گو امر واقعہ یہ ہے کہ اپنے اسلاف کے بارے میں گفتگو کرنے کے لئے وہ اپنی ایک آنکھ ... اور خدا جانے اور بھی کیا کچھ دے دیتا۔ تاہم اس کا فخر یہیں تک محدود رہتا۔ کہ اس نے درجہ صفر سے ترقی کی تھی اور اس پر طرہ یہ کہ وہ عوام الناس کے بارے میں اس طرح گفتگو کرتا تھا گویا ان سے کبھی ان کو سابقہ نہیں پڑا۔ حالانکہ واقعہ میں وہ ان کے انتہائی زیریں درجہ سے ترقی کر کے اس منزل تک پہنچا تھا۔ الفاظ "بیہودہ، آوارہ، رذیل، گنوار" اس کی گفتگو میں بار بار آتے تھے۔ معلوم ہوا کہ وہ ایک آنریری مجسٹریٹ بھی تھا اور اس نے لارڈ ریونس ہل سے بیان کیا کہ شکار چرانے والے مجھ کو ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ خانہ بدوشوں سے مجھ کو نفرت ہے اور آوارہ گردوں سے

استکراہ، محتاج خانہ کے مفلسین کو تو وہ کیڑوں سے بھی ادنیٰ تصور کرتا تھا۔ سیاسیات میں وہ پکا ٹوڑی یعنی قدامت پرست تھا۔ اور اس نے اشارۃً ظاہر کیا کہ اگر مجھے آئندہ انتخاب میں قصبہ کی نیابت کے لئے کھڑا کیا گیا تو انکار نہ کروں گا۔

اپنے شوہر کی طرح مسز بوسٹیڈ بھی الفاظ کے صحیح استعمال اور صرف و نحو کی پابندیوں کو نظر انداز کر کے خوش ہوتی تھی۔ یا شاید یوں کہنا چاہیئے کہ وہ ان چیزوں کے وجود ہی سے ناواقف تھی اور چونکہ ان پابندیوں کی عدم موجودگی میں بھی وہ اپنی قابلیت مکالمہ سے ہر طرح مطمئن تھی اس لئے شاعر کے اس قول کے مطابق کہ جہالت جہاں نعمت ہو وہاں عالم بننا حماقت ہے اسے اپنی فروگذاشتوں کا بالکل افسوس نہ تھا۔ اس کی گفتگو زیادہ تر اپنے مکان کی نسبت تھی جس کا ذکر وہ محل کے نام سے کرتی تھی۔ یا اپنے باغ کے بارے میں جس کو وہ اراضی کے پُرشکوہ نام سے یاد کرتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کی گفتگو میں گاڑیوں اور گھوڑوں، دعوتوں اور خطاب یافتہ مہمانوں کے استقبال نیز ان بے شمار دعوتی رقعوں کی آمد کا ذکر آتا تھا جن کو دیکھنے کی فرصت بھی ان کو نہیں تھی۔ رہ گئی مس یوفیمیا، تو اس نے نامی شاعر بائرن کا ذکر چھیڑا اور مسٹر والرٹ سے پوچھا کہ آپ اس کی نظم چائلڈ ہیرلڈ (وہ چائلڈ ہیرلڈ کہنا نہ جانتی تھی) کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ پھر دفعتاً اس نے عجیب تلون مزاجی سے گفتگو کا رُخ پھیر کے ایک لمبی چوڑی داستان اس بارے میں شروع کر دی۔ کہ کس طرح پچھلے نارچ میں لارڈ ایڈل ہیٹ نے اس کو دعوت رقص دی تھی لیکن بیحد افسوس ہے کہ اس کو انکار کر کے ہز لارڈشپ کی دلگیری کا موجب بننا پڑا۔ لیکن وہ لاچار تھی کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی لاتعداد عالی مرتبت امیروں، تعلقہ داروں اور رئیسوں سے قول ہار چکی تھی۔ اور اس کے بعد حقارت سے گردن جھٹک کر اس نے کہا۔ کہ میری ماں اتنی محتاط ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کے ساتھ ناچنے کی ہرگز اجازت نہ دے گی۔ جو کوئی ذاتی خطاب یا امراء سے کوئی خاندانی تعلق

نہ رکھتا ہو. بہرحال میں نے دیکھا اس کے ہر انداز میں بناوٹ اور اس کی گفتگو کے ہر پہلو میں خود نمائی اور بدمزگی پائی جاتی تھی۔ اور جب اس کے ساتھ ہی میں نے سوچا کہ خوبصورت، نازک خیال اور دقیقہ رس والٹر رپونس ہل تبسم اور تعریف سے یوفیمیا بوسٹیڈ کی مدح سرائی پر مجبور ہے تو یہ حالت دیکھ کر میرے دل پر سخت چوٹ لگی، اور میں اس کی حالت کو واقعی قابلِ رحم خیال کرنے لگا۔

ہفتے گزر گئے اور اس دوران میں خاندان بوسٹیڈ کی آمد و رفت ہال میں متواتر جاری رہی۔ رپونس ہل والے خود بھی بسا اوقات ان کی ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ اور گو حسبِ دستور اس بات کا اعلان نہ کیا گیا تھا کہ مسٹر والٹر کی نوجوان لیڈی سے شادی ہونے والی ہے۔ تاہم عام خیال یہی تھا کہ یوفیمیا اور والٹر کی نسبت طے پا چکی ہے چنانچہ جیسا کہ چارلس کی زبانی معلوم ہوا اس بھروسے پر قصبہ کے تاجروں نے پھر ایک بار سامان قرض دینا شروع کر دیا تھا اور داروغہ نے بھی نوکروں کی تنخواہ کی ایک قسط اپنے ذاتی روپیہ سے ادا کر دی تھی۔ ایک مرتبہ دورانِ گفتگو میں میں نے تعجب کے ساتھ چارلس سے دریافت کیا کہ لارڈ رپونس ہل نے مسٹر بوسٹیڈ سے بطور پیشگی کچھ رقم قرض لینے کا بندوبست پہلے ہی کیوں نہ کر لیا۔ تاکہ اشد ضروری قرضے اس سے بے باق ہو جاتے مگر چارلس نے یقین دلایا کہ یوفیمیا کا باپ بڑا چالاک اور عیار کاروباری آدمی ہے۔ وہ کسی طرح اپنی کوئی رقم اس وقت تک خطرہ میں نہ ڈالے گا جب تک شادی کے متعلق سارے ابتدائی انتظامات اس کے حسبِ منشا پورے نہ ہو جائیں۔ ان ہی ایام میں لارڈ رپونس ہل کا وکیل کاغذات سے بھرا ہوا ایک ٹین کا صندوق لے کر لندن سے آیا اور کئی روز تک وہ اور بڑے سرکار ایک ہی کمرہ میں بیٹھ کر بعض معاملات کا تصفیہ کرتے رہے اس کے بارے میں چارلس نے مجھ سے کہا کہ قرضوں کی ایک مکمل فہرست تیار کی جا رہی ہے اور سرکار کے مالی حالات کی گہری چھان بین درپیش ہے جو یقیناً ایک ایسی کارروائی تھی،

جس پر یوفیمیا کے باپ نے اصرار کیا تھا۔ چنانچہ خود مسٹر بوسٹیڈ اپنے وکیل کو ساتھ لے کر آتا اور اکثر ان مشوروں کے موقعہ پر موجود رہتا تھا۔ آخر کار بڑے سرکار کا وکیل لنڈن واپس چلا گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ بات پختہ طور پر قرار پاگئی کہ آنریبل مسٹر والٹر ریونس ہل اور مس بوسٹیڈ باہم منسوب ہو گئے۔ اور اب جہیز کے بارے میں نیز باقی معاملات کے متعلق ضروری انتظامات طے ہو جانے پر غالباً ماہ مارچ کے آخر میں مراسم شادی ادا کئے جائیں گے۔

سال نو کو شروع ہوئے کئی ہفتے گذر چکے تھے کہ جنوری ۱۸۳۷ء کے آخری ایام میں ایک واقعہ ظہور میں آیا جو خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ ایک روز صبح کو ہال میں خبر پہنچی کہ قصبہ میں ایک ناٹک کمپنی آئی ہے۔ معلوم ہوا گذشتہ چند سال سے کسی ایسی کمپنی کے منیجر نے اس قصبہ میں قسمت آزمائی کی جرأت نہ کی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر اس واقعہ سے بڑی ہلچل پیدا ہوئی۔ اس واقعہ پر شاگرد پیشے میں بھی کچھ گفتگو ہوئی اور ہر شخص نے آرزو کرنی شروع کی کہ نوکروں کو بھی باری باری اس تفریح سے بہرہ یاب ہونے کا موقعہ ملنا چاہیئے۔ جس کا انتظام دست غیب نے خود بخود کر دیا تھا۔ داروغہ سے ذکر آیا تو اس نے نہ صرف منظوری دیدی بلکہ ساتھ ہی ان انتظامات کو بھی طے کر دیا جن کے ذریعہ سے چند ملازم ایک رات کو اور باقی دوسری رات کو تھیٹر دیکھنے جا سکتے تھے۔ چنانچہ وہ چوپہیہ گاڑی جو نوکروں کے گرجا جانے کے لئے مقرر تھی، دونوں موقعوں کے لئے ان کے سپرد کر دی گئی۔ گیلری کی سامنے کی قطار میں نشستوں کی مطلوبہ تعداد محفوظ کرانے کے لئے چندہ فراہم کیا گیا اور ایک ملازم اس کام کی انجام دہی کے لئے قصبہ کو روانہ ہوا۔ واپسی پر وہ کچھ اشتہارات اپنے ساتھ لایا، جن میں ہفتہ بھر کے کھیلوں کا تفصیلی بیان درج تھا۔ اور شاگرد پیشے میں ان اشتہارات کو غیر معمولی توجہ اور شوق کے ساتھ پڑھا گیا۔ ان میں درج کی ہوئی تفصیلات یہ

سے ایک میں کمپنی کی چند نوعمر ایکٹرسیوں کے ناچ کا حال درج تھا۔ جو ایک جھیل پر
آمد و رفت رکھنے والی ارواح کی نقل پیش کریں گی۔ اس اشتہار سے یہ بھی معلوم
ہوتا تھا کہ ان میں بے مثل رقاصہ مس وائیولٹ مارٹیمر بھی شامل ہوگی جس نے حال ہی میں
ناٹک کے اسٹیج پر اپنے کمالات کے اظہار سے بڑی ہلچل پیدا کردی تھی اور جہاں
کہیں اس کا ناچ ہوا، داد تحسین حاصل ہوئی تھی۔ اس کے بعد مقامی اخبارات سے
انتخاب کی ہوئی چند تقریظی سطریں درج تھیں جس میں مس وائیولٹ مارٹیمر کو جسم اعجاز
خودرفتہ کرنے والی مخلوق، پری دشانہ حسن اور آسمانی نزاکت رکھنے والی نوجوان
لیڈی اور ایک ایسی دریافت ظاہر کیا تھا جو لندن کے اسٹیج کے لئے نعمت غیر مترقبہ
ثابت ہوگی۔ المختصر اس اشتہار سے پایا جاتا تھا کہ مس مارٹیمر ناٹک کمپنی کا ستارہ ہے۔
اور منیجر کو اس کی دل کی آویزیوں پر بے حد اعتماد ہے۔ قدرتی طور پر ان تفصیلات کے
پڑھنے نوکروں کے شوق کو اور زیادہ ابھار دیا اور ان کے جوش میں بدرجہا زیادہ
سرگرمی پیدا ہوگئی۔ اور جب یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ پہلی رات کون کون تماشہ میں
جائیگا قرعہ اندازی کی گئی۔ تو اس وقت کی حالت اگر کوئی دیکھتا تو خیال کرتا کہ
ہم ایک ہزار پونڈ کی بازی کے لئے آپس میں جھگڑ رہے ہیں:

سوئے اتفاق سے میرا نمبر ان لوگوں میں نکلا جنہیں اپنے شوق و انتخاب
کو دوسری رات تک ضبط کرنا تھا۔ اس سے میرے دل کو پریشانی لاحق ہوئی۔ کیونکہ
ہر چند میں خورد سال لڑکا تھا یعنی ابھی میری عمر کے سولہ سال بھی مشکل سے پورے
ہوئے تھے اور اپنی زندگی میں پیشتر کبھی میں نے تھیٹر نہ دیکھا تھا۔ تاہم میں ان عجائبات
کے دیکھنے کا شائق تھا۔ جن کے تصور نے ہی میرے ساتھی نوکروں کو اتنا بے تاب
بنا رکھا تھا۔ ناٹک کا کھیل اگلے پیر کو ہونا تھا اور قرعہ اندازی سنیچر کے روز ہوئی
تھی۔ آخر کار شب مقررہ کو جب نوکروں کا وہ خوش نصیب حصہ جن کی باری پہلے آئی

تھی، جو پہیہ گاڑی پر سوار ہو کر شہر کی طرف روانہ ہوا تو میں اپنے جی میں ان کی حماقت پر رشک کئے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن چارلس لنٹن نے جو اسی زمرہ میں تھا جس میں میں تھا مجھے یہ کہہ کر سمجھایا: "جوزف گھبراؤ نہیں۔ ہماری باری کل آجائے گی۔ اور چونکہ تم اس سے پہلے کبھی تھیٹر دیکھنے نہیں گئے ہو اس لئے میں تم کو اپنے قریب بٹھا کر ضروری حالات ساتھ ساتھ بیان کرتا جاؤں گا۔ لیکن یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ سب حیرت خیز دل آویزیاں جن کا ذکر ان اشتہارات میں درج ہے واقعی ظہور میں آئیں گی۔ یہ دراصل تماشائیوں کو جمع کرنے کے لئے منیجر کی ایک چال ہے ورنہ شاندار زیبائش، شوخ رنگ پوشاکوں اور نئی سینری کے بارے میں یہ ساری تعلیاں حقیقت میں بالکل بے بنیاد ثابت ہوں گی میں کہہ سکتا ہوں کہ مس ... کیا نام ... وایولٹ مارٹیمر بھی ... جس کا نام بے شک اچھا ہے۔ اس قاعدے سے مستثنیٰ نہ ہوگی۔ اور وہ لوگ جو کسی انوکھی چیز کے دیکھنے کی امید پر گئے ہیں یقینی طور پر مایوس ہو کر واپس آئیں گے۔ تاہم اگر تم چاہتے ہو تو ہم ان لوگوں کی واپسی کا جو کھیل دیکھنے گئے ہیں انتظار کرتے رہیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ اس بارے میں کیا رائے ظاہر کرتے ہیں؟"

میں نے اس خیال سے اتفاق کیا۔ آخر کار رات کے ایک بجے کا عمل تھا کہ ملازموں کی پہلی کھیپ واپس آئی۔ اور ان کے بیانات سے معلوم ہوتا کہ چارلس لنٹن کا اندازہ بالکل غلط تھا۔ وہ لوگ ناٹک کی زیبائش، سینری اور کھیل کی خوبیوں کے مداح تھے۔ لیکن وایولٹ مارٹیمر کی ذاتی خوبصورتی اور اس کے رقص لطیف نے تو خصوصیت کے ساتھ ان کو بالکل از خود رفتہ کر دیا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ اشتہارات کی تفصیل حرف بہ حرف صحیح تھی۔ اور وہ لیڈی یعنی وایولٹ مارٹیمر واقعی حسن و نفاست، دلفریبی اور سحر انگیزی کا نمونہ اعجاز تھی۔ ان کے بیانات سے یہ بھی پایا گیا کہ منڈوہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اور جب کھیل کے خاتمہ پر مس مارٹیمر پردہ کے سامنے بلائی گئی، تو

تماشائیوں نے تحسین کے نعرہ ہائے پُرجوش سے اس کا خیر مقدم کیا۔ ان حالات کو سُن کر میرا اشتیاق اور بھی تیز ہوا۔ اور میں نے دیکھا کہ چارلس بھی جس نے اب تک اس معاملہ پر بے اعتنائی کے ساتھ گفتگو کی تھی، اسی طرح کے جوش سے متاثر ہونے لگا۔

اس سے اگلی رات کو میں اپنے ان ہمراہیوں کے ساتھ جن کا نمبر آج کے کھیل میں جانے کا تھا گاڑی پر سوار ہوا۔ لارڈ ریولنس ہل نے اس موقعہ پر اپنی بیگم اور مسٹر والرٹ کے لئے ایک بکس کرایہ پر لیا تھا اور وہیں بوسٹیڈ والوں کو ان سے ملنا تھا۔ اس تین میل کے سفر میں جو ہال سے شہر تک کرنا پڑا میں گاڑی میں بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ تھیٹر کیسا ہوتا ہے۔ کیا مجھے بھی اس کو دیکھ کر ویسی ہی خوشی ہوگی جیسی باقی ملازموں کو اس سے پہلی رات ہوئی تھی؟ منڈوہ میں داخل ہونے پر چارلس نے حسب وعدہ مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ ہم گیلری میں سامنے کی نشستوں پر بیٹھے اور دیکھا کہ منڈوہ کی ایک ایک انچ جگہ کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ ہم نے خاندان ریولنس ہل اور بوسٹیڈ والوں کو بھی سٹیج کے قریب کے ایک بکس میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور باقی ماندہ لوگوں میں بہت سے ایسے اصحاب شناخت کئے جو چارلٹن ہال میں آیا جایا کرتے تھے۔

جب پردہ اُٹھا تو میں نے اس وقت اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اسٹیج کی دل آویزیوں کو دیکھا۔ اس زمانہ کے بعد میں نے صدر مقام کے عظیم الشان تھیٹر دیکھے ہیں اور یہ صحیح ہے کہ ان کے مقابلہ میں مضافات کے تھیٹر کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ تاہم اس وقت میرے لئے جس نے پہلی بار یہ چیزیں دیکھی تھیں وہ معمولی تماشہ بھی نہایت دل خوش کن اور حیرت انگیز تھا۔ تمام ایکٹر اور ایکٹرسیں شاندار پوشاکوں سے ملبوس۔ اوّل الذکر منہ لگتے جوان اور مؤخر الذکر حسن و جمال کی دنیا میں بے نظیر و بے تمثال معلوم ہوتی تھیں۔ چارلس نے جب مجھے خوش ہوتے دیکھا اور معلوم کیا کہ میں ان بے حقیقت اور نمائشی چیزوں سے کس درجہ متاثر ہو رہا ہوں تو اس کے

ہونٹوں پر آثار تبسم پیدا ہو گئے۔ اس نے چند تشریحی الفاظ میرے کان میں کہے اور اس راز سے آگاہ کیا کہ سٹیج کا لباس حقیقت میں کیا چیز ہے اور کس طرح غازہ اور گلگونہ کا استعمال بدصورتی کو دلآویزی کا جامہ پہنا سکتا ہے۔ اس پر بھی میں خوش تھا میں نے چارلس سے دریافت کیا کہ ان حسین لیڈیوں میں مس وائیولٹ ماڈیمر کون ہے۔ جس کے جواب میں چارلس نے تھیٹر کا اشتہار دیکھ کر بتایا کہ وہ تیسرے سین میں اس وقت نمودار ہوگی جب جھیل کے کنارے پریوں کا ناچ ہوگا۔

پہلا اور دوسرا سین ختم ہوا اور جب تیسرے سین کا پردہ اُٹھا تو سٹیج پر ہلکی تاریکی پیدا کر دی گئی۔ اس دھندلکے میں ایک جھیل نظر آئی جس کے کناروں پر درختوں کی جھالر لگی ہوئی تھی۔ مگر جس چیز نے سب سے زیادہ اثر میرے دل پر کیا وہ جھیل کا پانی تھا یا وہ چیز جو پانی کا کام دیتی تھی۔ اور جس کی سطح پھولی ہوئی شفق کی لالہ گوں روشنی کو منعکس کرتی نظر آتی تھی۔ فی الحقیقت چارلس نے بھی گو وہ اس وقت نکتہ چینی اور حرف گیری پر مائل تھا تسلیم کیا کہ ایک مضافاتی تھیٹر کی حیثیت میں یہ نمائش واقعی لائق تعریف ہے۔ باجے نے ایک دھیما اور مسرت افزا راگ چھیڑا۔ جو ایک لرزاں آہنگ کی صورت میں سطح آب پر پھیلتا معلوم ہوا۔ دفعتاً سٹیج کے اطراف سے پریوں کی ایک ایک قطار نمودار ہونی شروع ہوئی۔ لیکن آہ۔ اس وقت کی کیفیت میں نہیں جانتا کن لفظوں میں بیان کروں۔ اپنی مہین ریشمی پوشاک میں، نیلمی پروں اور بے حجاب شانوں پر لہراتے ہوئے خوش نما لمبے بالوں کے ساتھ سچ مچ وہ پریاں باد و آتش کی مخلوق دکھائی دیتی تھیں۔ اور جب اس کے بعد وہ ہوشربا انداز سے آہستہ آہستہ ایک ایک قدم چلتی سٹیج کے اطراف سے باہر آئیں تو معلوم ہوا کہ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک عصا تھا اور عصاؤں کے سروں پر چمکیلے روشن تارے لگے ہوئے تھے جن میں اسٹیج کی چھپی ہوئی روشنی منعکس ہو کر دلکش اثر پیدا کرتی تھی۔ پھر اس کے علاوہ اس یقین

کو پختہ کرنے کے لئے کہ وہ چمک عصاؤں کے سرے پر لگے ہوئے تاروں ہی سے خارج ہوتی ہے کیسی نامعلوم طریقہ پر پیدا کی ہوئی ٹھنڈی چاندنی جانبین سے خارج کی جاتی تھی، بہ حیثیت مجموعی یہ ایک بڑا ہی دلکش نظارہ تھا جس کو ایک بار دیکھنے کے بعد مشکل سے فراموش کیا جا سکتا ہے۔ پھر ایک بار میں نے پوچھا کہ وایولٹ مارٹیمر ان میں سے کون ہے؟ لیکن سوال میرے منہ سے نکلا ہی تھا اور چارلس لنٹن ابھی اس کا جواب نہ دینے پایا تھا کہ منڈوہ کے اطراف سے وجدانی صدائیں بلند ہوئیں" وہ آگئی! وہ آگئی!" اور جب اس کے ساتھ ہی ایک اور دلکش صورت ساحرانہ انداز سے قدم رکھتی تیزی سے سٹیج پر داخل ہوئی تو منڈوہ جوش تحسین کی پرشور آوازوں سے گونج اٹھا لیکن... اے رحم خدا. کیا یہ اس صدمۂ حیرت کا اثر تھا جو مجھ کو ہوا یا طوفانِ راحت کا احساس جو میرے دل کو ہونے لگا تھا. بہر حال میں نے آنکھیں مل کر دیکھا اور اس کے بعد پھر دیکھا کیونکہ وہ ہوشربا پاک صورت جو اس وقت وایولٹ مارٹیمر کے پردہ میں میرے سامنے آئی۔ وہ دراصل میری ہی قابل یاد اور نہ بھولنے والی انیبل تھی!

باب ۱۳

پردہ کی پشت پر

یاد نہیں اس کو دیکھ کر میرے منہ سے کلمۂ حیرت نکلا یا نہیں نکلا لیکن میرا خیال ہے کہ نہیں نکلا ہوگا. کیونکہ نہ چارلس لنٹن اور نہ ہمارے پاس بیٹھے ہوئے دوسرے شخصوں میں سے کسی نے انداز تعجب سے میری طرف دیکھا. میرا خیال ہے کہ فرط حیرت سے میرے ہوش اس طرح بند ہے کہ کوئی غیر معمولی آواز ان سے خارج نہیں ہوئی اور اگر کوئی

آثار حیرت، سراسیمگی اور پریشانی کے میرے چہرے سے نمودار ہوئے تو میرے ساتھیوں نے ان کو میری غیر معمولی مسرت اور دلچسپی پر محمول کر کے نظرانداز کر دیا۔ واقعہ یہ اس نازنین کو دیکھ کر راحت محسوس کرنا ایک نہایت معمولی بات تھی جس سے میرے خیال میں سبھی تماشائی اس وقت بہرہ اندوز ہو رہے تھے۔ وایولٹ نے اس داد تحسین کے جواب میں رعنائی کے انداز سے سر کو خم کیا۔ اور اس کے بعد جب وہ شور جو اس کی آمد پر مندرجہ کے ہر حصہ میں تحسین و مسرت کے اظہار سے پیدا ہوا تھا رفع ہو گیا تو پہلیوں کا ناچ شروع ہوا۔ اس دوران میں میں صورت تصویر اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔ کیا یہ وہی ہے۔ کیا یہ وہی ہو سکتی ہے؟ ایک عجیب طرح کا سحری اثر میری آنکھوں میں چھپ رہا اور باطن کے احساس میں پیدا ہو چکا تھا۔ اور کوئی آواز غائبانہ میرے کانوں میں رہ رہ کر اس سوال کو دہراتی تھی۔ "کیا یہ وہی ہے؟" مگر اس میں شک کی گنجائش کہاں تھی؟ کیا میں اس قامت رعنا، اس خوبصورت جسم کی نازک ساخت اور ان دلکش خط و خال کی تا قابل فراموش موزونیت کو بھول سکتا تھا؟ بے شک وہی تھی۔ وہی خوش رنگ نورانی چہرہ وہی چمکیلے ریشم کے گچھوں کی طرح شانوں اور پشت پر لٹکے ہوئے نرم سنہرے بال۔ ہر ایک تفصیل انیبل کی تھی۔ اس کے علاوہ دنیا میں کون سی مخلوق تھی جسے دست قدرت نے یہ دلربا پاکیزہ رنگت دی ہو؟ یعنی ہر حصہ جسم میں سنگ مرمر سے ملتی ہوئی لیکن ہونٹوں کے پاس یاقوتی اور دونوں رخساروں پر جہاں صنعت نے قدرت کی امداد میں حصہ لیا تھا، کھلے ہوئے گلاب کی پتی۔ عورت کی دنیا میں یہ دلفریبی، یہ دل آویزی، یہ حسن نورانی صرف میری انیبل کو عطا کیا گیا تھا۔ پھر اس کا جسم نازک جو پہلے ہی مشت باد کا بنا ہوا تھا اور جس کی کمر اتنی باریک تھی کہ اگر اس کے اطراف میں ہاتھ ڈال کر ملانے کی کوشش کی جاتی تو انگلیاں ایک دوسرے سے پیوست ہو جاتیں۔ وہ اب نائٹک کے پروں کی موجودگی میں اتنا ہلکا معلوم ہوتا تھا کہ شاید اس کو ذرا سا بھی اوپر کی طرف اٹھا دیا

جاتا تو وہ یقیناً پرواز کر کے اس کرۂ افلاک میں غائب ہو جاتی جس سے وہ عارضی طور پہ اس طبقۂ ارضی پہ اُتری تھی۔ چونکہ میں اس سے کافی دور فاصلہ پر بیٹھا تھا اس لیے اس کے چہرے کے آثار تو نہ دیکھ سکا۔ تاہم جتنا زیادہ میں نے اس کی طرف دیکھا اس کی بھنی ساخت پہ غور کیا اتنا ہی مجھے اس بات کا یقین ہوتا گیا کہ وہ میری انیل ہے۔ جس کے چہرہ پہ اگر میری نگاہ کا اندازہ بالکل ہی غلط نہ تھا تو اس راحت انگیز افسردگی کی بجائے جو معمولاً اس پہ رہا کرتی تھی، موجودہ حالت کے جوش کی پیدا کی ہوئی چمک پائی جاتی تھی۔

چند لمحوں تک میں حیرت اور خوشی کے مشترک اثرات کے تابع ہو کر اس طرح کی سحری حالت میں رہا کہ میرے لئے اپنے خیالات کی تشریح کرنا غیر ممکن تھا اور اس کے بعد رفتہ رفتہ درد کی ہلکی لہر مجھے اپنے بدن میں پیدا ہوتی اور پھیلتی محسوس ہوئی۔ انیل کا اس ناٹک کمپنی میں شامل ہونا، اس کا اسٹیج پہ آنا یقیناً اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ اپنے گھر سے نکل کر بھاگ آئی ہے۔ اور ممکن ہے یہ سب... میری وجہ سے ہو! قدرتی طور پہ یہ ایک رنجدہ امکانی حالت تھی تاہم اس کے سوا اس کے فرار کی کوئی اور وجہ بھی ذہن میں نہ آ سکتی تھی۔ معصوم، پاکباز اور نیک خصلت انیل کا اس طرح کی کمپنی میں شامل ہونا اور کس پہلو سے ممکن سمجھا جا سکتا ہے؟ وہ جو اپنے گھر کی چار دیواری میں رہتی اور محض اپنی بیمار ماں کی دلجوئی اور تیمارداری کو فرض اولیٰ تصور کرتی تھی۔ کوئی تو وجہ ہو گی جس سے مجبور ہو کر وہ ان لوگوں کے پاس آئی، جن کے اخلاق پست، اندرونی حالت خراب، اور ناچ گانا ذریعہ معاش تھا۔ کہاں وہ تنہائی اور کہاں یہ نمائش؟ اور جلوہ آرائی؟ کہاں وہ عام دنیاوی حالات کی بے خبری اور کہاں یہ خلق عامہ کی نظروں میں آنے کی جوش انگیز، طرب اندوز، مستانہ بنانے والی حالت۔ میرے خدا! کیا یہ وہی انیل تھی جس کو چند ماہ پیشتر میں حسن و نیک خوئی کا اوتار سمجھا کرتا تھا جو ایک

پندرہ سال کی بے خبر الھڑ دوشیزہ تھی۔ لیکن اب میری نظروں کے سامنے... افسوس!
افسوس! میں ہی اس انقلابِ عظیم کا موجب تھا۔ جو اس عرصۂ قلیل میں اس کے اندر پیدا ہوا
اس حیرت آمیز، دردانگیز تبدیلی کا جو اس کو معصومیت کی بلندی سے جوش میں آئی
ہوئی خلقت کی واہ وا کی طالب و خواستگار بنانے کا موجب ہوئی۔

یہ خیالات تھے جو آہستگی، رفتار سے شروع ہو کر یہ ہجوم کثرت سے میرے
خانۂ دماغ میں ہیجان کرنے لگے۔ جنہوں نے تدریجی وارفتار بے مقدار سے ترقی کر کے پُرشور
ندی کی صورت اختیار کر لی۔ اس پر بھی میں اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا اس کی حرکات کو
دیکھتا اور اس کو باقی پریوں کے ساتھ پُر اسرار جھیل کے ساحل پر ناچ کرتے دیکھنے میں
مشغول رہا۔ اس کی ہر ایک حرکت شعرِ مجسم تھی اور غالباً یہی وجہ تھی کہ سننے والوں کے
کان باجے کی موسیقی پر نہیں بلکہ اس کے رقص کی ایک ایک حرکت اور اس حرکت کے
آہنگ پر لگے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ساری خوبصورتی، وہ ہم آہنگی اور
دلفریبی جو اس نظارہ میں پائی جاتی تھی منظر کی خوشنمائی سے نہیں، لباس کی موزونیت
سے نہیں، باجے کی لَے سے بھی نہیں، بلکہ اس کے خوبصورت جسم، اس جسم کی حرکات اور
ان حرکات کے پیدا کئے ہوئے روحانی اثرات سے خارج ہوتی ہے۔ رقص کا آغاز بڑی
آہستگی سے ہوا لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ تیز ہوتا گیا حتیٰ کہ رقاصاؤں کی ملی ہوئی شکلیں
ایک حلقۂ آتشیں کی طرح نظر آنے لگیں۔ لیکن میری اپنی نگاہ حقیقت میں صرف ایک
صورت پر لگی ہوئی تھی۔ نہ وہ ایک ثانیہ کے لئے اس سے ہٹی۔ نہ کسی دوسری رقاصہ
پر گئی۔ حالتِ رقص میں اس کی دلکش، دلفریب صورت قدرت کی اپنی سحر انگیز صورت
سے ملتی تھی۔ جس میں ہر تازہ حرکت کے ساتھ موسم کی تبدیلیوں کی مانند نئی رنگینیاں
پیدا ہوتی تھیں۔ اب وہ جھیل کے ساحل پر اُگے ہوئے مصنوعی درختوں کے سایہ میں
تھی۔ اب کھلے میدان میں۔ اب جھاڑیوں کی اوجھل میں۔ اپنی تیز حرکات کی وجہ سے

دہ حقیقی معنوں میں اندر کے اکھاڑے کی پری معلوم ہوتی تھی جو فرش زمین پر نہیں، ہوا میں، اونچائی پر اڑتی اور تیرتی نظر آتی ہو۔ پھر وہ اس کی حرکات کتنی معنی خیز اور کتنی اثر ریز تھیں۔ ان میں ایک گنجینہ معانی تھا، ان میں فصاحت اور شعریت کے دفتر پائے جاتے تھے۔ کوئی آواز آرکسٹرا کی موسیقی کے علاوہ کانوں میں آ تی تھی لیکن اس پر بھی رقص کی حرکات بجائے خود ایک افسانہ تھیں۔ جس کی ترتیب اور دلچسپی ہر رفتار کے ساتھ بڑھتی تھی اور اس طرح یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا حتیٰ کہ پردے نے آہستگی کے ساتھ گر کر اس نظارۂ سحر انگیز کی ساری دلفریبیوں کو آن واحد میں نظروں سے چھپا دیا اور اب دفعتاً داد تحسین کا وہ شور جو اس کی آمد پر پیدا ہوا تھا، پھر ایک بار اٹھا۔ اور تالیوں کی آواز سے منڈوہ میں گونج پیدا ہو گئی۔

سین ختم ہوا۔ ناچ کی دلفریبیاں نظروں سے چھپ گئیں لیکن اس پر بھی میری محویت کا یہ عالم تھا کہ دو مرتبہ چارلس لنٹی نے مجھے ہلایا تو میں اس حقیقت سے واقف ہو سکا کہ میں عالم رویا میں نہیں، ناٹک کمپنی کے منڈوہ میں بیٹھا ہوں۔ وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ تم کو بھی یہ سین پسند آیا ہے یا نہیں۔ میں نہیں جانتا میں نے اس کے سوال کا کیا جواب دیا اور کچھ دیا بھی یا نہیں دیا۔ کیونکہ میں سرمستی کے درجہ اوّل پر پہنچا ہوا تھا۔ بہرحال اتنا یاد ہے کہ اس نے میری حالت دیکھ کر ایک پرزور قہقہہ لگایا۔ اور بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگا کہ تمہارا یہ سکوت صدہا ناشناسوں کی تحسین سے بھی زیادہ وائیولٹ مارٹیمر کی حیرت انگیز قابلیتوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ قریب تھا کہ میں اپنی اصلی ذہنی حالت اس کے روبرو ظاہر کر دیتا لیکن یہ سوچ کر رُک گیا کہ اس ذکر میں خاندان لینوور کا حال بیان کرنا ضروری ہوگا اور اس کے لئے میں کسی حال میں آمادہ نہ تھا۔ اس سارے عرصہ میں جو مجھ کو لارڈ ریونس ہل کی ملازمت میں آئے ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ بھی میں نے کسی سے اس بارے میں ذکر نہ کیا تھا اور اب اس موقعہ پر بھی میں نے

چپ رہنا ہی بہتر سمجھا۔ اس کے بعد جوں جوں کھیل جاری رہا میں شوق آمیز دلچسپی سے وائیولٹ مارٹیمر کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ میرا خیال تھا کہ وہ پھر ایک بار کسی نہ کسی سین میں ظاہر ہوگی۔ لیکن وہ آخری سین سے پہلے پھر نمودار نہ ہوئی۔ اور اس وقت پھر ایک مرتبہ اس نے ویسا ہی پریوں کا ناچ دکھایا۔ میں اس موقعہ پر ناٹک کی دلچسپیوں یا کھیل کی دلفریبیوں کے ذکر کو طول دینا نہیں چاہتا کیونکہ وہ میری داستان سے بے تعلق ہے۔ مختصر یہ کہ اس کے بعد آخری پردہ گرا۔ اور کھیل کی تکمیل پر اس کو پردہ کے سامنے طلب کیا گیا منیجر اس کے ساتھ تھا اور سٹیج کے لیمپ پوری آب و تاب سے روشن تھے۔ اس کی صورت پہلے سے بہت زیادہ واضح اور چمکیلی نظر آتی تھی۔ اس وقت اس کو دیکھ کر پھر ایک بار میں نے یہ سوال اپنے دل سے پوچھا کہ کیا یہ محض خواب ہے یا میں سچ مچ اپنی انیبل کو ناٹک کے سٹیج پر کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں؟ کیا حقیقت میں یہ وہی انیبل ہے جس سے مجھ کو اپنے چند روزہ قیام میں ہی پُرجوش طفلانہ محبت ہو گئی تھی؟ کیا وہی اس وقت میری نظروں کے سامنے نیم عریانی کا جھینا لباس پہنے اس حالت میں کھڑی ہے کہ شانے اور گردن بے حجاب اور گندم رنگ لباس میں بدن کا ایک ایک عضو واضح اور نمایاں ہے؟ دفعتاً رنج و یاس کا احساس میرے دل میں پیدا ہونا شروع ہوا۔ اور میں نے بے اختیار منہ میں کہا۔ کہ کس آسانی سے اے انیبل میں تجھ کو اس شرمناک زندگی سے بچانے کے لئے اپنی جان تک ضائع کر دینا منظور کرتا، اگر اس قابل یادرات کو جب تو نے مجھے اپنے باپ کے مکان سے فرار ہونے میں مدد دی تھی، میں تیرے اس نوشتۂ تقدیر سے ذرا بھی واقف ہوتا۔

میرے دماغ میں تھکن کا احساس پیدا ہونا شروع ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سر میں چکر آتے اور آنکھوں کے سامنے شرارے سے اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ میری حالت ٹھیک اس آدمی کی حالت سے ملتی تھی جو غش کرنا چاہتا ہو۔ لیکن دفعتاً میں پھر ایک

بار شور تحسین بلند ہوتا سن کر چونکا۔ اور اب جو میں نے سٹیج کی طرف دیکھا تو وہ نازنین بدستور مینیجر کا ہاتھ پکڑے تحسین کے بوجھ سے گردن خم کئے پردہ کے پیچھے جانے کو تیار تھی۔ آنِ واحد میں وہ میری نظروں سے غائب ہوگئی۔ اور اس وقت اس کو اوجھل ہوتے دیکھ کر ایک نیا فوری جوش میرے سینہ میں پیدا ہوا یعنی جس طرح بھی ممکن ہو انیبل یا اس نام نہاد وایولٹ ماریمر کو پاس جاکر دیکھنے کا۔ میں چاہتا تھا اس کو اچھی طرح دیکھ کر اس بات کا یقین حاصل کروں کہ وہ سچ مچ میری انیبل ہے یا میرے دماغ میں ہی کوئی فتور پیدا ہوگیا ہے لیکن نہیں میرے دماغ کا کوئی قصور نہ تھا اور صحیح معنوں میں کوئی شبہ مجھ کو اس کے انیبل ہونے کے بارے میں نہ ہو سکتا تھا۔ در اصل اس طرح کے شک آمیز خیالات کو دل میں جگہ دینا مایوسی کے اندھیرے میں امید کی شعاع خفیف تلاش کرنے کی کوشش کے برابر تھا۔ میں نہیں جانتا اپنی اس وقت کی ذہنی کیفیت کن الفاظ میں بیان کروں۔ اپنے دل میں میں اس بات کا پورا یقین رکھتا تھا کہ وہ انیبل ہے لیکن اس کے ساتھ خود ہی اپنے آپ کو یہ کہہ کر مغالطہ دینے کی کوشش کرتا تھا کہ شاید وہ انیبل نہ ہو۔ مگر کچھ ہی ہو میں ایک بار پاس جاکر اس کی صورت دیکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ درحقیقت میں ہی اس کی بدلی ہوئی حالت کا اصلی موجب تھا میں اس کے روبرو دوزانو ہوکر گڑگڑا کر اس بات کے لئے اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا کہ میں نے ہی اپنی حماقت سے اس قابل یادرات کو فرار ہونا منظور کرکے اس کو خوفناک نتیجوں کی جواب دہی کے لئے تنہا چھوڑا جس کا ہیبت انگیز ثبوت اس کی بدلی ہوئی حالت میں اس کے موجودہ زوال و انحطاط میں میری نظروں کے سامنے تھا۔

میں اپنی نشست سے اس طرح مضطربانہ اٹھا کہ چارلس لنٹن نے خیال کیا میں شاید بیمار ہوں۔ چنانچہ اپنے بازو کا سہارا دے کر وہ مجھے باہر لے چلنے پر آمادہ ہوگیا مگر میں نے یہ کہہ کر اسے ٹال دیا کہ میں فوراً ہی واپس آجاؤں گا جس کے بعد اس نے مجھے روکنے

کی کوشش نہیں کی اور نہ میرے ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ گیلری کے ہجوم کو چیرتا ہوا، کسی کے پاؤں کے انگوٹھے کو کچلتا، کسی کے کپڑے الجھاتا، کسی خاتون کی ٹوپی گراتا، لیکن اس کے ساتھ ہی کسی سے معافی کے دو لفظ کہنے کے لئے ٹھہرنے کی پروا نہ کرتا آخر کار میں زینہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس سے بھی اندھا دھند دوڑتا ہوا اترا۔ لیکن اس کے بعد دروازہ کے پاس پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اور سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ جو شخص گیلری کے پھاٹک پر ٹکٹ جمع کرنے کے لئے بیٹھتا تھا اس سے مل کر میں نے کہا کہ میں ناٹک کھیلنے والوں میں سے ایک کو ملنا چاہتا ہوں۔ اس نے پوچھا۔ کس سے؟ جس پر میں نے جواب دیا کہ مس مارٹیمر سے۔ اس نے غور سے میری طرف دیکھا اور اس کے بعد میری وردی کو، اور بٹنوں پر لگے ہوئے خاندان ربوسن ہل کے نشان کو دیکھ کر کہنے لگا "غالباً تم مائی لارڈ یا ہر لیڈی شپ کی طرف سے مس مارٹیمر کو کوئی پیغام پہنچانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ ہاں۔" میں نے اس بہانہ کی اہمیت کو سمجھ کر اور اس سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کر کے جلدی سے کہا۔

"بہت اچھا؟" اس نے کہا: "تم اس تنگ راستہ پر ہو کر چلے جاؤ جو منڈوہ کے پہلو میں بنا ہوا ہے۔ آگے سٹیج کا دروازہ آجائے گا۔"

اس کا شکریہ ادا کر کے میں اپنی کامیابی پر خوش ہوتا رخصت ہوا۔ اور منڈوہ کے دروازہ سے نکل کر ایک تنگ اندھیری گلی سے ہوتا ہوا جو پاس والے مکان کی حد فاصل تھی ایک اونچے دروازہ کے پاس جا پہنچا۔ یہاں قریباً دس ڈنڈوں کی لکڑی کی سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ اس دروازہ کو کھول کر جب میں اندر گیا تو معلوم ہوا کہ یہ منڈوہ کے سٹیج کا پچھلا حصہ ہے اور چونکہ پہلا کھیل ختم ہو چکا تھا اس لئے بڑھئی اور سین تبدیل کرنے والے کاریگر دوسرے کھیل کے افتتاحی سین کی تیاری میں مشغول تھے میں نے جن پریوں کو چین کے ساحل پر رقص کرتے دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک دیوار کے

ساتھ لگی ہوئی کھڑی تھی اور اب جو میں نے پاس جا کر اس کی صورت کو اچھی طرح دیکھا
تو نہ صرف حیرت بلکہ ایک طرح کا صدمہ بھی ہوا۔ کیونکہ ہر چند وہ فاصلہ پر کھڑی ہوئی اسٹیج
کی تیز روشنی میں غازہ و گلگونہ کے استعمال سے غیر معمولی خوبصورت نظر آتی تھی۔ تاہم
اب اس کی صورت نہایت معمولی ہی نہیں ایک حد تک بھونڈی بھی نظر آئی۔ اس کا
وہ خوشنما لباس جو دور سے اتنا اچھا معلوم ہوتا تھا چھدری ململ کا بنا ہوا، ناکارہ
اور بے قیمت گوٹے سے مرصّع تھا اور اس کے ملمّع کیے ہوئے زیور نہایت مکروہ اور نکمّے
تھے۔ اس میں شک نہیں اس نے بہت سا سُرخ و سپید پوڈر اپنے چہرہ اور رخساروں
پر ملا ہوا تھا۔ تاہم اب تحقیق ہوا کہ یہ چیزیں دور سے کیسی ہی اچھی کیوں نہ معلوم ہوں
پاس سے چہرہ کی بدصورتی اور پچکے ہوئے گالوں کی جھرّیوں کو نمایاں کرنے والی تھیں
اس کی عمر بائیس یا تیئیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ اور گذرے ہوئے حُسن کے آثار اب بھی
اس کے چہرہ پر باقی تھے لیکن حالت موجودہ میں وہ سامان دلآویزی پیدا کرنے کی بجائے
اس کی صورت کو رحم انگیز بناتے تھے۔ شکل بے شک اچھی تھی۔ لیکن اپنی موجودہ حالت میں
خستہ و درماندہ، قابل رحم اور ناکارہ، بالکل اس طرح جیسے کسی خوشنما عمارت کے
کھنڈر ہوں۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل کو بھاری صدمہ ہوا۔ اور میں اسکراہ
سے ایک طرف کو ہٹنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اس نے ایک عجیب طرح کی پھٹی ہوئی گلوگرفتہ
آواز میں بڑھیوں میں سے ایک کے ساتھ کچھ ادنیٰ مذاق کیا۔ میرے جی کی نفرت اگر ممکن
ہوتا تو اس واقعہ سے اور زیادہ ترقی کر گئی۔ اور میں دل ہی دل میں اس خیال سے کُڑھتا
کہ اگر میں وقت پر دستگیری کر کے اپنی ایزبل کو اس صحت پاش روح فرسا زندگی سے
بچانے میں کامیاب نہ ہوا تو وہ بھی اس پیشہ کے ذلت ریز اثرات سے جس میں تقدیر اُسے
کھینچ کر لے آئی تھی۔ زوال و انحطاط کے سب سے نچلے درجہ پر پہنچ جائے گی۔ آگے بڑھا
ان خیالات میں غلطاں بپیچاں بہ مشکل چند قدم آگے گیا تھا کہ ناگاہ اس بھولی صورت کو دیکھ

کہ وہ مل گیا جس کی مجھ کو تلاش تھی۔ ۱۵۵ سٹیج کے مقابل کی سمت میں سیڑھی کے ایک حصہ کے ساتھ لگی ہوئی کھڑی تھی۔ اور میں نے دیکھا...

شاید میری قسمت میں کچھ اور ستم سہنا باقی تھا کیونکہ اب جو میں نے اسے دیکھا تو ایک بھاری صدمہ اور بھی میرے دلِ خستہ کو اس کی حالت سے پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں وہ اس مقام پہ جھک کر کھڑی ہوئی قدرے حجاب اور قدرے مسرت کے آثار چہرہ پہ لئے ایک چھیلا نوجوان کی دبی ہوئی گفتگو کو مسکراتے ہوئے ہونٹوں سے سن رہی ہے۔ میرے لئے ایک ہی نظر کافی تھی۔ کیونکہ میں اسے دیکھتے ہی جان گیا کہ وہ سر ملکم و یونیہم ایک عاشق تن رسیا نوجوان ہے۔ جس نے اپنی لاتعداد دولت جو حال ہی میں اسے ورثہ میں ملی تھی، عیاشی اور اوباشی میں اسراف کی نذر کر دی تھی۔ اور جو چارلٹن ہال میں عموماً لارڈ ریونس ہل کا مہمان بن کر آتا تھا۔ غصہ اور جوش کی تیز لہر میرے سینہ میں پیدا ہوئی۔ لیکن میں نے یہ سوچ کر فوراً ہی اس کو دبانے کی کوشش کی کہ مجھے اپنی نیک و پاک انیبل سے اتنا بدگمان نہ ہونا چاہئے۔ مانا کہ سر ملکم کا اخلاق بالکل پست ہے تاہم انیبل کا اس کی گفتگو سننا بجائے خود اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کی حوصلہ افزائی کرتی یا کر سکتی ہے۔ اور شاید قدرت کو بھی میرے اس خیال کی تصدیق کرنا منظور تھا کیونکہ جوں ہی یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا، میں نے اس خاتون کو انداز وقار سے گردن اٹھاتے اور کچھ الفاظ کہتے سنا۔ جن کا مطلب تو میں فاصلہ کی دوری کی وجہ سے نہ سمجھ سکا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ ان کو کہتے ہوئے غصہ کے آثار اس کی یعنی میری انیبل کی آنکھوں میں پیدا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ایک تیز مربیانہ اثر میرے سینہ میں پیدا ہونا شروع ہوا۔ رنج و غم کی جگہ اطمینان و مسرت نے لے لی۔ اور میں اپنے جی میں یہ سوچ کر خوش ہونے لگا۔ کہ وہ شبہ جو تھوڑا عرصہ پیشتر انیبل کے برخلاف میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔ واقعہ میں کتنا بے بنیاد تھا۔ مگر گفتگو کا سلسلہ اس کے بعد بھی جاری رہا اور میں نے سر ملکم و یونیہم کو

یہ کہتے سنتا: پیاری مس مارٹیر۔ ایک اس طرح کی خوبصورت خاتون کو....."

دفعتاً اس نے ایک نازک انگلی اپنے ہونٹوں سے لگا کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا جس کا مطلب میں نے یہ سمجھا یا سمجھنے کی کوشش کی کہ وہ اس کو خوشامد اور بے جا تعریف کی گفت گو سے روکنا چاہتی ہے لیکن اس یک طرفہ مکالمہ کا سلسلہ اس کے بعد بھی جاری رہا۔ بیرونٹ یعنی سر ملکم دبی نیم بدستور دبے ہوئے لہجہ میں کچھ کہتا تھا اور وہ خاتون حجاب سے گردن خم کئے، سرخی کے آثار دونوں رخساروں پر لئے، آنکھیں جھکائے، کمر لچکائے، کم و بیش چپ چاپ اس کے الفاظ سنے جاتی تھی۔ غصہ کی تیز لہر پھر ایکبار میرے اندر پیدا ہونی شروع ہوئی۔ کیوں وہ اس کی باتیں سن رہی اور خاموش تھی؟ کیوں وہ اپنے لائق تعریف نسوانی وقار سے اسکو چپ رہنے اور زبان بند کرنے کا حکم نہ دیتی تھی؟ میں اس زمانہ میں بے شک ناتجربہ کار اور کمسن تھا۔ تاہم میں نہیں جانتا کیوں، سر ملکم کی صورت سے اس کے انداز تکلم سے، اس کی دبی ہوئی سرسراتی آواز سے بہرحال میں نہیں کہہ سکتا کس خصوصیت سے یہ خیال نادانستہ میرے ذہن میں پیدا ہو گیا کہ بیرونٹ کی نیت نہ پاک اور نہ لائق تعریف سمجھی جا سکتی ہے۔ ناقابلِ بیان درد اذیت سے میں نے فاصلہ پر کھڑے ہو کر پھر ایک بار اس خاتون کے موزوں خط و خال اور سڈول جسم کو دیکھا میں نے اس کے سینہ کی طرف دیکھا جو اس کم سنی میں بھی آنے والے بلوغ کے دبے ہوئے آثار اپنے اندر رکھتا تھا۔ میں نے اس پاک فرشتہ نما چہرہ کی طرف دیکھا جس کی تصویر سوتے جاگتے ہر وقت میری نظروں کے سامنے رہتی تھی... مگر افسوس۔ انتہائی کوشش کے باوجود میں اس کی آنکھوں کو نہ دیکھ سکا جو روحِ انسانی کا مسکن اور خیالات ذہنی کا مرکز ہیں۔ وہ پیاری نیلی آنکھیں اب بھی انداز حجاب سے فرشِ زمین پر جھکی ہوئی اور ان کی ریشمی پلکیں بہت لمبی اور بالوں کی سنہری رنگت کے متضاد بہت بڑی حد تک سیاہ اس کے رخساروں سے لگی ہوئی تھیں۔ اس وقت تک نہ اس نے مجھے دیکھا،

اور نہ میرا قرب محسوس کیا تھا اور میں یہ سوچ کر حیران ہو رہا تھا کہ جب وہ مجھ کو اس
جوزف ولمٹ کو جس کو فرار میں مدد دینے کے لئے اس نے اپنے آپ کو اتنی جوکھم میں ڈالا تھا
پاس کھڑا دیکھے گی، تو کیا کہے گی؟ کیا سمجھے گی؟ کیا محسوس کرے گی؟ "آہ بدقسمتی" میں نے
اپنے آپ کو کہنا شروع کیا۔ اگر میں اس کو اپنی پیاری انیبل کو اس حالت میں ایک اجنبی
نوجوان سے محو گفتگو نہ پاتا تو کیا میں اس کو دیکھنے اور اس کے پاس آنے کے بعد اس
طرح ٹھہر جاتا؟ بالکل نہیں، تب میں اندھا دھند دوڑ کر اس کو سینہ سے لپٹا لیتا۔
اس کو اپنے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں لیتا۔ اور پیار سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے،
اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرتا کہ کون میرے اس فعل کو دیکھتا ہے اور کون نہیں۔

قریباً تین یا چار منٹ میں اسی طرح اس سے اتنا قریب لیکن دور اس کو دیکھتا
مگر اس کی نظروں سے پوشیدہ چپ چاپ کھڑا رہا اور اس دوران میں وہ گفتگو
جس کا ذکر اوپر آیا ہے دھیمے الفاظ میں ہوتی رہی۔ اس کے بعد اچانک سر ملکم ونیہیم
نے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کیا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے وہ ہاتھ اظہار آزردگی
سے اپنے ہاتھ میں لیا اور اب جو میں نے دیکھا تو اس کے خوشنما چہرے پر غصہ اور نخوت
کے آثار نمودار تھے۔ اس کے بعد سر ملکم نے چند بے جوڑ فقرے "امید ہے آپ اپنا خیال
تبدیل کر لیں گی" اور "کل تک اس بات کی مجھے خبر دیں گی" وغیرہ عاشقانہ انداز میں
اس سے کہے۔ کم از کم یہ چند الفاظ تھے جو میرے کانوں تک پہنچے۔ اس کے بعد وہ جلدی
سے ایک طرف کو چلا گیا۔ اور یہ اپنی جگہ پر فکر آلودہ حالت میں اسی طرح گردن جھکائے
چپ چاپ کھڑی رہی۔ ایک لمحہ کے لئے میں نے نوجوان بیرونٹ کی رخصت ہوتی
ہوئی صورت کی پشت کی طرف دیکھا جو اسی دروازہ کی سمت میں جا رہا تھا جس کی راہ
سے میں اندر آیا تھا۔ اور اس وقت میں نے سین بدلنے والے کاریگروں میں سے ایک
کو اپنے شانہ کی پشت پر اس مقام کی طرف جہاں وایولٹ مارٹیمر کھڑی تھی اشارہ کرکے

بعد ازاں رخصت ہوتے ہوئے دیوتہیم کی طرف انگلی پھیرتے دیکھا جس کے بعد اس کے ساتھی نے جس کی خاطر یہ گونگوں کی سی نمائش کی گئی تھی۔ ایک پُرشور قہقہہ لگایا ان دو اشاروں کو دیکھ کر اور اس رنج انگیز نفرت بیز قہقہہ کی تضحیکی آواز سن کر میرا دبا ہوا غصہ پھر تیز ہو گیا۔ کس قدر رنج و افسوس کا مقام تھا کہ انیبل ...عصمت مآب پاکباز انیبل ان بے حقیقت ادنیٰ دہقانی شخصوں کے استہزاء کا نشانہ بنے۔ دل میں اس گناہ کا احساس پیدا ہوا لیکن یہ دیکھ کر کہ وہ ... جو میری ذہنی پریشانیوں کا باعث تھی، ایک طرف کو جانے لگی ہے میں نے جلدی سے اس کو ضبط کیا۔ اس وقت میں دوڑ کر آگے بڑھا اور اس سے پہلے کہ وہ رخصت ہوتی اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیا صدمہ اور بھی میرے دل مجروح کے لئے باقی تھا کیونکہ مجھے دیکھ کر وہ بجائے اس کے کہ ملتی یا حیرت اور خوشی کا اظہار کرتی پہلے چلتے چلتے ٹھہری پھر نخوت سے گردن اٹھا کر سرد مہری اور حقارت سے میری طرف دیکھنے لگی۔ اس کی طرف سے اس طرح کی اجنبیت کا اظہار دیکھ کر اور محبت اور گرم جوشی کے بدلے تکلف لعد سرد مہری کا ثبوت پا کر جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا میں گھبرا گیا۔ لیکن فوراً ہی ضبط کر کے اور تبادلۂ خیالات کے اس موقعہ کو جو اس مشکل سے ہاتھ آیا تھا غنیمت سمجھ کر جلدی سے پُرجوش آواز میں بولا: "انیبل ..."

وہ چونکی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بجلی کی تیز لہر اس کے بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کی نگاہ جو اب تک سرد و نخوت آمیز تھی، افسوسناک اور پُر محبت بن گئی۔ ایک عجیب طرح کی ناقابل بیان حلاوت جس کے اندر پائی جاتی تھی۔

"انیبل!... پیاری انیبل!" میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑبڑاتے ہوئے کہا: "تم نہیں جان سکتی ہو کہ آج تم سے مل کر کتنی بڑی خوشی اور ناقابل بیان

سچ میرے جی کو ہوا ہے ...!"

دفعتاً اس کی آنکھوں سے سیلاب اشک بہہ نکلا۔ ایک لفظ تک کہے بغیر اس نے اپنا ہاتھ تیز جھٹکے کے ساتھ میرے ہاتھ سے نکالا۔ اور اس سے پہلے کہ میں اسے روکتا یا اس کے عندیہ ہی سے واقف ہوتا دوڑ کر ایک طرف کو چلی گئی اور حیرت و استعجاب کی حالت میں میں وہیں اپنی جگہ پہ جما ہوا کھڑا رہ گیا۔ لیکن میرے سامنے میری نظروں کے سامنے اور دل کے بطن میں جہاں ایک لمحہ پیشتر راحت و امید تھی، یاس و غم کا اندھیرا چھا گیا۔ میرے خدا کیا یہ خواب تھا؟ حالت عجیب اور متحیر کرنے والی تھی۔ میرے دماغ میں چکر آنے لگے۔ جلدی سے اپنی سلب شدہ طاقت بحال کر کے میں بھی اسی سمت میں دوڑا۔ جدھر وہ گئی تھی اور ایک ایسے مقام پہ پہنچا جہاں پردے، رسیاں، شہتیر، اور اس قسم کا متفرق سامان جو ناٹک میں کام دیتا ہے منتشر حالت میں پڑا تھا۔

اتنے میں ایک سخت آواز سنائی دی: "ٹھہر او لڑکے۔ کدھر بھاگا جا رہا ہے؟"

"ٹھہر جا" ایک اور دہقان صورت آدمی نے میرے شانہ پر سختی سے ہاتھ رکھ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی کسی سین کا بڑا سا حصہ میرے سامنے کو ہو کر نکل گیا۔ جس سے میری پریشانی میں اور اضافہ ہوا۔ اور میں حیرت کے سمندر میں ڈوب کر سوچنے لگا کہ اب مجھے کدھر جانا چاہیئے۔

ایک دراز قد آدمی جس نے پرانی مخمل کا لباس پہنا ہوا تھا جس پہ بے رنگ فیتے لگے تھے میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور بولا: "معلوم تو ہو تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں اینبل سے ملنا چاہتا ہوں" میں نے پرجوش آواز سے کہا۔

"اینبل! ... وہ کون ہے؟" اس نے متعجبانہ پوچھا۔

"میں کہنا چاہتا تھا مس مارٹیمر سے" میں نے جلدی سے اصلاح کی۔

"آہ مس مارٹیمر سے لیکن تم کس کی طرف سے آئے ہو اور اس سے کیا کہنا

چاہتے ہو؟"

"میں کسی کی طرف سے نہیں آیا۔" میں نے جواب دیا۔ "اپنے طور پر اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

ان الفاظ کو سن کر دراز قد آدمی نے پرُ سوز قہقہہ لگایا اور میرا بازو پکڑ کر کہنے لگا: "جاؤ تمہارا یہاں کچھ کام نہیں۔ حیرت ہے کہ تم کیونکر اس جگہ تک آ گئے۔"

وہ مجھ کو گھسیٹ کر دروازہ کی طرف لے جانا چاہتا تھا مگر میں نے اس سے چھوٹنے کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے کہا: "مس مارٹیمر مجھ کو جانتی ہے وہ ضرور مجھ سے ملے گی۔"

وہ ٹھہر گیا اور اس کے بعد سوچتے ہوئے کہنے لگا: "اس صورت میں... خیر تم اس سے مل سکتے ہو لیکن پہلے مس مارٹیمر سے دریافت کر لینا ضروری ہے کہ کیا وہ بھی تم سے ملنا چاہتی ہے۔ میں اس کمپنی کا منیجر ہوں اور ہمارے ہاں کسی اجنبی شخص کو بلا دریافت اس جگہ آنے کی اجازت نہیں ہے تاہم ٹھہرو۔" اور اس کے بعد ایک عورت کو اشارہ سے اپنے پاس بلا کر جس نے تماشے کا معمولی لباس پہنا ہوا تھا اور جو ایکٹریسوں میں سے ایک تھی، اس نے کہا: "پولی۔ تم جا کر مس مارٹیمر سے پوچھو کیا وہ ایک لڑکے سے جس نے نوکروں کی وردی پہنی ہوئی ہے ملنا چاہتی ہے؟" پھر مجھ سے "کیوں مگر تمہارا نام کیا ہے؟"

"جوزف ولمٹ۔" میں نے جواب دیا اور اپنے جی میں خیال کرنے لگا کہ اب دو تین لموں کے عرصہ میں یقینی طور پر ازابیل سے مل لوں گا۔

"بس کہہ دینا۔" منیجر نے اسی ایکٹریس پولی کو سمجھایا "کہ ایک لڑکا جوزف ولمٹ اس سے ملنا چاہتا ہے۔"

عورت ایک طرف کو جا کر سینری کی بعض چیزوں کی پشت پر غائب ہو گئی اور میں وہیں کھڑا ہو کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے چند منٹ بعد وہ لوٹ آئی اور بولی: "مس مارٹیمر کہتی ہے میں اس نام کے کسی آدمی سے واقف نہیں ہوں اور نہ فی الحال

کسی سے ملنا چاہتی ہوں ۔"

"کیوں، سُنا تم نے ؟" منیجر نے حقارت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد مجھ کو پھر بھی متامّل دیکھ کر کہنے لگا "بس اب جاؤ" اور یہ کہتے ہوئے اس نے دیو کی سی طاقت سے مجھے باہر کی طرف دھکیل دیا۔ کسی دور اُفتادہ مقام پر گھنٹی بجنے کی آواز سُنائی دی اور باجہ نے ایک سُریلی گیت چھیڑی۔ اس کے ساتھ ہی میرے سیڑھیوں پر پہنچ جانے کے بعد دروازہ کے بند اور مقفل کئے جانے کی آواز سنائی دی۔

حیران و سراسیمہ میں اس تنگ اندھیری گلی میں کھڑا حسرت آلود نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا آنسوؤں کے گرم قطرے میرے رخساروں پر بہنے شروع ہو گئے اور میں ناقابلِ ضبط ذہنی اذیت سے اتنا رویا کہ معلوم ہوتا تھا میرا دل ٹوٹا جا رہا ہے حالت بعید از فہم اور ناقابل یقین تھی۔ انیبل مجھ سے اس طرح کی سرد مہری برتے ! وہ مجھ سے اجنبیت کا اظہار کرے ! ذہن اس حقیقت کو قبول کرنے سے انکاری تھا مگر اس کے مقابلہ میں یہ بھی امرِ واقعہ تھا کہ ایک بار اس نے مجھے دیکھا اور بھاگ گئی۔ دوسری بار میں نے اسے بلوایا وہ نہ آئی۔ کیا اس کی وجہ نخوت تھی ؟ کیا اس کو میری نوکروں کی وردی سے نفرت تھی کہ وہ مجھ سے ہمکلام ہونا نہ چاہتی تھی ؟ یا کیا ... اے رامِ خدا ! اس کی وجہ یہ تھی کہ جن معصوم پاک نظروں سے وہ چند ماہ پیشتر مجھ سے آنکھ ملا سکتی تھی اب وہ بات اس میں نہیں تھی ؟ آہ . یقینی طور پر یہی وجہ ہوگی . وہ شرم ہی کا احساس ہوگا جو اس کو مجھ سے آنکھیں چار کرنے سے روکتا تھا ۔

اس کے بعد یاد ہے کہ میں سہارا لینے کے لئے گلی کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ دل کی اذیت اور واقعات حال کی خوفناک حقیقت نے مجھ کو مغلوب کر کے دل کی اُمنگوں کو بالکل کچل ڈالا۔ سخت حیران کہ کیا کروں ؟ کدھر جاؤں ؟ کس سے کہوں ؟ انیبل سے بغیر ملے ' اس سے کچھ کہے بغیر رخصت ہونا ..... دل اس کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا

مگر اس کے ساتھ ہی ایک مرتبہ پھر اس کے روبرو جانا اور اس کو پالینے کی کوشش کرنا، دماغ اس کے لئے آمادہ نہ تھا۔ کیونکہ جس صورت میں اسے مجھ سے ملنے کی خواہش نہ تھی اور وہ قصداً مجھ سے دور رہنا چاہتی تھی تو میں کیونکر اسے سامنے آنے پر مجبور کرسکتا تھا؟ پھر اس کے علاوہ یہ سوہانِ روح خیال بھی پیدا ہوا کہ اگر میں نے اصرار کیا... اگر میں نے ہنگامہ پیدا کرنے کی کوشش کی تو اس سے فائدہ کے عوض اُلٹا نقصان ہوگا۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اس کو ایک خاص طریق عمل پر مجبور کرنا چاہتا ہوں جس کے لئے وہ آمادہ نہیں ہے اور اس طرح بالواسطہ میں اس کی خوشنودیٔ مزاج کا ذریعہ بننے کی بجائے جو میری واحد آرزو تھی اس کو رنجیدہ و ملول کروں گا۔ نہیں! یہ ایک ان ہونی سی بات تھی اور میں کبھی اس کے لئے آمادہ نہ ہوسکتا تھا۔ اس طرح کی فکروں میں غلطاں روتا ہوا پھر ایک بار اس گلی کی راہ سے منڈوہ کے پھاٹک کی طرف چلنے لگا لیکن عین اسوقت جب پھاٹک کے پاس پہنچا چاہتا تھا ایک پہچانی ہوئی آواز مسٹر ولیونیہم کی یہ کہتی ہوئی سُنائی دی۔

"میں امید کرتا ہوں" وہ کسی آدمی سے کہہ رہا تھا "کل تک سارا حال معلوم ہو جائیگا۔ آج رات میں نے بہت کوشش کی لیکن کوئی فیصلہ کن جواب نہ پا سکا۔ فی الحقیقت اب تک میں اس کے مزاج کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ یا تو وہ فی الواقعہ پاکباز لڑکی ہے اور یا اس کو نمائش کرنا خوب آتا ہے۔"

"ہو ہو ہو! پاکباز لڑکی ناٹک کے سٹیج پر!" اس کے ساتھی نے قہقہہ مار کر کہا۔ "اے بھئی ولیونیہم عقل کی بات کرو۔ کیا زمانہ بھر میں کبھی ایسا ہوا ہے؟ اِدھر آؤ۔ ایک آدھ سگار اور پیو گے تو عقل تیز ہو جائے گی اور اس کے بعد تم ایسے خیالات دل میں نہ رکھو گے۔"

چنانچہ بیرونٹ اور اس کا ساتھی جو میرے لئے کوئی نامعلوم آدمی تھا اس طرح

کی باتیں کرتے ایک طرف کو چلے گئے لیکن ان کی اس گفتگو نے اگر ممکن ہو میرے دل میں سُلگتی ہوئی آگ کو اور زیادہ بھڑکا دیا۔ اینبل کا ذکر اس انداز سے! ایک فاحشہ عورت کی طرح! افسوس افسوس! کیوں نہ میں نے اپنے فرار پر کبڑے بینووڈ کے ہاتھوں مارا جانا قبول کیا؟ بڑی مشکل سے اپنے خیالات کو سکون پذیر کر کے میں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ اب جس قدر جلد ممکن ہو منڈوا میں پہنچ جانا چاہیے۔ ورنہ دوسرے فوکر خصوصیت سے ساتھ میرا دوست لنٹ میری اس لمبی غیر حاضری کو عجیب تصور کرے گا۔ اور نہیں معلوم وہ اس کے متعلق کس کس طرح کے سوالات مجھ سے پوچھے لیکن اگر ایسا ہو تو میرا قصد مصمم یہ تھا کہ میں اس کے سوالوں کا بالکل جواب نہ دوں گا۔ کیونکہ اینبل کی بدنامی کسی حال میں مجھے منظور نہ تھی۔ "اس کے علاوہ" میں نے اپنے دل سے کہا: "اینبل کی ماں نے یقیناً اس کو اس طرح کی زندگی بسر کرنے کا مشورہ نہ دیا ہو گا۔ ممکن ہے وہ اس بات سے بالکل ہی لاعلم ہو کہ اس کی بیٹی نے تھیٹر میں ناچنے گانے کا پیشہ اختیار کیا ہے۔ اس صورت میں کس طرح ممکن ہے کہ میں اس گمراہ لڑکی، اس کی نیک دل ماں اور اس کے خاندان کی بدنامی کا ذریعہ بنوں؟"

میں جب گیلری میں پہنچا تو دوسرا کھیل شروع ہو چکا تھا۔ لنٹ نے کچھ اس طرح کے الفاظ کہے جن سے پایا جاتا تھا کہ اس کی رائے میں میں دفعتاً بیمار ہو کر باہر چلا گیا تھا اور میں نے بھی اس غلط فہمی کی اصلاح کو غیر ضروری سمجھا۔ حسن اتفاق سے میرے چہرے کی پیلاہٹ اور وہ آثار اضطراب جو میری ہر ایک حرکت سے ظاہر ہوتے تھے اس خیال کی تصدیق کرنے والے تھے۔ بس میں نے اس کے سوالوں کو یونہی ہاں ہوں کہہ کر ٹال دیا۔ مگر میرے خیال میں داستان کے اس حصہ کو طول دینا غیر ضروری ہے مختصر یہ کہ اس کے بعد ناٹک کی قسم سے جو کچھ ہوا۔ میں نے اس پر ذرا بھی توجہ نہ دی۔ میرا دل ہر طرح کے کھیل تماشوں سے سیر ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ ناٹک کے اس

اشتہار سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وائلٹ مارٹمر کو اس دوسرے کھیل میں بالکل حصّہ نہ لینا تھا۔ پس جتنی دیر وہ دوسرا ناٹک کھیلا جاتا رہا میں بے مدعا نظروں سے بغیر کچھ دیکھے بغیر کچھ سمجھے سامنے کی طرف دیکھتا رہا۔ اور جب آخر کار چارلس لنٹن نے بیان کیا کہ کھیل ختم ہو گیا۔ اب گھر چلنا چاہیئے۔ تو یقین کیجئے میرے دل کو حسرت و افسوس کی بجائے اطمینان کا احساس ہوا۔ جو ہیہ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد میں اس کی پشت پر جھک کر اپنے خیالات میں محو ہو گیا۔ اور چونکہ باقی نوکروں کا خیال تھا کہ میں شب بیداری اور تھکن کی وجہ سے پڑ کر سو گیا ہوں۔ اس لئے سارا راستہ انہوں نے مجھ سے کوئی سوال نہ پوچھا۔ آپس ہی میں کھیل کے متعلق تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔

وہ رات میں نے جس قلق و اضطراب میں بسر کی اس کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا۔ رات بھر روتا اور اپنے تکیہ کو آنسوؤں سے تر کرتا رہا۔ اور اس کے علاوہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اپنے خالق سے دعا کرنے لگتا تھا کہ اے پاک خدا تو ہی اس کو راہ صراط پر چلنے کی ہدایت دے۔ تو ہی اس کو ان مجرمانہ ارادوں سے جو سر ملکم ڈیونیہم کے ناپاک دل میں اس کے برخلاف تھے محفوظ رکھ۔ کیونکہ اس بے کسی میں اس کا اور اس بے بسی میں میرا کوئی اور سہارا نہیں ہے۔

باب ۱۴

باپ بیٹا

اگلے دو دن جس طرح کی حالت میں بسر ہوئے میں اس کا حال بمشکل بیان کر سکتا ہوں۔ میں خواب کی سی حالت میں چلتا اور اپنے فرائض کو اس کل کی مانند جو

لاعلمی میں سب کام صحت کے ساتھ کرتی ہے، پورا کرتا رہا۔ خیال ہے کہ میری ظاہری حالت میں کسی طرح کی غیر معمولی تبدیلی نمودار نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ گھر کے باقی نوکروں نے کسی طرح کے سوالات بھی مجھ سے نہیں پوچھے۔ البتہ چارلس لنٹن نے جس کو مجھ سے اُنس تھا دو تین مرتبہ میری صحت کے بارے میں دریافت کیا۔ اور کہا کہ تم اتنے پیلے کیوں پڑ گئے ہو؟ اس کا جواب میں تو کیا دیتا وہ خود ہی کہہ لیا کرتا تھا کہ یہ شاید شب بیداری اور غنیمٹ کی گرم فضا کا اثر ہے لیکن امید ہے یہ حالت دو تین یوم کے عرصہ میں خود بخود زائل ہو جائے گی۔

لاتعداد تجویزیں اس دو یوم کے عرصہ میں میرے دماغ میں پیدا ہوئیں.. یعنی انیبل کے بارے میں جس کی تصویر ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے میری نظروں کے سامنے رہتی تھی اور جس کی بہتری کا خیال ہر لحظہ دامنگیر رہتا تھا۔ کبھی جی میں آتا کہ ایک خط اس کی ماں کے نام لکھوں اور میں اس بات کی پرواہ نہ کرکے کہ وہ خط شاید لینوور کے ہاتھ آجائے، ضرور ایسا کرتا اگر ایک اور خیال مانع ثابت نہ ہوتا۔ جہاں تک ذاتی خطرات کا تعلق ہے، میں انیبل کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار تھا لیکن رکاوٹ اگر تھی تو اس خیال کی کہ ممکن ہے انیبل کی طرح اس کی ماں بھی اپنے شوہر کے وحشیانہ مظالم سے تنگ آکر رخصت ہو گئی ہو۔ اور بالفرض ایسا نہ بھی ہو تو ممکن ہے کہ میری تحریر سے کوئی ایسی الجھن پیدا ہو جائے جو ماں بیٹی کی نظروں میں میری حیثیت کم کرنے کا موجب ہو۔ اس کے علاوہ اس دو یوم کے عرصہ میں سینکڑوں مرتبہ میں نے انیبل سے پھر ایک بار ملاقات کرنے کی خواہش کی۔ کیونکہ گھر سے چھٹی لے کر جانا دشوار نہ تھا۔ لیکن اس تجویز میں بھی روک اس خیال کی تھی کہ شاید وہ پھر میرے سامنے آنے سے انکار کر دے۔ اور اگر آئے بھی، تو میری اس بے جا دخل اندازی پر جھڑک کر واپس بھیج دے۔ اس سلسلہ میں میرے خیالات کی رَو ایڈتھ کی طرف گئی جو میری دانست میں اس وقت تک موضع چارلٹن ہی میں ٹھہری ہوئی تھی اور جی چاہا کہ اس سے مل کر سارے حالات انیبل کے بارے میں اس سے بیان کر دوں۔

اور اس سے درخواست کروں کہ وہ اس معاملہ میں دخل انداز ہو کر اس کو راہ راست پہ لانے کی کوشش کرے۔ لیکن اس موقعہ پہ پھر یہ خیال دامنگیر ہوتا کہ ایک تو انہیں کے معاملات کو فریق ثالث کے پاس لے جانا غیر مناسب۔ اور دوسرے مس ڈیلیر اپنے ہی غموں میں اس درجہ اُلجھی ہوئی ہے کہ اس کو اس سوال پہ متوجہ کرنا اس کی ذہنی اذیت میں اور اضافہ کرنے کے برابر ہوگا۔ پس مجبور ہو کر اس ترکیب کو بھی ترک کر دینا پڑا۔ سخت حیران کہ کیا کروں؟ کوئی موزوں تجویز ذہن میں نہ آتی تھی۔

ہم کو ٹھیرا گئے تین دن گزر چکے تھے کہ صبح کے وقت ایک نوکر جو روزمرہ کی ڈاک لانے شہر تک جایا کرتا تھا کچھ اس طرح کے انداز سے نوکروں کے کمرہ میں داخل ہوا گویا ایک بڑا اہمیت خبر لایا ہے۔

"کیوں، کیا تازہ خبر لائے ہو؟" ملازموں میں سے ایک نے اس سے پوچھا۔

"خبر!" اس نے پُرمعنی انداز سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا: "میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس کو سُنو گے تو حیران ہو گے۔"

"یعنی کیا؟"

"کل رات تماشہ گاہ میں وہ وار ہوئی کہ کیا کہئے۔"

میں کسی کام کے لئے کمرہ سے رخصت ہونا چاہتا تھا مگر تھیٹر کا ذکر آنے پہ اس کی گفتگو سننے کے لئے ٹھہر گیا۔ نادانستہ یہ خیال میرے ذہن میں پیدا ہو گیا کہ اس واقعہ کا تعلق کسی نہ کسی پیرایہ میں اس خاتون کی ذات سے ہوگا جس کا تصور ہر وقت مجھ کو رہتا تھا۔

"تاہم کیا بات ہوئی؟" کئی شخصوں نے یک زبان ہو کر پوچھا۔

"آپ لوگوں کو معلوم ہے،" اس نے بیان کرنا شروع کیا: "کہ ناٹک میں تین چوتھائی خلقت صرف مس مارٹیمر کو دیکھنے جاتی ہے۔ خیر تو کل رات بھی منڈوہ حسب معمول پُر تھا لیکن عین وقت آخر میں یعنی جب اس سین کا موقعہ آیا جس میں مس مارٹیمر کو بیش

ہونا تھا تو معلوم ہوا کہ وہ غائب ہے! اسین کو دیر ہوئی تو خلقت نے بے تاب ہونا
شروع کیا۔ مجبور ہو کے منیجر کو سامنے آنا اور اصل حقیقت بیان کر کے عذر خواہی پر مجبور
ہونا پڑا۔ اس نے بیان کیا کہ مس مارتھیر نامعلوم طریقہ پر غائب ہو گئی۔ اس کی آمد کا انتظار
تھا لیکن نہیں آئی۔ بڑی دیر تک اس کی راہ دیکھنے کے بعد کمپنی کا ایک آدمی اس مکان پہ
گیا جس میں وہ رہتی تھی لیکن معلوم ہوا وہ سہ پہر کو رخصت ہو گئی۔ کہاں اور کس غرض سے؟
اس کا جواب نہ مل سکا۔ حاضرین نے پہلے تو اس کیفیت کو ناقابل تسلیم سمجھا۔ ان کا خیال
تھا یہ محض ان کو ٹالنے کی کوشش ہے لیکن اس کے بعد جلدی ہی اس اطلاع کی صحت
کا یقین ہونے پر خلقت نے شور مچانا اور "ہو ہو" کرنا شروع کر دیا اور سر ملکم دیونہیم
کا نام ہر ایک کے منہ سے نکلنے لگا...."

میں اس سے زیادہ نہ سن سکا۔ کیونکہ اتنا ہی میرے لئے کافی تھا۔ اب وہ معروفیت
جو مجھ کو درپیش تھی بھول گئی۔ فرض ملازمت کا احساس بھی دل سے جاتا رہا۔ سید ھا
اپنے کمرہ میں جا کر میں ایک کرسی پر گر گیا اور زار زار آنسو بہانے لگا۔ میں نہیں جانتا
کب تک سسکیاں لے لے کر ناقابل ضبط جوش گریہ کی تشنجی حرکات سے روتا رہا۔ بہر حال
اگر یہ سچ ہے کہ پایۂ منزلت سے گرے ہوئے فرشتہ کے غم میں آسمان بھی آنسو بہاتا
ہے تو میں انیبل، بدنصیب انیبل کے اخلاقی زوال و انحطاط کو یاد کر کے، اس کی سابقہ
اور موجودہ حالت کو سوچ کر اور ان کا مقابلہ کر کے اس سے بھی زیادہ رویا۔ ایک ایسی
نیک باعصمت اور شریف دوشیزہ کا جیسی انیبل تھی، اس قعر ذلت میں گرنا جس کا
اندازہ نوکر کے بیان سے ہوتا تھا میرے دل کو پاش پاش کرنے والا تھا۔ بہت دیر
رونے کے بعد جب آخر کار طوفان گریہ کم ہوا، اور میں سارے حالات پر انداز سکون
سے غور کرنے کے قابل ہو سکا تو میرے سینہ میں عہد ماضی کے واقعات کی یاد تازہ
ہونی شروع ہوئی۔ اور ان کو سوچ کر جنون کی حالت طاری ہو گئی۔ مجھ کو یاد آیا کس

طرح چند ماہ پیشتر رونس ہال کے کمرہ میں انیبل کا وہ رقعہ پڑھ کر جو اس نے نقدی کے بٹوہ میں ڈالا تھا۔ میں نے اپنے دل میں اس بات کا عہد کیا تھا کہ اس کا نام اس کا تصور اس کی یاد میرے لئے مستقبل میں نیکی کا رہبر فرشتہ ثابت ہو گی۔ اور اگر اوقات بعید میں کبھی مجھ پر گناہ کی تحریص غالب ہوئی تو میں انیبل کا نام ورد زبان کر کے فوراً ہی نیکی کی راہ پر پلٹ آنے کی کوشش کروں گا۔ یہ میری اس وقت کی آرزوئیں اور دعائیں تھیں یا اب... اے راحم خدا! کیا وہ سچ مچ پایۂ رفعت سے گر چکی تھی؟ کیا درحقیقت وہ اندازے جو میں نے شروع میں اس کی نسبت قائم کئے تھے غلط ثابت ہوئے؟... یہ کوئی دہشت ناک خواب تو نہیں تھا جو میں دیکھتا تھا... ؟ لیکن نہیں، یہ ایک تلخ اور اس کے ساتھ ہی ناقابل تردید حقیقت تھی جو دوسرے نے آکر بیان کی۔ اور سچ پوچھئے تو یہ اُن وجدہ جگر پاش، روح فرسا حالات کا لازمی اور یقینی تتمہ تھا جو میں نے بچشم خود دیکھے تھے۔ یعنی سر ملکم دیونیہم اور انیبل کے میل جول اور اس کے اصرار اور اس کے دبے ہوئے انکار کے۔ کیا میں نے اپنی آنکھوں سے سر ملکم دیونیہم کو منڈوہ کے پشتی حصہ میں انیبل پر ڈورے ڈالتے نہ دیکھا تھا؟ کیا میں نے اس شرمناک گفتگو کو جو اس اوباش امیر اور اس کے دوست میں گلی کے اندھیرے میں ہوئی تھی نہ سُنا تھا؟... ایک لمحہ کے عرصۂ قلیل کے لئے یہ ہیبت افزا خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ ممکن ہے انیبل شادی کرنے کی غرض سے سر ملکم کے ساتھ بھاگی ہو... لیکن نہیں، جس پیرایہ میں دوسرے نے اس واقعۂ فرار کا ذکر کیا تھا، جس طریقہ پر خلقت نے انیبل کے فرار کی خبر پاکر "ہو ہو" اور "چھی چھی" کے نعرے لگائے تھے، جس انداز کی گفتگو میں نے سُنی تھی اور جس چال چلن کا آدمی یہ شخص سر ملکم دیونیہم تھا ان ساری باتوں کو دیکھ کر یہ ایک بالکل ہی بعید از امکان خیال تھا۔ کہ ایسا ہو۔ مجبور ہو کر مجھے اسی نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ یہ ایک اس طرح کا دل خوش کن خیال ہے جس کی حقیقت کچھ نہیں اور جسے فی الواقعہ کوئی وقعت نہ دینی چاہیے۔

اس خیال کے پیدا ہونے کے بعد دنیا پھر ایک بار میری نظروں میں اندھیری ہونی شروع ہوئی۔ یقین ہو گیا کہ زندگی لاحاصل اور بے سود ہے۔ اس جینے کے مقابلہ میں موت بدرجہا قابل ترجیح ہو گی۔ لیکن خیال دل میں پیدا ہوا ہی تھا کہ ایک چھوٹی سی دبی ہوئی آواز قفس سینہ میں پھڑکتے سنائی دی کہ اس طرح کے خیالات کو دل میں جگہ دینا ہی گناہ ہے۔ زندگی اور موت کی باگ اس قادر مطلق کے اپنے ہاتھ میں ہے اور اس کے انتظام میں دخل انداز ہونا یا دخل اندازی کی کوشش کرنا کسی حال میں واجب نہیں، یہ وقت ہمت و استقلال کا ہے۔ اوقات راحت میں تو ہر شخص اطمینان کا اظہار کر سکتا ہے لیکن مرد وہ ہے جو ابتلاء و امتحان میں بھی ثابت قدمی کا ثبوت دے۔ خصوصاً میری حالت میں، غیر شخص کی ملازمت کرتے اور ہر وقت نوکروں کی صحبت میں رہتے ہوئے میرا یہ فرض تھا کہ نگاہ سے، الفاظ سے، چہرہ کے آثار سے، غرض کسی طریقہ سے بھی اپنے غم پنہاں کو ظاہر نہ ہونے دوں۔ یہ سوچ کر میں نے آنسو پونچھے اور اپنے جی کو یہ سمجھاتا، کہ کام کی مصروفیت میں شاید اپنے رنج و غم کو دبا، یا مغلوب کر دوں۔ پھر اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے کمرہ سے رخصت ہوا۔ اس دوران میں مجھے کسی کام کے لئے مسٹر والمرٹ کے کمرہ میں جانا پڑا۔ اور اس وقت کمرہ کے اندر قدم رکھتے ہی میں نے دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے رنج و یاس کی مجسم تصویر بنا ہوا بیٹھا تھا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کے سسکیاں لینے کی آواز دروازہ کھولتے ہی میرے کانوں میں پہنچی۔

رونا خواہ مرد کا ہو یا عورت کا، بہر حال میں رنج افزا ہے۔ تاہم عورتوں کی حالت میں ایک حد تک اس کو قابل معافی سمجھ کر نظر انداز کیا جا سکتا ہے کیونکہ مردوں کے مقابلہ میں وہ ہمت و استقلال کم رکھتی ہیں اور جلدی رونے لگ جاتی ہیں۔ بہر حال وہ کوئی خاص ہی وجہ ہوتی ہے جو کسی مرد کو آہ و زاری پر مائل کر سکے۔ اس لئے مسٹر والمرٹ کو منہ ڈھانپے گریہ و زاری کرتے دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ دفعتاً میری آمد سے بے خبر اس نے میز سے

اُٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "خداوندا! کتنی بڑی قربانی! اس سے تو ہر طرح کی حالت قابل ترجیح ہوتی۔ خواہ وہ خودکشی ہی کیوں نہ ہو۔"

یہ الفاظ اس نے بے خبری کی حالت میں غیر معمولی جوش کے ساتھ کہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے ہاتھ منہ کے آگے سے ہٹا دیئے اور مجھے کمرہ سے واپس جاتے دیکھ لیا۔ کیونکہ اس کی موجودہ حالت میں میں اس جگہ ٹھہرنا ناپسند کرتا تھا چنانچہ مجھے دیکھ کر اس نے میرے پیچھے دوڑتے ہوئے ...... آواز دی: "ٹھہرو جوزف ٹھہرو، ادھر آؤ" اور جب اپنے بڑھتے ہوئے اضطراب میں میں نے اس کی تعمیل نہ کی اور بدستور باہر کی طرف چلتا گیا تو اس نے پاس آ کر میرا بازو پکڑا۔ اور کھینچکر پھر ایک بار کمرہ کے اندر لے گیا۔ بعد ازاں دروازہ بند کر کے اور اس کے ساتھ پیٹھ لگا کر کھڑا ہوتے ہوئے اس نے ہلکی گلوگرفتہ آواز سے پوچھا: "سچ کہنا۔ تم اس جگہ کب سے کھڑے تھے؟"

"سرکار! ابھی چند منٹ گذرے میں آیا تھا"! میں نے اس کے زرد چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"چند منٹ!" اس نے میرے الفاظ دُہراتے ہوئے کہا۔ "لیکن وہ الفاظ جو میرے منہ سے نکلے تھے ضرور تم نے سُنے ہوں گے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ تم اس معاملہ کا ذکر نوکروں میں سے کسی کے روبرو نہ کرو!"

"جی بالکل نہیں، میں اس کا وعدہ کرتا ہوں"! میں نے جواب دیا: "فی الحقیقت میں اسی لئے کمرہ سے رخصت ہو رہا تھا کہ آپکے الفاظ اس سے زیادہ نہ سُن سکوں..."

"سچ ہے" اس نے تسلیم کیا۔ "لیکن کیوں نہ تم نے اندر آتے وقت دروازہ پر دستک دی؟"

"جی۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا لیکن جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو میں نے خیال کیا کہ کوئی آدمی اس کمرہ کے اندر نہیں ہے"!

"اور تم وعدہ کرتے ہو کہ اس معاملہ کا ذکر نوکروں سے نہ کرو گے؟"

"سرکار میں کسی کے فعلوں کی جاسوسی کرنا معیوب سمجھتا ہوں" میں نے اپنی طبیعت کی مجبوری سے کسی قدر جوش میں بھر کر کہا: "ناممکن ہے کہ آپ کی کسی بات کا ذکر کسی دوسرے آدمی سے کروں"

مسٹر والٹر ریونس ہل نے تھوڑی دیر متجسس نظروں سے میری طرف دیکھا اس کے بعد کہنے لگا "جوزف! تم بہت اچھے لڑکے ہو. لیکن یہ بتاؤ کیا تمہارے ہاں شاگرد پیشے میں بھی اس شادی کے بارے میں جو عنقریب ہونے والی ہے، کچھ گفتگو ہوا کرتی ہے؟ کیا نوکر لوگ آپس میں اس کے متعلق کسی طرح کی چہ میگوئیاں کرتے ہیں؟" اور یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے کا انداز پرخوف اور بھیانک ہو گیا۔

"صاحب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں" میں نے اس کے جواب میں عرض کیا "مجھے اوروں کے حالات بیان کرنے پر مجبور نہ کیجئے کیونکہ مجھے اس طریقہ سے نفرت ہے۔ اس کے علاوہ اگر میں اوروں کی باتیں آپ کے روبرو ظاہر کروں گا تو قدرتی طور پر یہ خیال آپکے ذہن نشین ہو جائیگا کہ میں آپ کی باتیں اوروں کے سامنے ظاہر کرنے سے باز نہیں رہ سکتا"

"آہ" مسٹر والٹر نے ایک ہاتھ سے پیشانی دباتے ہوئے کہا "میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ بے شک سب آدمی پس پشت میری حالت کا مضحکہ اڑاتے ہیں لیکن میرے خدا! یہ حالت ناقابل برداشت ہے!" اس کے بعد دفعتاً رک کر یا شاید یہ محسوس کر کے کہ اپنے خیالات کو اس طرح ایک نوکر کے روبرو ظاہر کرنا باعث خفت ہو گا۔ اس نے ایک ہاتھ میرے شانہ پر رکھا اور پرجوش لفظوں میں کہنے لگا "جوزف! جو کچھ تم نے اس موقعہ پر سنا تھا اس کا خیال دل سے نکال دو۔ اور اس کی یاد اپنے حافظہ سے محو کر دو۔ بس اس سے زیادہ میں کوئی بات کہنا نہیں چاہتا"

پھر وہ تیز چلت کمرہ سے رخصت ہو گیا۔ اور میں نے جان لیا کہ وہ اس شادی کو

خاندانی حالات جن کے لئے اس کو مجبور کر رہے تھے سخت نفرت اور کراہت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔

اس رات چارلسٹ ہال میں یوسٹیڈ والوں کی دعوت تھی۔ سات بجے کے قریب وہ حسب معمول اپنی شاندار گاڑی پر سوار ہو کر آئے۔ اور ان کے آتے ہی کھانا چنا گیا۔ جن نوکروں کو میز کے پاس حاضری دینی تھی میں ان میں سے ایک تھا۔ اور اس وقت میں نے معلوم کیا کہ مسز یوسٹیڈ سابق کی نسبت زیادہ گلوگرفتہ آواز سے زیادہ بے جوڑ لفظوں میں گفتگو کر رہی تھی۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی میں نے دیکھا کہ وہ غیر معمولی مقدار میں شراب نوش کر رہی تھی۔ دفعتاً یوفیمیا نے اوروں سے نظر بچا کر اپنی ماں کو کچھ کچھ اشارے کرنے شروع کئے۔ مگر مسز یوسٹیڈ نے ان پر کوئی توجہ نہ دی اور اندھا دھند شراب پینے میں مشغول رہی۔ حالانکہ کوئی تربیت یافتہ خاتون کسی حال میں بھی ایسا نہیں کرتی۔ لارڈ ریونس ہل کے چہرہ پر خلاف معمول سنجیدگی کے آثار نمودار تھے۔ لیڈی ریونس ہل اس سے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ باتیں کر رہی تھی۔ اور والٹر سخت بیتاب اور پریشان نظر آرہا تھا۔ بعدازاں میں جب کوئی چیز لانے کے لئے دوسرے کمرہ میں گیا تو میں نے نوکروں کو ایک دوسرے سے یہ کہتے سنا کہ "یہ بڑھیا آج برسوں کی کسر پوری کر رہی ہے اور تم دیکھو گے کہ عنقریب بالکل مدہوش ہو جائے گی۔"

اس وقت صبح کا واقعہ یعنی مسٹر والٹر کی آہ و زاری اور وہ گفتگو جو انہوں نے مجھ سے کی تھی ذہن میں تازہ ہو گئی اور میں اپنے جی میں اچھی طرح سمجھ گیا کہ کس لئے اس بدنصیب نوجوان کو ایک ایسے خاندان میں شادی کرنے سے نفرت ہے۔ واپس آیا، تو یوفیمیا اپنی ماں سے کہہ رہی تھی۔

"امی! آج تمہاری طبیعت ناساز معلوم ہوتی ہے۔ جاؤ جا کے آرام کرو۔ ایسا نہ ہو پھر وہی درد سر کی شکایت پیدا ہو جائے ..."

"پیاری فینی" مسز بوسٹیڈ نے سراسیمہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بھاری تاسف سے ملی ہوئی آواز میں کہا: "یہ تم کس طرح کی باتیں کرتی ہو؟ میں تو بھلی چنگی ہوں، اور دردِ سر کی شکایت کبھی عمر بھر میں مجھ کو نہیں ہوئی... لیکن مائی لارڈ!" اس نے دفعتاً گفتگو کا رُخ پھیر کر کہا: "آپ کا یہ نیا نوکر کتنا خوبصورت ہے!" اور پھر شیلی آنکھوں سے اپنی بیٹی اور آنریبل مسز والرکو باری باری دیکھتے ہوئے "شادی کے موقع پر ہم ایک ایسے ہی نوکر کا انتظام کریں گے جو اتنا ہی خوبصورت ہو اور وردی پہن کر ایسا ہی اچھا نظر آئے۔"

اپنے متعلق مسز بوسٹیڈ کو اس انداز سے گفتگو کرتے سن کر میں بے اختیار شرما گیا اور رفعِ اضطراب کے لئے ایک الماری کی طرف جا کر خالی طشتریوں کو ٹھیک ٹھاک کرنے لگا۔

"لیکن ہاں" دفعتاً مسٹر بوسٹیڈ نے جو مضمون سامنے آیا اسی کو ہاتھ میں لیکر کہا: "کیا آپ نے اپنے دوست مسٹر ملکم ڈینہیم کے آخری معرکہ کا حال سُنا؟"

"جی نہیں تو!" لارڈ ریونس لی نے مشکل سے احساسِ استکراہ ضبط کر کے رسمی طور پر جواب دیا۔ مگر میں اتنے ہی میں ہمہ تن گوش بن چکا تھا کیونکہ میرے لئے یہ سمجھنا دشوار نہ تھا کہ اس گفتگو کا رُخ کس طرف کو پھرنے والا ہے۔

"اچھا تو سُنئے" مسٹر بوسٹیڈ نے تقریر کرتے ہوئے کہا: "وہ... ار... وہ اس ناچنے والی کو جسے اس رات ہم تھیٹر میں دیکھا تھا... میرا مطلب ہے وایولٹ مارٹیمر کو اغوا کر کے لے گیا۔ مگر حیرت ہے آپ نے اس کا قصہ نہیں سُنا۔ حالانکہ دیہات میں ہر ایک کی زبان پر اسی کا چرچا ہے۔ اور کل رات اس واقعہ کا حال معلوم ہونے پر وہ طوفانِ بدتمیزی منڈوہ میں مچا تھا کہ..."

گفتگو کے نادانستہ اس رنجدہ مضمون کی طرف پھر آنے سے میرے سینہ کے

خفتہ جذبات از سر نو بیدار ہو گئے۔ مجھے اپنے دماغ پر ایک بوجھ سا پڑتا محسوس ہوا۔ اور میں اس رنج و غم سے بچنے کے لئے جو اس ذکر سے پیدا ہوتا تھا۔ قصداً کھانا کھانے کے کمرہ سے باہر چلا گیا لیکن نوکری کی مجبوریاں کب چین لینے دیتی تھیں۔ دس ہی منٹ کے عرصہ میں پھر ایکبار مجھ کو اندر جانا پڑا۔ مگر اس وقت مجھے یہ دیکھ کر گونہ اطمینان ہوا کہ گفتگو اب کسی اور ہی مضمون کی طرف پھر گئی تھی۔ میں نہیں جانتا اس رات مسز بوسٹیڈ نے کتنی شراب پی۔ بہرحال اب جو میری نظر اس کی طرف گئی تو وہ عالم سرمستی میں کرسی پر بیٹھی جھوم رہی تھی۔ حسن اتفاق سے اس موقع پر اور کوئی مہمان موجود نہ تھا ورنہ اس طرح کی حالت سے جو کرکری خاندان ریونس ہل کی ہوتی اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل نہیں ہو سکتا۔ سامنے دسترخوان بڑھایا گیا اور فواکہات کی باری آئی۔ مگر ہم لوگ پھلوں کی طشتریاں میز پر رکھ ہی رہے تھے کہ دفعتاً مسز بوسٹیڈ جو بسیار نوشی سے عروج روحانی کی ساتویں منزل پر پہنچ چکی تھی۔ توازن قائم رکھنے سے عاجز ہو کر دھم سے فرش پر آ رہی۔ اس پر یوفیمیا نے زور سے چیخیں مارنی شروع کیں۔ اور یا تو حقیقتاً یا محض نمائش کے لئے غش کر گئی۔ قدرتی طور پر کھانا کھانے کے کمرہ میں سخت بے ترتیبی پھیل گئی۔ اسی وقت کنیزوں کو طلب کیا گیا اور مرد نوکر بڑی سرکار کا اشارہ پاتے ہی کمرہ سے رخصت ہو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہی باہر جانے پر مجبور ہوا لیکن کمرہ سے رخصت ہوتے وقت میں نے جب ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک عجیب طرح کا افسوسناک سماں نظر آیا۔ لیڈی ریونس ہل بت کی طرح بے حرکت بیٹھی تھی۔ بڑے سرکار کے چہرہ پر سختی کے آثار نمودار تھے۔ اور وہ کھڑے ہوئے رنج آمیز نظروں سے سامنے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کرسی سے گرتے ہی مسز بوسٹیڈ کی پگڑی نما ٹوپی اور اس کے نیچے دبے ہوئے مصنوعی بال سر سے جھڑ کر گر گئے تھے اور اس کا شوہر بڈھا بوسٹیڈ اس کو سہارا دے کر اٹھانے کے لئے اس کی طرف جا رہا تھا۔ رہ گیا والٹر۔ تو اس کو خوشامد کرتا یوفیمیا کو صوفے کی طرف لے

جانے پر مجبور ہونا پڑا۔ باہر ڈیوڑھی میں خانساماں اور دوسرے نوکر اس واقعہ کا ذکر
نفرت آمیز لفظوں میں کر رہے تھے۔ لیکن افسوس! کہ ان میں سے کسی کے منہ سے ہمارے
نوجوان آقا بدنصیب والٹر کے حق میں رحم کا ایک لفظ تک نہیں نکلا۔ اس کے برعکس
خانساماں زور دے دے کر کہہ رہا تھا کہ جو لوگ روپیہ کے لالچ میں ادنیٰ خاندان کی
لڑکیوں سے شادی کرنا قبول کرتے ہیں ان کی یہی حالت ہونی چاہیئے۔ کوئی آدھ گھنٹہ
بعد پوسٹیڈ والوں کی گاڑی دروازہ کے باہر آکر کھڑی ہو گئی۔ اور وہ تینوں اس پر
سوار ہو کر رخصت ہو گئے۔ لیکن میں نے سنا ڈیوڑھی سے گزرتے ہوئے مسٹر پوسٹیڈ
اونچی آواز میں کچھ اس قسم کے الفاظ کہتا جا رہا تھا کہ "وہ بے چاری مدت سے سکتہ پڑنے
کی بیماری میں مبتلا ہے خدا اس کی حالت پر رحم کرے۔"

اس رات شاگرد پیشے میں ہر ایک آدمی کے منہ پر اسی واقعہ کا ذکر تھا۔ میری اپنی
حالت متنوع جذبات کے اثر سے جو کچھ تھی اس کا صحیح اندازہ میرے بیان سے زیادہ
آپ لوگوں کے تخیل کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ایک طرف اینبل کی تصویر رخ بے تاب کی
مانند نظروں کے سامنے پھرتی تھی۔ دوسری طرف بدنصیب والٹر ریونس ہل کا بھی خیال
تھا جس کی حالت انتہا درجہ قابلِ رحم تھی۔ دوسرے نوکروں کی گفتگو نے میرے رنج و
غم کو اگر ممکن سمجھا جا سکتا ہے، دوبالا کر دیا تھا۔ میرا خون سیسہ کی مانند کھولتا تھا۔ تپ کے
آثار بدن کے ہر حصہ میں پیدا ہو چکے تھے۔ اور سر شدت درد سے پھٹا پڑتا تھا کسی طرح
اپنی حالت بحال کرنے کی غرض سے میں کھلے میدان کی سرد ہوا پانے کے لئے باغ میں نکلا۔ فروری
کا مہینہ تھا اور ہوا میں برف کی سی ٹھنڈک پائی جاتی تھی۔ اپنے رنج انگیز خیالات سے تنہائی
میں نجات پانے کے قابل ہونے کی غرض سے میں پودوں کے ایک کنج کی طرف ہو لیا جو
باغ کے دور افتادہ حصہ میں واقع تھا۔ لیکن مجھے اس جگہ پہنچے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی
کہ پاؤں کی چاپ اس طرف کو آتی سنائی دی۔ اس کے فوراً بعد کوئی دوسرا آدمی تیز چلتا

پہلے کے تعاقب میں آتا معلوم ہوا۔ اور پھر یہ الفاظ میرے کانوں میں پہنچے۔

"والٹر پیارے والٹر!" یہ لارڈ رپونس ہل کی آواز تھی جو بظاہر اپنے بیٹے کے تعاقب میں اس طرف کو آیا تھا۔ "کیوں تم اس طرح بے تاب ہوتے ہو ...."

"مگر آپ ہی فرمایئے میں رنج و غم سہنے کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں؟" بیٹے نے اس کے جواب میں کہا: "آپ میری بے تابی کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن یہ بتایئے کیا میرے لئے جمع خاطر کا کوئی ذریعہ آپ کو نظر آتا ہے؟"

دونوں اس مقام سے تھوڑی دور جس جگہ میں درختوں کے سایہ میں کھڑا تھا۔ میری موجودگی سے بے خبر ٹھہر گئے تھے۔ پہلے میرے جی میں آئی کہ ان کے پاس ہو کر نکل جاؤں لیکن پھر اس خیال سے ٹھہر گیا کہ شاید وہ باتیں کرتے ہوئے اور آگے چلے جائیں مگر اتفاق سے وہ اسی جگہ ٹھہرے رہے اور چونکہ ان دونوں میں پر جوش گفتگو کا سلسلہ برابر تیزی کے ساتھ جاری رہا۔ اس لئے مجھ کو ایک سخت دقت کا سامنا ہو گیا۔ یعنی اب اگر سامنے آتا ہوں تو وہ اس بات سے ناراض ہوں گے کہ کیوں میں نے ان کی گفتگو کا اتنا حصہ بھی سنا۔ اور اگر چھپا رہتا ہوں تو ان کی گفتگو سننے کی مجبوری ہے۔

اس دوران میں باپ بیٹے کا مکالمہ جاری رہا اور والٹر رپونس ہل نے ایک اس طرح کے تلخ لہجہ میں جو کسی نوجوان کی حالت میں سخت رنج انگیز تھا کہنا شروع کیا۔

"فرمایئے میرے لئے جمع خاطر کا کونسا ذریعہ باقی ہے؟ آپ اس قربانی کا خیال کریں جس کے لئے مجھ کو مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر وہ لڑکی انتہا درجے خوبصورت اور شائستگی کا بہترین نمونہ بھی ہوتی تو اس خاندان میں شادی کرنا ایک ہیبت ناک فعل ہوتا لیکن حالت موجودہ میں ... نہیں والد، میں کبھی اس کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا۔ بلا سے خاندان تباہ ہو یا بچے۔ قرضخواہ ایک ایک چیز اٹھا کر لے جائیں یا رہنے دیں، ہم بھوکے مریں یا زندہ رہیں۔ میں ان میں سے کسی بات کی پروا نہیں کرتا۔ بہر حال یہ کسی حال میں ممکن

نہ ہوگا کہ میں ایک اس طرح کی لڑکی سے شادی کردوں۔ ایک ایسے مرد کو اپنا خسر اور اس طرح کی عورت کو خوش دامن کہوں۔۔۔"

"والٹر! والٹر!" لارڈ ریونس ہل نے لہجۂ التجا میں کہنا شروع کیا "مہربانی سے اس انداز میں گفتگو نہ کرو اور سوچو کہ جو تکلیف تم کو محسوس ہوتی ہے وہی میں محسوس کر رہا ہوں۔ اس طرح کے رشتہ پر میرا اپنا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ مگر اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے؟ دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ یا بربادی اور تباہی یا اس لڑکی سے شادی"۔۔۔

"شادی!۔۔۔ اس لڑکی سے!" والٹر نے بڑھتے ہوئے جوش سے کہا: "آہ۔ یہ ناممکن ہے! اور اب سنئے میں اس سوال کے بارے میں کیا خیالات رکھتا ہوں۔ میں بے شک نوجوان ہوں اور دنیاوی ترقی کا میدان میرے روبرو کھلا ہے۔ آپ اگر چاہیں تو اپنے رسوخ سے میرے لئے سرکاری ملازمت کا صیغہ سفارت یا محکمہ فوج میں کوئی معقول انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن میں اس بات کا قصد مصمم کر چکا ہوں کہ خواہ مجھ کو اس طرح کی ملازمت ملے یا نہ ملے۔ خواہ مجھ کو مفلس قلاش رہ کر زندگی بسر کرنی پڑے بہرحال میں اس لڑکی سے شادی کرکے دولت مند بننے پر کنوارا اور مفلس رہنے کی حالت کو لائق ترجیح خیال کرتا ہوں۔ بس یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ اور کوئی ترغیب، کوئی دھمکی، کوئی طاقت اس میں تبدیلی نہیں کر سکتی۔ چنانچہ کل میں ایک خط مسٹر پوسٹیڈ کو اس بارے میں لکھ دوں گا۔۔۔"

"جس کے بعد" لارڈ ریونس ہل نے بھرائی آواز سے کہا: "قرق امین کے آدمی فوراً اگر مکان پر قبضہ کر لیں گے۔ کیونکہ یہ بات تم سے پوشیدہ نہیں ہو سکتی، کہ قرضخواہ صرف اس امید پر چپ بیٹھے ہیں کہ عنقریب رسم شادی عمل میں آنے کے بعد ان کے مطالبات کوڑی پیسے سے بے باق کر دیئے جائیں گے۔"

"اس صورت میں جو کچھ ہونا ہے ہونے دیجئے۔" والٹر نے جھنجلا کر جواب دیا

"بلا سے قرق امین کے آدمی آئیں اور قرضخواہ اس مکان کی ایک ایک اینٹ اٹھا کر لے جائیں مجھے اس کی پروا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان کو روکنے اور باز رکھنے کے لئے مجھی کو آپ کس لئے قربان کرنا چاہتے ہیں؟ اور اب چونکہ یہ ذکر شروع ہو گیا ہے اس لئے مجھ کو یہ بھی کہہ لینے دیجئے کہ تباہی اور بربادی کا وہ عمل جسے روکنے کے لئے آپ میری اخلاقی اور روحانی ہلاکت کے درپے ہیں میرا شروع کیا ہوا نہیں ہے۔ اس کے ذمّہ دار آپ یا آپ کے گذرے ہوئے اسلاف ہیں۔ میں نے اگر اس کام میں کوئی حصّہ لیا ہے تو محض آپ کے اصرار پر، کیونکہ یاد ہو گا کہ جس روز میں سن بلوغ کو پہنچا تھا اسی دن آپ نے مجھ سے یہ کہہ کر بعض کاغذات پر دستخط کرا لئے تھے کہ یہ محض ایک طرح کی رسمی کارروائی ہے۔ اس وقت میں نے ان دستاویزات کا مضمون بھی نہیں پڑھا تھا کیونکہ یہ خیال کبھی میرے ذہن میں آ ہی نہیں سکتا تھا کہ میرا اپنا باپ مجھ کو لوٹنا، تباہ کرنا اور دھوکا دینا پسند کرے گا۔"

"والٹر!" بڈھے امیر نے رنج آمیز لہجہ میں کہا: "یہ الفاظ میرے سامنے... !"

"اس لئے کہ سچے ہیں؟" بیٹے نے بدستور بھڑکے ہوئے جوش کی حالت میں جواب دیا: "سچ کڑوا ضرور ہوتا ہے تاہم میٹھا دروغ اس کا نعم البدل نہیں ہو سکتا سوال یہ ہے کیا آپ نے میرے لئے کسی طرح کی قربانی منظور کی؟ کیا آپ نے واضح اور صاف لفظوں میں حالات کی اصل حقیقت کا اظہار مناسب سمجھا؟ آپ اگر چاہتے تو چند سال باہر جا کر ریاست کے اخراجات کم کر سکتے تھے۔ آپ اگر چاہتے تو گھوڑوں اور گاڑیوں کی تخفیف سے کفایت کی صورت پیدا کر سکتے تھے۔ آپ اگر چاہتے تو نوکروں کو کم کر کے تھوڑے پہ گذران کر سکتے تھے۔ مگر کاش... ایسا ہوتا! آپ نے تو بڑھتے ہوئے اور بڑھتے ہوئے اخراجات کم کرنے کے لئے ایک شمّہ بھر زحمت گوارا نہ کی۔ اُلٹا اس جائداد پر جو آپ کے بعد مجھ کو سالم اور غیر مکفول ملنی چاہیئے تھی،

رہن کا دوہرا تہرا بوجھ ڈالتے گئے۔ اس سے بھی زیادہ آپ نے اصل حقیقت ظاہر کئے بغیر مجھ سے ان رہن ناموں پر مشترکہ دستخط کرا لئے۔ جن کی صحیح عبارت بھی مجھ کو معلوم نہ تھی۔ اور جب آخر کار میری آنکھیں کھلیں اور میں صحیح حالات کو ان کی بھیانک عریانی میں دیکھنے کے قابل ہوا تو میرے لئے اس اندھیری راہ پر اُترے چلے جانے کے سوا جس پر آپ ہی نے مجھ کو ڈالا تھا اور کیا چارہ کار باقی تھا؟ یہ آپ کے احسانات ہیں جو مجھ پر کئے گئے ...."

"والٹر والٹر میں بمنت تم سے کہتا ہوں کہ مجھ بدنصیب کو اس طرح مت کوسو۔" سن رسیدہ امیر نے شرم، غصہ اور پشیمانی کے احساس سے متاثر ہو کر کہا۔

"تاہم میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں سن لیجئے۔" مسٹر والٹر ایولنس ہل نے جوش کی حالت میں کسی قدر سختی کے ساتھ کہا۔ "اس کے بعد میں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی میرے فیصلہ کو سزاوار ملامت نہ کہیں گے۔ جیسا میں کہہ رہا تھا جو کچھ آپ نے کیا، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جو کچھ آپ نے اور میری ماں نے مل کر کیا وہ خود غرضی، نمود اور ذاتی آسائش کے لئے تھا۔ کوئی ایک فعل بھی ایسا نہیں ہے جسے میں آپ لوگوں کے ایثار پر محمول کر سکوں محض اپنی شوکت برقرار اور شان نمود قائم رکھنے کے لئے آپ نے ہر ہفتہ، ہر ماہ اس چیز کو جو میرا پیدائشی حق تھی۔ رہن رکھا اور قرضہ کے نہ ہٹنے والے بوجھ کے نیچے دبایا محض اس لئے کہ تباہی اور بربادی کے دیو سیاہ کو جب تک ممکن ہو، رد کے رکھا جائے۔ اس آدمی کی طرح جو وقتاً فوقتاً اپنی روح کے حصوں کو شیطان کے ہاتھ فروخت کرتا ہے یہ سب کچھ آپ کی طرف سے ہوا لیکن کیا اس کے مقابلہ میں کوئی ایک قربانی بھی آپ نے میرے لئے کی؟ حالانکہ مجھ سے آپ دس ہزار کی توقع رکھتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ اس ہیبت انگیز شادی کی.... لیکن ایسا نہ ہوگا۔ میں کبھی اس کا موقعہ نہ آنے دوں گا۔"

"والٹر!" لارڈ ریونس ہل نے شکستہ اور بھرائی ہوئی آواز سے کہا! "میرے خیال میں جو کچھ تمہیں کہنا تھا کہہ چکے۔ پس اب میرا جواب بھی سُن لو۔ بے شک مجھ سے خطائیں ہوئی ہیں، کچھ اپنے خلاف کچھ اپنے خاندان کے برخلاف اور کچھ تمہارے برخلاف بھی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ہم یہ گفتگو اندھیرے میں کر رہے ہیں جس سے میں اپنے بیٹے کے روبرو شرمسار ہونے کی ذلت سے محفوظ ہوں۔ تاہم اتنا میں کہوں گا کہ تم نے میرے افعال کو سیاہ ترین رنگوں میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ تم نے الفاظ کے بدلے انتہا پسندی سے کام لیا ہے۔ ورنہ تم اگر غور کر کے سوچتے تو معلوم ہوتا کہ جو کچھ میں نے یا تمہاری ماں نے کیا وہ محض اپنے لئے نہیں بلکہ اس سے بہت زیادہ تمہارے لئے تھا۔ کاش تم اس بے چینی یا بے تابی، اس ذہنی اذیت اور تکلیف کا کچھ اندازہ کر سکتے جو ہم کو مختلف اوقات میں ریاست کی شان قائم رکھنے اور تباہی کے دیو سیاہ کو روکنے کے لئے برداشت کرنی پڑی ہے۔ کتنی راتیں تھیں جو ہم نے رنج و تکلیف میں کروٹیں لے کر گزاریں۔ کتنے دن تھے جو ہم نے درد و کرب میں رہ کر بسر کئے۔ اور یہ سب اس لئے کہ ہمارے بعد تم اس بگڑی کو راہ راست پر لا سکو گے۔ یقین کرو ہماری آس تم پر تھی، جب ہم سوچتے تھے تم کیسے شکیل اور ذہین ہو، تم کیسے با اخلاق اور شائستہ ہو، تو یہ سوچ کر اپنے جی کو ڈھارس دے لیا کرتے تھے کہ بالغ ہونے کے بعد تم ان خرابیوں کو جو صرف مجبوری سے عمل میں آئی تھیں، کسی مالدار لڑکی سے شادی کر کے اس کے جہیز کے روپیہ سے رفع کر دو گے ...."

"اور وہ مالدار لڑکی جو اس مطلب کے لئے چُنی گئی لوسیٹڈ کی بیٹی تھی! ... کیوں؟" ان الفاظ کو طنز و تضحیک کے لہجہ میں کہتے ہوئے والٹر نے ایک پُرشور قہقہہ لگایا جس کی گونج بیچ مچ قہقہہ شیطان کی گونج سے ملتی تھی۔

وہ ایک اس طرح کا قہقہہ تھا جو اس بدنصیب کے منہ سے نکل سکتا ہے، جو

پہلے ہی مصیبتوں کے بوجھ سے دبا ہوا ہو۔ اور اب اس کے لئے کوئی نئی مصیبت اور تجویز کی گئی ہو یعنی اس قسم کا قہقہہ جو اعصاب کو مختل اور دوران خون کو منجمد کرنے والا تھا۔ اور جس کو سن کر آدمی کی روح ذہن انسانی کے جوش کے انتہائی امکان پر کانپ اٹھتی تھی۔

"والٹر تم مجھے دیوانہ بنا دوگے!" لارڈ ریونس ہل نے کہا اور ساتھ ہی مجھا اس کے فرش زمین پر جوش سے پیر پٹکنے کی آواز سنائی دی۔

"دیوانہ... آپ کو؟" والٹر نے طنز آمیز لہجہ میں کہا: "لیکن میں کیا کم دیوانہ ہو رہا ہوں؟ نہیں قبلہ، یہ قصہ اس گفتگو سے طے نہ ہوگا۔ میرا فیصلہ اٹل ہے اور میں اس سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹوں گا۔"

"تو سنو" بڈھے امیر کی دہشت ناک آواز رات کے سناٹے کو چیرتی ہوئی سنائی دی: "اگر وہ فیصلہ جو تم اپنے جی میں کر چکے ہو واقعی تبدیلی کے ناقابل ہے تو تم اس پر قائم رہو، جو کچھ تمہارا جی چاہتا ہے کرو۔ لیکن اتنا یاد رکھو کہ یوم عاقبت کو تم خدا کی درگاہ میں اپنے باپ کے قاتل سمجھے جاؤ گے!"

خوف کا تیز کلمہ والٹر ریونس ہل کے منہ سے نکلا۔ مگر اس کو بولنے کا موقعہ نہ دے کر سن رسیدہ امیر نے سلسلہ تقریر جاری رکھا۔

"یقین کرو میں تم سے جھوٹ نہیں کہتا جیسے ہی ترق این کے آدمی چارلٹن ہال کی عمارت پر قبضہ کرنے آئے میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں گا۔ بس اب میں تم کو کچھ نہیں کہتا۔ تم اپنی راہ پر چلو۔ اور مجھے اپنی راہ پر چلنے دو۔"

"نہیں نہیں، اے رحم خدا!" نوجوان نے اب بھی پہلے کی طرح جوش کی حالت میں کہا۔ گو اس کا لہجہ اب طنز و تضحیک سے پاک تھا "اس طرح نہ ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی... کیا مشکلات سے بچنے کی اور کوئی ترکیب نہیں ہے؟ کیا اس قابل نفرت شادی کے

بغیر اس الجھن کو سلجھاؤ اور کسی طرح ممکن نہیں ؟"

"افسوس نہیں" باپ نے جواب دیا "انتہائی صورت یہی ہے کہ کوئی اور اچھی لڑکی ڈھائی لاکھ جہیز اپنے ساتھ اور ڈھائی لاکھ شادی کے بعد لانے والی تلاش کی جائے کیونکہ بوسٹیڈ کی بیٹی سے اتنی ہی امید ہے۔"

"کوئی اور لڑکی" والٹر نے پر خیال انداز سے باپ کے الفاظ کو دہراتے ہوئے کہا اور اس کے بعد فوری جوش کی حالت میں "کاش مجھے چند ماہ کی مہلت اور مل سکتی! کاش میں کسی ایسی خاتون کو آمادہ شادی کر سکتا۔ جو مالدار ہونے کے علاوہ شریف اور صاحب اخلاق گھرانے کی بیٹی ہوتی۔ اور جس کے طور واطوار میرے لئے باعث زحمت اور خاندان کے لئے موجب ذلت نہ ہوتے" پھر دفعتاً آواز دبا کر اس نے گہری سنجیدگی کے لہجہ میں کہا: "میرے خیال میں ایک میدان ایسا ہے جو اس وقت تک میری تلاش سے باہر رہا ہے یعنی اگر امراء کی بیٹیاں سچ مچ بڑی حد تک محروم الارث ہیں تو ساہوکاروں تاجروں اور لندن کے دوسرے مالدار شہریوں کی بیٹیاں ایسی نہ ہوں گی اور ان میں کئی گھرانے ایسے ہیں جو شائستگی اور تہذیب میں کسی خطاب یافتہ خاندان سے کم نہیں ..."

"سچ کہتے ہو والٹر!" لارڈ ریونس ہل نے اس انداز سے کہا گویا وہ اس تجویز سے بہت خوش تھا۔

"آہ! تب آپ منظور کرتے ہیں کہ میں بوسٹیڈ کی بیٹی سے شادی پر مجبور ہونے سے پہلے ایک اور کوشش کر دیکھوں؟ اس صورت میں" اس نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: "میرا طریق عمل یہ ہوگا کہ موجودہ نسبت کو برقرار رکھتے ہوئے لندن چلا جاؤں اور اگر چند ماہ کے عرصہ میں کوئی رشتہ اس قسم کا مل گیا جو میری طبیعت اور ہماری مالی ضرورتوں کے موافق ہوا تو فبہا میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا۔ اور

اگر ایسا نہ ہوا تو خیر... پھر بوسٹیڈ کی بیٹی موجود ہے جس طرح بھی ممکن ہوگا اس مچھی مکھی کو نگلنا پڑے گا۔ مگر اس مہلت سے ایک خاص فائدہ یہ ہوگا کہ میں اپنے آپ کو اس قربانی کے لئے بہتر تیار کر سکوں گا۔ فرمایئے یہ ترکیب آپ کو منظور ہے؟ اور کیا آپ بوسٹیڈ والوں کو حیلہ بہانہ کر کے چند ماہ کے لئے ٹال سکتے ہیں؟ رہ گئی میری غیر حاضری، تو اس کے متعلق کوئی عذر جو معقول ہو، آپ ان کے اطمینان کے لئے پیش کر سکتے ہیں؟"

"اس کا انتظام میں کر لوں گا" اب ریونس ہل نے کہا "لیکن دقت صرف ایک ہے یعنی قرضخواہوں کی بے تابی کی۔ وہ لوگ ایک ایک دن گن کر ماہ آئندہ میں شادی کا انتظار کر رہے ہیں"

"اس کی ترکیب میں بتاتا ہوں" والٹر نے کہا "آپ اس مطلب کا چھوٹا سا اشتہار اخباروں میں درج کرا دیں کہ آنریبل والٹر ریونس ہل کی شادی مسز ٹیٹش بوسٹیڈ ٹھیکہ دار کی دختر نیک اختر سے ماہ آئندہ میں قرار پائی تھی لیکن خاندان ریونس ہل میں ایک موت واقع ہو جانے سے اس رسم کو اگست کے ہفتہ اول تک ملتوی کر دیا گیا ہے، اس کے اندراج سے بوسٹیڈ والوں کا ایک طرف اور قرضخواہوں کا دوسری جانب اطمینان ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کو یقین ہو گا کہ شادی ضرور عمل میں آئے گی اور ان کے مطالبات چند دن آگے چند دن پیچھے ضرور پورے ہو جائیں گے۔ کہئے آپ کی کیا رائے ہے؟"

خیال فرمایئے کتنا اختلاف والٹر ریونس ہل کے چند منٹ پہلے کے اور موجودہ رویہ میں تھا۔ ذرا سی دیر پیشتر وہ مرنے مارنے کو تیار تھا لیکن اب مصلحت کی باری تھی اور وہ اس مطلب کے لئے نرمی اور چاپلوسی پر آمادہ تھا۔ لارڈ ریونس ہل نے اس ترکیب کو مان لیا اور اس کے بعد وہ دونوں اس مضمون پر تفصیلی بحث کرتے

مکان کی طرف واپس ہو گئے۔

اس کے چند منٹ بعد جب ان کے پاؤں کی آواز فاصلہ کے بعد میں دب گئی تو میں بھی اس مقام سے جہاں اس وقت تک پوشیدہ تھا باہر نکلا اور اپنے کمرہ میں جاکر آرام کرنے کے لئے بستر پر لیٹ گیا۔ لیکن نیند کی رغبت کم تھی، بڑی دیر تک میں بے تابی کے سمندر میں ڈوبا ہوا کروٹیں لیتا رہا۔ خیالات کی الجھی ہوئی رَو میں انیبل کی تصویر، مسز بوسٹیڈ کی حالت، اور لارڈ ریونس ہل اور اس کے بیٹے کی سوچی ہوئی سازشیں، یہ سب ملی جلی حالت میں آنکھوں کے سامنے پھرنے لگیں۔

باب ۱۵

دریا کا ساحل

واقعات مذکورہ کے دوسرے دن صبح کو آنریبل مسٹر والٹر ریونس ہل اپنے خاص نوکر چارلس لنٹ کو ساتھ لے کر عازم لندن ہو گیا۔ اور ہال میں یہ خبر مشہور کردی گئی کہ خاندان ریونس ہل میں ایک دور کے رشتہ دار کی موت جس سے ان لوگوں کو روپیہ کی کچھ مقدار ورثہ میں ملنے کی امید تھی، لندن میں واقع ہو گئی ہے، اس کے ساتھ ہی لارڈ ریونس ہل نے اشارۃً اپنے ایک نوکر سے اور بیگم صاحبہ نے اپنی ایک کنیز سے یہ کہہ دیا کہ رشتہ داری چونکہ بہت دور کی تھی اس لئے ماتمی لباس پہننے کی ضرورت نہیں۔ گویا اس طرح پر اس جھوٹ کے سلسلہ میں جو مسٹر والٹر کی روانگی کے متعلق مشہور کیا گیا تھا اس ماتمی لباس کی نمائش کی جو نہ صرف باعث تضحیک بلکہ صحیح معنوں میں موجب گناہ بھی ہوتی، ضرورت باقی نہ رہی۔ لارڈ

اور لیڈی ریونس ہل کو کیا خبر تھی کہ ان کے نوکروں میں ایک شخص ایسا بھی موجود ہے جو اگر چاہتا تو اس ریا کا پردہ بڑی آسانی سے چاک کر سکتا تھا۔ لیکن میں اول تو فطرتاً اس طرح کے انکشاف کے لئے آمادہ نہ تھا۔ دوسرے میں اگر چاہتا بھی تو مصلحتاً اس راز کی پوشیدگی پر مجبور تھا۔ کیونکہ وہ محض اتفاقاً مجھ کو معلوم ہوا تھا۔ اور اگر میں اس کے اظہار کی جرأت کرتا تو ... ہر چند میں اس جرم سے بالکل بے تعلق تھا تاہم ... سب لوگ یہی کہتے کہ اس نے قصداً چھپ کر باپ بیٹے کی گفتگو سنی ہے۔

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سر ملکم ویونیہم کی کوٹھی چارلٹن ہال سے قریباً تین میل یا دوسرے لفظوں میں موضع چارلٹن سے صرف ایک میل پرے تھی۔ واقعات مذکورہ کے چند دن بعد میں نے نوکروں کو سر ملکم کے بارے میں گفتگو کرتے سنا تھا اور اسی گفتگو سے یہ نئی بات دریافت ہوئی تھی کہ وہ اس بد نصیب خاتون کے ساتھ جس کا نام فی الحال وایولٹ مارٹیمر مشہور تھا، ایکسیٹر میں ٹھہرا ہوا ہے۔ یہ جگہ جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے ہال سے قریباً بیس میل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ ان حالات میں میں اگر چاہتا بھی کہ پھر ایک بار اس سے مل کر جو بیرونٹ کے دام فریب کا شکار بن چکی تھی اس کو از سر نو نیکی کی راہ پر لانے کی کوشش کرتا تو فاصلہ کی دوری کی وجہ سے ایسا نہ کر سکتا تھا۔ لیکن یہ محض ایک امکانی خیال ہے جس کا ذکر میں نے برسبیل تذکرہ کر دیا۔ ورنہ حقیقت میں میں اگر ایکسیٹر جا بھی سکتا تو نہ جاتا کیونکہ میں اپنے دل میں سمجھ چکا تھا کہ جب ایک بار اینبل گناہ اور کمزوری کے بس میں ہو کر دام ہوس میں پھنس چکی تو میرا سمجھانا خواہ للّٰہ دل سوزی کے ساتھ ہو، کسی حال میں اس کو راہ صراط پر لانے کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ میں اس کم سنی میں بھی اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھا کہ جرم و گناہ کا راستہ نیکی اور ایمان کے راستہ کی نسبت زیادہ دشوار گذار ہے۔ اس لئے نیکی سے بدی کی راہ پر جانا گو سہل ہو۔ تاہم بدی کے راستہ کو چھوڑ کر پھر نیکی کی شاہراہ پر

آنا بڑا دقت طلب اور دشوار ہے۔ ایک اور وجہ میرے تامّل کی ممکن ہے۔ کہ میں حالاتِ موجودہ میں اس سے جو کبھی میری نظروں میں نیکی کی تصویر اور عظمت کی دیوی تھی اور جس سے مجھ کو اپنے دل میں ایک نئی طرح کی طفلانہ محبت ہو گئی تھی ملنے اس کے سامنے آنے اور اس کو بدلی ہوئی صورت میں دیکھنے کے خیال سے ہچکچاتا تھا۔ بہر حال ساری باتیں پیشِ نظر رکھ کر میں نے شاکرِ تقدیر ہونا ہی بہتر سمجھا اور جس قدر ممکن تھا اپنے دل کو سمجھانے اور غم کا بوجھ دبانے کی کوشش کرتا رہا۔ میں چاہتا تھا کہ انیل کی تصویر کو دل سے محو کر دوں لیکن ... افسوس! یہ کام اتنا سہل نہ تھا۔

اس کے بعد ہفتے ... اور پھر مہینے گزر گئے۔ سرما نے رخت سفر باندھا اور بہار اپنی فرحت، ہریالی اور روشنی کی ہمجولیوں کے ساتھ آ پہنچی۔ درختوں میں نئی کونپلیں نکلیں، اور شاخوں پر چڑیوں نے چہچہانا شروع کیا۔ پشتوں پر پرم روز کے پھول کھلنے لگے۔ اور نافرمان نے سبز جھاڑیوں کی اوجھل میں ڈھیٹے دیتے منہ نکالا۔ اس عرصہ میں آنریبل مسٹر والڈ ریونس ہل لندن ہی میں رہے۔ اور گو بو سٹیڈ والوں کا چارلٹن ہال میں گاہ بگاہ آنا جانا رہا۔ تاہم کوئی افواہ شادی کے فسخ ہونے کے بارے میں نہ کسی کے منہ سے نکلی اور نہ مشہور ہوئی۔ اور قرضخواہ بھی اپنے لمبے حسابات کے چکوتہ کی امید پر صابر و شاکر بن کر شادی کے بعد بہتر ایام کی آمد کا انتظار کرتے رہے۔ بارہا جی میں آیا کہ موضع چارلٹن میں جا کر مس ڈیلمر کی خدمت میں آداب بجا لاؤں لیکن محض اس کی ذہنی تکلیف کے خیال سے باز رہا۔ رہ گئی یہ بات کہ لندن میں رہتے ہوئے آنریبل مسٹر والڈ کو اپنی شادی کی کوششوں میں کس حد تک کامیابی ہوئی تو اس کے بارے میں کوئی ذریعہ میرے پاس تفصیلی حالات جاننے کا نہ تھا اور چونکہ میرا دوست چارلس لنٹن اپنے مالک کے ساتھ اب تک لندن ہی میں تھا۔ اس لئے میں اگر چاہتا بھی تو اس مضمون پر کوئی بات دریافت نہ کر سکتا تھا۔ اسی طرح وقت گزرتا گیا اور جون کے دن آ گئے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ میں قبل دوپہر وقت بسر کرنے کو ندی کے کنارے سیر کرتا پھر رہا تھا کہ دفعتاً کئی شخصوں کے اونچی اور پُرجوش آواز سے گفتگو کرنے کا شور میرے کانوں میں پہنچا۔ معلوم ہوا وہ لوگ اسی طرف دریا کے ساحل پر مجھ سے تھوڑی دور آگے درختوں کے اس جھنڈ کے دوسری جانب کھڑے تھے جو لب دریا میرے اور ان کے درمیان حائل تھا اس مقام پر درختوں کی ٹہنیاں دریا کے بہتے ہوئے شفاف پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں اور ان کی وجہ سے سامنے کی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ تاہم آوازوں کے پُرجوش لہجہ اور ان کے بتدریج چیخوں کی صورت اختیار کرنے سے یہ احتمال ہونے لگا کہ کوئی خوفناک حادثہ پیش آیا ہے چنانچہ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی میں دوڑتا ہوا درختوں کی الجھی ہوئی شاخوں اور جھاڑیوں سے گذر کر اس مقام کی طرف گیا جدھر سے آوازیں آرہی تھیں۔ اور اس کے بعد اس جگہ پہنچ کر ایک ایسی قسم کا نظارہ میں نے دیکھا جس کو باسانی فراموش نہ کرسکوں گا۔ معلوم ہوا کہ پانچ چھ مزدور ندی سے جو اس مقام پر خصوصیت کے ساتھ تیز رفتار اور گہری تھی، ایک لاش نکالنے میں مشغول تھے۔ لاش کے بارے میں تحقیق ہوا کہ وہ ایک نوجوان مزدور بنجمن کو پیکی تھی جس کا میں صورت آشنا تھا۔ اور جس کو بارہا میں نے ریاست کی اراضی میں کام کرتے دیکھا تھا۔ وہ اپنے والدین کے پاس موضع پارلٹن میں رہتا تھا۔ اور جب لاش دریا سے نکالی گئی تو اس کا بڈھا باپ وہیں ساحل پر موجود تھا۔ اس وقت کا نظارہ جب بدنصیب باپ نے اپنے جوانامرگ بیٹے کی لاش کو ساحل پر رکھا جاتا دیکھا، اتنا رقت خیز تھا کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ ستم رسیدہ بڈھے نے اس لاش پر گر کر اس طرح کی جگر دوز چیخیں ماریں، اور اس طرح بین کئے کہ میرے لئے بھی جو اس سانحہ سے بے تعلق تھا ضبط کرنا محال ہوگیا۔ اور آنسوؤں کی جھڑی آنکھوں سے رواں ہوگئی۔ مرنے والے کے بدن پر وہی معمولی دن کے پہننے کے کپڑے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بدنصیب کسی کام کے لئے اس طرف سے گذر رہا تھا کہ ناگاہ

دریا میں گر پڑا اور چونکہ تیرنا نہ جانتا تھا اس لئے غرقاب ہوا۔ یا ایک دوسری صورت یہ
بھی کہ شاید اس نے خودکشی کرلی ہو، لیکن جیسا کہ بعدازاں معلوم ہوا یہ ایک بے بنیاد
خیال تھا۔ کیونکہ کوئی ظاہری وجہ اس کے خودکشی کرنے کی نہیں تھی۔ گاؤں اس مقام
سے قریباً نصف میل دور تھا۔ اور جن لوگوں نے لاش نکالی تھی ان میں سے ایک کی زبانی
حسب ذیل مزید حالات معلوم ہوئے۔

بنجمن کوپر یعنی وہ نوجوان جس کی لاش برآمد ہوئی تھی، بڑا نیک، مستقل مزاج
اور راست شعار لڑکا تھا۔ یعنی ہر طرح کے عیبوں سے پاک اور پابندئ وقت کا پورا خیال
رکھنے والا۔ ان حالات میں جب وہ شب گذشتہ کو وقت مقررہ پر گھر واپس نہ آیا تو اس
کے والدین کو سخت تعجب ہوا خصوصاً اس لئے کہ اس نے ایک عورت کیتھرائن ایلین کو
سیر کے لئے اپنے ساتھ لے جانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ سرِ شام گھر آجاتا تھا
اس لئے جب رفتہ رفتہ وقت گذرتا گیا، شام کے بعد رات ہوئی اور رات کا بھی ایک
حصہ گذر گیا تو قدرتی طور پر ہر شخص کو تشویش ہونی شروع ہوئی۔ کچھ لوگ اس کو گاؤں
کے شراب خانہ میں تلاش کرنے گئے، محض اس لئے کہ اس طرح کے موقعوں پر انسان
کی نظر سبھی امکانات کی طرف جاتی ہے۔ ورنہ واقعہ میں اس کی عادت نہ شراب پینے
کی اور نہ شراب خانہ میں جانے کی تھی۔ بہرحال معلوم ہوا کہ وہ اس جگہ بھی نہیں گیا۔
گاؤں کے پادری صاحب مسٹر ہاورڈ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ بھی کئی دیہاتیوں
کو ساتھ لے کر اطراف کے کھیتوں میں تلاش کرنے گئے۔ خیال تھا شاید وہ اس جگہ
کام کرتے کرتے غش کر گیا ہو۔ مگر بے سود۔ تحقیق و تجسس کا یہ سلسلہ بڑی رات گئے
تک جاری رہا۔ مگر کوئی سراغ بدنصیب بنجمن کوپر کا نہ مل سکا۔ اس طرح آدھی رات
گذر گئی۔ مگر اس کے والدین اور کیتھرائن ایلین کی تشویش جس کے بارے میں یہ بیان کرنا
ضروری ہے کہ بنجمن کوپر کی منگیتر تھی۔ اور اس وقت وہیں اس کے والدین کی جھونپڑی

میں اس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی کم نہ ہوئی۔ دن نکلا تو عمل تفتیش نئے سر کے سے شروع کیا گیا۔ گاؤں کے لوگ مختلف ٹولیوں کی صورت میں اطراف و جوانب میں دوڑے اور ان میں سے ایک ٹولی کے ساتھ بڈھا باپ بھی روانہ ہوا۔ چنانچہ جس وقت یہ جماعت ہر طرح تھک ہار کر ساحل دریا کے پاس سے گذر رہی تھی جو اس مقام پر جیساکہ پیشتر بیان کیا گیا ہے زیادہ چوڑا، گہرا اور تیز رفتار تھا۔ تو انہوں نے اس بدنصیب کی لاش کو شفاف پانی کی تہ میں کنکریلی زمین پر پڑے ہوئے دیکھا اور اس کو نکال ہی رہے تھے کہ یہ بے مدعا چلتا اس مقام کے پاس جا پہنچا۔

سب سے زیادہ دردناک نظارہ بڈھے باپ کے ناقابل بیان رنج و غم کا تھا۔ اس کے دل سے نکلے ہوئے الفاظ سینوں کو برماتے تھے۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو اُن کو سن کر خشک رہی ہو۔ کوئی دل ایسا نہ تھا جو اُن سے متاثر نہ ہوا ہو۔ یہ حالت ایک عرصہ تک رہی اور اس کے بعد اس نظارۂ غم نے نیا پہلو بدلا۔ یعنی اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ دو عورتیں اس جماعت کے پیچھے پیچھے آئیں لیکن دور ہی سے معاملات کی صورت دیکھ کر حالات کی ہیبت ناک اہمیت سمجھ گئیں۔ ان میں سے ایک ہنجمن کو بڑی ماں اور دوسری اس کی منگیتر کیتھرائن تھی۔ آخرالذکر ایک خوبصورت، دراز قد، گداز بدن عورت تھی جس کی عمر اٹھارہ سال سے زیادہ نہ ہو گی۔ اور جیساکہ بعدازاں معلوم ہوا وہ گاؤں میں سب سے زیادہ خوش مزاج لڑکی سمجھی جاتی تھی۔ سب سے میل جول، ہر ایک سے بہناپا، کوئی زبان ایسی نہ تھی جسے کبھی اس کے برخلاف حرف مذمت کہنے کا موقعہ ملا ہو۔ اس کے ماں باپ مدت ہوئی مر چکے تھے۔ اور فی الحال وہ اپنی بڈھی خالہ کے پاس رہتی تھی۔ جس کی اسی گاؤں میں چھوٹی سی دکان تھی اور کیتھرائن اس کو گھر کے کام اور دکان کے انتظام میں مدد دیا کرتی تھی۔

دونوں عورتیں یعنی بڈھی ماں اور منگیتر نے پاس آ کر لاش دیکھی تو شدت غم

سے نڈھال ہو کر اس کے پاس ہی گر پڑیں اور دیر تک گریہ وزاری کرتی رہیں۔ پھر ایک بار رنج و غم کا وہ نظارہ جو بیشتر دیکھا گیا تھا تازہ ہوا۔ اور اس طرح ان دونوں نے مرنے والے کا ماتم کیا کہ جمع شدہ دیہاتیوں میں سے کوئی شخص آنسو ضبط نہ کر سکا۔ لیکن مجھ کو جس بات سے حیرت ہوئی یہ تھی کہ غم نصیب کیتھرائن رہ رہ کر اپنے آپ کو کوسنے دیتی اور اپنی ہی ذات کو اس ناگہانی موت کا موجب ظاہر کر رہی تھی۔

"آہ۔ یہ میرا اپنا قصور ہے۔" وہ ہاتھ ملتے اور روتے ہوئے کہتی تھی۔ "یہ میری اپنی خطا ہے جس کی سزا مجھ کو دی گئی ہے۔ افسوس افسوس! کیوں میں نے ایسی حماقت کی ؟ کیوں میں نے مستقبل کے اندھیرے میں نظر ڈالنے کی کوشش کی ؟ اسی لئے خدا نے یہ عتاب مجھ پر نازل کیا ہے۔ یہ سزا اسی لئے مجھ کو دی گئی ہے اور میری ہی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی ہے۔ آہ! میں کتنی بدنصیب ہوں۔"

گاؤں کے نیک دل لوگ، شدتِ غم سے نیم دیوانی لڑکی کے گرد جمع ہو گئے اور اپنے ناہموار گنواری طریقہ پر دلجوئی کے الفاظ جو ممکن تھے کہنے لگے۔ ہر چند میں اس نظارہ جگر دوز سے بہت متاثر ہوا۔ تاہم ایک بات سے حیرت زدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا یعنی یہ کہ بدنصیب کیتھرائن کے پُرجوش ملامتی کلمات جو وہ اپنے آپ سے کہہ رہی تھی سامعین پر کوئی غیر معمولی اثر پیدا نہ کرتے تھے۔ اس کے برعکس معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کے الفاظ کا مطلب اچھی طرح سمجھتے اور ان کو رسمی اور معمولی تصور کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی میں نے دیکھا کہ وہ افسردگی کی حالت میں پُراہمیت طریق پر سر ہلاتے اور ایک دوسرے کی طرف پُرمعنی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اور ان میں سے بعض لوگ گاہ بگاہ اس طرح اپنے سروں کو حرکت دیتے تھے۔ گویا وہ اس ذریعہ سے غم نصیب لڑکی کے ہیبت ناک الفاظ کی تصدیق کرنا چاہتے تھے۔

"افسوس کیٹی" شکستہ دل ماں نے غم کے آنسو بہاتے ہوئے رنج آمیز لہجہ میں

کہا: "کیوں تونے ایسا کیا؟ آہ وہ گرمیوں کی مہلک رات، وہی میرے بچہ کی جان لیوا ہوئی ہے۔ اب وہ مجھ سے بچھڑ گیا، ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا۔ اور میں کبھی اس کو نہ دیکھوں گی لیکن میں تم کو ملامت کرنا نہیں چاہتی۔ ہم سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ تجھے اس سے کس قدر محبت تھی۔ تاہم واجب یہ تھا ..."

اس کی آواز سسکیوں میں دب گئی۔ اور کئی لمحوں تک بڈھے باپ، ماں، اور کیٹی کے منہ سے ایک بھی قابلِ فہم لفظ نہ نکلا۔ وہ اپنے اپنے طور پر روتے، درد سے کراہتے اور غم کے بے جوڑ الفاظ کہتے جاتے تھے۔ آخر کار جب ان کا طوفان گریہ کم ہوا تو گاؤں والوں نے آہستگی اور استقلال سے تینوں کو ایک ایک کر کے لاش سے علیحدہ کیا اور ایک آدمی نے لاش کا منہ کپڑے سے ڈھک دیا۔ بعد ازاں وہ لوگ ایک ماتمی جلوس کی صورت میں گاؤں کی طرف روانہ ہوئے لیکن میرے لئے اس نظارۂ غم کو بہت عرصہ تک دیکھنا ناممکن تھا۔ اتنے ہی سے میرے دل میں رنج و غم کی گہری کسک پیدا ہو گئی تھی۔ پس میں ان لوگوں کے ساتھ جانے کی بجائے ایک اور راہ سے ہال کی طرف ہو لیا۔ ایک نئی طرح کی دہشت مجھ کو دریا کے آبِ مقطر سے ہو گئی تھی۔ جس کی رفتار اس مقام کے پاس تیز اور گہرائی بھی بہت تھی۔ اس لئے میں ساحلِ دریا سے ہٹ کر ایک پگڈنڈی کی راہ سے ہال کی طرف چلنے لگا۔ تھوڑی دور آگے ایک کھیت کے گرد لکڑی کی باڑ تھی میں اس پر دم لینے کے لئے بیٹھ گیا۔ اور بے خبری کی حالت میں کچھ اس طرح محو خیالات ہوا کہ بہت سا وقت اسی جگہ بیٹھے بیٹھے گذر گیا۔ ادنیٰ قیاس کے مطابق مجھے اس جگہ بیٹھے سوا یا ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا کہ دفعتاً گاؤں کی طرف سے آتے ہوئے پیروں کی چاپ نے مجھے اس خواب بیداری سے چونکا دیا۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس وقت دیکھا کہ جن مزدوروں نے دریا سے لاش نکالنے میں مدد دی تھی، ان میں سے ایک میری طرف کو چلا آ رہا ہے۔

وہ ایک خاصا وجیہہ اور قبول صورت نوجوان تھا۔ اور اس کے دھوپ سے تپے ہوئے گندم رنگ چہرہ پر نیکی اور دیانت کے آثار ساتھ حال کے رنج و غم سے مٹے ہوئے پائے جاتے تھے۔ پاس آکر کہنے لگا "کتنا افسوسناک واقعہ تھا گاؤں میں کوئی گھر ایسا نہیں جو اس سے متاثر نہ ہوا ہو۔ میں تو لوگوں کی آہ وزاری کی تاب نہ لاکر مجبوراً چلا آیا۔ زیادہ رنج اس بات کا ہے کہ یہ سب کیٹی کی اپنی حماقت سے ہوا حالانکہ اسے اس سے بہت گہری محبت تھی۔ افسوس اب اس کی زندگی کی خوشیاں ہمیشہ کے لئے نابود ہو گئیں۔ میرے خیال میں وہ کبھی اس صدمۂ جانکاہ سے زندہ نہ بچے گی۔ بے شک فی الحال جیتی ہے مگر کوئی دن جاتا ہے کہ وہ اسی غم میں گھل گھل کے جان دیدیگی۔"

"واقعہ اس میں شک نہیں بڑا رنج انگیز تھا" میں نے اس کے جواب میں کہا۔ "تاہم ..." اور میں اس خیال سے کہتا کہتا رک گیا کہ ایک اس طرح کے سانحۂ غمناک کے بارے میں رفع استعجاب کے لئے سوالات پوچھنا بھی داخل گناہ ہوگا۔ "تاہم وہ الفاظ جن میں بدنصیب کیتھرائن اپنے آپ کو کوسنے دے رہی تھی وہ میری سمجھ میں نہیں آئے آخر اس غریب کا اس کی موت سے کیا تعلق ہو سکتا تھا؟"

"آہ۔ یہ ایک بڑا دردناک قصہ ہے" شخص مذکور نے افسردگی سے سر ہلا کر جواب دیا "تاہم اگر تم چاہتے ہو تو میں اس کی کیفیت بیان کر سکتا ہوں۔"

وہ اسی جگہ باڑ کے ایک حصہ پہ بیٹھ گیا۔ اور تھوڑی دیر فکر آمیز حالت میں سوچتے رہنے کے بعد دیہات کی مخصوص بولی میں اس نے ایک عجیب غریب داستان بیان کی جس کا میں فقط ضروری ماحصل اپنے لفظوں میں بیان کرتا ہوں۔

کہنے لگا "پچھلے سال وسط گرما کی رات کا واقعہ ہے کہ ہم لوگ ڈیو کی جھونپڑی میں جمع تھے۔ اس دن بڈھے کی ہونٹھویں سالگرہ تھی اور مسٹر ہاورڈ نے جو اسی گاؤں کے پادری ہیں کچھ اس قسم کی چیزیں جو اس تقریب مسرت پہ درکار تھیں اپنے پاس سے بھیج

دی تھیں۔ کیٹ بھی اس موقعہ پر وہیں موجود تھی۔ یوں تو وہ طبعاً ہر وقت خوش رہا کرتی ہے تاہم اس موقعہ پر بہت ہی زیادہ مسرور تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہماری چھوٹی سی جماعت کی خوشیوں کی جان ہے۔ ہم دس بارہ آدمیوں نے اس رات بڑا پُر تکلف کھانا کھایا۔ اور اس کے بعد سب لوگ باری باری جام شراب پینے میں مشغول ہوئے۔ اسی طرح رات کے گیارہ بج گئے۔ اور میں نہیں جانتا کن حالات میں گفتگو اس مضمون کی طرف پھری۔ اور نہ یہ کہ کس نے سب سے پہلے اس ذکر کو چھیڑا۔ بہرحال اتنا یاد ہے کہ جلدی ہی ہم لوگوں میں پریوں، بھوتوں اور روحوں کے متعلق گفتگو شروع ہو گئی۔ بعض آدمی ان کے وجود کو برحق تسلیم کرتے تھے لیکن بعض اس خیال کا مضحکہ اڑاتے تھے ان ہی میں بدنصیب کو پر بھی تھا۔ مگر سب سے زیادہ جس نے اس مضمون کی بحث میں حصہ لیا وہ کیٹ اسٹین تھی۔ وہ اس خیال پر بڑی دیر تک قہقہہ مار کر ہنستی رہی کہ اس طرح کی مخلوقات دنیا میں موجود ہو سکتی ہے۔ وہ کہتی تھی کہ یہ سب وہم ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہو سکتی۔ جیمن کو پر بھی اس کے خیالات کی تصدیق کرتا تھا اور رفتہ رفتہ گفتگو نے ایک سنجیدہ بحث کی صورت اختیار کر لی۔ گو اس میں کسی کی دلآزاری یا رنج کو بالکل دخل نہ تھا۔ بات یہ ہے کیٹ کی موجودگی میں کسی شخص کو ناراضگی پیدا ہو ہی نہ سکتی تھی۔ رفتہ رفتہ قصہ کہانیوں کی باری آئی اور کئی شخصوں نے روحوں بھوتوں اور آسیبوں کے بارے میں آپ بیتی اور جگ بیتی کہانیاں سنائیں مگر کیٹ اسٹین اور برن کو پر نے ان کو بھی فرضی قرار دیا۔ ان کو اصرار تھا کہ یہ سب یا تو محض حسن اتفاق تھا یا جوش تخیل کا نتیجہ۔ اس پر پھر ایک بار دوستانہ پیرایہ میں سنجیدگی کے ساتھ بحث ہوئی۔ آخر کار حاضرین میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں اس آدمی کو دلیر سمجھ سکتا ہوں، جو آدھی رات کے وقت گرجا کے میدان سے گذرے۔ اس پر کیٹ نے جواب دیا کہ میں ایسا کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن یہ الفاظ اس نے سچی دلیری کے پیرایہ میں کہے تھے۔ ان میں کسی طرح

کی خود نمائی یا خود ستائی کو دخل نہ تھا۔ دفعتاً ایک اور شخص بولا۔ آج وسط گرما کی رات ہے جس پر بہت سے شخصوں کو ایک خاص روایت یاد آگئی جو ان اطراف میں مشہور ہے۔ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وسط گرما کی رات کو ٹھیک بارہ بجے گرجا کے اندر نظر ڈالے تو اس کو وہ آدمی نظر آئیگا جس سے وہ واقف ہے، اور جسے سال آئندہ کے اندر اندر فوت ہو جانا ہے۔ وہ اس کو گرجا کے اندر آہستہ آہستہ چلتا دکھائی دے گا۔ واقعی اس طرح کا وہم نہ صرف ڈیون شائر میں بلکہ انگلستان کے اور حصوں کے دیہات میں بھی پھیلا ہوا ہے۔ مگر جب اس مجمع میں اس کا ذکر آیا تو کیٹ ایلن اور اس کے منگیتر نے اس خیال کی بھی اسی طرح سختی کے ساتھ مخالفت کی جس طرح اس سے پہلے اور باتوں کی کر چکے تھے۔ اور چونکہ حاضرین میں سے بہت سے لوگ اس روایت کی درستی کے قائل تھے اس لیئے کیٹ نے آمادگی ظاہر کی کہ میں رات کے بارہ بجے گرجا میں جا کر جس طرح تم لوگ کہتے ہو اس کے اندر نظر ڈالوں گی اور یہ بات ثابت کر کے دکھا دوں گی کہ حکایت محض فرضی ہے۔ اس سے سب لوگوں میں اس طرح کا شوق پیدا ہو گیا کہ جہاں تک مجھ کو یاد ہے کسی ایک نے بھی فہمائش کی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ کیٹ گرجا کی طرف چل دی۔ گرجا کی عمارت اس جھونپڑی سے تھوڑی ہی دور واقع ہے۔ چلنے سے پہلے اس نے ہم لوگوں سے کہا کہ دو یا تین آدمی ساتھ ساتھ فاصلہ پر رہ کر دیکھیں کہ کیا میں جاتی ہوں یا نہیں۔ لیکن ہمیں چونکہ اس کی ایمانداری پر بھروسہ تھا اس لئے کسی نے اس کے ساتھ جانا منظور نہ کیا اور وہ تنہا روانہ ہو گئی۔"

اتنا بیان کرنے کے بعد وہ آدمی تھوڑی دیر کے لیے چپ رہا۔ مگر میں جس بیتابی کے ساتھ اس عجیب و غریب داستان کے آخری حصہ کا منتظر تھا۔ اس کا اندازہ بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ آخر کار بڑھی ہوئی سنجیدگی کے لہجہ میں اس نے پھر ایکبار سلسلہ داستان جاری رکھا۔

"جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا کیٹ روانہ ہو گئی۔ رات نکھری ہوئی اور صاف تھی۔ آسمان پر تارے نکلے ہوئے تھے اور ان کے اجالے میں گرجا کی سڑک صاف اور واضح نظر آتی تھی۔ جھونپڑی کی کھڑکی سے گرجا کا عشق پیچے کی بیلوں سے ڈھکا ہوا مینار دکھائی دیتا تھا لیکن چونکہ وہ دیوار جو گرجا کے اطراف میں بنی ہوئی ہے بہت اونچی ہے اس لئے جس جگہ ہم بیٹھے تھے وہاں سے کیٹ قبرستان میں سے گذرتی ہوئی دکھائی نہ دیتی تھی۔ اس کے رخصت ہو جانے کے بعد گفتگو ختم ہو گئی اور ایک عجیب طرح کی دہشت ہمارے دلوں پر طاری ہو گئی۔ میری اپنی رائے میں ہم میں سے کئی آدمی اپنے جی میں اس بات پر افسوس بھی کرتے تھے کہ کیوں انہوں نے غریب لڑکی کو اس طرح کی خطرناک مہم پر روانہ ہونے کا موقعہ دیا۔ مگر اس کے منگیتر بن کو برا کا خیال ان سے مختلف تھا۔ معلوم ہوتا تھا وہ اس کی دلیری اور ہمت سے بہت خوش ہے۔ مگر اس کے والدین اور مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ میں بھی اُن کی طرح اس واقعہ سے سہما ہوا تھا۔ کیٹ کے جانے کے قریباً دس منٹ بعد گرجا کے گھڑیال نے بارہ کا گجر بجانا شروع کیا۔ ہم سب چُپ بیٹھے ہوئے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لیکن افسردگی کا احساس ہر ایک کے دل کو تھا۔ دس منٹ اور گذر گئے اور اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ گرجا کی سمت سے جھونپڑی کی طرف آ رہی ہے۔ بن کو برا اور میں کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے اس کی واپسی کے منتظر تھے اور سب سے پہلے میں نے یہ بات دیکھی کہ اب اس کی چال میں وہ پہلی سی پھرتی اور تیزی موجود نہ تھی۔ بڑی سنجیدگی کی حالت میں وہ آہستہ آہستہ چلتی ہماری طرف کو آ رہی تھی۔ اور جب اس کے بعد وہ کھڑکی سے گذری تو میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بھی کسی قدر زرد تھا۔ جب وہ جھونپڑی کے اندر داخل ہوئی۔ تب دیکھا گیا کہ وہ واقعی زرد رُو سہمی ہوئی اور بے چین تھی۔ گو اپنے طور پر وہ اس حالت اضطراب پر قابو پانے کی بہت کوشش کر رہی تھی۔ جھونپڑی میں آتے ہی سب سے

پہلا سوال جو اس نے تھرائی ہوئی آواز سے پوچھا یہ تھا " کون میری غیر حاضری میں کمرہ سے باہر گیا تھا؟ اور کس نے مجھ سے مذاق کیا؟" اس کے ان الفاظ پر حاضرین میں جن میں میں بھی شامل تھا ایک عجیب طرح کی بے چینی پیدا ہوئی۔ کیونکہ اس سے پایا جاتا تھا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ ضرور پیش آیا ہے۔ آخر کار بڈھے مسٹر کو پر یعنی بن کے باپ نے اوروں کی طرف سے جواب دیتے ہوئے بیان کیا کہ جب تک وہ باہر رہی کوئی آدمی ایک لحظہ کے لئے کمرہ سے باہر نہیں گیا۔ عورت نے تیز متجسس نظروں سے بن کی طرف دیکھا مگر جب اس نے بھی اپنے باپ کے لفظوں کی تصدیق کی تو بدنصیب عورت ضبط ہاتھ سے دے کر ایک کرسی پر گر پڑی۔ اور زار زار رونے لگی۔ قدرتی طور پر اس نظارہ کا ہم سب کے دلوں پر بہت گہرا اثر ہوا۔ اور بن نے اپنی اس حماقت پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہ کیوں اس نے آدھی رات کے وقت تنہا اس کو گرجا اور قبرستان میں جانے دیا جس قدر ممکن تھا اس کو تسلی دینے کی کوشش کی۔ اسی دلیل کا سہارا لے کر جو بھوتوں اور روحوں کی بحث کے دوران میں خود کیٹ کی طرف سے پیش ہوئی تھی اس نے بیان کیا کہ اگر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے تو ضرور اس کے جوش میں آئے ہوئے تخیل کا نتیجہ ہوگا۔ آخر کار کیٹ نے آنسو پونچھے اور بڑی ہمت سے کام لے کر اپنی طبیعت کو سکون دیا۔ تو بھی اس کا اضطراب اتنا بڑھا ہوا تھا کہ وہ کئی لمحوں تک کوئی لفظ منہ سے نہ کہہ سکی۔ بعد ازاں جو بیان اس نے دیا بالکل مختصر تھا یعنی یہ کہ جس وقت اس نے گرجا کی کھڑکی سے اندر کی طرف دیکھا تو گو ایک مردانہ صورت کھڑکی کے پاس سے گذرتی ہوئی نظر آئی تاہم وہ اس کی صورت پہچاننے سے قاصر رہی۔ ہر چند اس کا بیان ظاہراً نامکمل تھا اور ہر شخص اپنے دل میں سمجھتا تھا کہ اس نے پورا حال بیان نہیں کیا۔ تاہم کسی نے اس سے زیادہ جاننے کے لئے اصرار نہیں کیا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ وہ کوئی خاص ہی بات ہے جس کو وہ چھپانے کی کوشش

کر رہی ہے اس کے تھوڑی دیر بعد یہ جماعت افسردہ و پژمردہ مغموم و مایوس منتشر ہو گئی اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ کئی ہفتوں تک کیٹ ایلین چپ چاپ اور ملول رہی۔ اس کا وہ تبسم جو کبھی ایک لمحے کے لئے ہونٹوں سے جدا نہ ہوتا تھا غائب ہو گیا۔ نہ وہ ہنستی نہ بولتی اور سب سے الگ تھلگ رہتی تھی۔ مگر رفتہ رفتہ شاید اثرات زمانہ سے اس کی یہ حالت رفع ہو گئی۔ اب وہ پھر اسی طرح چہکتی ہوئی نظر آیا کرتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس واقعہ کی یاد گاؤں والوں کے دلوں سے محو ہونی شروع ہو گئی۔ ایک دن ... غالباً تین مہینے پہلے کا ذکر ہے میں اور بن کو پہا ایک ہی کھیت میں کام کر رہے تھے۔ کسی طرح دورانِ گفتگو میں اس واقعہ کی یاد از سرِ نو تازہ ہو گئی اس وقت کیٹ نے بتایا کہ جو آدمی مجھ کو گرجا کے اندر چلتا نظر آیا اس کی صورت میں نے اچھی طرح دیکھ اور پہچان لی تھی کیونکہ اس نے کھڑکی کے پاس سے گذرتے ہوئے اپنا منہ میری طرف پھیرا تھا اور میں نے دیکھا کہ وہ چہرہ تمہارا یعنی بن کو پہا کا لاش کی طرح زرد تھا! یہ قصہ اس نے اپنے منگیتر کے انتہائی اصرار پر بیان کیا تھا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی اس نے کہا کہ بعد ازاں اس واقعہ پر اچھی طرح غور کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ جو کچھ ہوا محض میرے وہم کا نتیجہ تھا کیونکہ ہرچند وہ مستقل مزاج اور ہمت ور عورت تھی تاہم آدھی رات کے وقت جب گرجا کے سنسان قبرستان سے گذری، جب اس نے اندھیرے میں ہلتے ہوئے درختوں کو دیکھا اور گھڑیال کی بارہ آوازوں کو شب کا گہرا سکوت قطع کرتے ہوئے سنا۔ نیز جس وقت اس نے تاروں کی مدھم روشنی میں گرجا کے اونچے مینار کی طرف دیکھا تو ایک نئی طرح کی وہم آمیز دہشت جو چند لمحے بیشتر ناممکن نظر آتی تھی، اس کے دل میں پیدا ہو گئی۔ اور یہ اس وہم اور دہشت کا ہی اثر تھا کہ جب اس نے گرجا کی کھڑکی کے اندر دیکھا تو اس آدمی کی صورت جو ہر وقت اس کے من میں بسا کرتا تھا۔ نظر آ گئی۔ بہرحال

یہ بیان تھا جو آخرکار ایک روز کیٹ ایلن نے بن کو پر کو دیا اور اس نے تین ماہ پیشتر میرے روبرو دہرایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس معاملہ کے بارے میں اس کے اپنے خیالات کیٹ کے خیالات سے ملتے تھے یعنی وہ بھی ان حالات کو واہمہ سے منسوب کرتا تھا۔ اور چونکہ وہ خود توہمات باطل کا قائل نہ تھا اسلئے اس واقعہ کی یاد جلدی ہی اس کے ذہن سے اتر گئی۔ مگر اپنے بارے میں میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا اس بیان سے بالکل اطمینان نہیں ہوا۔ گو دکھاوے کے لئے میں نے یہی ظاہر کیا کہ میں بھی اس کیفیت سے مطمئن ہو گیا ہوں۔ بات یہ ہے کہ بن کو پر یا کیٹ ایلن کو دہشت زدہ کرنا مجھے کسی حالت میں منظور نہ تھا اس لئے میں نے اس ذکر کو وہیں چھوڑ دیا۔ اور اسے کوئی خاص اہمیت دینے کی ضرورت نہ سمجھی۔ مگر جب اس کے بعد کل رات میں نے بن کے لاپتہ ہونے کا واقعہ سنا تو قدرتی طور پر میرا خیال اسی وسط گرما کی رات کے اسرار کی طرف گیا اور میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ممکن ہے بن کو پر کو اسی واقعہ کے سلسلہ میں کوئی سانحہ پیش آیا ہو چنانچہ وہی بات ہوئی اور اب میں یقین کرتا ہوں کہ کیٹ عمر بھر اس صدمہ سے بحال نہ ہوگی"

قصہ ختم ہو گیا لیکن میں اس کے بعد بھی بڑی دیر تک اسی جگہ بیٹھا اس کے عجیب اور حیرت انگیز پہلوؤں پر غور کرتا رہا۔ جس مدرسہ میں میں نے تعلیم پائی تھی اس جگہ مسٹر اور مسز نلسن ہمیشہ طالب علموں کو ہدایت کیا کرتے تھے کہ اس طرح کے وہمی عقائد باطل ہیں۔ ارواح و آسیب دراصل کوئی چیز نہیں۔ نہ مرنے والوں کی طرف سے زندگی میں یا ان کی موت کے بعد کسی طرح کی غیر معمولی اطلاعات ان کے پسماندگان کو مل سکتی ہیں۔ پس سارا حال سن کر میں جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا کہ کیٹ ایلن کو دراصل نظری دھوکا ہوا تھا گو بعد ازاں اس کے منگیتر کی ناگہانی موت سے اس خیال کی تصدیق ہو گئی جو گاؤں کے لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے نظارہ کے مہلک اثرات کے بارے میں پیدا ہوا تھا۔ حقیقت میں بن کو پر کی موت کا کیٹ ایلن کے آدھی رات کو گرجا جانے کے واقعہ سے کوئی تعلق

نہ تھا یعنی خواہ وہ اس رات جاتی یا نہ جاتی۔ اگر اس کی تقدیر میں ڈوب کر مرنا لکھا تھا تو کوئی اسے اس طرح کی موت سے بچا نہ سکتا تھا کیونکہ اگر اس کی موت کو کیٹ ایلین کے عقائد کا نتیجہ سمجھا جاتا تو پھر خدا کی خدائی اور اس کے انصاف کی حقیقت پر شبہہ پیدا ہوتا تھا۔ کم از کم میں جس کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔

دیر تک ان ہی فکروں میں ڈوبا رہنے کے بعد آخر کار میں نے پوچھا "کیا یہ بات معلوم ہوئی کہ بن کو پیر کی موت کن حالات میں واقع ہوئی تھی؟"

"ہاں!" اس آدمی نے جواب دیا "بن کی عادت تھی وہ ایل مچھلیاں پکڑنے کے لئے بنسی لگایا کرتا تھا اور سچ پوچھئے تو اسی لئے ہم اسکی تلاش میں دریا کیطرف آئے تھے معلوم ہوتا ہے کل رات وہ گھر کی طرف جاتے ہوئے اس جگہ بنسی لگانے کیلئے ٹھہرا اور اسی موقعہ پر دریا میں گر گیا رہا یہ سوال کہ اس کی موت پاؤں پھسل جانے سے واقع ہوئی یا اسے غش آگیا یا کچھ اور ہوا۔ تو اس کا جواب افسوس کسی طرح نہیں مل سکتا۔ بد نصیب بے چارہ۔ مجھے اس کی جوانی اور کیٹ ایلین کی مصیبت پہ بڑا رحم آتا ہے۔"

اتنا کہہ کر وہ اٹھا اور کھیتوں کی طرف ہو لیا۔ اور میں اپنی راہ پر چارلٹن ہال کی طرف چلنے لگا۔ وہاں پہنچ کر میں نے سارا قصہ نوکروں سے بیان کیا اور نہ صرف اس دن بلکہ آئندہ بھی کئی روز تک شاگرد پیشے میں اس افسوسناک سانحہ کا چرچا ہوتا رہا۔

باب ۱۶

وسط گرما کی رات

بن کو پیر کی موت کے سانحہ پُراسرار نے میرے دل پہ اتنا گہرا اثر کیا کہ اس دن کے

بعد بھی کئی روز تک میں اس کے مختلف پہلوؤں پہ غور کرتا رہا۔ بے شمار دلیلیں اس خیال کی تائید میں پیش کی جا سکتی تھیں کہ وسط گرما کی رات کو جو صورت کیٹ ایلین کو گرجا کے اندر چلتی نظر آئی محض اس کے جوش تخیل کا نتیجہ تھی۔ اور اس کے چاہنے والے کی موت گو ظاہرا اس واقعہ ہی کے سلسلہ میں ہوئی جو شب مذکور کو ایک دیرینہ روایت کے مطابق گرجا میں پیش آیا تھا تاہم اصل میں وہ محض ایک اتفاقی حادثہ تھا جو اس بدنصیب کی مرگ بے ہنگام کا نتیجہ ثابت ہوا۔ مگر ان ساری دلیلوں کے باوجود اور ہر ممکن طریقہ پر جی کو سمجھانے کے بعد بھی ایک عجیب طرح کی وہم آمیز بے چینی دل کو لگی ہوئی تھی۔ اور میں خود ہی اپنے استدلال کو رد کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ لارڈ ڈینس ہل کی لائبریری میں ہر مضمون کی لاتعداد کتابیں جمع تھیں اور نوکروں کو ان کے مطالعہ کی اجازت بھی تھی پس میں نے کوئی اس قسم کی کتاب تلاش کرنی شروع کی جس کا تعلق ارواح و خوارق کے مضمون سے ہو۔ اس طرح کی کئی کتابیں مل گئیں۔ میں نے ان کو بڑھتی ہوئی دلچسپی کے ساتھ پڑھا اور ان سے بڑی حد تک اس خیال کی جو ارواح کی موجودگی اور مخلوقات عالم سے ان کے تعلق کے بارے میں میرے جی میں نیا نیا پیدا ہوا تھا۔ تصدیق ہو گئی میرے لئے یہ ایک بالکل ہی نئی دریافت تھی۔ اور میرا دل جو اب تک اس مضمون سے کورا تھا اس مطالعہ سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ان کتابوں میں کئی واقعات اس طرح کے درج تھے جن سے پایا جاتا تھا کہ محض ارواح کی دی ہوئی ہدایات کی بدولت پسماندگان نے مرنے والوں کی وصیتیں تلاش کیں۔ مقدمے چلے۔ عدالتہائے قانون میں ان پہ بحثیں بھی ہوئیں اور ججوں کو اپنے فیصلوں میں تسلیم کرنا پڑا کہ اس طرح کی دریافت روحوں کے سوا اور کسی ذریعہ سے عمل میں نہ آ سکتی تھی۔ اس کے علاوہ ان کتابوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روحوں کے محض راتوں کو دیکھے جانے کا خیال باطل ہے کیونکہ ان میں کئی مثالیں اس طرح کی درج تھیں جن سے پایا جاتا تھا کہ دن کی روشنی

میں ایک سے زیادہ شخصوں نے ایک ہی وقت میں روح دیکھی۔ اور اس کے اشاروں کو سمجھا ہے۔ ان کتابوں کا مضمون پڑھ کر میرے ناتجربہ کار دل میں ایک نئی طرح کی حیرت، پریشانی اور وحشت پیدا ہو گئی تھی ظاہر میں اب بھی یہ بات تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ تھا کہ جو کچھ ان کتابوں میں لکھا ہے صحیح ہو سکتا ہے۔ تاہم مقابلہ میں ان بیانات کی تردید کی بھی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔

بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے تاہم از روئے انصاف میں اس حقیقت کے اظہار پر مجبور ہوں کہ ان سارے حالات کو پڑھنے کے بعد نہ صرف مجھے سخت حیرت ہوئی۔ بلکہ اپنے دل میں کمزوری کا بھی احساس ہونے لگا۔ چنانچہ اس رات میں جب سونے کے لئے اپنے کمرہ میں گیا تو شمع گل کرنے سے پہلے خفیف سی آواز بھی کانوں میں آتی تو میں بے اختیار چونک کر اس طرح پیچھے مڑتا اور دیکھنے لگتا گویا کوئی وحشت ناک صورت میری پشت پر کھڑی ہے۔ اور جب آخر کار میں شمع گل کر کے سونے کی نیت سے بستر پر دراز ہوا اور بڑی دیر تک نیند نہ آئی تو میرے ذہنی اضطراب کی یہ حالت تھی کہ میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھول کر دیکھنے لگتا اور اس خیال کو انتہائی کوشش کے باوجود دل سے خارج نہ کر سکتا تھا کہ عنقریب کوئی ہیولانی صورت اپنے خوف انگیز سپید چہرہ کو مسہری کے پردوں میں داخل کر کے میری طرف گھورتی ہوئی نظر آئے گی۔ ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میرا ذہن سخت بگڑی ہوئی حالت میں تھا۔ میرے خیالات وہمی عقائد کی طرف مائل ہونے لگے تھے۔ اور انتہائی کوشش کے باوجود میں ان مفروضات کو جو دل میں جگہ پانے جا رہے تھے خارج نہ کر سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حال کے مطالعہ نے میرے خیالات میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ اس وقت مجھے اس بات کا سخت افسوس ہوا کہ کیوں میں نے اس قسم کی کتابوں کو پڑھا اور میں نے اس بات کا عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی اس مضمون کی طرف رخ نہ کروں گا۔ مگر جیسے ہی رات گزری اور دن چڑھا میرے خیالات نے پھر

پٹ کھایا۔ پھر ایک بار شوقِ استعجاب غالب ہوا اور پہلے دن کی طرح دوسرے روز بھی میں نے اپنے وقت فرصت کا بڑا حصہ ان ہی حکایات کے مطالعہ میں بسر کیا جو زوحانیات اور خرقِ عادت موجودات سے تعلق رکھتی تھیں۔ نتیجہ یہ کہ میں جو کبھی اس طرح کے وہموں کا قائل نہ تھا محض ان کتابوں کے مطالعہ سے روحوں، آسیبوں اور بھوتوں کے وجود کا معتقد ہو گیا۔

اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بن کوپر کی موت کا سانحہ آغاز ماہ جون میں پیش آیا تھا اور اب چونکہ اس واقعہ کو تین ہفتے گذر چکے تھے اس لئے جون کے آخری ایام تھے مہینہ کی ۲۳ ویں تاریخ کو بوسٹیڈ والوں نے ایک جلسۂ دعوت منعقد کیا جس میں لارڈ اور لیڈی ریونس ہل نے بھی شرکت کا وعدہ کیا تھا۔ کیونکہ مخفی نہ رہے مسٹر والرٹ کی عدم موجودگی میں اس کے والدین بوسٹیڈ والوں سے خوشگوار تعلق قائم رکھنے کی کوشش کر رہے تھے اور گو میرے لئے یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ممکن نہ تھا کہ مالدار بیوی کی تلاش میں مسٹر والرٹ کو اپنی کوششوں میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ تاہم اس کی عدم واپسی اور اس کے والدین کے بوسٹیڈ والوں سے میل جول رکھنے سے اندازہ پایا جاتا تھا کہ فی الحال اسے اس کام میں جس کے سلسلہ میں وہ لندن گیا تھا کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ بہر حال جیسا کہ میں نے لکھا ہے ۲۳ جون کا دن تھا کہ مائی لارڈ اور ہر لیڈی شپ گیارہ بجے قبل دوپہر کے قریب جلسۂ دعوت میں شامل ہونے کے لئے بوسٹیڈ والوں کے مکان پر چلے گئے۔ اور چونکہ ان کی عدم موجودگی میں (مسٹر والرٹ کے لندن چلے جانے کی وجہ سے) گھر پر کوئی کام نہ تھا اس لئے ہم نوکروں کیلئے وہ دن ایک طرح کی تعطیل کا درجہ رکھتا تھا۔ کم از کم میری اپنی ذات کے لئے اس روز گھر پر کوئی کام نہ تھا اور چونکہ گذشتہ تین ہفتوں کے عرصہ میں میرا وقت زیادہ تر مطالعہ ہی میں بسر ہوتا رہا تھا اس لئے اس روز میں نے شوقِ مطالعہ کو خیرباد کہہ کر دور کی سیر کا ارادہ کیا۔ میں افسردہ و مایوس تھا خیالات کی رَو پھر پھرا کر ان ہی توہمات کی طرف جاتی تھی جو میرے دل میں جاگزیں تھے۔ دن اور رات کے چوبیسوں گھنٹے ان ہی معاملات کا دھیان لگا رہتا تھا

جو روحوں اور آسیبوں سے تعلق رکھتے تھے۔ پس ان ساری خرابیوں کا علاج یہی نظر آیا کہ ہواخوری کرنے جاؤں اور قدرت کے گوناگوں نظاروں سے دل بہلانے کی کوشش کروں۔

دوپہر کا وقت تھا جب میں گھر سے چلا۔ اور تھوڑا سا سوچنے کے بعد موضع چالٹن کی طرف ہو لیا۔ دو باتیں میرے پیش نظر تھیں۔ ایک یہ کہ دیکھوں بدنصیب کیٹ ایلن حال کے سانحہ روح فرسا کے بعد کس حال میں ہے۔ اور دوسرے یہ معلوم کروں کہ کیا مس ڈیلمر ابھی تک اس گاؤں میں ہے یا رخصت ہو گئی؟ خیال تھا کہ وہ اگر اب تک گاؤں میں ہو تو ایک بار اسے مل کر سلام کر آنا چاہیئے۔ اور گو میں اس خیال کو انتہائی کوشش کے باوجود دل سے خارج نہ کر سکتا تھا کہ اسے مجھ کو دیکھ کر گذرے ہوئے واقعات کی یاد تازہ ہونے سے سخت تکلیف ہو گی اس کے ساتھ ہی امید تھی کہ اس سے مل کر اس کی نیک صورت دیکھ کر اور اس کی عنایت آمیز گفتگو سن کر ضرور مجھ کو تسکین حاصل ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی میرا خیال تھا کہ اب چونکہ مسٹر ڈیلمر کے واقعہ قتل کو کئی ہفتے گذر چکے ہیں۔ اس لئے جیسا کہ اس دنیا کا دستور ہے اثمات زمانہ نے اس کے دل کی جراحتوں کو ایک حد تک مندمل کر دیا ہو گا اور چونکہ ایک ایسی نیک دل خاتون کی خدمت میں آداب بجا لانے کے لئے حاضر ہونا مجھے اپنا فرض منصبی معلوم ہوتا تھا اس لئے سارے پہلو سوچ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ایک مرتبہ ضرور اس کا شرف نیاز حاصل کرنا چاہیئے۔ مانا کہ میں ایک بے حیثیت ادنیٰ خادم تھا اور وہ ایک اعلیٰ طبقہ کی مالدار خاتون۔ تاہم اس کے ناقابل فراموش احسانات اور میرا احساس ممنونیت دونوں باتیں اس ملاقات کی متقاضی تھیں۔

اس فیصلہ کے بعد میں موضع چارلٹن کو چلا۔ موسم گرما میں اس فرحت افزا، پرفضا مقام کی دلچسپیوں کا حال کیا کہنا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ قدرت نے اپنے دست نازک سے ایک روح افزا ہریالی چادر گاؤں کے گرداگرد بچھا دی ہے۔ جھونپڑیاں گو نہایت معمولی ساخت کی تھیں تاہم سب کی سب صاف ستھری، راحت انگیز اور فرحت خیز۔ جن کے دروازوں اور

کھڑکیوں کے سامنے گلاب اور چنبیلی کے پودے اُگے ہوئے اور ہری ہری بیلیں دیواروں کے ساتھ لپٹی ہوئی تھیں۔ شفاف پانی کی ندی جو اس گاؤں کے وسط سے گذر کر دریا کے مقام اتصال کی طرف جاتے ہوئے بتدریج چوڑی ہو جاتی ہے، اس پُر فضا دیہاتی نظارہ کو اور بھی دلکش بناتی تھی۔ اور وہ پرانی طرز کی پَن چکی جس کے گرداگرد آرام دہ جھونپڑیوں کا مجموعہ ہے، اس تصویر میں ایک ایسی خصوصیت پیدا کرتی تھی کہ کوئی صنعت گر جس کو اس نظارہ کی تفصیل میں نظرانداز نہیں کر سکتا۔ گاؤں میں پہنچ کر میں سب سے پہلے گرجا سے ملحق قبرستان میں گیا اور اس جگہ تھوڑی دیر نظم و نثر میں کندہ کئے ہوئے لوح مزار کے متفرق کتبے پڑھنے میں مشغول رہا۔ جن کی عبارتوں سے ان لوگوں کے دلی رنج و درد کا اظہار ہوتا تھا۔ جنہوں نے اپنے گذرے اور بچھڑے ہوئے عزیزوں کی یاد میں ان کو دلج کرایا تھا۔ یکایک میری نگاہ حال کی بنی ہوئی ایک قبر کی طرف گئی اور گو اس وقت تک کوئی سنگِ مزار اس کے سرہانے پیوست نہ ہوا تھا تاہم میں بڑی آسانی سے سمجھ گیا کہ وہ اس بدنصیب ہنجمن کوپر کی قبر ہے جس کی غرقابی کا سانحہ حال میں پیش آیا تھا۔ جس وقت میں اس قبر کے پاس کھڑا ہوا اس غریب کے حسرتناک انجام کو سوچ رہا تھا تو قبرستان کا پھاٹک کھلنے کی آواز سنائی دی۔ اور جب میں نے اس طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک نوجوان عورت سیاہ ماتمی لباس پہنے اندر آئی۔ میں نے فوراً ہی اس کو پہچان لیا۔ وہ کیتھرائن ایلن تھی۔ لیکن ... اے راحم خدا! اب اس کی حالت کتنی بدلی ہوئی تھی۔ تین ہفتے پیشتر جب میں نے پہلی بار اسے دیکھا تھا تو وہ ایک وجیہہ صورت گداز بدن کی عورت تھی۔ اور گو وہ اس موقعہ پر سخت ذہنی اذیت کے عالم میں تھی۔ یعنی سوگوار، نوحہ کناں اور شدتِ غم سے بدحال۔ تاہم اس وقت اس کی خوبصورتی اور ذاتی کشش کا اندازہ کرنا مشکل نہ تھا۔ لیکن اب ... افسوس! نہ وہ اس کا حسن تھا نہ دلکشی، نہ کشش نہ دل آویزی۔ جتنی خوبیاں اس کی صورت میں تھیں مٹ گئیں۔ رخساروں کی رنگت پیلی پڑ گئی۔ اور جسم اس کے اگلے وجود کا محض سایہ نظر آنے

لگا۔ چند ہفتوں کی ذہنی تکلیف نے وہ اثر اس پر پیدا کیا تھا جو برسوں کی جسمانی تکلیف بھی پیدا نہ کر سکتی تھی۔

سوگوار حالت میں بڑی آہستگی سے چلتی وہ آگے کی طرف بڑھی۔ مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ اسی قبر کی طرف آئے گی۔ جو اس کی تمام دنیاوی آرزوؤں کا مدفن تھی۔ اس کے غم کی شدت کو پیش نظر رکھ کر جس میں دخل انداز ہونا گناہ تھا میں اس مقام سے ہٹ کر ایک طرف چلا گیا۔ اس نے یا تو مجھے دیکھا ہی نہیں، یا اگر دیکھا تو اس مُردوں کی بستی میں میری بے جا دخل اندازی کو حقارت کے ساتھ نظرانداز کر دیا۔ چند منٹ فاصلہ پر کھڑا ہو کر میں اس کو دیکھتا رہا۔ پہلے وہ اس قبر کے پاس بُت کی طرح بے حرکت اور چُپ چاپ کھڑی رہی۔ گردن جھکی ہوئی، ہاتھ سامنے کی طرف جوڑے ہوئے، اس کے بعد دفعتاً ایک گہری درد انگیز فلک شگاف آہ اس کے سینہ سے نکلی اور وہ میں دو زانو ہو کر اپنے دلدار کی قبر سے لپٹی ہوئی وہ دیر تک آنسو بہاتی اور اظہار الم کرتی رہی۔ ایک بار میرے جی میں آئی تھی کہ جا کر اسے اٹھا دوں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اس کا غم اتنا پاک اور لائق حرمت ہے کہ اس کو کم کرنے کی کوشش بھی گناہ سمجھی جائے گی۔ پس یہ سوچ کر آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اور ان آنسوؤں کو پونچھکر جو اس کی دردناک حالت کی وجہ سے میری آنکھوں سے بہنے لگے تھے، قبرستان کے دوسرے پھاٹک سے باہر نکلا اور گاؤں کی طرف چل دیا۔ اب میرے لئے یہ دریافت کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی کہ کیٹ ایلن نے صدمۂ غم کو کس طرح برداشت کیا ہے اس کا جواب میں اپنی آنکھوں اور کانوں سے حاصل کر چکا تھا اور اتنا رنجدہ روح فرسا جواب، تفصیل جس کے اظہار سے عاجز ہے۔

قبرستان سے چل کر میں پادری صاحب کے مکان کی طرف گیا جو گرجا کے متصل ایک خوش قطع کشادہ باغ کے وسط میں واقع تھا۔ میں جب پھاٹک کے پاس پہنچا تو ایک خادمہ باہر آ رہی تھی۔ اور چونکہ اس نے آدھا ماتمی لباس پہنا ہوا تھا اس لئے میں جان گیا

کہ وہ پادری صاحب مسٹر ہاورڈ کے ہاں ملازم ہے۔ اس سے میں نے پوچھا "کیا مس ڈیلمیر اسی جگہ ٹھہری ہوئی ہیں؟"

"افسوس نہیں" اس نے جواب دیا "تین مہینے گذرے وہ بحالیٔ صحت کے لئے ساحلِ بحر پہ چلی گئی۔ اس کے ساتھ اس کی ہمالی مسز ہاورڈ بھی"

"یعنی مسٹر ہاورڈ کی ماں؟"

"ہاں مسٹر ہاورڈ کی ماں۔ جو بڑی نیک دل خاتون ہے" نوکرانی نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد میرے جلتوں پہنے ہوئے نشانات دیکھ کر "تم کیا ہال سے مس ڈیلمر کے نام کوئی پیغام لے کر آئے ہو؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد سوچ میں پڑ گیا کہ اب اس کے آگے کیا کہوں۔ تاہم کچھ نہ کچھ بیان کرنا چونکہ ضروری تھا اس لئے میں نے کہا "میں فقط ان کی مزاج پرسی کے لئے آیا تھا۔ کیونکہ ایک زمانہ میں جب میں لندن میں ملازمت کرتا تھا تو دو تین بار ان سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا"

اس عذرِ لنگ کے بعد میں جلدی سے پیچھے مڑ کر ایک طرف کو چل دیا۔ کیونکہ ڈر تھا ایسا نہ ہو کوئی لفظ اس طرح کا میرے منہ سے نکل جائے جو ان باتوں کا اظہار کرنے والا ہو جن کو میں پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔ اور وہ ہوتے ہوتے مسٹر لیوور کے کانوں تک پہنچے۔ خیر اس وقت تو میں گھبراہٹ میں چلا آیا لیکن تھوڑے فاصلہ پر آکر اس خیال سے افسوس بھی ہوا کہ کیوں نہ میں نے بعض اور سوالات مس ڈیلمر کے بارے میں خصوصاً اس مضمون کے متعلق کہ اس نے اپنے باپ کی موت کے صدمۂ جانکاہ کو کس طرح برداشت کیا تھا، پوچھے۔ لیکن پھر یہ کہ خیال آیا کہ اس دریافت سے کیا حاصل تھا؟ جس قدر حالات مجھے خادمہ کی زبانی معلوم ہوئے تھے ان سے پایا جاتا تھا کہ اس غریب کی صحت بالکل تباہ ہوگئی۔ اور اسی لئے وہ تبدیلِ آب و ہوا کی غرض سے ساحلِ بحر پہ گئی تھی جس کا

مطلب صریحاً یہ تھا کہ اس صدمے نے اس کی جسمانی حالت پر بہت ہی مضر اثر کیا تھا
میں گاؤں کے وسط سے ہوتا ہوا اس کے دوسرے سرے کی طرف جا رہا تھا کہ وہاں سے
کھیتوں کی راہ سے ہو کر ہال کو واپس چلا جاؤں گا۔ کہ دفعتاً گھوڑوں کی ٹاپ سنائی
دی۔ اور جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے کے موڑ پر درختوں کے پیچھے سے باہر آتے
ہوئے ایک مرد اور ایک خاتون کی صورت دکھائی دی۔ جو خوش قد پلے ہوئے گھوڑوں
پر سوار تھے اور ایک ایک وردی پوش سائیس دونوں کی پشت پر پیدل چلا آتا تھا
میں رستہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ کے کھڑا ہو گیا۔ اور اس کے فوراً بعد وہ میرے پاس
ہو کر نکل گئے۔ لیکن آپ میری حیرت، بدحواسی اور سراسیمگی کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں جب
میں نے دیکھا کہ وہ خاتون انیبل کے سوا کوئی اور نہ تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا اس نے بھی مجھے
دیکھا اور پہچانا یا نہیں۔ بہر حال کوئی ایسی علامت جو اس شناخت کی مظہر ہوتی،
اس کی طرف سے ظاہر نہیں ہوئی۔ اور چونکہ وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو کافی تیز چلا
رہے تھے اس لئے جلدی ہی سڑک کے دوسرے موڑ پر نظروں سے غائب ہو گئے۔

مگر میں ان کے درختوں کی اوجھل میں نظروں سے چھپ جانے کے بعد بھی بڑی
دیر تک صورتِ تصویر اسی مقام پر کھڑا رہا۔ میری حالت اُس آدمی کی طرح تھی جو حالت،
خواب کی بے حسی، اور بیداری کی ہوش مندی رکھتا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک تصویر
تھی جو نظروں کے سامنے آئی اور نکل گئی۔ مگر آپ پوچھیں گے کہ وہ مرد جو اس کے
ساتھ ساتھ گھوڑے پر سوار تھا وہ کون تھا؟ ... سر ملکم ڈیونہم۔ اور جب وہ میرے
پاس سے گذرے تو وہ اونچی اور مسرور آواز سے کوئی بات اس سے کہہ رہا تھا۔ ہر چند
کہ وہ صرف ایک یا دو لمحوں کے لئے میری نظروں کے سامنے رہی تاہم اتنا گہرا اثر اس
کی موجودگی کا میرے دل پر ہوا کہ معلوم ہوتا تھا اس کی تصویر میرے لوحِ دل پر نقش
تازہ کی طرح ثبت ہو گئی ہے۔ یا یوں کہئے کہ گویا میں نے ایک گھنٹے سے بھی زیادہ عرصہ

کے لئے اسے دیکھا ہے۔ اس کا خوشنما چہرہ یا اور سڈول بدن سواری کے لباس میں کتنا دلکش، رعنا اور چکیلا تھا۔ سواری کی ہیٹ اور اس کے ساتھ لگی ہوئی نقاب کی لہراتی ہوئی جالی اس کے چہرہ کو کتنا زیب دیتی تھی۔ وہ نقاب جو اس کے محسن زہرہ تمثال کی خوبیوں کو چھپانے کے بدلے ہوا پھڑ پھڑا کر اس کو پوری دلفریبی سے ظاہر کرتی تھی اور جس کی اوجھل سے نکلا ہوا پاک فرشتگانہ چہرہ ورزش اور خوشی کی دوگونہ سرخی سے روشن اور چمکیلا تھا۔ وہ ایک اس طرح کی دلفریب روشنی اور چمک تھی۔ جو میں نے کبھی اس زمانہ میں جب انیبل اپنے گھر میں رہا کرتی تھی، اس کے چہرہ پر نہ دیکھی تھی۔ کیونکہ اس جگہ رہتے ہوئے وہ اگر مسکراتی بھی تھی تو ایک اس طرح کی فکر آمیز غمگینی سے۔ جس کو میں اس کے خوشنما چہرہ سے ناقابل علیحدگی تصور کرنے لگا تھا۔ اور جو ہمیشہ اسکی آنکھوں اور ہونٹوں اور رخساروں پر موجود رہا کرتی تھی۔ پس اس وقت یہ سوچ کر میرا دل سچ مچ خون کے آنسو رونے لگا۔ کہ وہ پری زاد حسینہ، وہ بھولی اور پاکباز ہستی جو کبھی گناہ کے نام تک سے ناواقف تھی۔ اب ایک دفعہ اس چشمہ کی ظاہری شیرینی سے جرعہ کش ہونے کے بعد اپنی بے حجابی، بے شرمی اور گنہگاری پر اتنی خرم و مسرور تھی۔ یعنی اس حالت میں جب اس کو رنج و پشیمانی کے آنسو بہانے لازم تھے، جب اس کا سر اس بے نیاز کے سجدہ میں جھکا ہوا ہونا چاہیئے تھا، جو بدوں کو نیکی کی راہ پر ڈالنے کے لئے صرف تھوڑی سی آرزو، تھوڑے سے غم اور تھوڑے سے پچھتاپ کی خواہش رکھتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی خیال آیا کہ اچھا ہوا میں نے اس پہلے واقعہ کے بعد جب وہ میرے سامنے سے اس قدر سرد مہری اور بے رخی کے ساتھ رخصت ہوئی تھی۔ اور جب اس نے مینیجر کمپنی کے پیغام کے جواب میں کہلا بھیجا تھا کہ میں جوزف ولمٹ نام کے کسی نوجوان سے واقف نہیں ہوں، دوبارہ اس سے ملنے کی کوشش نہ کی۔ کیونکہ اگر میں ایسا کرتا تو سوائے مایوسی کے کسی کامیابی کی قطعاً امید نہ تھی۔ اس کے بعد جب میں روتا دھوتا کھیتوں کی

راہ سے ہال کی طرف واپس جا رہا تھا تو میرا دل شدتِ غم سے پاش پاش اور دماغ ہر طرح کے احساس امید سے خالی تھا۔ اینیل کے تازہ دورِ مصیبت کو دیکھ کر اور اس پر اس کی مسرت اور خرمی کو دیکھ کر میں اپنے جی میں یہ سوچے اور بے آواز لفظوں میں اپنے آپ سے یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کو اتنی ذلت اور شرمساری کی حالت میں خوش و خرم دیکھنے کے بدلے میں اگر آج اس کو مردہ و بے جان دیکھتا، میں اگر اس کو عین عہدِ شباب میں دنیاوی راحتوں سے محروم موت کی اندھیری وادی میں رخصت ہوتے دیکھتا تو یقیناً اس کی حالت پر غم کرنے کے عوض خوش ہوتا۔ یہ کیفیت اس وقت میرے دل کی تھی۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی ماں کی جس کو وہ مریض موت چھوڑ کر گھر سے بھاگ آئی تھی۔ اس کی یاد میں اس کی گنہگاری کی زندگی سے بے خبری میں کیا حالت ہوگی۔

ہال میں پہنچکر میں اپنے کمرہ میں گیا اور اس جگہ بیٹھکر سارے حالات پر غور کرنے لگا۔ قبرستان کے نظارہ اور بدنصیب کیٹ ایلن کے اپنے منگیتر کی قبر پر سوگ کرنے کے واقعہ کی یاد نے پھر ایک بار میرے دل میں ان ہی دکھی خیالات کو تازہ کر دیا تھا۔ جن میں میں چند دن پیشتر مبتلا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اینیل کے متبسم و مسرور، سر ملکم ویونیہم کے پہلو میں گھوڑے پر سوار ہو کر پھرنے کا واقعہ سینہ میں درد پیدا کرتا تھا۔ ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے انتہا درجہ کی اداسی اور افسردگی مجھ پر طاری تھی۔ جتنا زیادہ میں ان حالات کو سوچتا اتنا ہی رنجیدہ و ملول ہوتا تھا۔ اسی طرح کئی گھنٹے گذر گئے حتیٰ کہ شام سر پر آ گئی، اس وقت میں اپنے خیالات کی دردناک الجھن رفع کرنے کے لئے نوکروں کے کمرہ میں گیا۔ مگر طبیعت اس جگہ بھی سکون حاصل نہ کر سکی اور جلدی ہی اپنے کمرہ میں واپس جا کر پھر ایک بار روحوں کے متعلق انہی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ جن کو پیشتر میں نے اس قدر

انہماک کے ساتھ پڑھا تھا۔ شمع کی دھندلی روشنی میں میں ان کی عجیب و غریب داستانوں اور حیرت انگیز مضامین کو اس وقت تک پڑھنے میں مشغول رہا۔ حتیٰ کہ میرا دماغ، روح اور اس کے امکانات کے مضمون سے پُر ہو گیا۔ اب مجھے کسی طرح کی دہشت محسوس نہ ہوتی تھی۔ اب میری نظریں سہمی ہوئی حالت میں پس پشت دیکھنے نہ جاتی تھیں۔ اور نہ یہ خیال ہی دل میں پیدا ہوتا تھا کہ کوئی ہیبت ناک روح، ڈراؤنی آنکھوں سے میری طرف گھور رہی ہے۔ ایک عجیب طرح کی غیر معمولی دلیری میرے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ اور یہ خیال نادانستہ میرے ذہن میں پیدا ہونے لگا تھا کہ جس قدر حالات میں نے پڑھے ہیں وہ بالکل صحیح اور مبالغہ اور دروغ سے خالی ہیں۔ دفعتاً مجھ کو یاد آیا کہ آج ہی وسط گرما کی رات ہے۔ پورا ایک سال گذرا جب بدنصیب کیٹ ایلن جو اس زمانہ میں عنفوان شباب میں اور راحت کے فلک مفتم پر پہنچی ہوئی تھی، اس بحث کے سلسلہ میں جو بڑھے کوپر کی جھونپڑی میں ہوئی تھی گر جا گئی اور اس کے بعد ایک سال کے عرصہ میں وہ سانحہ جس کی تنبیہ غیبی طور پر اس رات اس کو ہوئی تھی۔ پیش آ گیا۔ یہ اور ایسے ہی کئی خیالات میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے، مگر اب میں اپنے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش نہ کرتا تھا کہ جو کچھ پیش آیا وہ محض اتفاقی حالات کا نتیجہ تھا۔ اس کے برعکس یہ خیال مضبوطی کے ساتھ میرے ذہن نشیں ہو گیا کہ یہ سب ان روحانی اثرات کا نتیجہ تھا جن کا ظہور پیشتر گرجا کے اندر دیکھی ہوئی صورت اور اس کے بعد بدنصیب بن کوپر کی موت کے سانحہ میں ہوا۔ سنجیدہ خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے ایک نئی طرح کا استعجاب مجھ پر غالب آ گیا۔ وسط گرما کی رات کی توہمانہ روایت انجیل کے واقعہ سے آمیز ہونے لگی۔ اور مجھ کو یہ اتفاق عجیب و حیرت انگیز معلوم ہوا کہ گرجا کے قبرستان میں رنج و غم کے آنسو بہانے کے بعد اتنی جلدی میں نے اس کو

اپنی ذلت کی عظمت سے مسرور اور اپنے تازہ دورِ معصیت کی خوشیوں سے مخمور اپنے پاس سے گذرتے ہوئے دیکھا۔

"آہ انیبل۔ بدنصیب انیبل" میں نے بہ آوازِ بلند اس کو غائبانہ مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کاش تو بھی قسمت کی کھلی ہوئی کتاب پڑھ سکتی! کس کو معلوم ہے کہ تو آج زندہ اور خوبصورت گناہ کی نو یافتہ مسرتوں سے مسرور ہنستی کھیلتی پھر رہی ہے سال آئندہ کے عرصہ میں تیرا بے جان سرد جسم بھی اسی قبرستان میں دفن ہو چکا ہوگا جو ہم سب کا آخری مقام ہے ..."

میں نہیں جانتا کہ اصلی وجہ کیا تھی۔ ممکن ہے یہ میرے بگڑے ہوئے خیالات کا نتیجہ ہو، یا ان توہمات باطلہ کا اثر جو واقعات حقیقت سے مل کر میری طبیعت میں ایک عجیب طرح کی الجھن پیدا کر چکے تھے۔ بہر حال ایک بات جو میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں، یہ ہے کہ میرے منہ سے بے خبری کے جوش میں نکلے ہوئے الفاظ کا ذہن پر عجیب اثر پیدا ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کوئی غائبانہ آواز، خواہ آپ اسے الہام سمجھیں یا کچھ اور، در پردہ مجھ سے کہہ رہی ہے کہ انیبل ایک سال کے اندر حقیقتاً فوت ہو جائے گی۔ اتنی مضبوطی کے ساتھ یہ خیال میرے ذہن نشیں ہوا کہ میں اس کو کسی طرح دل سے خارج نہ کر سکا۔ یکایک میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کتاب جو میرے ہاتھ میں تھی، بند کر دی۔ اور چونکہ دس کا عمل ہو چکا تھا اس لئے سونے کی نیت سے خوابگاہ کی طرف چلا۔ مگر کچھ ایسا عجیب احساس مجھ کو ہو چکا تھا کہ نیند گویا بالکل ہی آنکھوں سے اڑ گئی۔ عجیب عجیب خواہشیں اور نئی طرح کے استعجاب مجھ پر اپنی سحری طاقت پیدا کرنے لگے۔ خیالات کی رَو پھر پھرا کر اس امر واقعہ کی طرف جاتی تھی کہ آج وسطِ گرما کی رات ہے۔ اور یہی وہ موقعہ ہے جب میں آسانی کے ساتھ رفع حیرت کر سکتا ہوں۔

ایک نئی طاقت مجھے ان خیالات کی تعمیل پر اُکسانے لگی۔ میرے لئے چُپ چاپ کسی کو خبر کئے بغیر گھر سے نکل جانا سہل تھا۔ اور نوکروں میں کوئی شخص ایسا بھی نہیں تھا جو میرے کمرہ میں یہ دیکھنے کے لئے آتا کہ میں حقیقتاً سو رہا ہوں یا نہیں۔ دہشت میرے دل سے بالکل ہی دور ہو چکی تھی۔ واقعہ میں اتنا بے خوف میں اس وقت ہو گیا تھا کہ اگر کوئی روح سچ مچ میری نظروں کے سامنے آ کر کھڑی ہو جاتی، تو اس صورت میں بھی میں ڈرنے کا تو ذکر کیا، اس سے گفتگو کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔ میں نے ٹوپی اُٹھا کر اوڑھ لی اور ہال سے رخصت ہوا۔

بڑی سہانی رات تھی، لاتعداد چھوٹے تارے ریزۂ الماس کی طرح آسمان کی سیاہ مخمل پر بکھرے ہوئے تھے جن کے اُجالے میں باریک سے باریک حرفوں کو پڑھ لینا ذرا بھی دشوار نہ تھا۔ قدرت گہرے سکون کی حالت میں تھی، اور اس بات نے اگر کوئی چیز میرے ارادہ کو تقویت دینے کے لئے درکار تھی، اس کو اور زیادہ مضبوط بنا دیا۔ اگر رات سنسان اور اندھیری ہوتی، اگر میں سطح فلک پر طوفانی بادلوں کا ہجوم دیکھتا، اگر قدرت طوفان کی گرجتی ہوئی آوازوں سے بولتی اور برق کی خشمناک آنکھوں سے چشمک زنی کرتی تو ممکن ہے میں ڈر جاتا۔ ممکن ہے میں ان باتوں کو پردۂ غیب کو چاک کرنے کی کوشش میں قدرت کی اپنی تنبیہ خیال کرتا۔ مگر حالت اس کے برعکس تھی۔ فضا میں روشنی، سکوت اور سکون تھا۔ کوئی بات ایسی نہ تھی جو میرے قصد مصمم میں حائل ہو سکتی۔ کھیتوں کی راہ سے چلتا میں موضع چارلٹن کی طرف ہو لیا۔ راستہ میں وہ مقام آیا جہاں میں نے بن کو پر کے دوست مزدور کی زبانی اس سانحہ کی داستان سنی تھی۔ اور اس جگہ دم لینے کیلئے چند منٹ ٹھہر گیا۔ مگر جلدی ہی اُٹھ کر پھر چلنے لگا۔ گاؤں کے پاس پہنچا تو ہر طرف خاموشی تھی۔ یعنی کسی طرح کی آواز کانوں میں نہ آتی تھی۔ آدھی رات کا عمل تھا

شراب خانہ کبھی کا بند ہو چکا اور گاؤں کے اطراف میں کوئی ایک آدمی بھی چلتا نظر نہ آتا تھا۔ آخر کار میں قبرستان کے پاس جا پہنچا۔ تاروں کی روشنی میں قبروں کے سرہانے لگے ہوئے لوح مزار عجب طرح کی بھیانک صورت رکھتے تھے۔ مگر میرے دل کو ان سے بھی کسی طرح کی دہشت نہیں ہوئی۔ نہ میں قبرستان کے سناٹے سے ڈرا نہ قبروں کی موجودگی سے گھبرایا۔ نہ ان قبروں سے روحوں کے نکل آنے کے خیال نے مجھ کو سراسیمہ کیا۔ میں نے گرجا کے میناروں میں لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا، تو معلوم ہوا کہ بارہ میں پانچ منٹ باقی ہیں۔

گرجا کے اطراف میں قدرے اونچائی پر چھوٹی محراب دار کھڑکیاں بنی ہوئی تھیں اور ان کے تحت میں کچھ اور چھوٹے اور چوکور سوراخ اس قدر نیچی سطح پر بنے ہوئے تھے کہ بہت چھوٹا بچہ بھی ان کی راہ سے گرجا کے اندر دیکھ سکتا تھا۔ میں نے ایک کے پاس جا کر گرجا کے اندرونی حصہ کو دیکھا۔ تاروں کی روشنی ہر ایک کھڑکی اور دریچہ کی راہ سے داخل ہو کر اندرون عمارت کے سب حصوں کو اس خوبی سے واضح کرتی تھی کہ کوئی ایک مقام بھی اندھیرے میں چھپا ہوا نہ تھا۔ چھوٹے درجہ کے تمام دیہاتی گرجوں کی طرح اس کے اندر بھی نشستوں کی لمبی قطاریں نظر آتی تھیں۔ ان کے اندر عین اس کھڑکی کے سامنے جس کی راہ سے میں دیکھتا تھا میز بنا ہوا تھا۔ میری نظروں کے سامنے عشائے ربانی کی میز اور بپتسمہ کا برتن رکھا تھا۔ گرجا کے باہر ہر طرف خاموشی اور اس کے اندر راحت اور سکون کا دور تھا۔

لیکن اب پہلی مرتبہ ہال سے رخصت ہونے کے بعد میرے دل کو دہشت کا احساس شروع ہوا۔ گو وہ دہشت نہ ان قبروں کی وجہ سے تھی جو گرجا کے اطراف میں بنی ہوئی تھیں، نہ اس نظارہ کے خیال سے جس کی دید کی کشش مجھے اس حد تک لائی تھی۔ بلکہ یہ دہشت اس گہرے سکوت سے تعلق رکھتی تھی جو گرجا کے اندر اور باہر پھیلا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ

اس دہشت نے ترقی کی۔ مجھے اپنا خون سرد ہوتا معلوم ہوا۔ بالکل یہ حالت ہوگئی گویا اس کا دوران بالکل ہی ختم گیا ہے اور میں نے اپنے جی میں اس بات پر افسوس کرنا شروع کیا کہ کیوں میں اس جگہ تک آیا۔ فی الحقیقت میں اپنے ذہن کے مراجعانہ اثرات کے تابع ہو کر فوراً ہی اس مقام سے لوٹ جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ یکایک بارہ کے گھڑیال کا پہلا گھنٹہ بجتا سنائی دیا۔ رات کے ہیبت ناک سناٹے میں وقت کی آہنی آواز کتنی گہری اور خوفناک تھی۔ جس نے میرے دل پر وہی اثر کیا، جو طوفانِ عظیم میں رعد کے کڑاکوں کا ہو سکتا ہے۔ وہ آواز مجھے اپنے دماغ کی تہ تک پہنچتی معلوم ہوئی اور میں اس کے اثر سے اس مقام پر جس جگہ کھڑا تھا جما ہوا رہ گیا۔ کوئی غائبانہ قوت میرے عزم واپسی میں مزاحم ہوتی معلوم ہوگئی۔ اور میری آنکھیں بلاارادہ گرجا کی کھڑکی پر اور کھڑکی کی راہ سے اس کی اندرونی حصّہ کی طرف لگ گئیں۔ اس کے بعد دوسرا گھنٹہ اتنا ہی پُرشور اور ہیبت انگیز سنائی دیا اور اس کے بعد ایک ایک کر کے باقی آوازیں بھی ہوا کو مرتعش اور میرے سینہ کے بطن کو متاثر کرتی سنائی دیں۔ جن کی گونج ہر آواز کے بعد آدھی رات کی ساکن فضا کو چیرتی ہوئی سنائی دیتی تھی۔ نیم بے خبری کی حالت میں میں ان آوازوں کو ایک ایک کر کے گننے لگا۔ کیونکہ فی الواقعہ میں اب اپنے فعلوں کا مختار نہ تھا۔ کوئی گہرا اثر جس کی کیفیت دائرۂ بیان سے باہر ہے مجھ پر طاری تھا۔ اور اس کی غائبانہ کشش مجھے اس منزل کی طرف لئے جا رہی تھی جس سے میں بعد از وقت ہٹنا اور دور رہنا چاہتا تھا۔

ایک... دو... تین... چار... پانچ... چھ... سات... آٹھ... نو... دس... گیارہ... اور بارہ! ... مگر بارہویں گھنٹہ کی رخصتی آواز ابھی ہوا میں گونج پیدا کر رہی تھی کہ ایک زنانہ صورت اس قسم کا ہلکا لباس پہنے جو تاروں کی مکر چاندنی میں لاش کا کفن معلوم ہوتا تھا، عین اس کھڑکی کے سامنے سمت مقابل سے آتی ہوئی نظر آئی

بڑی آہستگی سے وہ کھڑکی کے قریب پہنچی۔ اور اس وقت جب میں نے اس کا سرد سپید چہرہ اچھی طرح خوف آمیز نظروں سے دیکھا اور معلوم کیا کہ وہ ... اینبل تھی ... تو ایک دہشت ناک جگر دوز چیخ بے اختیار میرے منہ سے نکلی اور میں وہیں گرجا کے باہر فرش زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

باب ۱۷

بوسٹیڈ والوں کی آخری ملاقات

آنکھ کھلی تو اسی جگہ کھڑکی کے باہر فرش زمین پر پڑا تھا۔ تاروں کی روشنی اب بھی بدستور تھی اور اس کے اجالے میں قبروں کے پتھر واضح اور صاف طور پر اٹھے ہوئے بھیانک اور ہیبت ناک نظر آتے تھے۔ ہوا اب بھی گرم تھی۔ لیکن میرا بدن اس طرح ٹھٹھرا ہوا تھا گویا خون میری دریدوں میں بالکل جم گیا تھا۔ مبہم اندیشے اور بھیانک خیالات میرے بدن میں تھرتھری پیدا کر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فرشتۂ اجل مجھے اپنے قابو میں لینے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ موت کے نشانات اور اس کی یادگاریں قبروں اور سنگ مزار کی صورت میں میرے گرد حد نگاہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایک مرتبہ پھر میری نظر اس کھڑکی کی طرف گئی جہاں میں نے اینبل کا سپید چہرہ دیکھا تھا اور میں سوچنے لگا۔ کیا یہ میرے جوش تخیل کا نتیجہ تھا۔ اور وہ محض ایک فرضی تصویر تھی۔ جو مجھ کو دکھائی دی؟ یا وہ ایک خوفناک حقیقت تھی جو قدرت نے اس بدنصیب گنہگار حسینہ کی بے خبری میں اس کے لئے سوچ رکھی تھی؟

بڑی مشکل سے میں فرش زمین سے اٹھا۔ اور گرجا کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا

میرے سر میں شدت کا درد تھا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر میں نے اپنے خیالات کو جمع کرنے کی کوشش کی اور گو اس سے قدرے سکون حاصل ہو گیا۔ تاہم جو وہم میرے دل میں پیدا ہو چکا تھا' اس کو رفع نہ کر سکا۔ اینبل کے زرد چہرہ کی دید نے خواہ وہ فرضی تھا یا حقیقی میرے دل پر بہت گہرا اثر کیا۔ اور میں اپنے آپ سے یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ "اگر قادرِ مطلق کی یہی مرضی ہے کہ اینبل عالمِ شباب میں اس دنیا سے رخصت ہو جائے تو یقیناً یہ اس کی بہتری اور بہبودی کے لئے' اور خدا کی اپنی قدرتِ کاملہ کے مطابق ہوگا۔ یعنی اس لئے کہ وہ گناہ کے گہرے گڑھے میں اور زیادہ گرنے اور اپنی فرشتگانہ خوبصورتی کو دورِ معصیت سے برباد کرنے سے محفوظ ہے۔ اپنے بارے میں میں نہیں جانتا کہ یہ فعل جو میں نے آج رات اس جگہ آنے اور مستقبل کا پردہ چاک کرنے کے معاملہ میں کیا ہے کس حد تک داخل گناہ سمجھا جا سکتا ہے اور گو میرا اپنا یہ احساس ہے کہ میں کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا۔ تاہم اگر ایسا ہو تو میں اس کے لئے سچے دل سے توبہ واستغفار کرنے کو تیار ہوں۔"

اس طرح دل ہی دل میں یہ الفاظ کہہ کر میں آہستگی سے چلتا اس مقام سے رخصت ہوا۔ اور پھر ایک مرتبہ قبرستان کے پاس سے گزر رہا تھا کہ دفعتاً ایک سیاہ رنگ کی صورت قبروں کے بیچ میں پھرتی نظر آئی۔ میں ٹھہر گیا۔ اور ایک دفعہ پھر مجھ پر دہشت طاری ہونی شروع ہوئی۔ میرے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن بعد ازاں جب میں نے اس صورت کو اچھی طرح غور کر کے دیکھا تو حقیقتِ حال کا شبہ میرے دل میں پیدا ہونا شروع ہوا۔ اور اس سے مجھ کو اطمینان کا احساس بھی ہوا۔ اپنے آپ کو ایک درخت کے پیچھے چھپا کر میں نے فاصلہ سے اس غم زدہ صورت کو دیکھنا شروع کیا۔ جو یقیناً کیٹ ایلین تھی۔ اور اس دمی رات کو سیاہ ماتمی لباس پہنے اپنے منگیتر کی قبر دیکھنے آئی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ دوڑ کر اس کے پاس جاؤں اور جس طرح ممکن ہو اس کے دل کو تسلی دینے

کی کوشش کروں لیکن پھر سوچ آئی کہ اس کا رنج وغم درحقیقت میری حد سے باہر ہے، اور
اس کے علاوہ اتنا پاک بھلا ہے کہ مجھے اس میں کسی طرح کی دخل اندازی نہ کرنی چاہیئے
پس قبرستان کی خارجی حدود پر چلتا ہوا اس کی نظروں سے پوشیدہ میں گھر کی طرف
ہو لیا۔ راستہ میں میرے خیالات دہشت سنجیدگی اور وہمی عقائد سے ملے ہوئے تھے
جن کی پُر اسرار نوعیت میرے دائرۂ فہم وتحقیق سے باہر تھی۔ جتنا زیادہ میں اس نظارۂ
پُر اسرار پر غور کرتا تھا جو گرجا کی کھڑکی سے مجھ کو دکھائی دیا۔ اتنا ہی کم میں اس کو جوشِ
تخیل سے منسوب کرنے پر آمادہ تھا۔ یہ خیال نہایت مضبوطی سے میرے ذہن نشین ہو گیا
تھا کہ جو کچھ مجھ کو نظر آیا وہ ایک خوفناک اور بھیانک حقیقت تھی۔ آخر کار میرے دل کا
جوش آنسوؤں کی صورت میں خارج ہوا اور میں اپنے جی میں یہ سوچ کر رنج وغم کئے بغیر
نہ رہ سکا کہ وہ معصوم اور پاکباز اتیبل جو فرشتوں کی خوبصورتی اور پاکیزگی رکھتی تھی
اور جس کی زندگی کی درازی کے لئے بہترین آرزوئیں میرے دل سے اٹھا کرتی تھیں، اب
چند ہفتوں کے عرصہ میں اتنی بدل گئی ہے کہ میں اس کے دورِ گناہ کے پیش از وقت خاتمہ
کے لئے دست بہ دعا ہوتا ہوں۔

یہاں تک جاتے ہوئے راستہ میں کوئی آدمی مجھ کو نہیں ملا۔ اور میں بغیر کسی دقت
کے اپنے کمرہ میں پہنچ گیا۔ خیال تھا کہ چارپائی پر لیٹنے کے بعد میرے لئے بہ آسانی نیند
حاصل کرنا غیر ممکن ہوگا مگر واقعہ میں جیسے ہی بستر پر لیٹا آنکھ لگ گئی۔ جب بیدار ہوا
تو سات کا عمل ہو چکا تھا۔ جہاں تک یاد آیا میرے خواب بھی کچھ ایسے زیادہ بھیانک نہ
تھے لیکن اس کے بعد جب دفعتاً آدھی رات کا ہیبت ناک واقعہ میرے ذہن میں تازہ
ہوا تو میں اپنے آپ سے یہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا کہ جو کچھ ہوا محض ایک خواب تو نہیں تھا
کیا سچ مچ میں اپنے کمرہ سے رخصت ہو کر گرجا گیا تھا؟ میں نے پھر ایک بار آنکھیں بند لیں
اور خیالات جمع کرنے کے لئے بستر پر لیٹ گیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ پیش آیا

ایک ہیبت ناک خواب تھا جس کے واقعات درجہ اوسط کے خوابوں کے دھندلے اور پُراسرار حالات کے برعکس انتہا درجہ واضح اور صاف تھے۔ لیکن پھر سوچ آئی کہ بعض ذریعے رفع شک کے موجود ہیں۔ ان سے کام لینا چاہیئے۔ یہ سوچ کر میں اپنے بستر سے اٹھا اور کپڑوں کی دیکھ بھال کرنے لگا۔ ان پر لگے ہوئے مٹی اور گھاس کے نشانات اس بات کا ثبوت تھے کہ میں واقعی فرش زمین پر گرا تھا۔ اور میرا فرش زمین پر گرنا صریحاً میرے گرجا تک جانے کا ثبوت تھا۔ اس کے بعد جس قدر شبہات اس بارے میں میرے دل میں پیدا ہوئے تھے رفع ہو گئے۔ بے شک جو کچھ پیش آیا خواب نہیں حقیقت تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس بات کا افسوس بھی ہونا شروع ہوا کہ کیوں میں رفع استعجاب کی خواہش کے بس میں ہو کر گرجا گیا اور وسط گرما کی آدھی رات کو اس نظارہ کے دیکھنے کی خواہش کی۔ جس کے بارے میں ذہنی عقائد کیٹ ایلن کے واقعہ کے سلسلہ میں میرے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت میں نے عہد کیا۔ کہ آئندہ کبھی ان کتابوں کے مطالعہ کا خیال بھی دل میں نہ لاؤں گا۔ جن کو متواتر تین ہفتوں تک پڑھنے کے بعد میں روحوں، آسیبوں اور فوق الفطرت ہستیوں کا قائل اور معتقد ہو گیا تھا۔ کیونکہ میرے لئے یہ جاننا بہت مشکل نہ تھا کہ اگر میں نے اس مطالعہ کو آئندہ بھی جاری رکھا تو ضرور دیوانہ ہو جاؤں گا۔ سولہ سال کی عمر میں ذہنی اور دماغی اختلاط کی یہ حالت، اس خیال کو سوچ کر ہی میرے بدن میں دہشت کی تھرتھری پیدا ہوتی تھی۔

لیکن اگر میرے آدھی رات کو گرجا جانے کا پہلا ثبوت ناکافی تھا تو ایک اور فیصلہ کن ذریعۂ تصدیق اس رنجدہ اور افسوسناک خبر کے ذریعہ پیدا ہو گیا جو دن کے وقت ہال میں پہنچی، معلوم ہوا کہ بہت سویرے بدنصیب کیٹ ایلن کی لاش اس کے منگیتر کی قبر پر گری ہوئی پائی گئی۔ بعض مزدوروں نے جو کام پر جا رہے تھے اس راہ سے گذرتے ہوئے اس کو دیکھا تو لاش بالکل سرد تھی۔ معلوم ہوا اس کو مرے چند گھنٹے گذر چکے

تھے۔ بدنصیب بے چاری! اس کا دل اپنے منگیتر کی پیش از وقت موت سے ایسا ٹوٹا کہ وہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکی۔ بلاشبہ میں ہی وہ آدمی تھا جس نے آخری بار اس کو زندہ دیکھا مگر اس وقت کیا خبر مجھ کو تھی کہ وہ اپنی جانِ حزیں اسی مقام پر دینے کے لئے آئی ہے۔ جہاں اس کا عاشق دلدار عالمِ شباب میں مر کر سپرد خاک ہوا تھا۔ وہ جن کو زندگی میں ایک دوسرے کا وصل نصیب نہ ہو سکا۔ بعد مرگ اس طرح آپس میں ملے کہ اب کوئی طاقت ان کو علیحدہ نہ کر سکتی تھی۔ اس سانحۂ غمناک کی خبر جس وقت مجھ کو ملی تو دل اس سے بہت متاثر ہوا۔ مگر ان ظاہری وجوہ سے جن کی تفصیل محتاج بیان نہیں، میں نے کسی سے اس بدنصیب جوان عورت کے اپنی زندگی کی آخری ساعتوں میں اپنے منگیتر کی قبر کا طواف کرتے ہوئے دیکھے جانے کے واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔

تین ہفتے گذر گئے اور اب وسطِ جولائی کے دن تھے کہ شاگرد پیشے میں افواہ پھیلنی شروع ہوئی کہ آنریبل والٹر رینس ہل کی شادی جو مس بوسٹیڈ سے ہونی قرار پائی تھی فسخ ہو گئی۔ اور یہ کہ مسٹر والٹر اب لندن کے ایک مالدار تاجر کی دختر بیاہ کر لائیں گے معلوم ہوا اس نئی شادی کے بارے میں ہر طرح کے مبادیات طے ہو چکے ہیں۔ اور لڑکی کے والدین بھی اس شادی پر رضامند ہیں۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ چارلس لنٹن نے جو اپنے آقا کے ساتھ لندن گیا تھا وہاں سے داروغہ کے نام ایک خط لکھا ہے اور اس میں اس تجویز شادی کا ذکر ہے۔ اس کے دو دن بعد ایک اور خط چارلس کی طرف سے میرے اپنے نام موصول ہوا۔ جس میں اس نے لکھا تھا کہ اس پانچ چھ ماہ کے عرصہ میں جو ہم کو ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہو چکے تھے، اس نے بار ہا مجھ کو یاد کیا تھا۔ اس دوران میں کئی بار اس نے میرے نام خط لکھنے کا ارادہ کیا لیکن کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیش آتی رہی۔ آگے چل کر اس نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ آنریبل مسٹر والٹر کی شادی اب لندن کے ایک مالدار تاجر کی اکلوتی بیٹی مس جنکنسن سے ہو گی۔ خیال یہ ہے کہ اس کا باپ تین لاکھ پونڈ بطور جہیز دے گا۔ اور اتنی

ہی رقم اس کو اس کے انتقال پر ورثہ میں ملے گی۔ چارلس نے یہ بھی اپنے خط میں تحریر کیا کہ وہ قریباً ۲۱ سال کی قبول صورت تعلیم و تربیت یافتہ خاتون ہے۔ اس لئے یہ رشتہ ہر لحاظ سے مسٹر والٹر کے لئے موزوں ہوگا۔ مسٹر جنکنسن کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بازار پیکاڈلی کی ایک عالی شان عمارت میں رہتے اور طبقۂ اعلیٰ کے لوگوں سے میل جول رکھتے ہیں۔ چٹھی کے خاتمہ پر چارلس نے لکھا کہ اس نئی زیر تجویز شادی کا علم کئی ماہ سے مجھ کو تھا اور اس دوران میں والٹر اور مس جنکنسن سے بارہا میل جول ہو چکا تھا لیکن میں نے اس وقت تک از روئے احتیاط قصداً اس بات کا ذکر نہ کیا تھا تاکہ ایسا نہ ہو بات پیش از وقت نوکروں کی زبانی باہر نکل جائے۔ مگر اب چونکہ اس نسبت کا اعلان خاندان جنکنسن کی طرف سے کھلم کھلا حلقۂ احباب میں ہو چکا ہے اس لئے اس اطلاع کو چھپانے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔

چونکہ اس خط میں کوئی تنبیہ اس قسم کی نہ تھی جس سے پایا جاتا کہ اس راز کو آئندہ بھی محفوظ رکھنے کی حاجت ہے اس لئے میں نے دوسرے نوکروں سے اس بات کا ذکر کر دیا اور مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ان میں سے ہر شخص نے اس اطلاع کو گہرے اطمینان کے ساتھ سنا خصوصاً اس لئے کہ ایک اس طرح کی کامیاب شادی میں بالواسطہ نوکروں کا اپنا فائدہ تھا۔ ان کی تنخواہیں مدت سے ادا نہ ہوئی تھیں اور حالات موجودہ کو دیکھتے ہوئے ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ اگر خاندان کی مالی حالت میں جلدی ہی کوئی عظیم اصلاح نہ ہوئی تو سابقہ تنخواہ ایک طرف آئندہ کے لئے شاید ملازمت سے بھی جواب ملے۔ بہر حال اپنے بارے میں میں کہہ سکتا ہوں کہ تنخواہ کے سوال سے قطع نظر مجھے اس اطلاع کو پاکر زیادہ خوشی اس لئے ہوئی کہ یہ شادی سابقہ زیر تجویز شادی کے مقابلہ میں ہر لحاظ سے مسٹر والٹر کے لئے باعث تسکین ثابت ہوگی خصوصاً اس لئے کہ اس گفتگو کو سننے کے بعد جو ایک رات باغ میں باپ بیٹے کے درمیان ہوئی تھی مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مسٹر والٹر

کو یوفیمیا بوسٹیڈ سے بذاتہ سخت نفرت ہے۔ لیکن اب ایک نیا سوال یہ بھی پیدا ہوا، کہ جب اس واقعہ کی اطلاع بوسٹیڈ والوں کو ملے گی اور ان کو معلوم ہوگا کہ رِیونس ہل والے اب تک ان سے فریب کرتے رہے ہیں اور والٹر کا ارادہ دم آخر میں یوفیمیا سے پہلوتہی کرنے کا ہے تو وہ کیا کہیں گے، اور کیا کریں گے؟ میں نے دیکھا کہ اب لارڈ اور لیڈی رِیونس ہل غیر معمولی طور پر مطمئن اور مسرور نظر آتے تھے، اب ان کے چہروں سے فکر و غم کے بادل بالکل ہٹ گئے تھے اور انہیں اس بات کی خوشی تھی کہ حالات نے ایسی ہی صورت اختیار کر لی ہے جو ان کے لئے ان کے بیٹے والٹر کے لئے اور ان کے بگڑے ہوئے مالی حالات کے لئے یکساں فائدہ مند ہے اور گو یہ صحیح ہے کہ اپنی رئیسانہ سرد مہری کی وجہ سے وہ اپنے دلی خیالات کو پہلے بھی چہروں پر نہ ظاہر ہونے دیتے تھے۔ تاہم اگر دل کو دل سے راہ ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اب ان کی ظاہری حالت سابق کی نسبت ہر لحاظ سے اطمینان بخش تھی، اور اس بارے میں نہ صرف مرد نوکروں بلکہ کنیزوں میں بھی اکثر تبادلہ خیال ہوا کرتا تھا۔

جس روز چارلس لنٹن کا خط مجھ کو موصول ہوا اس کی سہ پہر کا ذکر ہے کہ بوسٹیڈ والوں کی شاندار سواری حسب معمول غیر معمولی تزک و احتشام سے ہمارے مکان کے دروازہ پر آ کر ٹھہری۔ لارڈ اور لیڈی رِیونس ہل اس موقعہ پر باغ کی سیر کرنے جا رہے تھے اور چونکہ میں حسن اتفاق سے دروازہ کے پاس کھڑا تھا اس لئے جو گفتگو اس موقعہ پر ہوئی میں نے اس کو اچھی طرح سن لیا۔ بوسٹیڈ والے باپ، ماں اور بیٹی یکے بعد دیگرے اپنی گاڑی سے اترے اور لارڈ اور لیڈی رِیونس ہل کو دیکھ کر اوّل الذکر نے اپنی حسب معمول اونچی آواز سے کہا: "اوہ مائی لارڈ! معلوم ہوتا ہے ہم ناگہاں آندھی کی طرح آ پہنچے ہیں، چونکہ اور کوئی کام نہ تھا اس لئے ہم نے سوچا کہ آؤ ترجیح کرتے چلیں..."

"تفریح ابا!" مس یوفیمیا نے جلدی سے باپ کی اصلاح کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا خیر تسیح ہی سہی" بوسٹیڈ نے بیان کیا: "ہم نے سوچا آج کا دن آپ ہی

کے پاس رہکر گذاردیں گے"

اس موقعہ پر مسز بوسٹیڈ نے اپنے گنواری طریقہ مپتاشہ کی سی آواز میں ایک پرشور قہقہہ لگایا۔ گویا اس کے نزدیک بعض شخصوں کا بلا اطلاع' بلادعوت دوسرے کے مکانوں پر چلے جانا اور وہیں کھانا کھانے پر اصرار کرنا ایک بڑا دلکش مذاق تھا۔ رہ گئی مس بوسٹیڈ تو اس نے محض اپنے فیل نما دانتوں کو نمایاں کرکے دبی آواز سے "ہی ہی" کرنا ہی کافی سمجھا۔ اب اگر اس طرح کا واقعہ چند ماہ پیشتر ظہور میں آتا تو میرا خیال ہے کہ لارڈ اور لیڈی ریونس ہل چپ چاپ اس کو برداشت کر لیتے۔ بلکہ شاید اپنے آپ کو زیر لب خندہ پر بھی مجبور کرتے اور اپنے نیکدل احباب بوسٹیڈ والوں کو یقین دلاتے کہ ان کی آمد ہر وقت اور ہر حال میں مبارک ہے۔ مگر والرما کی طرف سے حال میں آئی ہوئی چٹھیوں کے پرُ امید لہجہ نے معاملات کی صورت بالکل ہی بدل دی تھی۔ پس ان الفاظ کو سُن کر لارڈ ریونس ہل نے ذرا پیچھے ہٹ کر انداز استکراہ سے ان کی طرف دیکھا۔ رہ گیا مصافحہ، تو اول الذکر یعنی لارڈ ریونس ہل نے تو بغیر پورے ہاتھ کے عوض اپنی ایک انگلی بوسٹیڈ کو پیش کی۔ مگر لیڈی ریونس ہل نے مسز بوسٹیڈ اور یوفیمیا کے پھیلائے ہوئے ہاتھوں کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ اب بوسٹیڈ والے ہر چند دہقان اور گنوار تھے۔ تاہم نو یافتہ دولت کے نشہ نے ان کے دماغ میں بھی تکبر' خودرائی اور فرعونیت کا جوش بھر رکھا تھا۔ علاوہ بریں یہ پہلا موقعہ تھا کہ انہیں لارڈ اور لیڈی ریونس ہل کی طرف سے اس طرح کی سرد مہری کا شکار ہونا پڑا۔ پس وہ اس بے رُخی کو نظر انداز نہ کر سکے۔ چند لمحوں کے لئے وہ تینوں صورت تصویر حیران و ششدر چپ چاپ کھڑے ان دونوں کی طرف دیکھتے رہے اس کے بعد مسٹر بوسٹیڈ نے پرُ جوش لہجہ میں کہا۔

"اماں اس سرد مہری کا کیا مطلب ہے؟ کیوں مائی لارڈ کیا کوئی ناراضگی ہے...؟"

"ناراضگی۔ بالکل نہیں" لارڈ ریونس ہل نے سرد لہجہ میں جواب دیا" بات یہ ہے

کہ آج بیگم صاحبا اور میں مسٹر، مسز اور مس بوسٹیڈ کے خیر مقدم کا شرف نہ حاصل کر سکیں گے؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے لفظ شرف پر خاص طور سے زور دیا۔

"واہ مائی لارڈ۔ کیا خوب بات کہی ہے" سرمایہ دار نے اب بھی معاملہ کو ہنسی میں ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "ایسا تخلص میرے اور آپ لوگوں کے درمیان نہ ہونا چاہئے۔" جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے وہ لفظ تکلف کہنا چاہتا تھا مگر اب کی بار اس کی بیٹی نے غلطی کی اصلاح نہیں کی۔

"مسٹر بوسٹیڈ" لارڈ ریونس ہل نے غیر معمولی وقار ظاہر کرتے ہوئے کہا: "میں کسی آدمی کو اپنے فعلوں کا ہادی و رہنما بنانا نہیں چاہتا ... آپ سمجھے ؟"

بوسٹیڈ والوں کے دلوں کو اس جواب سے اور بھی سخت صدمہ پہنچا اور صاف ظاہر ہو گیا کہ ریونس ہل والوں کا رویہ سخت معاندانہ ہے یعنی قصداً انتہائی سرد مہری کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ سرمایہ دار کی طاقت ضبط جواب دینے لگی۔ اس نے گستاخانہ لہجہ میں کہا۔" مائی لارڈ۔ میں آپ سے جواب طلب کرتا ہوں۔ کیا یہی طریقہ گھر آئے مہمانوں کے خیر مقدم کا ہے ؟"

"میں نہیں جانتا کب سے مسٹر، مسز اور مس بوسٹیڈ اپنے آپ کو اس گھر کے مہمان سمجھنے کے قابل ہوئے ہیں جس کا سربراہ ہونے کی عزت و فخر مجھ کو حاصل ہے !" لارڈ ریونس ہل نے جواب دیا۔

"تو اس سے پایا جاتا ہے" مسٹر بوسٹیڈ نے جس کی آنکھوں کے سامنے سے پٹی سی اُتر گئی تھی کہا۔" کہ ہم کو سخت دھوکا دیا گیا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میں گدھا تھا، اور تم پیاری ..." اس نے بیوی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔" بیوقوف ہو۔ اور تم فینی جیسی تھیں ویسی کی ویسی رہ گئی ہو۔"

مس بوسٹیڈ کے منہ سے تیز چیخ نکلی اور اس نے اختناق الرحم کے مریض کی طرح

مجنونانہ اشارے کرنے شروع کئے۔ لیکن جب اس کے بعد اس کے باپ نے اس کو شانہ
سے پکڑ کر ہلایا اور ماں نے دوسری طرف سے پرشور آواز میں کہا: "بس لڑکی یہ نخرے
مجھ کو نہیں بھاتے" تو وہ جلدی ہی ہوش میں آ گئی اور اس کے بعد مسٹر بوسٹیڈ نے تقریر
کرکے کہا: "ہم ان کو دکھا دیں گے کہ بوسٹیڈ کا خاندان کسی بات میں ان سے گھٹ کر
نہیں ہے۔ بھلا اس مفلس لارڈ کی جس کے پاس سرمایہ کی قسم سے ایک گنی تک موجود نہیں
کیا حیثیت ہے کہ ہمارا مقابلہ کر سکے"۔

لارڈ ریونس ہل شکوہ و سردمہری کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ ان الفاظ کو سن کر
اس نے نوکر کو اشارہ کرکے کہا: "جان اس گستاخ رذیل کو ٹھوکر مار کر نکال دو"۔ مگر جان
نے جو حالات کے اس انقلاب سے حیرت زدہ اور متعجب تھا محض اتنا کہہ کے "جی سرکار" ایک دو
بار اپنی ٹانگیں ہلائیں اور وہیں کھڑا رہا۔

"یاد رکھو۔ میں اس کا بدلہ لوں گا" مسٹر بوسٹیڈ نے واپس اپنی گاڑی کی طرف
جاتے ہوئے کہا۔

"اور کیا ایسے ہی بھوکے ننگوں کی بیویاں لیڈی کہلاتی ہیں؟" مسز بوسٹیڈ نے
لیڈی ریونس ہل کی طرف نفرت سے اشارہ کرکے کہا: "میرے خیال میں لیڈی وہ ہے، جو
اپنی مفلسی کا حال چھپا سکے"۔

"میری طرف سے تم" یوفیمیا پیچھے مڑ کر چیختے ہوئے لہجہ میں کہنے لگی "اپنے اکڑفوں
بیٹے سے کہہ دینا کہ میں کل ہی ایک خط اس کو نسبت فسخ کرنے کے بارے میں لکھنا چاہتی تھی
جس کا حال میرے ماں باپ کو معلوم ہے" یہ کہتے ہوئے اس کا چہرہ دبے ہوئے جوش کی
وجہ سے سرخ ہو گیا۔ اور سارا بدن تشنجی انداز سے کانپنے لگا۔

"مگر اس سے کیا؟ میں ان سب کے برخلاف وعدہ خلافی کی نالش دائر کر دوں گا"
مسٹر بوسٹیڈ نے جو بھڑکے ہوئے جوش کی وجہ سے ہر طرح کے آداب اخلاق نظرانداز کرکے

سب سے پہلے گاڑی میں سوار ہو گیا تھا۔ وہیں سے مٹھی ہلا کر گرجتے ہوئے کہا۔
مگر لارڈ اور لیڈی ریونس ہل نے ان کی بکواس پر بالکل توجہ نہ دی اور اطمینان کے ساتھ سیڑھیوں سے اتر کر باغ کی طرف سیر کرنے چلے گئے۔ بوسٹیڈ والوں کی گاڑی بھی دوسری سمت میں روانہ ہو گئی۔

یہ نظارہ تھا جو میں نے فریقین کی بے خبری میں دریچوں کی اوجھل میں کھڑے ہو کر دیکھا لیکن میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جب لارڈ اور لیڈی ریونس ہل نے اس گفتگو کا آغاز کیا۔ تو انہیں معاملے کے اس حد انتہا تک پہنچنے کی بہت کم امید تھی۔ غالباً اُن کا خیال تھا کہ سرد مہری کی گفتگو سے ہی بوسٹیڈ والے اتنے شرمسار اور خفیف ہونگے کہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہ کر ان کو واپس جاتے ہی بن پڑے گی۔ مگر اس تو تو میں میں کے بعد کم از کم یہ بات پورے طور پر واضح ہو گئی کہ جہاں تک خاندان بوسٹیڈ کا تعلق تھا والٹر کی شادی کا خیال آخری انتہا کے طور پر بھی بالکل منقطع ہو گیا۔ اس کے علاوہ ایک اور نتیجہ یہ بھی اس سے نکلا کہ ریونس ہل والوں کے دلوں میں والٹر کے مس جنکنسن سے شادی کرنے کا یقین اتنا پختہ ہو چکا تھا کہ اب وہ دوسری طرف کی آس رکھنا بھی غیر ضروری سمجھتے تھے۔

اس سے اگلے دن لارڈ ریونس ہل اور ان کی بیگم کے نام لندن سے بعض اور خطوط موصول ہوئے۔ جن کو پاتے ہی احکام جاری کئے گئے کہ صدر مقام کی روانگی کی تیاریاں فوراً شروع کر دی جائیں۔ اس اطلاع کو پا کر پہلے مجھ کو دہشت ہوئی، کہ ایسا نہ ہو مجھے بھی ان نوکروں میں شامل کر لیا جائے جنہیں ان کے ساتھ لندن جانا تھا۔ کیونکہ میرے دل میں مسٹر لینووڈ کی طرف سے سخت دہشت تھی اور مجھے اس کے قابو میں آجانے کا ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا۔ مگر اس بارے میں جو اندیشے میرے دل میں پیدا ہوئے تھے، وہ جلدی ہی زائل ہو گئے۔ کیونکہ معلوم ہوا صرف ایک ہی

گاڑی تیار کرائی گئی ہے۔ اور لارڈ اور لیڈی ریونس ہل صرف ایک نوکر اور ایک کنیز اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اسی روز وہ لندن روانہ ہو گئے۔ کیونکہ وہ اس خاتون کو جسے ان کی بہو کا درجہ حاصل ہونا تھا بہت جلد دیکھنا چاہتے تھے۔ اور شاگرد پیشے میں یہ افواہ مشہور ہوئی کہ آنریبل مسٹر والرٹ اور مس جنکنسن کی شادی اب جلد ہونے والی ہے۔

اس کے باوجود میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا کہ آئندہ چند یوم کے عرصہ میں تاجروں اور دکانداروں کی ایک نہ ختم ہونے والی قطار داروغہ اور خانساماں سے ملاقات کرنے کے لئے ہر وقت چارلس ہال میں آتی رہتی تھی۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ دکاندار جو اکسیٹر میں کاروبار کرتے تھے وہ بھی مہیا کردہ اشیاء کی قیمت کے مطالبہ کے لئے آنے شروع ہوئے۔ اور میں نے شاگرد پیشے کی گفتگو سے معلوم کیا کہ جب سے مسٹر والرٹ اور مس بوسٹیڈ کی نسبت فسخ ہونے کا اعلان ہوا ہے، نیز لارڈ اور لیڈی ریونس ہل کے دفعتًہ عازم لندن کی خبر پھیلی ہے وہ سب لوگ جن کے اس گھر پر کسی طرح کے مطالبات تھے، بے چین ہونے لگے ہیں۔ اور اس بات کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ در اصل وہ وعدے جو اُن سے امروز فردا کے بارے میں کئے گئے تھے۔ محض ایک رسمی ٹال مٹول تھی۔ ورنہ حقیقت میں روپے کی ادائیگی اور وصولی امر موہوم ہے۔ اس کے باوجود معلوم ہوتا تھا کہ گھر کے بڑے نوکر عموماً ان کی خاطر خواہ تسلی کر دیتے تھے۔ کیونکہ اکثر حالتوں میں جس قدر آدمی اس سلسلہ میں آئے وہ سب مطمئن ہو کر واپس گئے۔ تاہم اس کلیہ میں بعض مستثنیات بھی تھے۔ چنانچہ پانچ چھ شخصوں کو میں نے دیکھا کہ کھلم کھلا اور اونچی آواز میں یہ کہتے واپس گئے کہ لارڈ ریونس ہل کی مالی حالت سخت ابتر ہے اور مسٹر والرٹ کی شادی خواہ وہ کتنے ہی اونچے گھرانے میں کیوں نہ ہو اس خرابی کی اصلاح نہیں کر سکتی۔ معلوم ہوتا تھا مسٹر بوسٹیڈ نے خاندانِ ریونس ہل سے تعلق پیدا کرنے

کی خواہش سے مایوس ہوکر طرح طرح کی افواہیں مقامی تاجروں اور دکانداروں میں پھیلانی شروع کر دی تھیں اور جو معلومات اس کو لارڈ ڈریونس ہل کی مالی حالت کے بارے میں حاصل تھیں ان سے اس طریقہ پر ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک تاجر نے جس کی اکسیسٹر میں شراب فروشی کی دکان تھی غیر معمولی صاف گوئی سے کام لیا تھا۔ وہ ایک دن سہ پہر کو اپنی ٹمٹم پر سوار ہو کر آیا اور بڑی دیر تک علیحدگی میں داروغہ اور خانساماں سے باتیں کرتا رہا، اور جب اس کے بعد کمرہ سے باہر نکلا تو بالکل غیر مطمئن تھا۔

نوکروں کے دروازہ کی طرف جاتے ہوئے جس کے باہر اس کی گاڑی کھڑی تھی، اس نے داروغہ سے جو اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا: "آپ میرا مطلب اچھی طرح سمجھ لیں۔ میں نے بہت عرصہ راہ دیکھی ہے مگر اب نہ دیکھوں گا۔ دو ہزار سات سو پونڈ کوئی معمولی رقم نہیں ہے کہ جس کو نظرانداز کر دیا جا سکے۔ میں نے ہزلارڈشپ کے برخلاف ڈگری لے لی ہے اور اگر میرے مطالبات ایک ماہ کے اندر اندر پورے نہ کئے گئے تو قرقی شروع کرا دوں گا۔ پس آپ لارڈ صاحب کے اچھی طرح کان کھول دیں۔ میں نے بہت دن ان کے وعدوں پر اعتبار کیا مگر اب آئندہ نہ کروں گا!"

اتنا کہہ کر وہ غصہ میں بھرا ہوا اپنی گاڑی پر بیٹھ گیا۔ لیکن رخصت ہونے سے پہلے پھر ایک بار اس نے داروغہ کو تاکید کی کہ "آپ میرے ارادوں کو لارڈ ڈریونس ہل سے چھپانے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ اسی میں ان کی بہتری ہے"۔ اس کے چند دن بعد میں نے بعض نوکروں کی زبانی کچھ اور خبریں سنیں جن سے پایا جاتا تھا کہ مسٹر بوسٹیڈ اپنی تجویز انتقام سے غافل نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جتنے پرونوٹ اور ہنڈیاں اکسیسٹر اور گرد و نواح کے باقی مقامات کے تاجروں اور ساہوکاروں کے پاس لارڈ ڈریونس ہل

کی لکھی ہوئی موجود تھیں وہ ان سب کا رد پیدا کر کے ان کو خریدتا پھر رہا ہے، تاکہ اس ذریعہ سے اپنے آپ کو ہمارے سرکار کا قرضخواہ ظاہر کر سکے اور اس طریقہ پر تباہی کے اس عمل کو جس کا وہ خواہشمند تھا بہت جلد پیدا کرنے کے قابل ہو۔

لارڈ ریونس ہل اور ان کی بیگم کی روانگی کے تین ہفتے بعد ایک دن صبح کو ڈاک کی آمد کے بعد میں جب نوکروں کے کمرہ میں گیا تو یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ سب کے چہروں پر مایوسی افسردگی اور اُداسی چھائی ہوئی تھی، ملتے ہی ایک نے مجھ سے کہا۔ "جوزف! میرے خیال میں لندن والا معاملہ جوں کا توں رہ گیا۔ شادی کی تجویز فسخ ہوئی اور مسٹر والرڈ ڈوئل لڑتے ہوئے زخمی ہو گیا۔

"کیا مسٹر والرڈ زخمی ہو گئے؟" میں نے دہشت اور حیرت کے ساتھ پوچھا۔ کیونکہ اپنے سارے عیبوں کے باوجود میرے نوجوان آقا میں کچھ اوصاف بھی ایسے تھے جن کو میں بہت پسند کرتا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے خصوصیت کے ساتھ اس لئے ان سے ہمدردی تھی کہ مالی معاملات میں ان کے باپ نے ان کو سخت دھوکا دیا تھا۔

"ہاں، چند سطروں کی خبر کنیز ایملی نے لکھ کر بھیجی ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن ابھی پوری تفصیل معلوم نہیں ہوئی۔ اور نہ یہ تحقیق ہوا ہے کہ مسٹر والرڈ کا مقابلہ کس کے ساتھ ہوا تھا۔ بہرحال ساری کیفیت معلوم ہو جائے گی کیونکہ سرکار اور بیگم صاحبہ آج واپس آ رہے ہیں۔"

پہلی جلد کا دوسرا حصہ ختم ہوا

گردشِ آفاق

پہلی جلد

تیسرا حصّہ

فنا کی راہ

گہری شام ہو چکی تھی کہ سات اور آٹھ بجے کے درمیان ایک گاڑی ہال کی طرف آتی دکھائی دی۔ معلوم ہوا لارڈ ریونس ہل اور ان کی بیگم تشریف لے آئے معاً سب نوکر اُن کے استقبال کو ڈیوڑھی میں جمع ہو گئے۔ مگر سب کے چہروں پر فکر و تشویش کے آثار نمودار تھے۔ کیونکہ بڑے سرکار اور بیگم صاحبہ کی واپسی ان نامبارک خبروں کا ذریعۂ تصدیق تھی جو اس روز صبح کو موصول ہوئی تھیں۔ چونکہ ہر شخص کی معقول رقم بقایا تنخواہ کی صورت میں مدت سے واجب الوصول چلی آتی تھی اس لئے اس ناگہانی واقعہ سے ان کا متشوش و ملول ہونا قدرتی تھا اور جب اس کے ساتھ اس خیال کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ اب بوسٹیڈ والوں کے جوشِ انتقام کا ترقی کرنا اور ان کی طرف سے خاندانِ ریونس ہل کی تباہی اور بربادی کے لئے ان تھک کوشش یقینی تھی تو نوکروں کا فکرمند و ملول ہونا قابلِ معافی سمجھا جا سکتا ہے۔

گاڑی دروازہ کے پاس آ کر ٹھہر گئی اور اس وقت جب میری نگاہ چارلس لنٹن کے چہرہ پر جو کوچوان کے پاس بیٹھا تھا۔ نیز اس خادمہ اور نوکر کے چہرہ پر جو گاڑی کے

پشتی تختہ پر سوار تھے، گئی تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے ہر شخص اُداسی اور پژمردگی کی تصویر بنا ہوا تھا۔ آخر کار گاڑی کا دروازہ کھولا گیا اور پہلے لارڈ رینس ہل اترے بعد ازاں انہوں نے بیگم صاحبہ کو سہارا دے کر اتارا۔ معلوم ہوا سرکار کا اپنا چہرہ فکرمند، زرد اور ستا ہوا تھا۔ اور جبڑوں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی نظر آتی تھیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی میں نے دیکھا کہ وہ رعشہ کے مریض یا اس آدمی کی طرح جس کو بھاری صدمہ پہنچا ہو، زور زور سے کانپ رہے تھے۔ رہ گئیں بیگم تو ان کی حالت اپنے شوہر سے کسی طرح بہتر نہ تھی۔ وہ بھی بیمار اور مبتلائے تکلیف معلوم ہوتی تھیں۔ اور جب اس کے بعد وہ باہر کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگیں تو ہز لارڈشپ کے بازو پر زور سے جھکی ہوئی تھیں۔ پہلے ہمارا خیال تھا کہ مسٹر والٹر بھی ان کے ساتھ ہی آیا ہو گا لیکن جب وہ ان کے بعد گاڑی سے نہ اُترا اور نہ اس کے اندر ہی نظر آیا تو سب نوکروں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں فکر آمیز اشارے کرنے شروع کئے۔ والٹر کا اپنے والدین کے ساتھ نہ آنا صریحاً اس بات کی دلیل تھا کہ اسے کاری زخم آیا ہے مگر اس طرح کی حالت میں کیا اس کے والدین کا اس کو چھوڑ کر چلے آنا بے رحمی کا ثبوت نہ تھا؟ کم از کم یہ خیال تھا جو اوّل اوّل میرے دل میں پیدا ہوا۔ گو بعد ازاں ان حالات سے جو معلوم ہوئے پایا گیا کہ میرا یہ فیصلہ پیش از وقت اور نامنصفانہ تھا کیونکہ شاگرد پیشے میں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ گو والٹر کا زخم بالکل سطحی تھا اور وہ اگر چاہتا تو بہ آسانی اپنے والدین کے ساتھ ہی ساتھ آسکتا تھا۔ تاہم بعض حالات کی مصلحت سے اس نے ان کے ہمراہ واپس آنا نامنظور کر دیا تھا۔

لیکن ذکر لارڈ رینس ہل اور ان کی بیگم کی واپسی کا تھا۔ ہر چند اپنی عادت اور تربیت کی وجہ سے وہ دونوں اپنے خیالات کو چھپانے اور سینہ کے راز کو محفوظ رکھنے کے پوری طرح قابل تھے۔ تاہم واقعاتِ حال نے کچھ اس طرح کا صدمہ ان کو پہنچایا تھا

کہ سخی ضبط کے باوجود دل کی اذیت کے آثار ان کے چہروں پر صاف نمودار ہونے لگے تھے۔ ان کی حالت اس آدمی کی طرح تھی جس کے خرمنِ امید کو یاس کی بجلیوں نے بالکل تباہ و برباد کر دیا ہو، جس کے لئے اس دنیا میں کوئی آس باقی نہ رہی ہو' اور جو اپنے دل میں اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہو کہ اب وہ ہے یا بربادی۔ اس کا نام ہے یا دنیاوی لعنت۔ اور کوئی طاقت جس کو اٹل نتیجہ سے بچا نہیں سکتی۔ کوئی ہستی جیسے اس کے فعلوں کے خمیازہ سے محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ اس طرح کی حالت میں ساتھ ساتھ چلتے وہ دونوں کھانا کھانے کے کمرہ میں چلے گئے، جہاں فوراً بیگم صاحبہ کے لئے پانی ملی ہوئی برانڈی طلب کی گئی۔ کیونکہ معلوم ہوا وہ اس جگہ پہنچکر نقاہت اور ضعف جانی سے فوراً غش کر گئی تھیں۔

اس رات کو سونے سے پہلے چارلس لنٹن مجھ کو اشارہ سے اپنے پاس بلا کر پائیں باغ میں لے گیا۔ اور تنہائی میں مجھ سے کہنے لگا "جوزف! اب وقت آگیا ہے جب میری بدترین اندیشوں کی تصدیق ہونے والی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے تم ان سیاہ بادلوں کو آسمان پر جمع ہوتے دیکھ رہے ہو۔ نحوست و ادبار کے بادل اِس خاندان کے سر پر جمع ہو چکے ہیں۔ اور کوئی دم جاتا ہے کہ پوری شدت سے پھوٹ کر اس کو تباہی اور بربادی کے سیلاب میں بہالے جائیں گے۔"

میرے دل کو اس بیان سے سخت صدمہ ہوا۔ تاہم میں نے پوچھا۔ "کیا حالت ایسی ہی نازک ہو چکی ہے؟"

"اتنی کہ اب کوئی معجزہ ہی اس خاندان کو محفوظ رکھ سکتا ہے" لنٹن نے افسردگی اور مایوسی کے لہجہ میں جواب دیا "لیکن چونکہ معجزوں کا زمانہ گذر گیا اس لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اب بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہیں۔ حماقتیں ہر شخص سے سرزد ہوتی ہیں۔ لیکن میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ سرکار نے پوسٹیڈ والوں سے بگاڑ پیدا کرنے میں وہ سخت

حماقت کی ہے جس کی تلافی کسی طرح ممکن نہیں ۔ مانا کہ وہ لوگ رذیل تھے، غیر مہذب اور خالی از تربیت تھے۔ تاہم مالدار تو تھے۔ وہ اس بگڑی ہوئی نازک حالت میں سرکار کی دستگیری تو کر سکتے تھے۔ لیکن افسوس۔ گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر و

"اور وہ نسبت جو مسٹر والرز کی مس جنکنسن سے ہونے والی تھی۔ کیا اب اس کے بارے میں بالکل ناامیدی ہو گئی ہے؟" میں نے آخر کار پوچھا۔

"قطعاً" اس نے جواب دیا۔ "اس ڈوئل کے واقعہ نے باقی حالات سے مل کر..."

"آہ! وہ ڈوئل!" میں نے جلدی سے کہا۔ "یہ تو کہیے وہ کس لئے اور کس کے ساتھ لڑا گیا تھا؟"

"یاد ہوگا" چارلس نے جواب دیا "ایک روز میں نے تم سے مس ایلیشیا کیمبرٹ اور اس آدمی کے بارے میں جس سے اس کو عشق تھا یعنی کپتان برکلے کے متعلق بعض حالات بیان کئے تھے اسی کپتان برکلے سے مسٹر والرز کا مقابلہ ہوا۔ اور اسی کی گولی سے ہمارے سرکار کا دایاں بازو زخمی ہو گیا۔ میرے خیال میں یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ اس ڈوئل کا تعلق درحقیقت اسی واقعہ سے تھا جس میں تم نے اپنے پُر اسرار زنانہ بھیس میں اس قدر نمایاں حصہ لیا تھا۔ تاہم ٹھہرو۔ میں پورے حالات اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ مس جنکنسن کا رشتہ مسٹر والرز کے لئے ہر لحاظ سے موزوں اور مناسب تھا۔ ایک کا خاندان روپیہ کا متلاشی تھا اور دوسرے اونچے گھرانے کے رشتہ کا۔ چنانچہ جب اس خاتون کی رضامندی سے مسٹر والرز نے اس کے والد مسٹر جنکنسن سے شادی کا ذکر چھیڑا تو اس نے اپنی مالی حالت کے بارے میں سارا حال صاف صاف بیان کر دیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ مسٹر جنکنسن پہلے ہی ان حالات سے واقف تھا۔ تاہم مسٹر والرز کی صاف گوئی نے اس کے دل پر بہت اچھا اثر پیدا کیا۔ چنانچہ اس دن کے بعد یہ بات طے شدہ سمجھی گئی کہ والرز کی شادی ضرور مس جنکنسن سے ہو گی۔ اور اسی لئے بڑے سرکار اور بیگم صاحبہ لندن

گئے تھے کہ اپنی ہمواور ہمعصروں سے میل جول اور واقفیت پیدا کریں۔ لندن پہنچ کر وہ اپنے شہر والے مکان میں رہنے لگے۔ کیونکہ مسٹر والٹر بھی جب سے وہ لندن گیا چھ مہینے سے اسی جگہ رہتا تھا۔ کم و بیش پندرہ روز تک سب کام ٹھیک رہا مگر اس کے بعد ڈیون شائر سے بڈھے مسٹر جنکنس اور اس کی بیٹی کے نام بعض خطوط موصول ہونے شروع ہوئے، جن میں لکھا تھا کہ مسٹر والٹر کی نسبت پہلے مس پوسٹیڈ سے ہوئی تھی مگر اس نسبت کا والٹر اور اس کے والدین کی طرف سے نہایت شرمناک طریقہ پر فسخ کر دیا گیا۔ اور اب مسٹر پوسٹیڈ کے وکیل نے ان کے نام ایک نوٹس اس مطلب کا بھیجا ہے کہ عنقریب ان کے برخلاف وعدہ خلافی کے الزام میں قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ اس سے جنکنس اور اس کی بیٹی کو بڑا اضطراب ہوا۔ مگر بعد ازاں کچھ حالات ان کے روبرو بیان کئے گئے، جن سے شاید ان کی تسلی ہو جاتی۔ اگر اس سلسلہ میں فوراً ہی بعض اور واقعات اس انتظام میں برہمی پیدا کرنے والے پیش نہ آ جاتے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے جو ملگریو سکوئر میں رہتے تھے ایک جلسہ دعوت منعقد کیا جس میں مسٹر جنکنس اور اس کی بیٹی نیز مسٹر والٹر بھی شامل تھے لیکن بڑے سرکار اور بیگم صاحبہ شریک نہ ہو سکے جس کی وجہ غالباً کچھ ہوگی۔ اگرچہ اس وقت وہ مجھ کو یاد نہیں رہی۔ مسٹر اور مس کتھبرٹ بھی مہمانوں میں شریک تھے مگر جب مسٹر والٹر نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے جواب دئے بغیر پیٹھ پھیر لی۔ یہ حالت جنکنس اور اس کی بیٹی نے بھی دیکھی تھی لیکن ممکن ہے یہ واقعہ بھی رفت گذشت ہو جاتا اگر ایک نئی افتاد اس کے بعد پیش نہ آتی۔ اسی رات جب مسٹر والٹر مسٹر جنکنس کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا کپتان برکلے یعنی وہ نوجوان جس کی نسبت یاد ہوگا کہ اسے مس ایلیشیا کتھبرٹ سے عشق تھا اُن کے پاس جا پہنچا اور والٹر کی طرف منہ پھیر کر کہنے لگا۔ "تو پاجی، بدمعاش، جھوٹا اور جعلساز ہے۔ کل صبح اگر تو نے مجھے اطلاع نہ بھیجی تو میں ضرور تجھ کو بھیجوں گا۔" اتنا کہہ کر وہ اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ اس انداز سے کمرے کے دوسرے حصہ میں چلا گیا گویا وہ مسٹر والٹر پر سنگین

الزامات عائد کرنے کی بجائے محض کچھ رسمی گفتگو اس سے کر رہا تھا۔ ان الفاظ کو مسٹر جنکنسن کے سوا مہمانوں میں سے اور کسی نے نہیں سُنا جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ در اصل مسٹر والرٹ کو مسٹر جنکنسن کی نظروں میں ذلیل کرنے کے لئے ہی کہے گئے تھے۔ جوزف! تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ ان الفاظ کا مسٹر جنکنسن کے دل پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ تاہم والرٹ نے کسی نہ کسی طرح اسے چپ رہنے پر مجبور کیا۔ کیونکہ اگر یہ بات باہر نکل جاتی تو مہمانوں میں سخت کرکری ہوتی۔ خیر اس واقعہ کے فوراً بعد مسٹر جنکنسن اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ رخصت ہو گیا پھر والرٹ بھی اس جگہ سے چلا آیا۔ اگلی صبح کو ہمپ سٹیڈ کے پاس والرٹ اور کپتان برکلے کا مقابلہ ہوا۔ اور جیسا تم نے سُنا ہے ہمارے نوجوان آقا کے بازو میں گولی لگی۔ اس کے دوسرے دن والرٹ دفعتاً یورپ چلا گیا مگر جانے سے پہلے اس نے مجھ سے کہہ دیا کہ آئندہ مجھے تمہاری خدمات درکار نہیں۔ اور تم اپنے آپ کو ہز لارڈ شپ کا نوکر سمجھ سکتے ہو بدنصیب بے چارہ! مجھے اس کی حالت پر سخت رحم آتا ہے۔ میں نے اس کو بہت سمجھایا کہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں، مجھے معاوضہ کی پروا نہیں ہے۔ مگر اس نے پھیکا تبسم پیدا کر کے افسوسناک پیرایہ میں سر ہلا دیا۔ اور کمرہ سے رخصت ہو گیا۔"

"یہ تو بڑی افسوسناک حالت ہے" میں نے والرٹ کے لئے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"یہ پرسوں کا واقعہ ہے" چارلس نے بیان کیا۔ "اس کے بعد کل سویرے گاڑی تیار کرائی گئی اور بڑے سرکار اور بیگم صاحبہ اس پر سوار ہو کے اس جگہ چلے آئے۔"

"لیکن ایک بات جو اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی یہ ہے" میں نے چارلس سے کہا "کہ کپتان برکلے کو مسٹر والرٹ سے کیا عداوت تھی کہ اس نے اس طرح کے سخت الفاظ اس سے کہے؟"

"آہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم اب تک نہیں سمجھے" ولنٹن نے جواب دیا۔ "کیا بھول گئے

کہ جس رات تم کو غلطی سے عورت سمجھ کر گاڑی پر سوار کیا گیا تھا تو دراصل مس ایلیشیا کتھبرٹ کو بھگا کر لانا مقصود تھا۔ چونکہ اس مطلب کے لئے مس کتھبرٹ کا گھر سے باہر آنا ضروری تھا اس لئے اس کے نام ایک جعلی چٹھی کپتان ہرکلے کی طرف سے اس مضمون کی بھیجی گئی تھی کہ تم فلاں وقت فلاں مقام پر پہنچ جانا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سمجھنے والے اس چال کو سمجھ گئے اور تجویز ناکام رہی۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ تحریک کس کی سوچی ہوئی تھی۔ چنانچہ جب مسٹر ٹکلنسن کو مس ہوسٹیڈ سے نسبت فسخ ہونے کے واقعہ کے بعد ان حالات کا علم ہوا تو اس نے بھی اپنی بیٹی کو مسٹر والرڈ سے میل جول رکھنے کی ممانعت کر دی۔ اس سے پہلے وہ یہ بات دیکھ ہی چکا تھا کہ کس طرح مسز اور مس کتھبرٹ نے اس کے سلام کے جواب میں منہ پھیر لیا تھا۔ بس سارے حالات نے مل ملا کر کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔"

"مگر کیا تم کو معلوم ہے کہ مسٹر والرڈ نے کن حالات میں اپنے ماں باپ سے علیحدگی اختیار کی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں اس کا حال مجھ کو معلوم نہیں" ولنٹن نے جواب دیا۔ "میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اس واقعہ کے بعد مسٹر والرڈ ان کو الوداع تک کہے بغیر گھر سے رخصت ہو گیا۔ اس سے پہلے ان میں کیا بات چیت ہوئی تھی وہ مجھے معلوم نہیں۔ بیگم صاحبہ کو اس واقعہ سے سخت رنج پہنچا ہے اور جب میں دیکھتا ہوں کہ وہ جو ہر ایک بات کو ظاہری سکون اور سرد مہری کے پردہ میں چھپائے رکھا کرتی تھیں۔ اب ضعف جانی کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں تو بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ معاملہ نے کس قدر نازک صورت اختیار کی ہو گی۔ رہ گئے بڑے سرکار، تو ان کی حالت اگر ممکن سمجھی جا سکے تو بیگم صاحبہ سے بھی ابتر ہے۔"

اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم میں اس مضمون پر کچھ اور باتیں ہوئیں پھر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ تاہم میں اس بات پر تعجب کئے بغیر نہ رہ سکا کہ کس لئے لارڈ اور لیڈی ریونس ہل لندن ٹھہرے رہنے کی بجائے سیدھے اپنے دیہاتی مکان پر واپس آ گئے۔ چنانچہ

اس کے دوسرے دن جب پھر مجھے چارلس سے ملنے کا اتفاق ہوا تو میں نے اس سے اس مضمون کا ذکر چھیڑا۔

"بات یہ ہے"! اس نے جواب دیا "مختلف افواہوں نے ڈوئل کے واقعہ سے مل کر ہمارے لارڈ اور بیگم صاحبہ کو اتنا بدنام کر دیا ہے کہ وہ نہ صرف لندن میں بلکہ لندن کے قریب اپنے پیلس ہل ہوس والے مکان میں بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ بس ان کے لئے سیدھے اس جگہ چلے آنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ علاوہ بریں اب چونکہ قرضخواہ ایک دن بھی صبر نہ کر سکیں گے اس لئے انہوں نے سمجھا کہ اس طرح کے نازک وقت میں موقعہ پہ موجود ہونا ہی بہتر ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ اس قدر مایوسی کے بعد بھی وہ تباہی کے منحوس دن کو دور رکھنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرینگے چنانچہ پچھلی رات وہ بڑی دیر تک بیٹھے ہوئے خط لکھتے رہے اور آج صبح اکسیٹر گئے ہیں۔ مگر میرا اپنا خیال یہ ہے کہ حالات اس حد انتہا کو پہنچ چکے ہیں جب اصلاح کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ اور وقت نازک عنقریب پیش آیا چاہتا ہے۔"

ہرچند قصبہ اکسیٹر کا فاصلہ صرف بیس میل تھا تاہم ہز لارڈشپ بڑی رات گئے تک واپس نہ آئے۔ اور بعد ازاں جب وہ گاڑی سے اُترے تو اتنے فکرمند پریشان اور مضمحل تھے گویا چند دن کے عرصہ میں برسوں بوڑھے ہو گئے ہوں۔ بیگم صاحبہ دن بھر اپنے ہی کمرہ میں رہیں۔ اور شہر سے ایک ڈاکٹر ان کی مزاج پرسی کیلئے آیا۔ تاہم ہز لارڈشپ کے واپس آجانے کے بعد وہ رات کے کھانے میں حسب معمول شریک ہوئیں۔ اور چونکہ میں کھانے کے موقعہ پر عموماً حاضر رہا کرتا تھا اس لئے میں نے دیکھا کہ دسترخوان پر اُن میں کسی طرح کی گفتگو نہ ہوئی بلکہ کھانا بھی عملی طور پہ جوں کا توں واپس بھیجدیا گیا۔ شاگرد پیشے میں ہر شخص متفکر و مایوس تھا اور بے چین نگاہیں ایکدوسرے کے چہرے کی طرف اُٹھ رہی تھیں۔ ان حالات سے صاف پایا جاتا تھا کہ چارلس

لنٹن کا یہ خیال کہ تباہی کی منزل اب بالکل قریب آگئی ہے، غلط نہ تھا۔

اگلی صبح کو نو اور دس بجے کے درمیان جس وقت ہز لارڈ شپ گاڑی پر سوار ہو کر شہر جانے کے لئے تیار تھے تو ایک گگ جس پر تین آدمی پھنس پھنسا کر بیٹھے ہوئے تھے باغ کی راہ سے آتی دکھائی دی۔ اور صدر دروازہ پر آکر ٹھہر گئی۔ ان میں سے ایک آدمی نے کھلاڑیوں کے طرز کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ یعنی خاکی رنگ کی چست پتلون، سبز رنگ کا کوٹ جس پر پیتل کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ گلے میں نیلا رومال جس پر ہیرے کا پن نمایاں تھا اور سر پر اس طرح کی ٹوپی جس کی باڑ بہت چوڑی اور بالائی حصہ چندیا کے پاس گم بھرا ہوا تھا۔ اس نے متعدد چیزیں زیورات کی قسم سے بھی پہنی ہوئی تھیں۔ تاہم اس کی آنکھوں میں کمینگی اور بدمعاشی کے آثار نمایاں تھے جس سے وہ چنداں قبول صورت نہ تھا۔ اس کے دونوں ساتھی جہاں تک ان کی ظاہری شباہت کا تعلق ہے، عجیب طرح کے آدمی تھے۔ ایک نے سیاہ رنگ کا پُرانا سوٹ پہنا ہوا تھا جس کے کوٹ میں کہنیوں کے پاس اور پتلون میں گھٹنوں کے اوپر اور مقام نشست پر مرمت کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔ اور ان ٹکڑوں کی رنگت چونکہ اصلی کپڑے سے مختلف تھی اس لئے اس کی حالت سخت زار اور مضحکہ خیز تھی۔ پھر اس کے علاوہ اس کے کوٹ اور واسکٹ میں کئی بٹن ندارد تھے۔ اور قمیض کی تو یہ حالت تھی گویا اسے قہوہ دانی کی تلچھٹ سے دھویا گیا ہو۔ تیسرے آدمی کی حالت اس سے بھی عجیب تھی۔ کیونکہ ہر چند گرمی کا موسم اور اگست کا مہینہ تھا تاہم اس نے اپنے گلے میں خاکی رنگ کا گرم اوور کوٹ پہنا ہوا تھا۔ اور چونکہ اس کی لمبائی فرش زمین تک پہنچتی تھی اس لئے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کے لئے نہیں بنایا گیا۔ پھر اس کے علاوہ اس میں کئی مقامات پر بیئر کے داغ لگے ہوئے تھے اور بیئر کی بدبو بھی اس کے اور اس کے دوسرے ساتھی کے منہ سے آتی تھی جس وقت ان کی گاڑی ہال کے دروازہ

پر پہنچی تو وہ آدمی جس کا ذکر دوسرے نمبر پر کیا گیا ہے، کوئی چیز منہ میں چباتا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے ہونٹوں کو کوٹ کی آستین سے صاف کرنے کی کوشش کر رہا تھا جس سے میں نے خیال کیا کہ راستہ میں اس نے شاید کوئی بسکٹ یا روٹی اور پنیر کا ٹکڑا زہر مار کیا ہوگا۔

بہرحال جیسا بیان کیا گیا ہے جس وقت وہ گاڑی نوع انسانی کے ان تین عجیب و غریب نمونوں کو لئے ہوئے دروازہ پر آکر ٹھہری۔ تو میں وہیں ڈیوڑھی میں کھڑا تھا اور ان کو دیکھتے ہی آنے والی خرابی کی دہشت سے میرا بدن بے اختیار تھرتھرا گیا اگر کوئی شبہ اس بارے میں باقی تھا تو وہ اس کلمہ دہشت سے رفع ہوگیا جو اُن کو دیکھ کر دربان کے منہ سے نکلا۔ گاڑی کے ٹھہرتے ہی سوار نمبر ایک نے، وہ جو زیورات سے مرصع تھا، باگ گھوڑے کی پیٹھ پر چھوڑ دی۔ اور سب سے پہلے کود کر فرش زمین پر آرہا۔ مگر اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو فی الحال وہیں گاڑی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر اس کے بعد اپنا کارڈ نکال کر وہ میری طرف آیا اور آدھی بے تکلفی اور آدھے احسان کے طریقے پر کہنے لگا: "اے بھئی یہ کارڈ اپنے مالک کے پاس اندر لے جاؤ۔ ان سے کہنا کہ مسٹر رڈلے ایک ضروری معاملہ پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھ لیں گے کہ میں شارپ فسٹ اینڈ رڈلے کی فرم سے آیا ہوں۔ اور میری آمد کا مطلب ان کو خود بخود معلوم ہو جائیگا۔"

مسٹر رڈلے کا پیش کیا ہوا میلا کارڈ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے میرے دل کو دہشت اور سراسیمگی کا ایک نہایت عجیب احساس ہوا۔ یعنی کچھ اس طرح کی حالت ہوگئی گویا کوئی فوری مصیبت مجھ پر نازل ہوئی ہو۔ یا کسی زہریلے سانپ نے دفعتاً میرے سامنے پھن پھیلا کر اپنی مکروہ دو شاخی زبان میری طرف نکالی ہو۔ لیکن اگر اس کا خیال تھا کہ میں کارڈ پاتے ہی فوراً رخصت ہو جاؤں گا تو یقیناً اس کو اپنے اندازے میں مایوسی ہوئی ہوگی کیونکہ میں بڑی دیر تک اسی مقام پر جا کھڑا رہا۔ نیم بے خبری کی حالت میں وہ کارڈ اپنے

ہاتھ میں لے کر میں نے اس کے مضمون کی طرف دیکھا اور اس کے بعد وہ الفاظ جو اس پر درج تھے نظر سے گذرے تو میں فوراً ہی اس کی آمد کا مدعا سمجھ گیا۔ یہ الفاظ اس پر درج تھے۔

شارپ فسٹ اینڈ رڈلے
اکسیٹر
شریف آف ڈیون شائر کے افسر

اتنے میں مسٹر رڈلے نے تیز نگاہ سے میری طرف دیکھا اور کہا "کیوں لڑکے اسے ہاتھ میں پکڑے چپ چاپ کیوں کھڑا ہے؟ جا اسے دوڑ کر اندر لے جا اور دے آ۔"

"ہاں جوزف تم یہ کارڈ لے جاؤ۔" دربان نے جو اپنے وسیع چرمی مونڈھے پر بیٹھا نفرت آمیز نگاہ سے مسٹر رڈلے کی طرف دیکھ رہا تھا کہا "تم اس آدمی کا کارڈ لے جاکے بڑے سرکار کو دے آؤ۔"

"آدمی!" شخص مذکور نے جلدی سے پیچھے مڑ کر گھورتی ہوئی نظروں سے دربان کی طرف دیکھ کر کہا "کون کہتا ہے آدمی! تو جو اُلو کی طرح جھاڑی میں چھپا بیٹھا ہے ذرا باہر آ کے دیکھ کہ میں کون ہوں؟"

بڑی سطوت اور وقار کے ساتھ دربان آہستگی سے اپنے چرمی تخت سے اٹھا اور مسٹر رڈلے کو اس طرح نفرت آمیز کڑی نگاہ سے دیکھنے لگا گویا سوچ رہا تھا کیا اسے فوراً گردن سے پکڑ کر باہر نکال دوں۔ میرے خیال میں وہ ایسا کرنے کا ارادہ بھی کر چکا تھا۔ مگر پھر یہ سوچ کر رہ گیا کہ فی الحال اس کو عظیم قانونی اختیارات حاصل ہیں۔ ایک لمحہ کے عرصہ میں اس کی حالت تبدیل ہوئی۔ بظاہر اس نے محسوس کیا کہ اس کا عہدہ اب ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے جا چکا۔ اس کے بعد پھر اسی کشادہ مونڈھے پر بیٹھ کر اس نے کچھ اس طرح کی آواز پیدا کی جو سسکی کی آواز سے ملتی تھی۔ اور میں نے دیکھا کہ آنسو کا ایک

ایک قطرہ اس کے دونوں رخساروں پر بہہ نکلا۔ میرے دل پر اس نظارۂ غم کا بہت گہرا اثر ہوا۔ اور میں فوراً ہی اس مقام سے ہٹ کر ہز لارڈ شپ کی تلاش میں کمرۂ نشست کی طرف جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ معلوم ہوا خود بدولت بڑے زینہ کی راہ سے نیچے آ رہے ہیں۔

"کیا گاڑی تیار ہے؟" ہز لارڈ شپ نے اپنے معمولی تحکمانہ لہجہ میں پوچھا جس میں وہ چڑچڑا پن بھی ملا ہوا تھا۔ جو لندن کی واپسی کے بعد ان کے مزاج میں پیدا ہو چکا تھا۔

"ہاں مائی لارڈ" نوکروں میں سے ایک نے جو ڈیوڑھی میں کھڑا تھا، عجیب طرح کی نظروں سے دیکھتے ہوئے رکی ہوئی آواز سے جواب دیا۔ "گاڑی بے شک تیار ہے لیکن میرے خیال میں ... ایک آدمی آپ سے ... اور ... ملاقات کرنی چاہتا ہے۔"

"ابے او لڑکے۔ ادھر لا وہ کارڈ مجھے دے دے۔" مسٹر رڈلے نے جلدی سے کارڈ میرے ہاتھ سے چھینتے ہوئے کہا: "تو اگر میرے ہاں نوکر ہوتا تو میں چابک کے ذریعہ ایسی پھرتی تیرے اندر داخل کرتا کہ پھر کبھی شکایت کی نوبت نہ آتی۔" اس کے بعد وہ کارڈ ہاتھ میں لئے ہوئے ڈیوڑھی میں گھس گیا اور ٹوپی اتارے بغیر محض اسے رسمی طور پر چھو کر کارڈ پیش کر کے ہز لارڈ شپ سے کہنے لگا۔ "لیجئے۔ میرا نام رڈلے ہے اور میں میسرز شارپ فسٹ اینڈ رڈلے کی فرم کا قائم مقام ہوں اور ..."

بدنصیب امیر کی نگاہ جس وقت اس آدمی کے چہرہ اور اس کے مسخروں کے ایسے لباس کی طرف گئی تو اس کے بولنے یا کارڈ پیش کرنے سے بھی پہلے میں نے اسے دو قدم پیچھے کی طرف اس طرح لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا گویا جسمانی وار اس پر کیا گیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی ذہنی تکلیف کے ناقابل بیان آثار اس کے چہرہ پر نمودار ہوئے اور اس کے چہرے کی رنگت پیلی پڑ گئی۔ جلدی سے ہاتھ کا اشارہ کر کے اس نے شخص

مذکور کو فقرہ تمام کرنے سے روک دیا۔ اور اسی طرح اشارہ کے ذریعہ سے اپنے ساتھ
کھانا کھانے کے کمرہ میں چلنے کے لئے کہا۔ اس کے فوراً بعد کمرہ مذکور سے گھنٹی بجنے کی
آواز سنائی دی۔ نوکروں میں سے ایک اندر گیا لیکن اس نے فوراً ہی باہر آکر پوچھا۔
" ایملی کہاں ہے ؟" جس سے اس کا اشارہ بیگم صاحبہ کی کنیزوں میں سے ایک کی طرف
تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار پائے جاتے تھے۔ اور اس کی گفتگو
بھی مضطربانہ تھی جیں اس وقت ایملی بھی سامنے کے دروازہ سے باہر آتی دکھائی دی۔
اور وہ دوڑا ہوا اس کے پاس گیا۔ نوکر کے الفاظ سن کر وہ بھی گھبرا گئی اور اس کے بعد
رونا شروع کر دیا۔ پھر جلدی ہی آنسو پونچھ کر وہ سیڑھیوں کی طرف چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد نوکر ڈیوڑھی سے گذر کر دربان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔
" بڑی مصیبت نازل ہوئی ہے۔ مگر اس کے پیش آنے کا کئی دن سے اندیشہ تھا۔ سرکار نے
مجھ کو حکم دیا تھا کہ ایملی کو بلا کر سارا حال اس کو سمجھا دوں اور وہ اس اطلاع کو جس قدر
نرمی کے ساتھ ممکن ہو بیگم صاحبہ کے کانوں تک لے جانے کی کوشش کرے کیونکہ ایسی خبر
کے دفعتاً ملنے سے ان کے دل کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تھا "

اتنے میں کھانا کھانے کے کمرہ کا دروازہ کھلا اور ہز لارڈشپ باہر نکلے۔ مسٹر ڈٹلے
ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اور اس نے اپنے سر پر بدستور ٹوپی اوڑھی ہوئی تھی۔ جس سے
میں نے اندازہ کیا کہ یا تو اس نے اسے اتارنے کی حاجت ہی نہیں سمجھی اور یا ہز لارڈشپ
نے اس کے متعلق کسی طرح کا اعتراض نہیں کیا۔ جس کی وجہ یہ ہو سکتی تھی کہ انہوں نے
گھبراہٹ میں اس فرو گذاشت کا خیال ہی نہیں کیا۔ یا یہ کہ اس کے مقابلہ میں اپنی بے بسی
کا اندازہ کر کے ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ بہرحال اب جو میں نے دیکھا تو ان کا
چہرہ لاش کی طرح زرد تھا۔ ان کی کمر بھی پہلے کی نسبت خمیدہ نظر آتی تھی۔ گویا جو مصیبت
ان کے گھر پر نازل ہوئی تھی اس کا بوجھ ان کے جسم پر بھی سختی کے ساتھ اثر انداز ہوا تھا

بد قسمتی سے وہ ایک ایسا بوجھ تھا جس کو وہ اٹھانے پر مجبور تھے اور جسے اتار کر پھینک دینے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔

مسٹر رڈلے نے دروازہ کے پاس آکر اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو آواز دی۔ "ٹام آسٹن۔ تم اس جگہ ٹھہرو۔ کاغذات تمہارے پاس ہیں۔ اور ہز لارڈ شپ نے کہہ دیا ہے کہ تمہیں شراب اور باقی چیزیں حسب ضرورت ملتی رہیں گی۔"

اس کے جواب میں وہ آدمی جس نے میلا اور چکنا خاکی کوٹ پہنا ہوا تھا۔ گگ سے اتر کر دروازہ کی طرف بڑھا اور اسی موقعہ پر میں نے دیکھا کہ اس کے کوٹ کی لمبائی فرش زمین تک پہنچی تھی۔

اپنی چھوٹی پرانی ٹوپی کی باڑ کی طرف ہاتھ لے جاتے ہوئے ٹام آسٹن نے کہا۔ "اس کے لئے میں ہز لارڈ شپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور مجھ کو امید ہے کہ یہاں ہر طرح آرام کے ساتھ رہوں گا۔"

"مائی لارڈ آپ اس بات کا مطلق اندیشہ نہ کریں کہ ٹام کسی طرح کی چالاکی آپ سے کرے گا۔" مسٹر رڈلے نے اس آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لارڈ ریونس ہل سے کہا۔ "بڑا چپ چاپ آدمی ہے۔ نہ کسی سے گفتگو نہ میل اور نہ گھر کی نوکرانیوں سے چھیڑ چھاڑ۔ عیب فقط یہ ہے کہ اگر اسے زیادہ شراب پینے کے لئے مل جائے تو پھر بالکل بدمست ہو جاتا ہے۔ اس لئے مائی لارڈ آپ خانساماں سے کہہ دیں کہ وہ توشہ خانہ کی کنجی ہر وقت سنبھالے رکھے۔ اور اب فی الحال الوداع۔"

اتنا کہہ کر مسٹر رڈلے اپنا ہاتھ آدھی دور ٹوپی کی طرف لے گیا اور اسی قدر سلام کافی سمجھ کر گگ پر سوار ہوا اور چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد لارڈ ریونس ہل نے اسی نوکر کو جس نے پیشتر ایملی کو اطلاع دے کر بیگم صاحبہ کے پاس بھیجا تھا' اشارہ سے پاس بلا کر حکم دیا۔ "تم اس آدمی کو

شاگرد پیشے میں لئے جاؤ اور وہیں کھانا کھلاؤ... ایک علیحدہ میز پر برتن صاف کرنے والوں کے ساتھ؟ یہ آخری الفاظ انہوں نے اس انداز سے کہے جس طرح ناٹک میں علیحدہ ہو کر بات کہا کرتے ہیں۔

ٹام آسٹن اس کے بعد نوکر کے ساتھ رخصت ہوگیا۔ مگر میں اپنے دل میں ان دونوں کی حالت کا مقابلہ کئے بغیر نہ رہ سکا۔ جن میں سے ایک دراز قامت پلا ہوا اور خوشنما وردی سے ملبوس تھا۔ حالانکہ دوسرے کے کپڑے میلے، چہرہ منحوس اور چال میں عجیب طرح کی لغزش پائی جاتی تھی۔ ہز لارڈ شپ نے گاڑی واپس لے جانے کا حکم دے دیا۔ اور آہستگی سے زینہ پر چڑھنے لگے۔ میرا خیال ہے کہ وہ بیگم صاحبہ کے کمرہ کی طرف جا رہے تھے۔

اس طرح وہ نازک حالت جس کا احتمال کئی دن سے تھا۔ آخرکار پیش آگئی اور اس طرح مصیبت کا پہلا وار خاندان ریوینس ہل پر ہوا۔ گویا یہ بد نصیب گھرانے کی جائداد پر قانون کے پنجۂ آہنی کی پہلی دستبرد تھی۔

اس روز دن کے وقت مجھ کو چارلس لنٹن کی زبانی معلوم ہوا کہ قرقی کا یہ اجراء اکسیٹر کے اس تاجر شراب کی طرف سے ہے جس نے میری موجودگی میں اپنی رقم کی وصولی کے بارے میں داروغہ کو دھمکایا تھا۔ اس کے صرف دو ہزار سات سو پونڈ لارڈ ریونس ہل پر آتے تھے۔ جو اُن کی جائداد کی وسعت کے مقابلہ میں ایک نہایت قلیل رقم تھی۔ لیکن بدنصیبی سے ہز لارڈ شپ کے لئے حالاتِ پیش آمدہ میں اتنی رقم ادا کرنا بھی دشوار تھا۔ اور بالفرض کسی طریقہ پر وہ اس ایک مطالبہ کو پورا بھی کر دیتے تو اس سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا کیونکہ وہ ان کے قرضہ کے لامحدود سمندر میں محض ایک بوند کی طرح تھا۔ اس سے اگلے دن مسٹر ریڈلے پھر آپہنچا۔ اور ہز لارڈ شپ سے ملاقات کرنے کے بعد تین چار اور سرکاری دستاویزات ٹام آسٹن کے حوالہ کر دیں۔ جن کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بعض اور شخصوں کی قرقیوں کے کاغذات تھے۔ اس کے بعد کئی روز تک ریڈلے کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری

رہا۔ لیکن جب کبھی وہ آتا قرقی کے لئے کاغذات ضرور ساتھ لاتا۔ کیونکہ جب ایک دفعہ بات باہر نکل گئی کہ بعض لوگ اپنے روپیہ کی وصولی کے لئے اجراء کرانے لگے ہیں تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور قرضخواہوں نے اپنے اپنے روپیہ کی وصولی کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش شروع کر دی۔

باب ۱۹

مسٹر ٹام آسٹن

اپنے لمبے دورِ ملازمت کے مختلف اور متنوع تجربات کو یاد کر کے جن کا حال اس قصہ کے دوران میں آگے چل کر آرہا ہے میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان لاتعداد شخصوں میں سے جن سے ملنے کا اتفاق مجھ کو ہوا ہے کوئی ایک آدمی بھی اتنے عجیب اور حیرت انگیز خصائل رکھنے والا نہیں تھا جتنا ٹام آسٹن یعنی وہ شخص جس کو مسٹر رڈلے کی طرف سے لارڈ رپونس ہل کی قابل قرقی جائداد کا محافظ اور متعرض مقرر کیا گیا تھا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مسٹر رڈلے نے جو کچھ اس کے بارے میں کہا تھا عملی طور پر وہ ہر ایک بات میں اس کے برعکس ثابت ہوا۔ مثلاً اس کا بیان تھا کہ وہ ایک خلوت گزیں خاموشی پسند آدمی ہے لیکن واقعہ میں میں نے دیکھا کہ اس کے برابر باتونی آدمی اس عالم میں تو کیا ہفت افلاک میں کوئی نہ ہوگا۔ وہ تو کہئے سننے والے کم تھے ورنہ کوئی ہوتا تو وہ دن رات کے چوبیسوں گھنٹے گفتگو جاری رکھتا۔ گو اس کی ساری باتیں عرضی دعووں، نیلاموں، عذرداریوں، ڈگریوں، اجراؤں، رہن اور فک الرہن کے جھگڑوں کے متعلق ہوتی تھیں۔ اور معاملات کے بارے میں اس کا دائرہ

معلومات بے حد وسیع اور اس کا دفترِ حکایات لامتناہی تھا۔ اور جب وہ کسی مدیون کے ڈگری دار کو دھوکا دینے یا کسی عیار قرضخواہ کے اپنے قرضداروں کی بے خبری سے فائدہ اٹھانے کا قصہ بیان کرتا تو اتنا ہنستا اور اس طرح خوش ہوتا گویا وہ اس دنیا کا سب سے دل خوش کن لطیفہ بیان کر رہا ہو۔

ذاتی طور پر ٹام آسٹن روئے زمین پر سب سے میلا، گندہ اور کثیف پوش آدمی تھا جو شاید کبھی ہفتہ میں ایک بار اور وہ بھی طوعاً و کرہاً نہا لینا کافی سمجھتا۔ پھر اس طرح کے موقعوں پر بھی گو اس کے کمرہ میں پانی کی ناند اور دوسرے برتن موجود تھے تاہم وہ پمپ کے پاس کھڑا ہو کر جزیہ اشنانی کرنا ہی کافی سمجھتا۔ بس آدھا بدن گیلا اور آدھا خشک۔ یہ اس کے نزدیک غسل کی انتہا ہوا کرتی تھی۔ رہ گئی حجامت، تو اس کی باری اگر چوتھے پانچویں دن بھی آجائے تو بہت تھی۔ اور سر کے بال تو جب تک وہ ہمارے مکان پر رہا جس کی میعاد کم و بیش ڈیڑھ ماہ تھی کبھی ایک دن بھولے سے بھی صاف نہیں کئے گئے۔ وہ اگر چاہتا تو بہ آسانی اپنے بوٹوں پر سیاہی پھیر سکتا تھا مگر اس نے اسکی ضرورت نہیں سمجھی اور جب تک رہا اس کے بوٹ اسی طرح موسم برسات کے جمے ہوئے کیچڑ سے آلودہ رہے جس طرح ہال میں آنے کے وقت تھے۔

میں نہیں جانتا اس کو جوع البقر کا عارضہ تھا یا کیا۔ بہر حال میں نے جب اسے دیکھا، بھوکا اور پیاسا۔ یعنی ہر آدھے گھنٹہ کے بعد روٹی اور پنیر۔ یا روٹی اور سرد گوشت کھاتا۔ اور وہ بھی اس حالت میں گویا برتنوں کے استعمال سے یا تو اس نے قسم کھائی تھی یا وہ ان کی موجودگی سے ہی لاعلم تھا۔ پھر اس کے علاوہ جب موقعہ ملتا وہ ایک آبخورہ ہاتھ میں لئے شراب کے پیپے کے پاس جا پہنچتا (کسی نامعلوم وجہ سے وہ آبخورہ کو شیشہ کے گلاس پر ہمیشہ ترجیح دیتا) اور چونکہ مسٹر بوڈلے کی ہدایت کے باوجود دار وغہ کی طرف سے کبھی اس کی مزاحمت نہ ہوتی تھی۔ اس لئے پانچ بجے شام تک

اور بعض اوقات اس سے بھی پہلے۔ کبھی کبھی دوپہر تک ہی وہ حالتِ عروج میں پہنچ جایا کرتا تھا۔ اگر کبھی اسے کھانے اور پینے سے تھوڑی سی مہلت ملتی تو وہ مکان کے پچھواڑے کوئی تنہا مقام ڈھونڈ کر ایک پیپا اُلٹ کے رکھ لیتا (وہ اس نشست کو کرسی سے بہتر خیال کرتا تھا) اور نیم خواب اور نیم بیداری کی حالت میں ایک چھوٹا سا مٹی کا پائپ مُنہ میں لئے تمبا کو پینے لگتا۔ یہ اس کا معمول تھا۔ تاہم جیسا پیشتر لکھا گیا ہے اگر کوئی آدمی اس کو ایسا مل جائے جو اس کی حکایات سننے کا شوق رکھتا ہو تو پھر وہ قصہ گوئی کی ایسی رٹ لگاتا کہ کھانے پینے یا تمبا کو نوش کرنے کا بھی ہوش باقی نہ رہتا تھا۔ خواہ اس طرح کی حالت میں ایک دن رات کا عرصہ گذر جائے وہ حکایت درحکایت بیان کئے جاتا اور نہ تھکتا تھا لیکن میرے خیال میں مضمون کے اس حصّہ کو واضح کرنے کے لئے اس کی حکایات کا اصلی نمونہ پیش کرنا بہتر ہوگا اس لئے میں مثال کے طور پر لکھتا ہوں۔

"میرے خیال میں" ٹام آسٹن اس طرح کے موقعوں پر کہنا شروع کرتا "سرجارج ڈالیش وڈ کا معاملہ آپ نے نہیں سُنا۔ آہ! اس کی خوبیوں کا حال کیا کہنا۔ تین ہزار پونڈ سالانہ کی آمدنی پر تیس ہزار خرچ کرنا اسی کا دل گردہ تھا۔ پھر اس کی عادت تھی بوتلوں میں بند ایل شراب پیتا۔ لنچ کے موقعہ پر چیری برانڈی استعمال کرتا۔ اور رات کو بے ناغہ تین بوتلیں انگوری کی ختم کر دیتا۔ جس کے بعد چند آدمی ہی اس کو اٹھا کر بستر پہ لے جاتے تھے یہ حال عمر بھر رہا۔ اور مجھ کو یہ بیان کر کے خوشی ہوتی ہے کہ سرجارج نے اس وضعداری میں کبھی فرق نہ آنے دیا۔ میں تو کہتا ہوں اس کا نام شرافت ہے۔ نہ یہ کہ صبح ناشتہ کے وقت پھیکی چائے پی لی۔ لنچ کے ساتھ ایک گلاس شیری کا لبسکٹ کے ساتھ لے لیا اور رات کے کھانے پر ایک ادھا نوش کیا۔ پھر قہوہ پی کے اپنے پیروں چلتے خواب گاہ میں جا پہنچے گویا خدا نے ذکر رکھنے کی توفیق ہی نہیں دی۔ اس میں شرافت اور وضعداری کہاں رہی یہ تو زندگی بسر کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ یعنی شاد یا ناشاد گذر کرنے کا۔ آہ سرجارج ڈیش وڈ

یا جارجی، جیسا کہ ہم اسے کہتے تھے۔ ہر کام بڑے حسن و خوبی کے ساتھ کرتا تھا۔ میرے خیال میں اگر وہ کسی رات اپنے آپ خوابگاہ میں جانے کے قابل ہوتا تو خود اپنی ذات سے نفرت کرنے لگتا۔ اگر اس کے نوکر اسے اٹھا کر نہ لے جاتے تو وہ ان سے آنکھ ملاتا ہچکچاتا۔ میری رائے میں یہ بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ سب حالات پیشتر آپکو معلوم ہو نگے کہ سر جارج کی کوٹھی ڈیش وڈ پارک کسیٹر سے قریباً ۱۵ میل فاصلہ پر واقع تھی اور اس نے بالغ ہونے کے پانچ سال کے عرصہ میں اپنی ساری جائداد اڑا دی تھی۔ چنانچہ اس کی عمر مشکل سے چھبیس سال کی تھی جب وہ سب کچھ لے دے کر خالی ہاتھ بیٹھ گیا۔ لیکن صاحب میرا کیا منہ ہے کہ اس کی تعریف کر سکوں۔ جب دیکھو آدھے درجن دوست اس کے مکان پر ٹھہرے ہوئے اسی کی میز پہ کھانا کھاتے۔ اور ہر لحاظ سے اس کے برابر عیش کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ میرے خیال میں اس کو سات سال کا عرصہ ہو گیا کہ رڈلے میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ارے بھئی ٹام کیا میرے ساتھ چلو گے؟ جارجی ڈیش وڈ کی جائداد پر قبضہ کرنا ہے۔ چنانچہ ہم گگ پر سوار ہوئے۔ اور سہ پہر کے ۴ بجے جارج کی کوٹھی پر جا پہنچے۔ اس وقت جارجی اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر لنچ کھانے لگا تھا۔ قریباً ایک درجن آدمی تھے۔ اور کیسے کیسے مرد! زبان جن کی تعریف سے عاجز ہے۔ ایک تو ٹم بلک ہیڈ انگلستان کا نامی شہسوار تھا جس کا ذکر آپ نے سنا ہو گا۔ پھر اس کے علاوہ جیک رابنس گھوڑدوں کا سوداگر... آہ یہ شخص جیک رابنس گھوڑدوں کے معاملہ میں بڑا ہوشیار تھا۔ دو آدمی اور تھے۔ جنہوں نے مرغ بازی میں نام پایا تھا۔ اور معرکہ کی پالیاں جیتی تھیں۔ پھر اس کے علاوہ تین جاکی اور بو سنلنگ بھی موجود تھا جس کا نام دوڑ میں جانے والوں میں سے کسی سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ ان کے علاوہ کچھ لوگ اور بھی تھے لیکن فی الحال مجھے ان کے نام یاد نہیں۔ تاہم اتنا معلوم ہے کہ سب اپنی طرز کے بہترین آدمی تھے۔ چنانچہ جس وقت میں اور رڈلے اس جگہ پہنچے تو وہ لوگ ایک میز کے گرد بیٹھے

بہترین ایل اور چیری برانڈی پیتے اور قہقہے مار کے ہنستے تھے۔ ہمیں آتا دیکھ کر جارج سمجھ گیا اور اس نے ہم دونوں سے اس طرح ہاتھ ملایا گویا ہم بہت پرانے دوست تھے اور اس کی کوئی خدمت کرنے آئے تھے۔ اس نے ہمیں اپنے پاس بٹھایا۔ اور اتنی خاطرداری کی، کہ جب رڈلے جانے کے لئے اٹھا۔ تو بسیار نوشی کے باعث گگ پر سوار ہونے کے ناقابل تھا۔ یہ حالت دیکھ کر جارج نے اس کو اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر پمپ کے نیچے رکھا اور لگاتار دس منٹ اتنا پانی اس کے سر پر ڈالا کہ میرے شیر کی آنکھیں کھل گئیں۔ بعد ازاں رڈلے تو رخصت ہوگیا لیکن میں وہیں ٹھہرا رہا۔"

اس قدر حال بیان کرنے کے بعد ٹام آسٹن چپ ہو جاتا اور ایک عجیب انداز سے دل ہی دل میں کچھ سوچنے لگتا۔ گویا وہ پمپ کے واقعہ اور سر جارج ڈیش وڈ اور اس کے دوستوں کی غیر معمولی خوشی کا نظارہ یاد کر کے مطمئن اور مسرور ہو رہا ہے۔

"بس صاحب خدا آپ کا بھلا کرے"۔ اس کے بعد وہ دفعتاً پھر کہنے لگا: "تین مہینے میں سر جارج کے مکان پر رہا اور وہ وہ مزے اُڑائے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ اس دوران میں سر جارج دس پونڈ ہفتہ وار میسرز شارپ فسٹ اینڈ رڈلے کو ادا کرتا رہا۔ اور وہ اس کے معاوضہ میں ترقی کا عمل روکے رکھتے۔ اس عرصہ میں کون سی رات تھی جب آپ کا یہ خادم ہوشمندی کی حالت میں جاکر سویا ہو۔ بسا اوقات تو میں دوپہر تک ہی نشہ میں غین ہو جاتا۔ اور عام طور پر اس مزے کی زندگی بسر کرتا کہ خیال آتا میں ہی اس گھر کا مالک ہوں۔ جارج کی سیر چشمی اور فیاضی کے افسانے ہر جگہ مشہور تھے۔ آپ ملاحظہ کریں اسی نے یہ کوٹ مجھ کو دیا تھا۔ اور وہ متواتر سات سال سے میرے پاس چلا آتا ہے۔ یقین کیجئے میں اسے جارج کی یادگار سمجھ کر اپنے پاس رکھتا ہوں۔ خیر تو جیسا میں بیان کر رہا تھا تین مہینے متواتر یہ حال رہا لیکن آخرکار روپیہ کی تنگی محسوس ہونے لگی۔ شارپ فسٹ اینڈ رڈلے کی فیس ادا ہونی بند ہوگئی اور ایک روز میرا دوست رڈلے ایک نیلام میں

کو لے کیا آ پہنچا۔ جارجی کو میں نے دیکھا کیا مجال اس کے چہرے پر ذرا ملال آیا ہو۔ مزے سے خوش خوش پھر رہا تھا۔ کئی بار اس نے پاس آکر میرے شانہ کو تھپکا۔ کیونکہ ہم دونوں میں بڑی بے تکلفی تھی۔ اور کہنے لگا۔ شام میں نے پورے پانچ سال مزے کی زندگی بسر کی ہے اور ایک مرد شریف کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ تھوڑی زندگی ہو اور عیش و آرام کے ساتھ گذر جائے۔ اس سے زیادہ آدمی کو اور کیا چاہیئے؟ میرا اپنا خیال تو یہ ہے کہ اگر یہ قصہ پانچ کے بدلے چار سال میں ختم ہو جاتا تو بہتر تھا۔ تاہم خیر جو کچھ ہوا بہتر ہوا۔ اور اب بتاؤ نیلام کس دن کا ہے؟ میں نے جواب دیا بس تین دن باقی ہیں۔ کہنے لگا۔ واہ! یہ تین دن کا عرصہ مزے اُڑاتے گذر لے گا۔ میں تم لوگوں کا بہت ممنون ہوں کہ میری کسی بات میں رُکاوٹ نہیں ڈالی۔ چنانچہ اس کے بعد متواتر تین دن عیش و طرب کا دور جاری رہا۔ کیا مالک، کیا نوکر، کیا ہم۔ گھر کے سب آدمی دن بھر سیر ہو کر پیتے۔ اور راتوں کو بیہوش ہو کے پڑ رہتے۔ فرق اتنا تھا کہ ان دنوں جارجی اپنے بستر پہ نہیں وہیں میز کے نیچے پڑ کے سو رہتا تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ نوکر سب اپنی جگہ بے ہوش ہوتے تھے اسے اس کے کمرہ میں لے جائے تو کون؟ اسی طرح دن گذر تے گئے اور آخر کار نیلام کا دن آ پہنچا۔ اس دن صبح کو مکان کی ہر ایک کھڑکی پر اشتہار چسپاں کر دیئے گئے اور جس جگہ ہال میں نیلام ہونا تھا بیشمار خلقت جمع ہوئی۔ سب کام مزے مزے ہوتا رہا اور جارجی نیلامیئے کے پاس بیٹھا ہر ایک چیز کی فروخت پر اس کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کرنے میں مشغول رہا۔ اتنے میں دو بج گئے اور لنچ کا وقت ہو گیا۔ جارجی ہم سب سے بہت خوش تھا۔ وہ ہنستا گاتا اور اپنے دلکش لطیفوں سے سب کو ہنسائے جاتا تھا۔ نیلامیئے نے بھی ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھایا لیکن گو جارجی نے بہت اصرار کیا تاہم اس نے شراب نہیں پی۔ خیر لنچ ختم ہوا اور اس وقت نیلامیئے نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا۔ آئیے مسٹر جارج! اب اس یہ ہے سبھے کام

کو بھی ختم کر دیا جائے۔ اس پر جارجی بولا۔ ضرور، لیکن میں چاہتا ہوں پولی ہونے سے پہلے ہم لوگ ایک ایک گلاس شامپین کا اور پی لیں۔ کیونکہ جب شراب کا ذخیرہ پک گیا تو پھر آپ لوگ مجھے ایک بوتل کو بھی ہاتھ لگانے نہ دیں گے۔ چنانچہ اسی وقت درجن بھر بوتلیں شامپین کی کھول کر گلاس پر کیے گئے۔ اور جب ہر ایک آدمی ان کو اپنے اپنے ہاتھ میں لے کھڑا ہو گیا تو جارجی کہنے لگا۔ میں ٹوسٹ کی تقریر کرتا ہوں، سنو۔ چنانچہ اس نے کہا۔ یہ جام صحت میں اس آدمی کا پیتا ہوں جس نے یہ مقولہ ایجاد کیا تھا۔ تھوڑی زندگی اور مزے کی۔ سب نے اس کے جواب میں واہ وا اور ہُرّے کے نعرے بلند کیے، اور اپنے اپنے گلاس منہ سے لگا لیے۔ لیکن جارجی نے ایسا کرنے سے پہلے کوئی چیز اپنی جیب سے نکالی۔ گو میں نے اس وقت اس کا کچھ خیال نہیں کیا۔ پھر آنکھ جھپکنے کے عرصہ میں اس نے وہ چیز اپنی شراب میں ڈال لی اور پی گیا۔ اس کے ساتھ ہی فرش زمین پر گرا اور جب ہم نے دیکھا تو مُردہ تھا۔ معلوم ہوا اس نے زہر کھا کے خودکشی کر لی۔"

اس داستان کے خاتمہ پر سننے والا قدرتی طور پر آواز یا اشارہ سے دہشت کا اظہار کرتا جس حالت میں ٹام آسٹن کسی قدر غضبناک آنکھوں سے اس کے چہرہ کی طرف دیکھتا اور اس کے ساتھ ہی حقارت آمیز لہجہ میں کہتا۔ "آپ کی رائے میں اس طرح کا موقع پیش آنے پر ایک مرد شریف کو کیا کرنا لازم تھا؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اسے قید ہو کر سڑکیں کوٹنے یا ایسے ہی اور ادنیٰ کام کرنے چاہئیں؟ معاف کیجیے میرا دوست جارجی اس انداز کا آدمی نہ تھا۔ اور اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو خدا لگتی کہتا ہوں۔ جو لوگ خاندانی شریف ہیں انہیں اپنی شرافت کا ثبوت اسی طرح دینا چاہیے... آپ سمجھے؟"

میرے خیال میں اس قصہ کو پڑھ کر اور اس کے انداز بیان کو دیکھ کر آپ لوگ جو اس سرگزشت کو پڑھ رہے ہیں اس بات کا بہ آسانی اندازہ کر سکیں گے کہ ٹام آسٹن

کن عادات و خصائل کا آدمی تھا۔ اور اس کی موجودگی ہم لوگوں پر جو شاگرد پیشے میں اس کے پاس رہتے تھے کیا اثر پیدا کرتی تھی۔ لیکن اس بارے میں زیادہ تفصیلات میری رائے میں بے سود ہیں۔ تمام آسٹن کی خوبیوں کا اندازہ کرنے کے لئے یہی حالات کافی ہوں گے۔ پس میں اس کا ذکر چھوڑ کے بعض اور ضروری معاملات پر رجوع کرتا ہوں۔

یہ بات قبل ازیں بیان ہو چکی ہے کہ ایک بار مطالبات کا سلسلہ شروع ہو جانے کے بعد آئے دن نئے نئے اجراء قریباً مسلسل ہونے لگے تھے۔ اور کیا شہر اکسیٹر اور کیا گردونواح کے باقی مقامات۔ ہر جگہ کے بیوپاری جو قبل ازیں خاندان ریونس ہل کو سامان مہیا کرتے رہتے تھے اب اپنی اپنی رقموں کی وصولی کی فکر کرنے لگے تھے۔ ان ہی دنوں خبر پہنچی کہ وہ قرضخواہ جو لندن میں آباد تھے' شہر والے مکان اور رچمنڈ کے پاس ریونس ہل ہاؤس والی عمارت پر قبضہ جمانے لگے ہیں۔ اس طرح پر یہ بدنصیب گھرانا جس سرعت رفتار سے فنا کی راہ آگے چلنے لگا تھا اس کا صحیح اندازہ کرنا بہت دشوار نہیں ہو سکتا۔ اس کا اثر املاک کے صرف ایک حصّہ تک نہیں' ایک مقام تک بھی نہیں' ساری جائداد پر ایک ساتھ پڑنے لگا تھا۔ اور اس کی رفتار جنگل کی تیز آگ کی مانند حیرت انگیز سُرعت سے پھیلنی شروع ہو گئی تھی۔ جہاں کہیں خاندان ریونس ہل کی تھوڑی بہت جائداد موجود تھی' قانون کا پنجۂ آہنی اس کو اپنی گرفت میں لینے کے لئے پھیلنے لگا تھا۔ ان ایّام میں بیگم صاحبہ ہر وقت اپنے ہی کمرہ میں بند رہتی تھیں اور بڑے سرکار کبھی مکان کی ڈیوڑھی سے قدم باہر نہ نکالتے تھے شاذونادر حالتوں میں وہ ایسا کریں بھی تو پائیں باغ کی حدود تک جاتے جس طرح چڑیاں منطقہ حارہ کی دھوپ سے محفوظ رہنے کے لئے' چمتنارے درختوں کی ٹہنیوں میں چھپ جاتی ہیں۔ اب نہ وہ اکسیٹر جاتے' نہ بربادی کی ہیبت ناک لہر کو جو سر اونچی اٹھی چلی آتی تھی روکنے کی کوئی اور کوشش کرتے تھے۔ مگر میری اپنی رائے میں

اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اب ان میں کچھ کرنے کی طاقت باقی نہ تھی بلکہ اس کے برعکس ان کی حالت اس آدمی سے ملتی تھی جو اپنی جان بچانے کے لئے ایک بے اہمیت تنکے کا سہارا لینے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ لیکن وہ مجبور تھے۔ ان کے لئے کوشش کے سب دروازے بند ہو چکے تھے۔ کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر وہ صبر و قناعت کی حالت میں تباہی کی بڑھتی ہوئی رَو کی آمد کا اسی طرح بے بس ہو کر انتظار کر رہے تھے جس طرح تنکا ہوا پیراک آبشار نیاگرا کے پرشور پانیوں کے مقابلہ سے عاجز ہو کر رہ جاتا ہے۔

علاوہ بریں لارڈ ریڈنس ہل کو غالباً اس بات کا بھی علم ہوگا کہ بدترین واقعات ابھی ظہور میں آنے باقی ہیں۔ اور گو آئے دن نئے سے نئے اور سخت سے سخت صدمے نازل ہو رہے تھے تاہم اپنے دل میں ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ان سے بدتر اور بدترین ابھی باقی ہیں۔ رفلے اور ٹام آسٹن کی آمد سے تین ہفتے بعد مسٹر بوسٹیڈ نے بھی دس ہزار پونڈ کی وصولی کے لئے اجراء کرائی۔ جو اُن ہنڈیوں کی رقم تھی جنہیں اس نو دولت یافتہ شخص نے قصداً مختلف ساہوکاروں سے خریدا تھا۔ میری رائے میں یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ ہز لارڈشپ نے اس صدمہ کی شدت کو باقی سب باتوں سے زیادہ محسوس کیا۔ اور ایسا ہونا قدرتی بھی تھا۔ اوّل تو اسے یہ سوچ کر سخت افسوس ہوا ہوگا کہ کیوں اس نے از راہ حماقت اس تعلق کو جو بوسٹیڈ والوں سے قائم ہو گیا تھا اس رعونت اور بدمزگی سے منقطع کیا کیونکہ ہر چند اسے اس کی بیگم اور والٹر ان تینوں کو بوسٹیڈ والوں کا رشتہ ناپسند تھا تاہم اس کی موجودگی میں اس ذلت سے تو بچاؤ تھا۔ اس انتہا کا اندیشہ تو نہیں تھا۔ دوسرے یہ خیال بھی قدرتی طور پر اس کے لئے سوہانِ روح تھا کہ اس رشتہ کے قائم رہنے سے جس کی تقویت کے لئے خود ان کی طرف سے زیادہ زور دیا جا رہا تھا خاندان ریڈنس ہل کے لئے اپنی آبرو بنائے رکھنے کے اسباب موجود تھے۔ نہ صرف بوسٹیڈ والوں کی دی ہوئی دولت سے قرضخواہوں کو ٹالا جا سکتا تھا۔ بلکہ آئندہ کی ضرورتیں بھی

بطریقِ احسن پوری ہو سکتی تھیں۔

مسٹر بوسٹیڈ کے حاصل کردہ اجراء کے ایک ہفتہ بعد ایک وکیل لندن سے آیا، اور اس نے مقامی افسروں کی مدد سے مرتہنوں کی طرف سے جائداد پر قبضہ کر لیا معلوم ہوا کہ یہ طریقہ ان کاغذات کی موجودگی میں جن پر ہزلارڈشپ نے از راہ حماقت مسٹر وانسرٹ ڈوینس ہل سے دستخط کرا لئے تھے قابلِ عمل اور جائز تھا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ماہ کے اندر ہی اندر ہزلارڈشپ کی ساری جائداد منقولہ و غیر منقولہ افسرانِ قانون کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ حتیٰ کہ ایک شخص کے بدلے کئی شخص جائداد پر قابض ہو گئے۔

لیکن اس دوران میں مستقبل کی نسبت ایک لفظ تک نوکروں سے نہ کہا گیا تھا یعنی اس بارے میں کہ عنقریب ان سب کو ملازمت سے علٰیحدہ ہو جانا پڑے گا۔ حالانکہ اس طرح کا واقعہ پیش آنا حالاتِ موجودہ میں یقینی تھا۔ چنانچہ کسی ایک آدمی کو بھی ملازمت سے علٰیحدگی کا نوٹس نہیں دیا گیا۔ رہ گئی تنخواہ تو اس کا حساب مہینوں پیچھے پڑ چکا تھا پہلے تو خیر یہ تھا یا کی کوئی قسط کبھی کبھار مل جایا کرتی تھی لیکن اب صاف ہی جواب تھا بس سارے معاملے سخت بے ترتیبی میں پڑے تھے اور ہزلارڈشپ کی مشکلات کو دیکھتے کوئی نوکر اس بے رحمی کا مرتکب بھی نہ ہو سکتا تھا کہ اس طرح کی حالت میں مالی معاملات کا ذکر چھیڑے۔ اس جگہ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ہر چند گرد و نواح کے شرفاء حسبِ معمول ہال میں آتے رہا کرتے تھے۔ یعنی ان کی آمد اسی طریقہ پر جاری تھی گویا کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا ہو۔ تاہم دربان کی طرف سے ان سے یہ کہہ کر معذرت کر دی جاتی تھی کہ سرکار گھر پر نہیں ہیں۔ یا بیگم صاحبہ بیماری کی وجہ سے اپنے کمرہ سے باہر نہیں آسکتیں۔ یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ اب وہ پُر تکلف دعوتیں اور ناچ رنگ کے جلسے جو پیشتر آئے دن ہوتے رہتے تھے بالکل موقوف ہو گئے۔ ہال کے وسیع کمرے عیش و طرب کے نظاروں سے خالی اور خوشی کے قہقہوں سے محروم تھے۔ نہ وہ اگلی روپہلی آوازیں

اُن کی چار دیواری میں سُنائی دیتی تھیں۔ موسیقی کے دلکش ترانے مکان کی ہیبت ناک خاموشی کو قطع کرتے تھے۔ اس کے باوجود اگر طاقتی ہنگامہ میں رونق کے اسباب پوشیدہ ہوتے ہیں تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نمائندگانِ قانون کی آمد و رفت سے ایک عجیب طرح کی جوش آمیز حالت ہر وقت قائم رہتی تھی۔ اور گو یہ حالت مکان میں رہنے والوں میں سے ہر شخص کے لئے رنجدہ اور موجب تکلیف تھی۔ تاہم اس کی وجہ سے دن رات ایک چہل پہل ضرور لگی رہتی تھی۔

مسٹر ٹام آسٹن کو ہمارے مکان پر آئے قریباً پانچ ہفتے گذر گئے تھے کہ ایک روز قبل دوپہر میں جب ڈیوڑھی میں کھڑا دربان کے ساتھ باتیں کر رہا تھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مسٹر بوسٹیڈ کی شاندار گاڑی جو آپس کے بگاڑ کے بعد پھر نظر نہ آئی تھی دروازہ کے باہر آ کر ٹھہری۔ دروازہ کھلا اور خود بوسٹیڈ اس سے اترا۔

دربان نے اس کو دیکھا۔ اور اس طرح کی حالت میں گویا اس کے چہرے پر امید کی نئی شعاع پیدا ہو گئی ہو۔ اس نے مجھ سے کہا "جوزف۔ ذرا جا کر دیکھو تو وہ کیا چاہتا ہے؟"

میں دروازہ کی سیڑھیوں سے دوڑتا ہوا اترا جس پر مسٹر بوسٹیڈ نے مجھ سے کہا "ہز لارڈشپ نے مجھ سے یہاں آنے کے لئے درخواست کی تھی۔ تم ذرا جا کے میری طرف سے اتلاہ (اطلاع) کر دو۔"

اگر اس موقعہ پر مس یوفیمیا موجود ہوتی تو یقیناً اپنے باپ کی غلطی کی فوراً اصلاح کر دیتی لیکن وہ اکیلا تھا۔ اس کی بیوی اور بیٹی ساتھ نہ تھی۔ چنانچہ میں اس کو اپنے ساتھ کھانا کھانے کے کمرہ میں لے گیا اور ایک دوسرا نوکر اس کی آمد کی اطلاع ہز لارڈشپ کو دینے کے لئے اوپر کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ اس کے چند منٹ بعد لارڈ ڈیونس ہل سیڑھیوں سے اترے اور گو حال کے چند ہفتوں میں ان کے چہرہ کی زردی سپیدی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ تاہم میں نے دیکھا کہ اس موقعہ پر ضبط و سکون کے گہرے آثار ان کی آنکھوں میں نمودار

تھے جس سے پایا جاتا تھا کہ اگر مصالحت کی کوئی صورت ممکن ہوئی تو اس سے فائدہ حاصل کرنے میں دریغ نہ کیا جائے گا۔ اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر بھی کسی طرح کی مایوسی ظاہر نہ ہونے دی جائے گی۔ میری نظروں کے سامنے وہ اس کمرہ میں داخل ہوئے جہاں مسٹر بوسٹیڈ پہلے سے بیٹھا ہوا انتظار کر رہا تھا۔ اور قریباً دو گھنٹے وہ دونوں وہیں بند رہے۔ بعد ازاں جب وہ باہر نکلے تو لارڈ ریونس ہل مسٹر بوسٹیڈ کو ڈیوڑھی کی دہلیز تک چھوڑنے ساتھ گئے۔ اور جب آخر کار بوسٹیڈ اپنی گاڑی پر سوار ہوا تو ہز لارڈشپ نے اخلاق کے ساتھ گردن خم کی۔ جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے اس واقعہ کے سلسلہ میں کئی طرح کی چہ میگوئیاں نوکروں میں شروع ہو گئیں۔ اور ہر شخص کہنے لگا کہ اب ضرور معاملات کی حالت میں کوئی تبدیلی ہوگی۔ چنانچہ جب اس کے دوسرے دن ہز لارڈشپ نے یہ حکم دیا کہ والٹر کا کمرہ اس کی واپسی کے انتظار میں تیار رکھا جائے۔ تو اس سے ان امیدوں کو اور بھی تقویت ہوئی۔ اسی دن دوپہر کو ایک چواسپہ سفری گاڑی دروازہ پر آکر ٹھہری اور مسٹر والٹر اس سے اُترے۔

لیکن اے راحم خدا! ان کی حالت اب کس قدر بدلی ہوئی تھی۔ چہرہ زرد اور اُترا ہوا۔ جس شخص نے سات آٹھ مہینے پیشتر ان کو دیکھا تھا اس کی نظروں میں وہ سالہا سال بڈھے ہو چکے تھے۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ وہ اپنے اگلے وجود کا محض سایہ رہ گئے تھے۔ گاڑی کو آتا دیکھ کر لارڈ ریونس ہل بھی اپنے بیٹے سے ملاقات کرنے کے لئے اپنے کمرہ سے باہر نکل آئے۔ اور گو وہ بغلگیر ہونا چاہتے تھے تاہم والٹر کا سلوک میں نے دیکھا سرد مہری کا پہلو لئے ہوئے تھا۔ اور وہ تبسم بھی جو ایک ثانیہ کے لئے اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوا، پھیکا بے رنگ اور مصنوعی تھا۔

باب ۲۰

پراسرار خاتون چٹھی

اس کے دوسرے دن واقعات حال کے سلسلہ ناخوشگوار کے بعد پہلی مرتبہ لیڈی روفنس ہل بھی اپنے کمرہ سے باہر نکلیں اور اس وقت میں نے دیکھا کہ ان کے چہرہ کی رنگت لارڈ ریوفنس ہل اور والرٹ کے چہروں سے کچھ کم پیلی نہ تھی۔ معمولاً وہ ایک گداز بدن کی صحت ور عورت تھی لیکن اب اس کا جسم سوکھ کر کانٹا ہوگیا تھا۔ اور اگلی سطوت کے بعید تر آثار بھی اس کے چہرہ پر موجود نہ تھے جیسا کہ اس کی عادت تھی اب بھی اس نے نہایت نفیس لباس پہنا ہوا تھا۔ گو یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ اس کے سوکھے اور لاش سے ملتے ہوئے بدن پر ان کپڑوں کی موجودگی انتہا درجہ مضحک اور بے جا تھی۔ اس روز سہ پہر کو بوسٹیڈ والوں کی گاڑی پھر ایک بار ہال کے دروازہ پہ آکر ٹھہری۔ مگر اس بار مسز بی ... اور یوفیمیا بھی بوسٹیڈ کے ساتھ تھیں۔ اس موقعہ پہ وہ لوگ قریباً آدھا گھنٹہ ٹھہرے اور جب اس کے بعد رخصت ہونے لگے تو لارڈ ریوفنس ہل اور والرٹ ان کو گاڑی تک چھوڑنے ساتھ گئے۔ اور میں نے دیکھا کہ اس موقعہ پہ یوفیمیا پھر ایک بار والرٹ کے بازو پہ جھکی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب صریحاً یہ تھا کہ فریقین میں پھر ایک بار مصالحت ہوگئی اور وہ شادی جو فسخ ہوئی تھی اس کی تیاریاں نئے سرے سے ہونے لگی ہیں۔

اگلے دن بوسٹیڈ والے پھر آئے اور اب کی بار انہوں نے ایک گھنٹہ قیام کیا اس پہ بھی دیکھا گیا کہ وہ لوگ جاجداؤں کے سلسلہ میں جائداد پہ قابض ہو کے بیٹھے تھے بدستور جمے رہے بظاہر کوئی اطلاع ان کو معاملات کی اصلاح کے بارے میں نہ ملی تھی۔ سارے حالات اس وقت تک پہ وہ نمازیں پہنچے ہوئے تھے۔ البتہ اس دوسرے دن کی ملاقات کے بعد شام کے وقت

میرے دوست چارلس لنٹش نے کچھ حالات اس بارے میں مجھ سے بیان کیئے۔

"بات یہ ہے" اس نے کہنا شروع کیا۔ "مسٹر والٹر ریونس ہل کی شادی کل اجازت خاص سے مس بوسٹیڈ سے ہو جائے گی۔ رسم نکاح ہال میں ادا ہونی قرار پائی ہے اور اس موقعہ پر کسی طرح کی دھوم دھام بالکل نہ ہوگی۔ نہ مہمانوں کو مدعو کیا جائے گا نہ کوئی اور تیاری ہوگی۔ اور رسم شادی سے فراغت پاتے ہی مسٹر ریونس ہل دلہن کو ساتھ لے کر لارڈز کے روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن خبردار اس کا ذکر دوسرے نوکروں سے نہ کرنا۔ ممکن ہے میں بھی اس راز سے بے خبر رہتا۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ شادی کے بعد وہ جب روانہ ہونگے تو مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اس کے علاوہ یوں بھی ان کو مجھ پر بھروسہ ہے۔ کیونکہ یاد ہوگا ڈوئل کے بعد جب وہ عدم ادائیگی تنخواہ کے سلسلہ میں مجھ کو رخصت کرنا چاہتے تھے تو میں نے یہاں تک ان سے کہہ دیا تھا کہ آپ خواہ مجھے ایک کوڑی بھی نہ دیں میں آپکو چھوڑ کر نہ جاؤں گا۔"

"تو اس صورت میں" میں نے سارا حال سن کر جواب دیا۔ "غالباً قرضے سب ادا کر دیئے جائیں گے اور یہ لوگ جو قرق امین کی طرف سے جمے بیٹھے ہیں عنقریب رخصت ہو جائیں گے۔ آہ چارلس" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "اگر ایسا ہو تو واقعی ہزللڈ شپ کے حق میں یہ ایک نہایت مبارک تبدیلی ہوگی۔"

"مگر جو رقم یہ سب مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیئے ہے" لنٹش نے مجھ سے کہا۔ "یعنی ایک مجبوری ہے کہ مسٹر والٹر ریونس ہل خاندان کی عزت کو بچانے کے لئے اپنے آپکو قربان کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں ورنہ وہ ہرگز ہرگز اس انتظام پر تیار نہ ہوتے۔ تم اس شخص بوسٹیڈ کی عیاری دیکھو۔ جب تک رسم نکاح ادا نہ ہو جائے وہ ایک حبہ تک دینے کو تیار نہیں۔ اس لئے میرے خیال میں شادی ہونے کے وقت تک یہ سب قانونی ضابطے حسب معمول چلتے رہیں گے۔ اور اس کے بعد دم آخر میں بڈھا بوسٹیڈ اپنی

دولت کی تھیلیاں کھونے گا۔ لیکن میں پھر تاکید کرتا ہوں اس کے متعلق ایک لفظ تک دوسرے نوکروں سے نہ کہنا۔ بات تم ہی تک رہنی چاہیئے ۔"

میں نے وعدہ کیا۔ اور اس طرح یہ راز میرے اور چارلس لنتی کے سوا باقی سب نوکروں سے محفوظ رہا۔ قیاسات تو بے شک ہر شخص نے اپنے جی میں کئے ہوں گے تاہم اصل حقیقت کا علم ان میں سے کسی کو نہ تھا۔ اور یہ بات تو یقینی طور پر ہر ایک آدمی سے پوشیدہ تھی کہ شادی کی رسم اس قدر جلد ادا ہونے والی ہے لیکن اس سے اگلی صبح کو ایک ایسا واقعہ ظہور میں آیا جس نے میرے خیال میں ان سب امیدوں پر جو نوکروں کے دلوں میں پیدا ہوئی تھی پانی پھیر دیا ہو گا۔ کیونکہ اس روز سویرے ہی مسٹر روڈلے ایک نیلا مئے کو ساتھ لے کر اکسیسٹر سے آ پہنچا۔ اور اعلان جاری کیا گیا کہ قرقی کا نیلام پرسوں سے شروع ہو جائے گا۔ قابل فروخت سامان کی فہرستیں پہلے ہی چھپ کر تیار ہو چکی تھیں۔ اب ہر ایک چیز پر نمبروار لیبل لگنے شروع ہوئے اور اس کام میں نہ صرف اہلکاران عدالت نے بلکہ گھر کے نوکروں نے بھی حصہ لینا شروع کیا۔ کیونکہ دار وغہ نے سب آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ ہز لارڈ شپ نے اپنے آپ اس کا حکم دیا ہے۔ تاکہ اہلکاران قانونی کو اندرونی نجی کمروں میں جانے کی حاجت نہ رہے۔ اس وقت میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ رسم شادی کا اس طرح کے حالات میں ادا ہونا جبکہ گھر کی ہر ایک چیز، ہر ایک زیور، یہاں تک کہ بے حقیقت سے بے حقیقت سامان بھی ٹکٹ لگ کر فروخت ہونے کے لئے تیار تھا۔ کتنا بھیانک ہو گا جو مٹیڈ والے اس روز بھی حسب معمول آئے اور میں نے دیکھا کہ ہز لارڈ شپ کا سلوک ان کے ساتھ پہلے کی نسبت بہت زیادہ اخلاق آمیز تھا۔ رہ گیا مسٹر والرٹ۔ تو یونیا سے اس کا برتاؤ محض رسمی تھا۔ جو کسی مرد مہذب کا ہو سکتا ہے یعنی سرد، محتاط اور کھنچا ہوا اور اس سے بہتر میں نہیں جانتا ہو بھی کیو نکر سکتا تھا۔

اسی دن شام کا ذکر ہے کہ میں اپنے کاموں سے فراغت پاکر غروب آفتاب کے

وقت جبکہ میں قدمی کہنے ہال سے باہر نکلا۔ خیال ہے کہ میں اپنے ہی خیالات میں اُلجھا ہوا ہال سے قریباً ایک میل کے فاصلہ پہ پہنچا تھا کہ ناگاہ میں نے ایک عورت کو سامنے سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ قریب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ خوش قد، نوجوان اور خوبصورت تھی۔ اس کی عمر اکیس سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ خط و خال موزوں، قامت دراز اور ایک عجیب طرح کی سطوت و رعنائی اس کی چال میں پائی جاتی تھی۔ سر کے بال سیاہ، آنکھیں گہرے نیلے رنگ کی مگر چہرہ پہ زردی کے آثار نمودار تھے۔ گو اس کی حالت میں یہ زردی قدرتی معلوم نہ ہوتی تھی۔ ممکن تھا وہ فکر کا نتیجہ ہو یا تھکن کا، یا شاید ان دونوں حالتوں کا اشتراک کا۔ پھر جب ہم بالکل ایک دوسرے کے پاس پہنچ گئے، تو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی خوشنما آنکھوں میں بے تابی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اور گو معلوم ہوتا تھا وہ کوئی بات مجھ سے کہنا چاہتی ہے تاہم وہ جرأت نہ کر سکی۔ اور چونکہ اس نے مجھ کو مخاطب نہ کیا اس لئے میں بھی کچھ دریافت کئے بغیر چپ چاپ اس کے پاس ہو کر گذر گیا۔ لیکن اندازاً بیس قدم آگے جا کر میں یہ سوچتا ہوا ٹھہر گیا، کہ وہ کون ہے؟ کس لئے شام کے وقت تنہا پیدل چل رہی ہے۔ اور کیا وہ ہال کی طرف جانا چاہتی ہے یا کہیں اور؟ اس وقت میری نگاہ بے خبری میں پھر ایک بار پیچھے کی طرف گئی تو وہ اسی مقام پہ کھڑی ہوئی میری پشت کی طرف دیکھ رہی تھی۔ میں سوچ میں پڑ گیا کیا مجھے واپس جا کر اس سے پوچھنا چاہیئے وہ کون ہے اور کیا چاہتی ہے؟ ممکن ہے وہ راستہ بھول گئی ہو اور کسی خاص مقام کا پتہ دریافت کرنا چاہتی ہو۔ انہی فکروں میں کھڑا تھا کہ اس نے اشارہ سے مجھ کو اپنے پاس بلایا۔ اور میں اس کی تعمیل میں فوراً مڑ کر اس کی طرف لوٹ آیا۔ لیکن میرے پاس پہنچ جانے کے بعد بھی وہ متامل نظر آئی۔ گویا اس شش و پنج میں تھی کہ جو کچھ کہنا چاہتی ہے کہے یا نہ کہے۔ آخر ایک زور دار کوشش کے ساتھ اس نے اپنا رہا سہا تامل دور کیا اور کہنے لگی: "تم کیا لارڈ ڈیونس ہل کے ہاں نوکر ہو؟"

"ہاں میڈم" میں نے جواب دیا" اور اگر کوئی خدمت میرے لائق ہو تو فرمائیے"
ایک دفعہ پھر اس نے گہری متجسس نظروں سے میری طرف دیکھا اس کے بعد اس انداز سے بڑبڑاتے ہوئے گویا الفاظ بے خبری میں اس کے منہ سے نکل رہے تھے وہ کسی قدر اونچی آواز سے کہنے لگی: "میرے خیال میں تم قابل اعتماد نظر آتے ہو۔ تمہاری صورت ہی ایسی ہے... یقیناً تم مجھ پر ایک عنایت کر سکو گے..." اور پھر دفعتاً رک کر "میں بہرحال اس کا معقول معاوضہ دوں گی"۔

"میڈم" میں نے اس کے جواب میں کہا "میں انعام یا معاوضہ کا بھوکا نہیں۔ تاہم جو خدمت آپ چاہیں کرنے کے لئے تیار ہوں۔ فرمائیے وہ کیا کام ہے؟"
"معلوم ہوتا ہے وہ اندازہ جو میں نے تمہاری نسبت قائم کیا غلط نہ تھا" اس نے کسی قدر خوش ہو کر کہا "یقیناً تم بہت اچھے لڑکے ہو۔ اور میں امید کرتی ہوں کہ تم میرے الفاظ سے ناراض نہ ہو گے۔ تاہم میں درخواست کرتی ہوں کہ جو کچھ میں اب کہنا چاہتی ہوں، اس کو سن کر غصہ نہ کرنا"۔
اس کی آواز اتنی شیریں اور گفتگو اس قدر میٹھی تھی، نیز کچھ ایسا وقار اس کے انداز میں پایا جاتا تھا کہ میں اس کی خاطر ہر طرح کا کام کرنے کو آمادہ ہو گیا۔ وہ پہلے کی نسبت زیادہ بے چین اور پر جوش نظر آنے لگی۔ گویا امید و بیم کا عجیب اشتراک اس کے سینہ میں جد و جہد کر رہا تھا۔

"بانو۔ غصہ کرنا میری عادت کے خلاف ہے" میں نے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ مجھ کو پورا یقین ہے کہ آپ جو کام بھی میرے سپرد کریں گی، وہ خلاف عزت نہ ہو گا۔ اور میں اس کو جائز طریقہ پر سرانجام دے سکوں گا"۔
"کم از کم اس بات کا وعدہ کرو" وہ جلدی سے کہنے لگی "کہ اگر تمہیں اس درخواست کی منظوری میں کسی طرح کا تامل ہو گا تو تم اس جگہ میری آمد اور ملاقات اور اس درخواست

کا حال جو میں کرنا چاہتی ہوں کسی دوسرے آدمی سے بیان نہ کروگے کیونکہ گو وہ درخواست نہایت معمولی ہے تاہم ممکن ہے تم اس کو عجیب سمجھ کر اس کے قبول کرنے میں تامل کرو۔"

"میں اس بات کا سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

اس نے اپنا ہینڈ بیگ کھول کر ایک بند رقعہ نکالا۔ مگر میں نے دیکھا ایسا کرتے ہوئے اس کا ہاتھ بڑے زور سے کانپ رہا تھا اور اس کے زرفام رخساروں پر پہلے خون کی سرخی نمودار ہوئی، پھر اس کے بعد فوراً غائب ہو گئی، جس سے اس کی رنگت پہلے سے بھی زیادہ پیلی نظر آنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کوئی بہت بڑی ذہنی کشمکش اس کے سینہ میں جاری ہے جس میں کبھی اس کی نسوانی شرم اور کبھی کوئی دوسرا لطیف احساس غلبہ پالیتا تھا۔ اس نے ایک بار اس رقعہ کی طرف دیکھا۔ ایک عجیب تامل اور روک اس کی ہر ادا سے ظاہر ہو رہی تھی۔ لیکن اس کے بعد جلدی ہی فیصلہ کر کے کہنے لگی۔ "میں یہ چاہتی ہوں کہ تم اس رقعہ کو جس قدر جلد ممکن ہو، انتہائی پوشیدہ طریقہ پر یعنی رازداری کا پورا خیال رکھ کے مسٹر رپونس ہل کو پہنچادو۔"

"میں اس ارشاد کی تعمیل کا وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ اور سچ پوچھئے تو میرے لئے انکار کی گنجائش بھی کیا تھی۔ ایک خوبصورت اور جوان، ظاہرا شریف خاتون کسی مدعائے نامعلوم کے لئے اس خط کو جلد از جلد پوشیدہ طریق پر مسٹر والٹر رپونس ہل کے ہاتھوں تک پہنچانے کی درخواست کرتی تھی، اور میرے لئے اس میں کسی دقت کا سامنا نہ تھا پس میں فوراً آمادہ ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی خاتون موصوف سے کہا: "اس وقت سے ایک گھنٹے کے اندر اندر یہ خط مسٹر رپونس ہل کے ہاتھوں تک پہنچا دیا جائے گا اور میں اس بات کا خیال رکھوں گا کہ کوئی مجھے ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھے۔"

"اس وعدہ کے لئے میں تمہارا سو ہزار بار شکریہ ادا کرتی ہوں۔" اس نے جلدی سے کہا اور اس کے بعد پھر اسی رکتے ہوئے انداز سے اس نے ہینڈ بیگ سے اپنا بٹوہ نکالا اور

اسے کھولتے ہوئے کہنے لگی۔ "غالباً یہ بات گستاخی میں داخل نہ سمجھی جائے گی ۔۔۔ "

"نہیں نہیں۔ اس کے لئے میں پھر آپ سے معافی چاہتا ہوں۔" میں نے اس کا مطلب سمجھ کر فوراً ہی جواب دیا۔ "یقین کیجئے کہ اس کے بغیر ہی آپ کا کام بڑی احتیاط اور ایمانداری کے ساتھ پورا کیا جائے گا۔" اور یہ کہہ کر میں وہیں سے ہال کی طرف لوٹ آیا۔

اس کے چند منٹ بعد جب میں نے ایک دفعہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا، کہ ایک سفری گاڑی اس سڑک پر پیچھے کی طرف جا رہی ہے، جو باغ کا طواف کرتی ہوئی گذرتی تھی۔ اس لئے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ خاتون اسی گاڑی پر سوار ہو کر اس جگہ آئی تھی۔ اور اب اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس جا رہی تھی۔ غیر معمولی تیزی کے ساتھ چلتا اس طرح کی حالت میں گویا میں کوئی نیک خبر لئے جا رہا تھا۔ حالانکہ واقعہ میں مجھے اس چٹھی کے مضمون کا کچھ بھی علم نہ تھا۔ میں ہال کی طرف چلتا گیا۔ قریب پہنچا تو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ خود مسٹر ڈیونس ہل کوٹھی سے باہر آ رہے ہیں۔ میرے خیال میں وہ سیر کرنے، یا اپنے رنجیدہ خیالات پر کڑھنے کے لئے، باہر آ رہے تھے۔ میں سیدھا ان کی طرف گیا۔ اور جب ان کے پاس جا کر ٹھہرا تو انہوں نے غالباً میرے چہرہ کے آثار کی بنا پر یقین کر لیا کہ میں کوئی غیر معمولی اہمیت کی خبر لے کر آیا ہوں۔

"کیوں جوزف کیا بات ہے؟" انہوں نے جلدی سے پوچھا۔ "کیا کوئی نئی افتاد نازل ہوئی ہے؟" اور یہ کہتے ہوئے ان کے چہرہ پر رنج و تکلیف کے آثار پیدا ہوئے۔

"خدا نہ کرے ایسا ہو؟" میں نے جلدی سے جواب دیا اور اس کے بعد خط پیش کرتے ہوئے "کم از کم میرا یہ خیال نہیں؟"

مسٹر والٹر ڈیونس ہل نے لفافہ کی خوشنما زنانہ تحریر دیکھتے ہی پہچان لیا اور آن واحد میں ان کے چہرہ پر فکر و تشویش کی جگہ حیرت اور خوشی کے آثار نمودار ہو گئے۔ نیم بے خبری کی حالت میں انہوں نے کہا۔ "آہ! یہ کس نے تم کو دیا تھا اور کون اسے لکھا یا ہے؟"

اس کے بعد میرے جواب کا انتظار کئے بغیر انہوں نے جلدی سے لفافہ چاک کیا اور مضمون پڑھنے لگے۔ غالباً صرف چند سطریں اس میں لکھی ہوئی تھیں کیونکہ انہوں نے جلدی ہی اس کو دیکھ ڈالا۔ تاہم معلوم ہوتا تھا کوئی غیر معمولی اطلاع اس رقعہ میں درج تھی۔ کیونکہ لہجہ مسرت میں ان کے منہ سے نکلا: "خدا کا شکر ہے"۔ اور پھر فرط مسرت سے انکی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کوئی بھاری بوجھ ان کے دل سے ہٹ گیا ہے اور اب اطمینان کا احساس آنسوؤں کی راہ سے خارج ہونے لگا ہے۔ ایک لحظہ سے کچھ زیادہ عرصہ وہ اسی حالت میں رہے اور یہ عالم اس وقت ان کی بے خبری کا تھا کہ وہ میری موجودگی کو بھی بھول گئے۔ پہلے میرے جی میں آئی تھی کہ خط ان کے ہاتھوں میں پہنچانے کے بعد وہاں سے چلا آؤں۔ لیکن پھر سوچا کہ ممکن ہے انہیں اس کے متعلق کچھ اور سوالات مجھ سے پوچھنے ہوں۔

"جوزف"! آخر کار مسٹر رونس ہل نے خط کو دوبارہ تہ کرتے ہوئے کہا: "کس نے یہ خط تم کو دیا تھا۔ فوراً جواب دو اور کوئی بات چھپا کر نہ رکھو"!

"سرکار ایک نوجوان خاتون نے..."

"آہ۔ معلوم ہوتا ہے وہ خود اسے لے کر آئی تھی۔ اچھا اور اس کے علاوہ اس نے زبانی کیا کہا تھا؟"

"اس نے محض یہ حکم دیا تھا کہ میں یہ خط آپ کے پاس پہنچا دوں"! میں نے جواب دیا۔ "اور میں فوراً اس کے لئے آمادہ ہوگیا..."

"اور کیا یہ بھی اس نے کہا تھا کہ اس معاملہ کو ہر طرح پوشیدہ رکھنا"؟ مسٹر والسٹر نے قطع کلام کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی اس کے متعلق بھی انہوں نے بہت تاکید کی تھی۔ اور میں اس ہدایت پر یقیناً عمل کروں گا"۔

"جوزف تم بہت اچھے لڑکے ہو" میرے نوجوان مالک نے خوش ہو کر کہا: "اور میں تمہاری اس خدمت کا کھلے دل سے معاوضہ دوں گا"

"نہیں سرکار" میں نے جواب دیا۔ "وہ خاتون بھی اپنی طرف سے مجھ کو انعام دینا چاہتی تھی مگر میں نے بڑے ادب سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے آپ مجھ کو مجبور نہ کریں"

"اچھا جوزف جاؤ۔ اپنا کام کرو" مسٹر یونس ہل نے امید و راحت کے نئے احساس کے زیر اثر جو بظاہر اس خط کے مطالعہ سے پیدا ہوا تھا کہا: "لیکن خدا کے لئے اس معاملہ کے بارے میں ایک حرف تک کسی سے نہ کہنا"

"سرکار میں اس کا سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں" میں نے جواب دیا: "اور یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس طرح کی حماقت اور وعدہ خلافی کبھی مجھ سے سرزد نہ ہو گی" یہ کہہ کر میں اپنے جی میں مسٹر ہ الرڈ کی بدلی ہوئی حالت پر خوش ہوتا ایک طرف کو چل دیا۔

اس رات پھر مجھے ان سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا۔ لیکن جب اس سے اگلی صبح کو میں حسب معمول اپنی خوابگاہ سے اُتر کر نوکروں کے کمرہ میں پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ تین چار نوکر ٹامس آسٹن اور اسی قماش کے بعض اور شخصوں کے پاس بیٹھے ہوئے کسی واقعہ کے متعلق جو میرے لئے بمنزلہ راز تھا پُر جوش لفظوں میں گفتگو کر رہے تھے۔

ٹام آسٹن جیسا اس کا معمول تھا ناشتہ سے پہلے بھوک کا احساس زائل کرنے کو سرد گوشت اور روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا۔ چنانچہ ایک بڑا سا لقمہ چباتے ہوئے اس نے کہا: "یارو۔ اب اس جگہ بیٹھے ہوئے باتیں کرنے سے کیا فائدہ؟ چلو اُٹھ کے اپنا اپنا کام کرو۔ میرا اپنا یہ فرض ہے کہ سب دروازوں اور کھڑکیوں کو احتیاط کے ساتھ بند کرا دوں۔ اور میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ کل رات میں نے پچھلا دروازہ اور باغ کا پھاٹک حسب معمول بڑی احتیاط سے بند کرا دیا تھا"

"تو پھر اور کون تھا جو آدھی رات کے وقت یا صبح کو اور لوگوں کے اُٹھنے سے پیشتر

رخصت ہو جاتا ہے" نوکروں میں سے ایک نے غضبناک ہو کر پوچھا، مسٹر ورڈ تمہارے ہی آدمیوں میں سے کوئی ہو گا۔ بہرحال میں نہیں چاہتا کہ دوسروں کی خطا کے لئے خود جواب دہی کرتا پھروں۔"

اس گفتگو کو سن کر ایک نئی طرح کا شبہ میرے دل میں پیدا ہونا شروع ہو گیا اور میں نے چارلس لنٹن کی تلاش میں ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی۔ کیونکہ میں اس سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس وقت مسٹر ریونس ہل کے کمرہ میں گیا ہے یا نہیں۔ جن کے متعلق یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ بہت سویرے اُٹھنے کے عادی تھے لیکن وہ یعنی چارلس لنٹن کہیں نظر نہ آیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کام چارلس کے سپرد تھے وہ اب تک جوں کے توں پڑے ہیں یعنی اس نے ان میں سے کسی کو ہاتھ نہ لگایا تھا۔ میں اس کو ڈھونڈنے اس کے کمرہ میں گیا لیکن وہ اس جگہ بھی نہیں تھا۔ حیران و ششدر میں پھر نیچے اترآیا اور قریباً آدھا گھنٹہ مزید انتظار کرتا رہا۔ لیکن چارلس لنٹن کہیں نظر نہ آیا۔ مجبور ہو کے میں نے دوسرے نوکروں سے دریافت کیا۔ مگر ان کا جواب بھی نفی میں تھا۔ یعنی ان میں سے بھی کسی نے اس کو نہ دیکھا تھا۔ میں نے گرم پانی کا برتن اُٹھایا۔ اور زینہ پر چڑھ کر خود ہی مسٹر والرٹ کے کمرہ میں گیا۔ وہ خالی تھا اور میز پر ایک بند لفافہ جس پر لارڈ شپ کا پتہ درج تھا رکھا ہوا تھا۔ اس وقت اس کمرہ کو خالی، چارلس لنٹن کو غائب اور چٹھی کو میز پر رکھا ہوا دیکھ کر اُن شبہات نے جو اب تک میرے دل میں متضاد خیالات پیدا کر رہے تھے صورت تصدیق اختیار کر لی یعنی مجھے پورا یقین ہو گیا کہ مسٹر والرٹ فرار ہو گئے۔

خط کو ہاتھ میں لئے ہوئے میں پھر نیچے اترا اور اس واقعہ کا ذکر دوسرے نوکروں سے کیا۔ وہ سب حیران و ششدر رہ گئے۔ اور ہر شخص اس بارے میں اظہار رائے کرنے لگا کہ یہ فوری اور ناقابل فہم گمشدگی کیا معنی رکھ سکتی ہے؟ یوں تو جتنے منہ اتنی ہی باتیں تھیں۔ تاہم ایک خیال پر ہم سب کا اتفاق تھا۔ یعنی یہ کہ مسٹر والرٹ ریونس ہل گھر

سے رخصت ہو گئے اور چارلس لنٹن بھی ان کے ساتھ ہی چلا گیا۔ اس سے دوسرے درجہ پر یہ خیال بھی عام تھا کہ مسٹر والرٹ کی گمشدگی محض اس لئے ہوئی ہے کہ وہ مس بوسٹیڈ سے شادی کرنا نہ چاہتے تھے۔ گو یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان میں سے کسی کو یقینی طور پر معلوم نہ تھا کہ رسم شادی اسی دن ہونی قرار پا چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ میں اگر چاہتا تو اس سوال پر بڑی حد تک روشنی ڈال سکتا تھا۔ کیونکہ مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مسٹر والرٹ کو اس خط کی راقمہ کی صورت میں جو میں نے لا کر دیا تھا، یوفیمیا سے بہتر اور زیادہ خوبصورت دلہن مل گئی ہے۔ تاہم میں خاموش رہا۔ اور نوکروں کو اپنی اپنی معلومات کے مطابق اس بحث میں حصہ لیتے چھوڑ کر وہ خط جو مجھ کو مسٹر والرٹ کی میز پر پڑا ہوا ملا تھا ہز لارڈشپ کو پہنچانے گیا۔

لارڈ ریونس ہل قریباً اسی وقت ناشتہ کے کمرہ میں داخل ہوئے تھے۔ تھالی پر رکھا ہوا لفافہ دیکھ کر کہنے لگے: "اوہ۔ کیا ڈاک لمتنے سویرے آگئی؟"

"نہیں... سرکار" میں نے اس خیال سے کہ اس خط سے ہز لارڈشپ کے دل کو بھاری صدمہ پہنچنا ہے، رکتے ہوئے کہا: "یہ خط مجھ کو... اور... مسٹر ریونس ہل کی میز پر پڑا ہوا ملا تھا..."

"کیا! ... مسٹر ریونس ہل کی میز پر؟... لیکن وہ خود اس وقت کہاں ہے؟" ہز لارڈشپ نے جن کے دل میں فوراً ہی بدترین اندیشے جاگزیں ہو گئے تھے سراسیمہ ہو کر پوچھا۔ اور اس کے بعد جلدی سے وہ خط چاندی کے تھال سے اٹھا کر اس کا لفافہ بے تحاشا چاک کیا پھر جب ان کی نگاہ اس کے مختصر مضمون پر گئی تو ناقابل بیان درد اذیت کی مدھم چیخ بے اختیار ان کے منہ سے نکل گئی۔

میں وہ خط دے کر فوراً ہی باہر نکل آیا۔ اور اس کے بعد قصداً اس کمرہ میں نہیں گیا۔ جہاں دوسرے نوکر جمع تھے۔ کیونکہ میں ان کے سوالات کا جواب دینا نہ

چاہتا تھا پس ناشتہ کی تیاری تک اس گھر سے باہر جاکر باغ کی دورافتادہ روشوں پر بے تابانہ ٹہلتا پھرا۔ مگر جب اس کے بڑی دیر بعد واپس آیا تو دیکھا کہ نوکروں میں اور گھر کے ہر ایک حصہ میں بڑی وحشت پھیلی ہوئی ہے۔ ہز لارڈشپ کے بارے میں معلوم ہوا کہ ناشتے کے کمرہ میں بیہوش پڑے پائے گئے، جس کی اطلاع فوراً بیگم صاحبہ کو دی گئی۔ اور جب اس نے وہاں جاکر اس خط کا مضمون جو ہز لارڈشپ کے ہاتھ سے فرش زمین پر گر گیا تھا پڑھا۔ تو وہ بھی فوراً ہی غش کر گئی۔ غنیمت ہے کہ وہ دونوں ڈاکٹری امداد کے بغیر ہی اس کے تھوڑی دیر بعد ہوش میں آ گئے۔ اور بعد ازاں جو چند شکستہ جملے ہوش میں آنے کے بعد ان کے منہ سے نکلے، ان سے پایا گیا کہ خط کی تحریر میں کونسا راز پوشیدہ تھا۔ معلوم ہوا کہ مسٹر والرٹ سچ مچ اس قابل نفرت شادی سے بچنے کے لئے، جو اس کو اس درجہ ناپسند تھی کسی نامعلوم مقام کو رخصت ہو گیا۔ اور اب اس کا ارادہ ایک اور خاتون سے جو پیشتر اس کے دل پر قبضہ کر چکی تھی شادی کرنے کا تھا۔

اس واقعہ کے ایک گھنٹہ کے بعد ہز لارڈشپ اس قابل ہو گئے، کہ ایک مختصر خط تحریر کر سکیں چنانچہ وہ خط فوراً ہی مسٹر بوسٹیڈ کے نام بھیجدیا گیا۔ اور گو اس کا مضمون ہم سب کے لئے بمنزلہ راز تھا۔ تاہم اندازہ سے یہ معلوم کرنا بہت مشکل نہ تھا کہ اس میں واضح اور صاف لفظوں میں لکھدیا گیا تھا کہ مسٹر یونس ہل اور مس بوسٹیڈ کی شادی اب امر محال و ناممکن ہے۔ اس کے دو گھنٹے بعد ایک چوآسپہ سفری گاڑی دروازہ کے سامنے آکر ٹھہری۔ اور معلوم ہوا کہ لارڈ اور لیڈی ریونس ہل اس پر سوار ہو کر.... شاید ہمیشہ کے لئے .... اس گھر سے رخصت ہونے والے ہیں۔

ہرچند ان خود غرض دنیا ساز میاں بیوی کے لئے کسی طرح کی ہمدردی یا

دم کا احساس بہت مشکل تھا۔ تاہم اس وقت میں اپنے دل میں ان کی سابقہ اور موجودہ حالتوں کا مقابلہ کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کس قدر افسوس کا مقام تھا کہ وہ جو اپنی ملکیتی گاڑیاں رکھتے اور ہمیشہ ان پر سوار ہوا کرتے تھے۔ اس دم آخر میں اپنے آبائی مکان کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہنے کے موقعہ پر ایک کرایہ کی گاڑی میں سفر کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہی وہ گھر تھا جس میں وہ صدہا مہمانوں کو مدعو کر کے عیش و طرب کے جلسے منعقد کیا کرتے تھے لیکن اب وہ اس کی حدود سے سخت زار حالت میں مفلس، محروم اور بے بس رخصت ہو رہے تھے۔ نظارہ انتہا درجہ دردناک تھا۔ ہز لارڈشپ کے حکم خاص سے رخصت کے وقت سارے نوکر شاگرد پیشے ہی میں رہے۔ صرف ایک خادم اور ایک کنیز ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوئے۔ باقی نوکروں کو سامنے آنے کا موقعہ نہ دینے کے خیال میں جو مصلحت تھی وہ ظاہر ہے۔ یعنی اس تباہی اور بربادی میں اس مفلسی و بے نوائی میں بھی ان کا تکبر اس بات کی اجازت نہ دے سکتا تھا کہ وہ لوگ جو کبھی ان کی شان عظمت کے نظارے دیکھا کرتے تھے اس دردناک رخصت کا وقت انگیز نظارہ بھی دیکھیں اس انتظام کو یہاں تک مکمل کیا گیا کہ جس وقت لارڈ اور لیڈی ریونس ہل رخصت ہونے کے لئے ڈیوڑھی میں نکلے۔ تو بڈھے دربان کو بھی اس کی جگہ سے اٹھا دیا گیا۔ اس کے باوجود اس حالت کا نقشہ جب لارڈ اور لیڈی ریونس ہل اپنی موجودہ شکستہ حالی میں اس گھر سے جو زمانہ قدیم سے ان کے آباؤ اجداد کے قبضہ میں چلا آتا تھا، رخصت ہو رہے تھے، ذہن میں قائم کرنا بہت دشوار نہیں ہو سکتا جس وقت وہ آخری بار شاندار زینہ سے اترے اور جب انہوں نے کشادہ ڈیوڑھی سے گذر کر سنگ مرمر کی دہلیز کے باہر پیر رکھا۔ پھر جب وہ اس گاڑی میں سوار ہوئے جو ان کی اپنی آنام دہ گاڑی کے مقابلہ میں نہایت ادنیٰ اور بدنما تھی، تو جو حالت اس وقت ان کے دلوں کی ہوئی ہوگی اس کا صحیح اندازہ تصور ہی میں کیا جا سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں لارڈ ریونس ہل نے اس موقعہ پر

جہاں تک ممکن تھا اپنے جذبات کو دبانے کی کوشش کی۔ اور نخوت کے احساس نے بیگم صاحبہ کو اس موقعہ پر جب وہ اپنے شوہر کے بازو کا سہارا لئے ہوئے چل رہی تھی آنسو منضبط رکھنے پر مجبور کیا۔ تاہم ان کے دلوں پر جو کچھ بیتی ہو گی اس کو خود یا ان کا خالق ہی بہتر جانتا ہے۔ آخر کار گاڑی سایہ دار سڑک پر گذر کر باہر کے پھاٹک کی طرف ہولی لیکن راستہ کے نظارہ کی ہر ایک تفصیل وسیع اور کشادہ باغ کا ہر ایک درخت اور لان پر چرتے ہوئے ہرنوں کی ہر ایک قطار جس طرح ان کے دلوں میں جو با حالِ تباہ اس عالی شان محل سے رخصت ہو رہے تھے۔ رنج و غم کی نا قابل برداشت برچھیاں گھونپتی ہو گی۔ اس کا بہتر اندازہ میرے خیال میں آپ لوگ خود ہی کر سکتے ہیں۔

گاڑی رخصت ہو جانے کے تھوڑی دیر بعد دار وغہ نے سب نوکروں کو ایک ایک کر کے اپنے کمرہ میں طلب کیا اور ان کو اطلاع دی کہ جن لوگوں نے ہزلارڈ شپ کی جائداد پر قبضہ کیا ہے ان کے ساتھ کئے ہوئے سمجھوتے کے مطابق اس قدر روپیہ وصول ہو جائے گا۔ جس سے ہر ایک ملازم کی تنخواہ پوری پوری ادا کر دی جا سکے گی۔ چنانچہ ہر ایک ملازم کے بارے میں حساب کیا گیا کہ اس کی کتنی تنخواہ واجب الوصول ہے فیصلہ یہ ہوا کہ ایک مہینہ کا نوٹس نہ دیا جانے کے معاوضہ میں نوکروں کو ایک ایک ماہ کی تنخواہ زائد ادا کر دی جائے۔ یہ انتظام جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے ہم لوگوں کے نقطہ خیال سے ہر طرح تسلی بخش تھا۔

اس کے دوسرے دن سامان فرنیچر اور باقی اشیاء کا نیلام شروع ہو گیا بہت سویرے کئی قسم کی گاڑیاں دروازہ پر جمع ہونی شروع ہوئیں اور بے شمار لوگ پیدل بھی نیلام دیکھنے کے لئے آئے۔ وہ سب امراء و شرفاء جو ان اطراف میں سکونت رکھتے تھے، اپنی لیڈیوں کے ساتھ گاڑیوں پر سوار ہو کر ان چیزوں کو پسند کرنے کے لیے آئے جو اُن کے لئے کارآمد ہو سکتی تھیں۔ جس کے بعد کئی لوگ تو خود بولی

دینے کے لئے موقعہ پر ٹھہر گئے۔ لیکن کچھ اور اپنے کارکنوں کو اس قسم کا اختیار دے کر واپس چلے گئے۔ ان کے علاوہ ہر قسم کے دلال، سامان فرنیچر کے تاجر، نادرات کے بیوپاری، سُنار اور جوہری، نیز کچھ یہودی بھی گرد و نواح سے، قصبہ اکسیٹر سے اور بعض حالتوں میں اس سے بھی پرے مختلف مقامات سے جمع ہوئے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ لندن سے چل کر بھی آ پہنچے۔ بالکل یہ حالت چارلٹن ہال کی نظر آتی تھی، گویا ایک بہت بڑا میلہ اس جگہ لگا ہوا ہے۔ جس میں ہر شخص خوش خوش پھرتا نظر آتا تھا۔ مگر یونس ہل کے تباہ شدہ خاندان کے لئے ہمدردی کا ایک لفظ بھی کسی کے مُنہ سے بالکل نہ سُنا جاتا تھا۔

کئی وکیل اور عدالتی اہلکار بھی اس موقعہ پر جمع ہوئے۔ خصوصیت سے وہ لوگ جو اجراء کرنے والوں کی طرف سے جائداد پر قبضہ کئے بیٹھے تھے۔ خوب ہی پھولے پھولے پھر رہے تھے۔ البتہ ٹام آسٹن ان میں کہیں نظر نہ آتا تھا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ اس نے اس قابل یادن کو سویرے آٹھ بجے تک ہی اتنی شراب پی لی کہ بدمست ہو گیا۔ چنانچہ وہ جب تین چار گھنٹوں تک کہیں نظر نہ آیا اور کچھ لوگ اس کو ڈھونڈنے مکان کے مختلف حصوں میں گئے تو دیکھا کہ وہ شراب کے تہ خانہ میں ایل کے پیپے کے ساتھ لگا بیٹھا ہے۔ گردن ایک طرف کو جھکی ہوئی، پاؤں آگے کو نکلے ہوئے اور منہ سے رال بہ رہی تھی۔ ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا، تھوڑا سرد گوشت اور ایک بڑا سا شکاری چاقو جو غالباً چھری کا قائم مقام تھا، اس کے پاس زمین پر پڑا تھا۔ خیال ہے وہ ان چیزوں کو کھانے کے لئے اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا مگر اب حالت یہ تھی کہ کھانا ایک طرف۔ اس کو اپنے سر پیر کا ہوش بھی نہیں تھا۔ آخر کوئی دس بجے کے قریب نیلام شروع ہوا۔ حیرت انگیز پھرتی سے ہر ایک کمرہ سے گذر کر وہ شخص جس کو نیلام کنندہ مقرر کیا گیا تھا سارا سامان منٹوں میں فروخت کرتا چلا جاتا تھا۔ نظارہ بیحد رنجدہ

اور عبرتناک تھا گو جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ایک آنکھ بھی ایسی نہ تھی جو خاندان رینوس ہل کی گذری ہوئی صولت پر آنسو بہاتی۔ اور نہ کوئی دل ایسا تھا جو اُن کی اگلی حالت یاد کر کے رنج و غم کرتا۔ بڑی بڑی قیمتی چیزیں جن کو خاص اہتمام سے خریدا اور فراہم کیا گیا تھا کوڑیوں کے مول بیٹں۔ فرنیچر کا سامان، چاندی کے برتن، چینی کے ظروف، ٹائم پیس اور گھڑیاں، آتشدان کی سجاوٹیں، جھاڑ فانوس اور تصویریں، اور کئی کئی طرح کے نادرات و عجائبات منٹوں میں تقسیم ہو گئے۔ لیکن یہ حالت کثرت اشیا کی تھی کہ گو نیلام کنندہ اپنے فرض کو حیرت انگیز سرعت سے پورا کر رہا تھا، تاہم چیزوں کی زیادتی کو دیکھتے ہوئے صاف معلوم ہوتا تھا کہ تین یا ر دن اس کام میں لگ جائینگے۔ اس طریقہ پر وہ سارا قیمتی سامان جس کو مذاق سلیم کی تشفی یا راحت و عشرت کی بہم رسانی یا عظمت و شوکت کی نمائش کے لئے جمع کیا گیا تھا، ہوا میں اُڑتے ہوئے بھوسے کی مانند منٹوں میں تتر بتر ہو گیا۔ کوئی چیز کسی ایک کے ہاتھ آگئی، کوئی دوسرے کے۔ وہ ایک اس طرح کا دردانگیز نظارہ تھا جس کو دیکھ کر پتھر سے پتھر دل بھی موم ہو سکتے تھے۔ اور جس سے نہایت مفید نصیحتیں حاصل کی جا سکتی تھیں۔ کیونکہ ایک ایسے عزت دار گھرونده کا بگڑنا اور امیرانہ شان و شوکت کا اس طرح ملیامیٹ ہونا، دشمن کے دل پر بھی اثر کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

دوپہر سے تھوڑی دیر پیشتر بوسٹیڈ والوں کی گاڑی بھی دروازہ پر آکر ٹھہری اور مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس موقعہ پر نہ صرف بڈھا بوسٹیڈ بلکہ اس کی بیوی اور بیٹی بھی ہمراہ تھیں۔ مسز بوسٹیڈ جیسا اس کا معمول تھا، اپنی تاشے سے ملتی ہوئی کرخت آواز میں آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو سُنا کر باتیں کرتی تھی۔ گو جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے اس کی گفتگو کا خاص مضمون رینوس ہل والوں کے تکبر کا خاتمہ ہی تھا۔ یوفیمیا کو میں نے دیکھا کہ وہ اس موقعہ پر اپنے فیل نما دانتوں کو نکال نکال کے مصنوعی

ہنسی ہنسے جا رہی تھی۔ اور یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا کہ وہ اس نظارہ کو دیکھ کر جہاں اس کی موجودگی ہی غیر مناسب اور بعید از اخلاق تھی، کینہ آمیز مسرت کا اظہار کرتی تھی ان لوگوں نے اس موقعہ پر بہت سا سامان خریدا۔ یعنی خود پوسٹیڈ نے چاندی کے برتن اور تصویریں، اور عورتوں نے سامان آرائش اور متفرقات۔ لیکن یہ سب میرے خیال میں ضرورت سے بہت زیادہ دکھاوے کے لئے تھا۔

مگر میں اس نظارہ کی رنجیدہ تفصیل کو طول دینا نہیں چاہتا۔ مختصر یہ کہ سہ پہر ہونے تک داروغہ کے پاس اجراء کرانے والوں کی طرف سے اتنا روپیہ آگیا جو ہر ایک ملازم کا حساب بیباق کرنے کے لئے کافی تھا۔ چنانچہ ہر ایک مرد نوکر کو داروغہ نے اور نوکرانیوں کو اس عورت نے جو گھر کی مہتمم تھی، ان کی تنخواہ کے حساب کے علاوہ ایک ایک سند دے کر رخصت کیا۔ اسی طرح میرا واجب الوصول روپیہ اور ایک سند مجھ کو بھی دی گئی جس کے بعد سب نوکروں کو کہہ دیا گیا کہ جہاں ان کا جی چاہے جا سکتے ہیں، بلکہ جو لوگ قریبی شہر میں جانا چاہتے تھے ان کے لئے نوکروں کی گاڑی کا بھی انتظام کر دیا گیا۔ اس وقت میں یہ سوچ کر بہت حیران ہوا کہ اپنے لئے کیا ترکیب سوچوں۔ بار ہا جی میں آتی کہ دوسرے نوکروں سے مشورہ لوں۔ لیکن وہ اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ اس لئے مجھ کو ان سے پوچھنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس وقت پھر ایک بار ایسا معلوم ہوا گویا اس بے پار دنیا میں میں بالکل بے مددگار، یکہ و تنہا رہ گیا ہوں۔ البتہ میری حالت میں پہلے کی نسبت اب یہ اصلاح ضرور ہو چکی تھی کہ ایک نہایت اچھی سند اور گذارہ کے لئے کافی روپیہ میرے پاس موجود تھا۔ گو جیسا کہ ظاہر ہے یہ باتیں میرے احساس تنہائی کو زائل نہ کر سکتی تھیں۔ دوسرے نوکروں کے رشتہ دار یا دوست تھے اور انہوں نے آئندہ کے لئے تجویزیں بھی سوچی ہوئی تھیں لیکن میرا نہ کوئی دوست، نہ مددگار، نہ مشیر اور نہ صلاح کار۔ نہ میں اپنے بارے میں کوئی تجویز ہی سوچ سکتا تھا۔ ہال میں ٹھہرنا اب ناممکن تھا اس لئے

رخصت ہو جانے سے پہلے میں بڑی دیر تک یہ سوچ کر آنسو بہاتا رہا کہ یہ جگہ میرے لئے گھر کی طرح بن گئی تھی جس سے اب میں ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے پر مجبور تھا۔

بہت دیر تک منہ دھو کر میں نے اپنے وردی کے کپڑے اُتار دیئے۔ اور سادہ لباس پہنا۔ اس کے بعد کسی بہتر ترکیب کی عدم موجودگی میں میں بھی دوسرے نوکروں کے ساتھ گاڑی پر سوار ہو گیا۔ وہ لوگ آپس میں کئی طرح کی باتیں کر رہے تھے لیکن مجھ پر کوئی توجہ نہ دیتا تھا۔ مگر اس کے لئے میں ان کو قصوروار بھی قرار نہیں دیتا کیونکہ میرے خیال میں وہ اپنے ہی معاملوں میں اس درجے منہمک تھے کہ میری موجودگی کو بالکل ہی نظرانداز کر چکے تھے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد گاڑی شہر میں جا پہنچی جس کے بعد سب نوکر ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اطراف و جوانب کو چلے گئے۔ اور میں اکیلا اس سرائے میں رہ گیا۔ جہاں گاڑی جا کر ٹھہری تھی۔ اس کے چند منٹ بعد خالی گاڑی چارلٹن ہال کو واپس جانے کے لئے مُڑی۔ جب تک وہ میری نظروں کے سامنے رہی میں انداز حسرت سے اس کی غائب ہوتی ہوئی پشت کی طرف دیکھتا رہا۔ اور جب اس کے بعد وہ آخرکار نظروں سے اوجھل ہو گئی تو مجھ کو ایسا معلوم ہوا گویا اس رشتہ کا آخری تار بھی جس نے قریباً ایک سال تک مجھے خاندان ریونس ہل کے ساتھ باندھے رکھا تھا منقطع ہو گیا ہے۔

باب ۲۱

مرٹل لاج

گاڑی رخصت ہو جانے کے بعد میں پھر ایک بار سرائے کے اندر گیا تو اس کے

ملک نے یہ جانتے ہوئے کہ میں چارلٹن ہال میں ملازمت کیا کرتا تھا مجھ سے کئی ایک سوالات اس بارے میں پوچھنے شروع کئے۔ کہ اس جگہ نیلام کی حالت کیسی ہے؟ کتنے خریدار ہیں؟ اور کس حد تک آمدنی کی امید کی جاسکتی ہے؟ اس کے بعض سوالوں کے مبہم اور بعض کے مختصر جوابات دے کر اور کئی حالتوں میں ان کو بالکل ہی اَن سُنا کر کے میں نے آخر کار اس سے اپنا ذکر چھیڑا۔ یعنی اس سے پوچھا کیا اس کی نظروں میں کوئی جگہ ایسی ہے جہاں میں ملازمت تلاش کرنے کے لئے جاسکوں؟ گفتگو سے معلوم ہوا کہ آدمی گو باتونی ہے مگر دل کا بُرا نہیں۔ چنانچہ اس نے سارا حال سُننے کے بعد مشورہ دیا کہ ایک اس طرح کے چھوٹے قصبے کی نسبت تم اگر اکسیٹر یا کسی دوسرے بڑے شہر میں جاکر کوشش کرو تو بہتر ملازمت حاصل کرسکو گے یہ تجویز مجھے بھی پسند آئی اور اس کے دوسرے دن میں سفری گاڑی پر سوار ہو کے اکسیٹر چلا گیا۔ جہاں میں نے ایک چھوٹی سی سرائے میں جس کا پتہ سرائے دار نے مجھے دیا تھا قیام کیا۔ اس جگہ اپنا سامان ٹھکانے سے رکھتے ہی میں نوکری کی تلاش میں چل کھڑا ہوا۔ شہر کے بعض تاجروں کی زبانی معلوم ہوا کہ تین چار مقامات ایسے ہیں جہاں ملازمت ملنے کی امید قوی ہے لیکن ان سب میں جو جگہ مجھے پسند آئی وہ ٹائیورٹن نام کے ایک گھرانے میں تھی۔ جو شہر سے قریباً تین میل کے فاصلے پر مرٹل لاج نامی کوٹھی میں آباد تھا۔ حالات سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو میری عمر اور میری ہی ادنیٰ لیاقت کے ایک نوکر کی ضرورت ہے پس میں وہیں جانے کے لئے آمادہ ہوگیا۔ مسٹر ٹائیورٹن کے بارے میں معلوم ہوا کہ لندن میں روپیہ کی دلالی کیا کرتا تھا۔ لیکن بعدازاں قریباً دس یا بارہ برس پیشتر کسی دُور کے رشتہ دار کی موت سے مرٹل لاج کا مالک بن گیا۔ جس کے اطراف میں قریباً پانچسو ایکڑ اراضی اسی سے ملحق تھی۔ اور اس کے علاوہ بہت سی نقدی بھی تمسکوں کی صورت میں اس کے حصہ میں آئی۔ اس طرح کے غیر متوقع حالات میں دولت کثیر ہاتھ آجانے کے بعد اس نے دلالی کا کاروبار ترک کر دیا۔ اور اس جائداد کی آمدنی پر جو تین ہزار پونڈ سالانہ کے قریب

تھی اطمینان و فراغت کی زندگی بسر کرنے لگا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر ایک مفلوک الحال خاندانی امیر نے جس کی بہت سی بیٹیاں تھیں اپنے زعم امارت کو بجبر نظر انداز کر کے اپنی ایک بے جہیز بیٹی لیڈی جارجیانہ کی شادی مسٹر ٹائیوبرٹن کے ساتھ کر دی۔

اس قدر حالات معلوم کرنے کے بعد میں مرٹل لاج کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ مطلع صاف تھا اور ماہ اکتوبر کی ہوا سرد و فرحت بیز تھی۔ نیز کوٹھی کا فاصلہ شہر سے بہت زیادہ نہ تھا۔ اس لئے میں پیدل ہی چلنے لگا۔ کوٹھی کے لب سڑک واقع ہونے سے مجھے اس کی تلاش میں کسی دقّت کا سامنا نہ ہو سکتا تھا۔

مرٹل لاج کی طرف جاتے ہوئے میں دل ہی دل میں ان عجیب اور متنوع واقعات پر غور کئے بغیر نہ رہ سکا۔ جو پچھلے سوا سال کے عرصہ میں میرے لیسسٹر میں مسٹر نیلسن کے اسکول سے رخصت ہونے کے بعد پیش آئے تھے۔ میرے خیال میں یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ ان خیالات میں سب سے غالب تصوّر انیبل کا تھا۔ اور جب میں نے اس کے بارے میں حال کے سارے واقعات پر نظر بازگشت ڈالی تو میرے دل میں بے اختیار رنج و غم کی ٹیسیں پیدا ہو گئیں۔ میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کے گھر سے چلے آنے کے بعد اس کی ماں کا کیا حال ہوا ہو گا۔ نیز میرا ماموں مسٹر لینوور اب کہاں تھا۔ کیا اس نے پھر مجھ پر قابو پانے کی کوشش کی تھی۔ اور کیا اسے میری موجودگی کے بارے میں کسی طرح کا حال معلوم تھا؟ پھر ایک بار میرے خیالات کی رَو اس ناقابلِ یادرات کی طرف گئی جب میں اس کے مکان سے بھاگا تھا۔ اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اس رات میری زندگی حقیقتاً خطرہ میں تھی۔ چونکہ انیبل کا اپنا بیان یہ تھا اس لئے مجھے اس پر شک کرنے کی کوئی وجہ نظر نہ آتی تھی۔ تاہم گمان پیدا ہوتا تھا کہ کیوں یہ شخص مسٹر لینوور میری جان کے درپے تھا؟ کس لئے وہ جو اپنے آپ کو میرا ماموں ظاہر کر کے زبردستی مجھ کو ڈبلیم ہیز سے اپنے ساتھ لایا تھا اس خوفناک جرم کا مرتکب ہونا چاہتا تھا؟ پھر اس کے علاوہ اس کا شیطان سیرت ٹیڈی

سے کیا تعلق تھا؟ یہ ساری باتیں میرے لئے رازِ سربستہ کی طرح تھیں۔ اور ان پہ بہت کچھ غور کرنے کے بعد بھی میں کسی فیصلہ کن نتیجہ پہ نہ پہنچ سکا تھا۔

غرض اس طرح کے غم انگیز اور درد آمیز خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا میں آخر کار اس سرخ اینٹوں کے دھندلے مکان کے پاس جا پہنچا جو شاہراہ سے قریباً پاؤ میل ہٹ کر کسی قدر اونچی زمین پہ بنا ہوا تھا اور جس کے دروازہ تک پہنچنے کیلئے ایک پختہ سڑک دو تین کھیتوں اور ایک چوڑی مرغزار سے گذر کر جاتی تھی۔ ایک کسان سے جو سڑک پہ جا رہا تھا میں نے معلوم کیا کہ اسی کا نام مرٹل لاج ہے اور مجھ کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جو اندازے میں نے اپنے جی میں اس کوٹھی کا نام سن کر قائم کئے تھے یاس انگیز ثابت ہوئے۔ کوٹھی کا نام مرٹل لاج یا مہندی منزل سن کر میں نے یہ سوچا تھا کہ ایک پرفضا عمارت وسیع سبزہ زار کے وسط میں بنی ہوئی ہوگی۔ اور اس کے اطراف میں مہندی کے پودے لہلہاتے ہوں گے۔ لیکن حالت جو کچھ دیکھنے میں آئی وہ اس کے برعکس تھی بمکان اس میں شک نہیں کشادہ اور ہوادار تھا، جس میں لاتعداد چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں بنی ہوئی تھیں مگر اس کی ظاہری صورت کسی فارغ البال مرد شریف کے دیہاتی مکان سے بہت زیادہ کسی پرانی غیر مستعمل بارک سے ملتی تھی۔ اور مہندی کے ہریالے پودوں کی بجائے اس کے گرد بڑے بڑے تناور درخت کھڑے تھے۔ جن کی موجودگی نظارہ کو فرحت خیز بنانے کی بجائے دھندلا تاریک اور غمناک بناتی تھی۔

ایک معمولی آہنی پھاٹک سے گذر کر جس کے پاس دربان کی جھونپڑی کی بجائے ادنیٰ درجہ کی کٹی بنی ہوئی تھی۔ اور جس کے باہر چند نیم برہنہ غلیظ بچے کھیل رہے تھے۔ میں گاڑی کی سڑک پہ چلتا کوٹھی کی طرف جا رہا تھا کہ ایک عورت بڑی آہستگی سے میرے آگے آگے اسی طرف کو جاتی نظر آئی۔ وہ مجھ سے قریباً پچاس گز آگے چل رہی تھی اور اس کی پشت پہ ایک دراز قد نوکر تھا۔ جس نے دو بڑے فرانسیسی پوڈل کتے دونوں بازوؤں کے

نیچے دبلا کھے تھے۔ ڈیکھے کے گلے میں سیاہ رنگ کی وردی تھی۔ بہت پرانی اور بھی ہوئی جس
کی سنہری گوٹ کثرت استعمال سے قریباً سیاہ ہوگئی تھی۔ اس کے سر پر ایک بہت چھوٹی
بالوں کی بنی ہوئی ایک ٹوپی تھی۔ بہ حیثیت مجموعی اس کے چہرے پر سخت اداسی اور غمگینی کے
آثار پائے جاتے تھے۔ عورت بھی دراز قامت اور انتہا درجے دبلی پتلی تھی۔ اور اس کے
گلے میں ایک پرانی لیونڈر کے رنگ کی ریشمی گون تھی۔ نمائشی وضع کا ایک بہت پرانا شال
اس کے گرد لپٹا ہوا تھا۔ اور سر پر فرانسیسی ساخت کی ٹوپی تھی جس کی رنگت شاید کبھی پیازی
ہوگی مگر اب زنگ آلودہ نظر آتی تھی۔ اس کے علاوہ ایک بہت پرانی چھتری جو بارش اور
اور دھوپ کے مقابلہ میں بارہا کام دے چکی تھی، اس کے پاس تھی۔ ہاتھوں میں میلے کڈ لیدر
کے دستانے اور سیاہ ریشمی ہینڈ بیگ میں کنجیوں اور نصف پنی کے سکوں کی ملی ہوئی
جھنجھناہٹ سنائی دیتی تھی۔ رہ گئی اس کی صورت۔ تو اس کے متعلق مختصر لفظوں میں یہ کہہ
دینا کافی ہوگا کہ چہرہ کی رنگت زرد، خط و خال تیکھے، آنکھیں ہلکی نیلی مگر چمک سے محروم
اور ہونٹ جن کو وہ بڑے زور سے ملا کر رکھتی تھی بے حد پتلے تھے۔ اس کی عمر سرسری اندازہ
کے مطابق چالیس سال کے قریب تھی۔ نگاہ میں تکبر اور سختی کے آثار پائے جاتے تھے۔
جیسے میں نے پڑھا تھا سن رسیدہ کنواری عورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ علاوہ بریں اس
کے چہرہ سے تنگ دلی بکینگی اور بد طینتی کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ ایک بہت بدصورت عورت
تھی جس کے اندر کوئی ایک خوبی بھی موجود نہ تھی۔ اور جس کے چہرہ کی سختی کم کرنے کے لئے
بہتر اوصاف کی بعید ترجھلک بھی نظر نہ آتی تھی۔

چونکہ عورت بڑی سست رفتار سے چل رہی تھی اس لئے نوکر بھی، گو وہ دو ٹکوں
کے ملے ہوئے بوجھ سے دبا جاتا تھا، ویسی ہی سست رفتار سے چلنے پر مجبور تھا۔ یہ حالت
دیکھ کر میں اس کشمکش و پیچ میں پڑ گیا کہ کیا آگے بڑھ کر اس عورت سے ملوں یا نوکر کے
پیچھے آہستہ آہستہ چلتا رہوں۔ مگر ترقی رفتار چونکہ غائت درجہ سست تھی۔ اس لئے سوچ

آئی کہ شاید اس صورت میں میری موجودگی کو قابل اعتراض سمجھا جائے لو یہ خیال ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو کہ میں گستاخانہ طریق پر اُن کی نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا ہوں۔ پھر یہ خیال بھی دل میں پیدا ہوا کہ غالباً یہی اس گھر کی مالکن مسٹر ٹامیورٹن کی بیوی لیڈی جارجیانہ ہو گی۔ پس کیوں نہ ابھی اس سے مل لیا جائے ؟ چنانچہ سلسلے پہلو سوچ کر میں تیز چلتا آگے بڑھ کر اسی کے پاس جا پہنچا۔ اور ٹوپی کو ہاتھ لگا کر سلام کیا۔

اس نے تیز گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر سختی آمیز آواز میں اس انداز سے بولتے ہوئے گویا اس کے لئے ایک کم حیثیت شخص سے گفتگو کرنا باعث تکلیف اور منہ سے آواز نکالنا اعصاب کو برانگیختہ کرنے والا تھا۔ کسل آمیز لہجہ میں کہنے لگی۔

"لڑکے تو کون ہے؟" اور پھر خود ہی اپنے سوال کا جواب دیتے ہوئے" کیا تو ملازمت تلاش کرنے آیا ہے؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے پھر ایک بار اس طرح انداز حقارت سے میری طرف دیکھا گویا زبانِ حال سے کہہ رہی تھی کہ تو ضرور کوئی چھوٹا بدمعاش ہے اور آنکھ بچا کر کوئی چیز اُڑالے جانے کے لئے کوٹھی کی حدود میں داخل ہوا ہے۔

میں نے اس کی نگاہ تیز کی تاب نہ لا کر آنکھیں نیچی کر لیں اور جواب دیا۔" جی بیشک میں تلاش ملازمت ہی کے لئے حاضر ہوا ہوں؟

"تو اس صورت میں پیچھے ہٹ کر ادب آمیز فاصلہ پر چل" اس نے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔" اور آئندہ کے لئے سبق سیکھ کہ جو لوگ اپنے سے بہتر درجہ رکھتے ہوں۔ ان کے پاس جانا اور ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا داخل عیب ہے؟

میں نے پھر اپنی ٹوپی کو ہاتھ لگایا اور پیچھے ہٹ گیا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ وہ دراز قد نوکر جو اپنے بازوؤں میں دو گدھوں کا بوجھ لئے چل رہا تھا۔ بہت افسردہ و غمناک نظر آنے لگا۔ اور اب ایک چھوٹا سا جلوس لاج کی طرف روانہ ہوا۔ جس کی درجہ وار تفصیل یہ تھی کہ وہ خاتون اکڑی ہوئی گردن سے دائیں بائیں دیکھے بغیر اپنی سالخوردہ چھتری ناک

کی سیدھ میں پھیلائے، گو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کس مصلحت سے، کیونکہ اس جگہ درختوں کے سایہ میں دھوپ کا نشان بھی نہیں تھا۔ اور باد صبا تازہ اور فرحت انگیز تھی۔ سب سے آگے، پھر اس کے چند قدم پیچھے وہ نوکر بازوؤں میں دو کتے لٹکائے اور اس کی پشت پر یہ خاکسار جلوس کے خاتمہ بالخیر کے طور پر۔ دفعتاً نوکر نے جو میرے خیال میں اس بھاری بوجھ کو مسلسل اٹھائے رکھنے سے تھک گیا تھا۔ کتوں کو ایک ایک کر کے بڑی آہستگی سے فرش زمین پر رکھا اور ان کو مٹی ہوئی رنگت کے نیلگوں فیتوں سے جو ان کی گردنوں میں بندھے ہوئے تھے پکڑ کر چلانے لگا۔ اب اس کے چہرہ پر اطمینان کے آثار نمودار ہو گئے۔ گویا وہ اس بھاری بوجھ سے سبکدوش ہو کر خوش تھا۔ اور جب ایک بار اس نے پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا تو اس طرح منہ بنایا گویا مالکن کی بے خبری میں کتوں کو پیدل چلنے پر مجبور کرنے کے معاملہ میں میری توجہ اپنی عیاری پر دلانا چاہتا تھا۔ وہ ایک گندم رنگ سخت چہرہ آدمی تھا جس کی آنکھوں میں آثار گرسنگی نمودار تھے اور مظلومیت، کم حوصلگی اور بے اطمینانی اس کے ہر انداز میں پائی جاتی تھی۔ بہ حیثیتِ مجموعی اس کی حالت اس بات کا پتہ دیتی تھی کہ وہ ایک ستم دیدہ جفا رسیدہ آدمی ہے۔ جو دنیا کے مجموعی حالات سے عموماً اور اپنی موجودہ حالت سے خصوصاً بالکل غیر مطمئن ہے۔

اس کے باوجود جیسا میں نے بیان کیا ہے اپنی مالکن کی لاعلمی میں، ان بھاری بھرکم کتوں کو تھوڑی دیر کے لئے فرش زمین پر رکھنے کے معاملہ میں اس کو غیر معمولی خوشی محسوس ہوئی اور اس خیال سے کہ کتوں کے چلنے کی آواز کسی طرح اس خاتون کے کانوں میں نہ پہنچ جائے۔ جو آگے آگے چل رہی تھی اس نے وہ فاصلہ جو اس کے اور مالکن کے درمیان تھا قصداً زیادہ کر لیا۔ مگر افسوس اس عالمِ اسباب میں انسان کی امیدیں ہمیشہ فرضی اور موہوم ثابت ہوتی ہیں۔ بدقسمتی سے خاتون کا ہینڈ بیگ سہواً ہاتھ سے گرا اور اس میں رکھی ہوئی کنجیوں اور نصف پینی کے سکوں نے ایک دوسرے سے مل کر پُر شور جھنکار پیدا کی۔ میں اس

کو اٹھانے کے لئے دو ڈکر آگے بڑھا اور اس کے ساتھ ہی وہ چلتے چلتے ٹھہر کر پیچھے کی طرف دیکھنے لگی۔ اس وقت اس نے دیکھا کہ نوکر اس کی بے خبری اور لاعلمی میں کس شرمناک عیّاری اور ہیبت انگیز جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ غصّہ سے گردن اٹھا کر اور اپنے چہرہ پر انتہائی خشونت کے آثار پیدا کر کے اس نے پُر رُعب سنجیدہ آواز سے کہا " جان رابرٹ ؟"

" جی سرکار " نوکر نے ایک ہاتھ ٹوپی کی طرف اٹھاتے ہوئے وہیں فاصلہ پر کھڑے ہو کر کسی مجرم کا نقشہ پیش کرتے ہوئے کہا۔

" جان رابرٹ " پھر ایک بار اس خاتون نے کہا " تو نے میری حکم عدولی کی ہے اور اس طریقہ پر کی ہے جس کو غفلت یا سہو خیال کر کے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تو نے سخت دھوکے بازی، عیّاری اور مکّاری سے کام لیا ہے۔ تو نے ... "

" بانو مجھ کو افسوس ہے " نوکر نے مالکن کے چہرہ پر بڑھتے ہوئے جوش کے آثار دیکھ کر زیادہ مضطرب اور بے چین ہو کر کہا " لیکن بات یہ ہے وہ کتے اتنے بھاری ... "

" بس بس۔ میں جواب سننا نہیں چاہتی " عورت نے سختی کے ساتھ قطع کلام کر کے کہا " تجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں سب کچھ گوارا کر سکتی ہوں لیکن نوکر کا جواب سننا برداشت نہیں کر سکتی۔ جب تک کوئی شخص میری ملازمت میں ہے میں اس کو جواب میں ایک لفظ تک کہنے کی اجازت نہ دوں گی ... کیا سمجھے ؟ " اور یہ کہتے ہوئے اس نے میری طرف بھی کڑی تیوروں سے دیکھا۔ گویا یہ جتلانا چاہتی تھی کہ میں جانتی ہوں تو بھی ایک ایسا ہی بدمعاش چھوکرا ہے اور میں یقین کرتی ہوں کہ تیری طرف سے بھی ایسی ہی مکر آمیز حرکات سرزد ہوں گی۔ تاہم یاد رکھ اور اس آدمی کی حالت سے عبرت حاصل کر لے۔

نوکر نے ایک آہ سرد کھینچ کر پھر ایک پلّہ کتوں کو اٹھا لیا۔ اور بیگم سرکہ جبینی کی تصویر بنی ہوئی، ان ہی ننھے ننھے قدموں سے کوٹھی کی طرف چلنے لگی۔ میں بھی دوبارہ اس جلوس کے عقب میں ہو لیا۔ تاہم اس چھوٹے سے واقعہ نے مرٹل لاج کی ملازمت کے بارے میں

میری آنکھیں اچھی طرح کھول دیں اور میں اپنے دل میں سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ دس منٹ کے عرصہ قلیل میں میں نے اس مکان اور اس کے مکینوں کے بارے میں اس قدر حالات معلوم کر لئے جو میرے سر سے ہر طرح کے سودائے خام کو نکال دینے کے لئے کافی تھے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی خیال آیا کہ جس ڈاکٹر اندر سے نے مجھ کو اس ملازمت کا مشورہ دیا اس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ خاندان ٹامیوڈرٹ کے لوگ مخصوص طبیعت کے آدمی ہیں جب تم ایک بار ان کی طبیعت سے واقف ہو جاؤ گے تو پھر بڑے آرام و اطمینان کے ساتھ رہو گے۔ بس کچھ تو اس خیال سے اور کچھ اس لئے بھی کہ ایک بار اپنے آپ کو طالب ملازمت ظاہر کرنے کے بعد میرا بغیر کسی وجہ معقول کے یہاں سے پیچھے مُڑ جانا انتہا درجہ معیوب ہوگا۔ میں نتیجے کے انتظار میں ٹھہر گیا اور مالکن اور نوکر کی پشت پر آہستہ آہستہ چال سے کوٹھی کی طرف چلنے لگا۔ مگر جتنا آگے بڑھتا اسی قدر مکان کی دھندلی اور تاریک حالت دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ میں نے پیشتر بیان کیا ہے کہ اس میں لاتعداد چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں بنی ہوئی تھیں۔ اب پاس جانے پر معلوم ہوا کہ ان کے اندر سیاہ رنگ کے بھاری پردے لٹکے ہوئے تھے جس سے اس بات کا اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ کمروں کی اندرونی کیفیت مکان کی ظاہری حیثیت سے کچھ کم افسردگی پیدا کرنے والی اور غم انگیز نہ تھی۔ صدر دروازہ کے سامنے ایک لمبا مگر تنگ پیش طاق تھا۔ جس کے اطراف میں دو اونچے ستون بنے ہوئے تھے اور ان کے اوپر پتھر کی ٹھوس مثلث تعمیر تھی۔ دروازہ کے باہر صرف دو چھوٹی سیڑھیاں تھیں۔ بہرحال جیسا ان تفصیلات سے سمجھا جا سکتا ہے مرٹل ہاج کی ظاہری صورت نو وارد کے دل پر کسی طرح کا شکوہ انگیز اثر پیدا نہ کر سکتی تھی۔ ڈیوڑھی ہر چند کشادہ اور فراخ تھی تاہم دھند، تاریکی اور افسردگی کے اثرات اس کی فضا میں بھی پائے جاتے تھے۔ ایک جانب شاہ بلوط کی لکڑی کا بنا ہوا چوڑا زینہ تھا۔ جس کے دونوں طرف موٹے چوبی سہارے تھے۔ اتنے موٹے کہ بالائی

حصّوں میں ان کی چوڑائی آٹھ انچ سے کم نہ تھی۔ ڈیوڑھی سے اطراف کو جانے والے دروازے نشیب اور اندر کو کھلے ہوئے۔ اور گہرا سکوت اس جگہ اور مکان کے باقی حصّوں میں چھایا ہوا تھا۔

"جان رابرٹ" دراز قد خاتون نے اس لمبی ڈیوڑھی کے وسط میں کھڑی ہوکر پُر رعب انداز سے بہ آہستگی پیچھے کو مڑتے ہوئے کہا "میں امید کرتی ہوں کہ اگر اس موقع پر میں نے تیری خطا سے درگزر کیا تو آئندہ کبھی تو اپنے اسی طرح کے فعلوں سے پھر میرے غصّہ کو برانگیختہ نہ کرے گا۔ بس بس! میں جواب سننا نہیں چاہتی۔ جا، جا کے اپنا کام کر، اور ان عزیز کتّوں کی آسائش کا خیال رکھ۔ تُو نے بڑی بے رحمی سے ان کو پیدل چلنے پر مجبور کیا ہے۔ اس لئے یقیناً وہ تھک گئے ہوں گے۔ بس جا؟ اور اس کے بعد میری طرف دیکھ کر اپنی پُرانی نیلی چھتری کی نوک سے دور دالان اشارہ کرتے ہوئے "تو لڑکے میرے پیچھے پیچھے چلا آ۔"

میں نے تعمیل کی اور لیڈی جارجیانہ ٹائیورنٹ کے ساتھ ساتھ ایک بیٹھک کی طرف ہو لیا۔ بدنصیب دراز قد نوکر نے ایک گہری آہ کھینچی اور دونوں فربہ کتّوں کو بغلوں میں دبائے اور کچھ اس طرح کے آثار منہ پر لئے ہوئے گویا اسے مقتل کو لے جانے لگے ہوں، ایک طرف کو چل دیا۔ کمرہ جس میں اب داخل ہوا میری امید کے مطابق دھندلا اور تاریک تھا۔ اس کے پردے بھاری اور سیاہ تھے۔ جن میں عمدگی یا نفاست کا بعید تر نشان موجود نہ تھا۔ دری کا رنگ میلا اور اس پر جا بجا مرمّت کے ٹکڑے لگے ہوئے۔ سامان فرنیچر بھاری، جسیم اور سالخوردہ۔ اور تصویریں سب کی سب بہت پُرانے فریموں میں لگی ہوئی تھیں۔ غرض ایک چیز بھی اس کمرہ کی ایسی نہ تھی جو اس کی غم انگیز افسردہ ظاہری حالت میں اصلاح کرنے والی ہو۔ ایک جانب چھوٹی سی میز کے پاس ایک پستہ قد لاغر بدن نہایت سادہ صورت کی عورت بیٹھی تھی جس نے میلا سا ریشمی لباس

پہنا ہوا تھا جس کی بے رنگ فیتوں کی ٹوپی بہت زیادہ صاف نہ تھی۔ اور جس نے ایک سالخوردہ اور میلا رومال اپنے شانوں پر ڈال رکھا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں سوتی دستانے تھے۔ اور وہ بیٹھی کچھ بُن رہی تھی۔ اس کی عمر عام اندازہ کے مطابق لیڈی جارجیانہ سے پانچ سال کم ہوگی۔ مگر صورت اس کی بھی اس کی طرح سالخوردہ کنواری عورتوں سے ملتی تھی۔ البتہ ایک اختلاف اس میں ضرور تھا۔ یعنی جہاں ایک طرف لیڈی جارجیانہ کے چہرہ پر امیرانہ تجبّر کے آثار موجود تھے اس عورت کا چہرہ انتہائی انکسار کی تصویر نظر آتا تھا۔ مبالغہ برطرف بالکل یہ کیفیت اس کی تھی کہ گویا وہ صحیح طور پر یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ اپنی روح کی مالک وہ آپ ہے یا کوئی اور۔ لیڈی جارجیانہ کو اندر آتے دیکھ کر اس نے جلدی سے وہ کام جو اس کے ہاتھ میں تھا میز پر رکھ دیا اور اٹھ کر کھڑی ہوگئی جس کے بعد یہ کہتے ہوئے " میں امید کرتی ہوں کہ آپ نے سیر سے خوشی حاصل کی ہوگی "۔ اس کی ٹوپی اور شال اتارنے کے لئے آگے بڑھی۔

" نہیں مس ڈبکن۔ میں نے سیر سے بالکل خوشی حاصل نہیں کی "۔ لیڈی جارجیانہ نے اس انداز سے جواب دیا گویا یہ خیال ہی اس کے دل میں غصہ اور حیرت پیدا کرنے کے لئے کافی تھا کہ وہ اس سیر سے جسے کم بخت نوکر نے اپنے طرز عمل سے بے لطف کر دیا تھا کوئی حظ حاصل کر سکتی تھی۔ نیز یہ کہ مس ڈبکن کو ان حالات کا علم چونکہ کسی غیبی طریق پر ہو جانا لازم تھا اس لئے اس کا سوال پوچھنا ہی فضول تھا۔ " اس ناہنجار دھوکے باز جان رابرٹ نے ... "

" آہ بے شک "۔ مس ڈبکن نے پُر زور اشارہ سے تسلیم کیا۔ " میں پہلے ہی کہتی تھی کہ وہ بڑا دھوکے باز ہے "۔

" حالانکہ آج صبح ناشتہ پر تم اسی منہ سے اس کی تعریف کر رہی تھیں "۔ لیڈی جارجیانہ نے گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"یہ صحیح ہے مگر بانو اس وقت آپ چونکہ اس سے خوش تھیں اس لیئے میں بھی اس کو اچھا خیال کرتی تھی" مس ڈبکن نے جواب دیا "تاہم فرمایئے اس نکھٹے آدمی نے آج کون سی نئی شرارت کی ہے؟" اور یہ کہتے ہوئے وہ اس طرح منہ کھول کے کھڑی ہوگئی گویا جان رابرٹ کے ناگفتہ مظالم کی کوئی بڑی روح فرسا داستان سننے کو تیار تھی۔

"مس ڈبکن تم کو معلوم ہے" لیڈی جارجیانہ نے کہنا شروع کیا "اس آدمی کو کتنی معقول تنخواہ دی جاتی ہے اور اس کے ساتھ کس قدر نرمی کا سلوک ہوتا ہے....."

"جی بانو۔ مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ آپ اس کو عزیزوں کی طرح رکھتی ہیں۔ اور ایک اس پر کیا موقوف ہے۔ سبھی نوکروں کے ساتھ آپ اسی طرح سلوک کرتی ہیں"

"میں نے حکم دیا کہ آج سیر کرتے ہوئے وہ پیاری فلورا کو ایک اور پیاری روزا کو دوسری بغل میں اٹھا رکھے مگر اس نے..."

دوران گفتگو میں مس ڈبکن کے ان الفاظ سے جو اس نے مرٹل لاج کے نوکروں سے اچھا سلوک کیئے جانے کے بارے میں کہے تھے میں بھی خیال کرنے لگا کہ شاید قصور واقعی جان رابرٹ کا ہے جس نے دونوں کتوں کے معاملہ میں مالکن کی حکم عدولی کرکے سخت ناشکرے پن کا ثبوت دیا۔ اتنے میں لیڈی جارجیانہ اپنی ٹوپی اور شال اور بھی پرانی چھتری مس ڈبکن کے حوالہ کرچکی تھی اب دفعتاً فقرہ کو ناتمام ہی چھوڑ کر وہ میری طرف متوجہ ہوئی۔ اور جان رابرٹ کے خلاف دفتر شکایات کھلا ہوا چھوڑ کر سنجیدہ نظروں سے میری طرف گھورتے ہوئے دیکھنے لگی۔ اتنے میں مس ڈبکن نے گھنٹی بجائی۔ اور معاً ایک سن رسیدہ کنیز حاضر ہوئی۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ بھی لیڈی جارجیانہ اور مس ڈبکن کی طرح انتہا درجہ لاغر تھی جس سے میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا

کہ شاید یہ گھرانا عزت ہی کی بستی ہے۔ خیر لیڈی جارجیانہ کی ٹوپی، شال اور چھتری اس کے حوالے کرتے ہوئے مس ڈبکن نے سختی کے ساتھ تاکید کر دی کہ ان چیزوں کو احتیاط سے سنبھال کر رکھنا۔ پھر وہ میز کے پاس بیٹھ کر وہی کام جو اس نے نا تمام چھوڑا تھا کرنے لگی۔

اتنے میں لیڈی جارجیانہ بولی۔ "اِدھر آ لڑکے۔ اب میں تجھ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ بھلا تیرا نام کیا ہے اور عمر کتنی ہے؟"

"بانو میرا نام جوزف ولمٹ اور عمر سولہ برس سے چند مہینے اوپر ہے۔"

"نام میرے خیال میں برا نہیں۔" لیڈی جارجیانہ نے مس ڈبکن کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"جی بے شک نام اچھا ہے۔" مس ڈبکن نے جلدی سے تسلیم کیا اور یہ دیکھ کر کہ لیڈی جارجیانہ مطمئن اور مسرور ہے، اس نے بھی اپنے ہونٹوں پر پھیکا تبسم پیدا کرنے کی جرأت کی۔

"تاہم وہ اس سے بہتر ہوتا تو اچھا تھا۔" اب دفعتاً گھر کی مالکن نے ایک نئے خیال کے زیر اثر کہا۔ "دراصل جوزف کی تصغیر جو ہے اور جو کا لفظ خواہ کسی بڈھے کے لئے استعمال کیا جائے یا جوان کے لئے۔ دونوں حالتوں میں معیوب ہے۔"

"جی بے شک۔ آپ کا یہ فرمانا تو بے شک صحیح ہے۔" مس ڈبکن نے اپنے چہرہ پر دہشت اور سنجیدگی کے آثار پیدا کرتے ہوئے اس انداز سے کہا گویا اس کی رائے میں محض نام کی وجہ سے میرا نا قابل ملازمت قرار دیا جانا ممکن تھا۔ بہرحال اس وقت تک میں نے اس حقیقت کو اچھی طرح معلوم کر لیا کہ مس ڈبکن کا سب سے بڑا فرض اس گھر میں رہتے ہوئے بیگم صاحب کی ہاں میں ہاں ملانا اور اس کے ہر ایک اشارہ پر آمنّا و صدّقنا کہتے جانا تھا۔

"تاہم خیر" بیگم صاحبہ نے پھر ایک بار اپنے خیالات کو پلٹتے ہوئے کہا۔
"چونکہ عمر موزوں ہے ..."

"جی بانو۔ اس کی عمر نہایت موزوں ہے" مس ڈبکن نے جلدی سے کہا۔

"گو قد کی لمبائی ذرا کم ہوتی تو بہتر تھا" لیڈی جارجیانہ نے پرُ خیال انداز سے کہا۔

"ہاں یہ صحیح ہے" مس ڈبکن نے اس طرح سر ہلاتے ہوئے کہا گویا اس کی رائے میں یہ ایک نہایت معقول اعتراض تھا۔

"خیر اسے بھی جانے دو۔ لیکن بڑا سوال اِس لڑکے کے چال چلن کا ہے۔ جوزف ولمٹ کون تیرا ضامن بنے گا؟" مرٹل لاج کی مالکن نے پرُ رعب انداز سے پوچھا۔

"بانو میرے پاس تحریری سند موجود ہے"

"کیا کہا تحریری!" لیڈی جارجیانہ نے ہیبت انگیز وقار سے گردن اُٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "مس ڈبکن۔ کیا سچ مچ اس نے تحریری سند کا ذکر کیا ہے؟"

"جی یہی میرا خیال ہے" بدنصیب مس ڈبکن نے سہمی ہوئی آواز سے جواب دیا۔

"مگر میں امید کرتی ہوں کہ یہ میری غلط فہمی ہوگی"

"نہیں مس ڈبکن۔ امید کا لفظ نہ کہو۔ امید کی تہ میں غیر یقینی حالت پائی جاتی ہے"

"اوہ۔ کیا میں نے امید کا لفظ کہا تھا! بانو میں اس کے لئے معافی طلب کرتی ہوں۔ بے شک امید کرنا ہر حال میں داخلِ حماقت ہے"

"لیکن بعض حالتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں امید کی جا سکتی ہے"

"آہ بیشک۔ میں اصلاح قبول کرتی ہوں۔ بعض خاص حالتیں واقعی ایسی ہوتی ہیں ..." اور یہ کہتے ہوئے مس ڈبکن نے ایک لمبی سرد آہ کھینچی۔ گویا وہ تسلیم کرتی تھی کہ بعض حالتوں میں امید کو دل میں جگہ دینا واقعی جائز ہو سکتا ہے۔ مثلاً اس کی

حالت میں اپنے لئے شوہر پانے کی امید جو ہر چند اس وقت تک پوری نہ ہوئی تھی تاہم وہ اسے اپنے دل میں جگہ ضرور دے سکتی تھی۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کسی طرح اس آہ کی آواز لیڈی جارجیانہ کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ کیونکہ اب اس نے کڑی نظروں سے دیکھا اور کہا: "مس ڈیکن کیا تم نے آہ کھینچی تھی؟"

"کیا میں نے!" لیڈی جارجیانہ کی بوڑھی خادمہ نے جلدی سے کہا: "بانو مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ لیکن اگر ایسا ہوا ہو تو میں اپنی غلطی مانتی ہوں"۔ اور میری رائے میں اس کا یہ کہنا غلط بھی نہ تھا۔ کیونکہ اپنی مالکن کی مرضی کے بغیر اسے خوش ہونے یا غم کا اظہار کرنے کا حقیقتاً کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔

"لیکن ذکر اس تحریری سند کا تھا" لیڈی جارجیانہ نے پھر ایک بار میری طرف مڑتے ہوئے کہا "یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ میں تم کو اس قسم کی تحریر کی بنا پر نوکر رکھنا منظور کروں"۔

اپنے جی میں میں اس انکار سے ایک حد تک خوش ہوا۔ کیونکہ اس قدر گفتگو سننے کے بعد میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ اس گھر میں نوکروں سے اچھا سلوک کئے جانے کے بارے میں مس ڈیکن کے الفاظ کی صحیح قدر و قیمت کیا ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود میں اس بات کا فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر مجھ کو ناکام واپس جانا پڑا تو عزت کے ساتھ جاؤں گا چنانچہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ لیڈی جارجیانہ کے خیالات خواہ کچھ ہوں میں بہر حال اس ملازمت کے ہر طرح لائق تھا جس کے لئے میں درخواست لے کر آیا تھا۔ میں نے جلدی سے کہا: "بانو میری وجہ سے جو زحمت و تکلیف آپ کو ہوئی ہے اس کے لئے معافی چاہتے ہوئے میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے پاس جو تحریری سند ہے وہ کسی معمولی آدمی کی نہیں بلکہ لارڈ ریونس ہل کے داروغہ نے خود ہز لارڈ شپ

کی طرف سے لکھ کر دی تھی "

"آہ۔ تب اس معاملہ کی حالت بالکل ہی بدل جاتی ہے" لیڈی جارجیانہ نے کہا اور آنِ واحد میں اس کے چہرہ کی سختی رفع ہو گئی۔ اور ہونٹوں پر پھر ایک بار تبسم کی روشنی نمودار ہوئی۔

اس مسکراہٹ کے معاملہ میں مس ڈبکن نے بھی اس کی تقلید ضروری سمجھی اور کہا: "سچ ہے اس صورت میں معاملہ کی حالت بالکل ہی بدل جاتی ہے"

"جس کی وجہ یہ ہے" بیگم صاحبہ نے اپنی چاپلوس سہیلی کی طرف مڑتے ہوئے کہا "گو غریب لارڈ ریونس ہل نے جسے میں چند سال بیشتر اس زمانہ سے پہلے جانا کرتی تھی جب یہ بدلہ ازراہ حماقت" اس لفظ پر اس نے خاص طور پر زور دیا "اپنے آپ کو مسٹر ٹائیورٹن پر ضائع کرنا منظور کیا۔۔۔"

"آہ سچ ہے" مس ڈبکن نے افسوسناک طریقہ پر سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "آپ کا وہ ایثار بے شک عظیم تھا۔"

"تاہم جیسا میں کہہ رہی تھی" بیگم صاحبہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا "ہر چند بے چارے لارڈ ریونس ہل نے اپنے آپ کو تباہ و برباد کر لیا ہے۔ تاہم اگر یہ لڑکا واقعی اس کے ہاں ملازمت کر چکا ہے تو اس کی دی ہوئی سند ضرور قابل تسلیم سمجھی جا سکتی ہے"

لیڈی جارجیانہ کے خیالات میں اس خوشگوار فوری انقلاب سے میرے دل کو سچ پوچھیے تو افسوس ہوا کیونکہ حقیقت میں میں اب اس ملازمت کا خواہشمند نہ تھا۔ واجب یہ ہوتا کہ میں اس رائے کی تبدیلی کے بعد شکریہ کے ساتھ قبول ملازمت سے انکار کر دیتا۔ مگر عین وقت پر "نہ" کہنا بھی کسی کسی کا کام ہے۔ افسوس کہ اخلاقی دلیری کے امتحان میں میں پورا نہ اترا۔ اور کلمہ انکار کہنے کی بجائے سند نکال کے

پیش کردی۔ بیگم صاحبہ نے بغور اس کو پڑھا۔ اور اس کے بعد مس ڈبکن کے حوالہ کردیا جس نے اس کے مطالعہ میں تھوڑے اختلاف کے ساتھ بیگم صاحبہ کی تقلید کی۔

"میرے خیال میں کافی ہے" لیڈی جارجیا نے کہا۔

"جی بس کافی ہے" مس ڈبکن نے جواب دیا۔

"جوزف ولمٹ" بیگم صاحبہ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: "اب مجھے تم کو اپنی ملازمت میں لینے سے انکار نہیں۔"

"مگر بیگم صاحبہ!" میں نے بعد از وقت کلمۂ انکار ادا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "میں دراصل ..."

"بس بس۔ میں جواب سننے کی عادی نہیں ہوں" اس نے جلدی سے قطع کلام کردیا۔ "میں اس نوکر کو بہت برا جانتی ہوں جو میرے سامنے جواب دے۔ بس تم کو چاہئے اس عیب کو دفع کرنے کی کوشش کرو۔ کیا تنخواہ تم لارڈ ریونس ہل کے ہاں پاتے تھے؟"

"بارہ پونڈ سالانہ۔"

"بارہ ... پونڈ ... سالانہ! بڑی تنخواہ ہے" اس نے مس ڈبکن کی طرف منہ پھیر کر کہا۔

"جی بہت زیادہ ہے" مس ڈبکن نے تسلیم کیا۔

"تاہم اس سند کو دیکھتے ہوئے ..."

"ہاں اس سند کو دیکھتے ہوئے ..."

"کچھ ایسی زیادہ بھی نہیں ہے۔"

"بالکل زیادہ نہیں ہے۔"

"اس صورت میں جوزف ولمٹ" لیڈی جارجیانہ نے اپنی تو ڈای سہیلی کی تائید

حاصل کرنے کے بعد کہا "بارہ پونڈ سالانہ اور سردی گرمی میں دو سوٹ وردی کے مگر یاد رکھو وردی کے کپڑے تمہارے مالک کے ہوں گے یعنی میرے۔ کیونکہ اس گھر میں میں ہی تمہاری مالک ہوں"

"اچھی طرح یاد رکھو" مس ڈبکن نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "آپ ہی اس گھر میں سب کچھ ہیں"

"بس تو جب تم نوکری چھوڑ کر جاؤ گے تو وردیاں میرے حوالہ کر دینی ہونگی رہ گیا کام۔ تو وہ ہمیشہ ضابطہ اور قاعدہ کے مطابق ہونا چاہیئے۔ تم کو لازم ہوگا، کہ گرمیوں میں صبح ۵ بجے اور سردیوں میں چھ بجے اُٹھو۔ کیونکہ سویرے اُٹھنا صحت کے لئے مفید ہے ..."

"اور نوکروں کو اچھی طرح کام کرنے میں مدد دیتا ہے" مس ڈبکن نے اضافہ کیا۔

"اس کے بعد رات کو دس بجے سونا۔ یعنی ان حالتوں کے سوا جب مہمان گھر میں وارد ہوں۔ تمہارا یہ فرض ہوگا کہ دوسرے نوکر جاں بار بیٹ کو ہر ایک کام میں مدد دو..."

"خصوصاً کتوں کی نگہداشت میں" مس ڈبکن نے پھر ایک بار ناصحانہ پیرایہ میں کہا۔

"لیکن یہ سب میرے خیال میں اس طرح کی باتیں ہیں جن کو رفتہ رفتہ تم اپنے آپ سمجھنے لگو گے" بیگم صاحبہ نے کہا "میں اس میں شک نہیں کام خوب لیتی ہوں مگر نرمی بھی بہت کرتی ہوں"

"بہت زیادہ۔ حد سے زیادہ" مس ڈبکن نے مدھم آواز سے کہا۔

"کم از کم میں نوکروں کی بہتری چاہنے والی عورت ہوں" بیگم صاحبہ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا "جب وہ بیمار ہوں تو ڈاکٹر بلا فیس معائنہ کرتا ہے۔ گو دوا

کا خرچ قدرتی طور پر ان کو خود ہی ادا کرنا پڑتا ہے۔ پھر اس کے علاوہ میرے ہاں رہ کر نوکر لوگ اُداس کم ہوتے ہیں۔ کیونکہ گو میں رسمی تفریحات کا بہت زیادہ شوق نہیں رکھتی تاہم نوکروں کی خوشی اور جوش کو کم کرنا بھی نہیں چاہتی " یہ میرے خیال میں اس کی خاص الخاص عنایت تھی۔ کیونکہ اس کے اندر نہ تو بناتہ جوش تھا اور نہ خوشی۔ " اور اب اگر تم چاہتے ہو تو جاؤ میں اجازت دیتی ہوں۔ نوکروں کے کمرہ میں جا کے تھوڑی روٹی اور پنیر کھا لو اور ذرا سی بیئر پی لو کیونکہ میرا خیال ہے تم پیدل چل کے اس جگہ تک آنے کے بعد ضرور تھک گئے ہوگے۔"

"اوہ۔ لیڈی جارجیانہ " مس ڈکمین نے انداز تعریف سے کہنا شروع کیا " آپ کتنی مہربان ہیں۔ آپ ان غریبوں پر جو گھر بار چھوڑ کر ملازمت کی تلاش میں کہیں کہیں مارے پھرتے ہیں، کتنی بڑی عنایت کرتی ہیں "

اپنے دل ہی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس دنیا کا بہتر سے بہتر آدمی بھی جو ادنیٰ ترین خدمت کرنے پر مجبور ہو، اس چاپلوس عورت سے ہزار ہا درجے خوش نصیب ہوگا جس کا فرض اپنی مالکن کی ہاں میں ہاں ملانا، اور نگاہ، حرکت اور خیال میں اسی کے نقش قدم پر چلنا تھا۔ تاہم میں خاموش رہا۔ اور میرا خیال ہے کہ مس ڈکمین اس غلط فہمی میں مبتلا رہی کہ میں اس کی اعلیٰ وارفع حیثیت کا معترف و مداح ہوں۔

"بس جوزف ولمٹ اب تم جا سکتے ہو " لیڈی جارجیانے فیصلہ کن انداز سے کہا " مگر یاد رکھو آج رات ۹ بجے اپنا اسباب لے کر ضرور اس جگہ آجانا۔ اس میں ایک منٹ کی دیر نہ ہو۔"

میں نے سوچا کہ اب چونکہ خود بخود ملازمت کا سامان ہو گیا ہے اس لئے انکار کرنا مناسب نہیں۔ ممکن ہے اس میں کوئی خفیہ مصلحت ہو۔ یہ کیا کم تھا کہ میرے لئے فوراً ہی اس طریقے سے جائے آرام مہیا ہو گئی۔ انکار کی صورت میں کیا تعجب کئی دن تک

کسی دوسری ملازمت کا انتظام نہ ہو سکتا۔ اور اگر ہوتا بھی تو جگہ اچھی نہ مل سکتی یا اس سے بھی ردی ملتی۔ بیکاری کی صورت میں بیشک میرے پاس گذارہ کے لائق روپیہ موجود تھا تاہم اس کے ختم ہونے کے بعد... نہ معلوم کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس سلسلہ میں میرے خیالات کی رَو لیڈی کی طرف گئی۔ ایسی ہی مصیبت میں میں نے جس کا سایۂ عاطفت قبول کیا تھا۔ اور یہ سوچ کر میرے بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا کہ ممکن ہے روپیہ صرف ہو جانے کے بعد مجھے پھر ایسی ہی صحبت قبول کرنی پڑے۔ اس طرح سارے پہلو سوچ کر میں نے رضائے الٰہی پر شاکر ہونا ہی بہتر سمجھا۔ لیکن چونکہ ایک ٹکڑا روٹی اور پنیر یا ایک گلاس بیئر کی خواہش مجھ کو نہیں تھی اس لئے لیڈی جارجیانہ کی فیضی سے فائدہ نہ اٹھا کر اسی طرح مرٹل لاج سے واپس ہوا۔

شاہراہ کی طرف آتے ہوئے میں جس وقت گاڑی کی سڑک سے گذر رہا تھا تو ایک پستہ قد لاغر اندام آدمی قریباً پچاس سال عمر کا جس نے کم حیثیت کا لباس پہنا ہوا تھا۔ نظر آیا۔ اس کی شکل و صورت ادنیٰ، نگاہ شک آمیز اور انداز اس احساس تکبر سے خالی تھے جو لیڈی جارجیانہ سے مخصوص تھا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی ایک عجیب طرح کی نفرت مجھ کو اس آدمی سے ہو گئی اور گو میں نے اپنے دل میں بہت آرزو کی کہ یہ شخص مسٹر ٹائیورٹن نہ ہو۔ تاہم جیسا کہ معلوم ہوا یہ ایک آرزوئے خام تھی۔

"اے او لڑکے" اس نے مجھ کو آواز دی "اِدھر آ۔ تو کون ہے" اور اس کے بعد اس طرح گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر، گویا میں کوئی چور تھا جس کو اس نے کوئی چاندی کا چمچہ یا ایسی ہی اور چیز چراتے ہوئے پکڑا تھا۔ "کیا تو... نوکری کرنے آیا تھا؟" پھر میرا جواب پا کر "یہی میرا خیال تھا۔ مگر کب تو کام پہ آ جائے گا؟"

"جی آج رات ۹ بجے"

"اچھا تو پھر ساڑھے آٹھ پہ آ جانا" اس نے فیصلہ کن حکم دیا "خبردار اس

میں دیر نہ ہو۔ اور یاد رکھو کہ میں ہی اس گھر کا مالک ہوں۔ میرا ہی حکم یہاں چلتا ہے۔ سمجھا؟

یہ کہتے ہوئے اس نے اس طرح کی تند نظروں سے میری طرف دیکھا۔ گویا تردید کی صورت میں مجھ کو کچا ہی کھا جائے گا۔ مگر میں نے یہ کہہ کر کہ لیڈی جارجیانا نے تو کا حکم دیا اور خود کو اس گھر کا مالک ظاہر کیا تھا، کوئی اعتراضی لفظ منہ سے نہ کہا۔ اسکے برعکس میں نے تعمیل ارشاد کا وعدہ کر لیا۔ اور وہ اپنی کامیابی پر مسکراتا اور خوش ہوتا لاج کی طرف چلا گیا۔ لیکن گو اس طرح پر مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہی مسٹر ٹائیورٹی اس گھر کا مالک ہے تاہم اب ایک نئی الجھن میرے دل میں یہ پیدا ہو گئی کہ آئندہ اس جگہ رہتے ہوئے مجھے کس کو اصلی مالک تصور کرنا چاہیئے۔ مسٹر ٹائیورٹی یا اس کی بیوی لیڈی جارجیانا ٹائیورٹی کو؟

اسرار

قصبہ اکسیٹر کی جس سرائے میں میرا قیام تھا اس جگہ پہنچ کر میں نے سرائے دار سے پوچھا۔ کہ مجھے اپنا اسباب کس ذریعہ سے مرٹل لاج پہنچانا چاہیئے؟ اس نے جواب دیا کہ ایک مال گاڑی شام کو پانچ بجے کے قریب چل کر اس کوٹھی کے پاس سے گذرا کرتی ہے۔ اور اس کے بعد کوئی گاڑی اگلی صبح تک اس طرف نہیں جاتی۔ مجھ کو آخری تاکیدی حکم ساڑھے آٹھ بجے رات تک لاج میں حاضر ہو جانے کے لئے دیا گیا تھا۔ اور پانچ اور ساڑھے آٹھ میں کئی گھنٹوں کا وقفہ تھا۔ میں نے سوچا کہ پیش از وقت اس جگہ پہنچ کے بیٹھے رہنا میرے خیال میں نامناسب ہو گا۔ علاوہ بریں میری خواہش تھی کہ اس وقت فرصت

سے فائدہ حاصل کر کے ایک بار اکسیٹر کی سیر کر لی اور جو مقامات اس جگہ دیکھنے کے لائق تھے ان کو دیکھ لینا چاہیئے۔ پس میں نے فیصلہ کیا کہ اپنا اسباب مال گاڑی پر بھیج کر خود اس کے بعد وقت مقررہ پر اس جگہ چلا جاؤں گا۔ میں نے اسباب کا کرایہ پیشگی ادا کر کے مال گاڑی والوں سے کہہ دیا کہ وہ میرے ٹرنک کو اس جھونپڑی میں جو لاج کے پھاٹک کے پاس واقع تھی اور جس کے بارے میں بعد ازاں معلوم ہوا کہ "دربان کی کوٹھی" کے پُر شوکت نام سے موسوم تھی اُتار کے رکھ دے۔ اس کے بعد کچھ کھا پی کر پیدل ہی شہر کی طرف چل دیا۔

اتنے میں شام ہونے لگی تھی۔ اور چار کا عمل ہو چکا تھا۔ اس خیال سے کہ میں چھ میل کا سفر پہلے کر چکا ہوں اور رات کو لاج تک جانے کے لئے تین میل اور پیدل چلنا ہے زیادہ تھکن سے بچنے کے لئے میں بیٹھے آرام کے ساتھ مزے مزے چلنے لگا۔ اور گرجا کا راستہ پوچھتا اس جگہ جا پہنچا۔ اکسیٹر کا گرجا اپنی عالی شان عمارت کے لئے مشہور ہے قریباً چھ بجے تک میں اس کے مختلف نظارے دیکھنے میں مشغول رہا۔ حتیٰ کہ گہری شام ہو گئی اور اندھیرا چھانے لگا۔ اس وقت میں پھر ایک بار سرائے کی طرف مڑا۔ کیونکہ میرا خیال تھا مرٹل لاج جانے سے پہلے تھوڑی چائے پی کر ایک گھنٹہ آرام کروں گا۔ لیکن دفعتاً بازار کے موڑ پر ایک ایسی صورت نظر آئی کہ اس کو دیکھتے ہی میں خوف زدہ اور سہا ہوا ایک قریبی دکان کے اندر گھس گیا۔ یہ صورت میرے نام نہاد ماموں اور بدترین دشمن مسٹر لینوڈ کی تھی!

محض اس کی صورت دیکھنے سے ہی مجھے اپنے دل پر کچھ اس طرح کا بوجھ پڑتا معلوم ہوا اور سردی کی ایسی تیز لہر میرے بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی کہ میں شرابی کی طرح لڑکھڑاتا دکان کے اندر گھس گیا۔ اور اس آدمی کی مانند جو غش کرنا چاہتا ہو، ضعف جانی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ایک نوجوان سودا فروخت کرنے کی میز کے پیچھے کھڑا تھا

اس نے یہ سوچ کر کہ شاید میں بیمار ہوں ایک گلاس پانی کا بھر کر پیش کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی عنایت آمیز اور ہمدردانہ لہجہ میں میرا حال پوچھا۔ اس کی نرم آواز سُن کر میری جمع خاطر ہوئی۔ تو میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی۔ معلوم ہوا یہ ایک پیسٹری والے کی دکان تھی۔ جس میں میں نے اپنے قابل نفرت اور ہیبت ناک دشمن سے بچنے کے لئے پناہ حاصل کی تھی۔ میں نے اس نوجوان سے ایک بوتل سوڈا واٹر کی مانگی۔ جسے پی کر میرے حواس کسی قدر بجا ہوئے۔ مگر اب میں ان فکروں میں پڑ گیا کہ اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ اگر دکان سے باہر نکلتا ہوں تو اپنے دشمن جانی کے روبرو آنے کا احتمال ہے اور دکان میں بیٹھنے کا کوئی بہانہ نظر نہیں آتا۔ تھوڑی دیر سوچ کر میں نے اس خیال سے اپنے جی کو تسلی دی کہ مسٹر لینوورکے ارادے میری نسبت کتنے ہی فاسد کیوں نہ ہوں۔ یہ غیر ممکن ہے کہ وہ دن کے وقت شارع عام میں میرے خلاف کوئی مجرمانہ حرکت کرے۔ پس اپنی ٹوٹتی ہوئی ہمت کو بحال کر کے میں اس جگہ سے اٹھا اور باہر نکلنے کے ارادہ سے دروازہ کی طرف گیا لیکن جوں ہی دکان سے باہر نکلا اور اس مقام کی طرف نظر ڈالی جہاں میں نے مسٹر لینوور کو کھڑے ہوئے دیکھا تھا تو یہ دیکھ کر کتنی حیرت ہوئی اور ناقابلِ بیان جوش میرے سینہ میں پیدا ہوا کہ اب اس جگہ خوفناک کبر ملے کی بجائے میرے دل کی مالک حسین و جمیل اینیل کھڑی تھی!

ہمارا ایک دوسرے سے فاصلہ بمشکل دس بارہ گز کے قریب تھا۔ وہ ایک دکان کے باہر تنہا کھڑی تھی۔ اور اس کی آنکھیں اس دکان کے اندر کی طرف لگی ہوئی تھیں جس سے میں یہ نتیجہ اخذ کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کا باپ اسی دکان کے اندر ہے اور وہ اس کے باہر آنے کا انتظار کر رہی ہے۔ ہر چند گہری شام ہو چکی تھی۔ تاہم رات کی تاریکی ابھی پورے طور پر نہ چھانے پائی تھی۔ اس کے علاوہ میں جب اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا، تو اس دکان کی ایک کھڑکی میں جس کے باہر وہ کھڑی تھی۔ گیس کی تیز روشنی نمودار ہوئی۔

جس نے اس کے فرشتگانہ حسن کو اور بھی نمودار کر دیا۔ میں نے دیکھا اب بھی اس نے وہی صاف وسادہ شریفانہ لباس پہنا ہوا تھا جیسا اس زمانہ میں ہوا کرتا تھا جب پہلی بار میں نے اسے دیکھا تھا۔ یعنی نہ اس کی پوشاک بھڑکیلی اور نہ اس کے کپڑوں کی تراش حیاسوز تھی۔ نہ اس کے طور و اطوار میں کوئی بات ایسی پائی جاتی تھی جسے کسی باحیا اور شریف خاتون کے لئے معیوب سمجھا جا سکے۔ اس کے برعکس اس کی نگاہوں سے اس طرح کی دہشت کا اظہار ہوتا تھا گویا وہ بازار میں چند منٹ کے لئے بھی تنہا کھڑا رہنے سے ڈرتی تھی غرض اس ایک نظر میں جو میں نے اس پر ڈالی معلوم ہو گیا کہ یہ وہی شریف اور شرمیلی انیل ہے جس کو میں نے اپنے طفلانہ جوش محبت میں چاہنا شروع کیا تھا۔ ویسی ہی جیسی وہ اس زمانہ میں تھی جب میں نے پہلی مرتبہ اسے دیکھا تھا۔ تب کیا اس کا یہ مطلب تھا کہ وہ سر ملکم دیونیہم کو چھوڑ کر پھر اپنے باپ کے پاس آ چکی تھی؟ کیا وہ پھر ایک بار اس حد تک نیکی کی راہ پر آ گئی تھی جتنا کسی گنہگار لڑکی کے لئے ممکن ہو سکتا ہے؟ کیا اس نے ناٹک میں پہنے ہوئے بھڑکیلے حسین لباس کے استعمال کی توبہ میں یہ صاف وسادہ پوشاک پہنی تھی، یا کیا وہ ان حیاسوز پارچات کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ چکی تھی۔ جیسے اس وقت میں نے اس کے بدن پر دیکھے تھے جب وہ موضع چارلنٹ کے قریب سر ملکم کے ساتھ ساتھ بانکی ادا سے گھوڑے پر سوار سیر کرتی پھر رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ سوچ کر میرے سینہ میں درد کی تیز ٹیس اٹھی کہ اس چھوٹی سی عمر میں وہ کتنی ریاکار اور نمائش میں کس درجے مہارت رکھنے والی ہو گی۔ کیونکہ یہ اسی طرح ممکن سمجھا جا سکتا تھا کہ ایک بار نیکی اور شرافت کی راہ چھوڑ کر نمائش اور دکھاوے کے راستہ پر چلنے کے بعد وہ پھر اپنے آپ کو ویسی بھولی اور معصوم بن کر دکھا سکے جیسی وہ پیشتر کسی زمانہ میں تھی۔ مگر کچھ بھی ہو میں ایک لمحہ کے لئے اس سے ملنا اور گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ بلا سے کوئی خطرہ پیش آئے اور کیسی ہی جوکھم کا مقابلہ ہو۔ میں اس ارادہ سے باز نہ آ سکتا تھا۔ مجھے اس کے خوفناک باپ کی حراست

میں آنے کا قطعاً اب بالکل نہ رہا تھا۔

یہ سارے خیالات چند ثانیوں کے عرصہ میں طرفۃ العین میں میرے دل میں پیدا ہوئے اور اپنے گرتے ہوئے حوصلہ کو سنبھال کر میں حلوائی کی دکان سے باہر نکلا۔ اس کے بعد تیز چلتا اس کے پہلو میں جا کے کھڑا ہو گیا۔ ساتھ ہی میں نے اس کو چپ رہنے کا اشارہ کیا تاکہ ایسا نہ ہو اس کے منہ سے نکلا ہوا کلمۂ حیرت اس کے باپ کے کانوں تک پہنچ جائے۔ اس نے مجھے دیکھا اور میرے اشارے کا مطلب سمجھ گئی۔ پھر اس نے ایک تیز متجسس نگاہ اس دکان کے اندر ڈالی جس کے باہر وہ کھڑی تھی۔

"انیبل!" میں نے اس کا آگے کو بڑھا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا اور اتنا ہی کہہ کر رہ گیا۔ حیران تھا کہ اس کے آگے کیا کہوں۔ کچھ معلوم نہ تھا کہ اس سے مل کر میرے سینہ میں خوشی کا احساس غالب تھا یا درد و اذیت کا۔

"اوہ۔ جوزف۔ مجھے تم سے مل کر کتنی خوشی ہوئی ہے" اس نے دبی ہوئی آواز میں جلدی سے کہا اور آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے اس کے رخساروں پر بہنے شروع ہو گئے۔

"پیاری انیبل!" میں نے جواب دیا: "تو جو ہر حال میں مجھ کو اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔ افسوس تو نہیں جانتی کہ میں نے تیرے درد فراق میں کتنے آنسو بہائے اور کتنے رنج و غم سہے ہیں۔۔۔"

"اور میں نے بھی جوزف" اس نے اپنی دلکش روپہلی آواز سے کہا۔ میرے خدا! وہ اس وقت کتنی خوبصورت تھی۔ کس طرح جوش مسرت کی سرخی اس کے رخساروں پر اور نیلگوں آنکھوں کی چمک میں ظاہر ہو رہی تھی "لیکن یہ کہو۔ کیا اس عرصہ میں تم ہر طرح خوش تو رہے؟" پھر اس دلکش پیاری آنکھوں سے سر سے پاؤں تک میری ظاہری حالت دیکھنے اور اس طرح اندر کا حال جاننے کی کوشش کرتے ہوئے: "جوزف میں امید کرتی ہوں کہ تم اس دنیا میں کامیابی کے ساتھ جد و جہد کر رہے ہو۔ کیا ایسا نہیں ہے؟" اس نے میری

حالت کا جائزہ لینے کے بعد پُر یقین انداز سے کہا۔ کیونکہ میں نے سادہ کپڑے کا ایک نیا سوٹ جو حال ہی میں چارلٹن ہال کی ملازمت سے علیٰحدہ ہونے کے احتمال سے خریدا تھا پہنا ہوا تھا۔

"ہاں میں گذارہ کے لائق روزی کما لیتا ہوں؟" میں نے جواب دیا۔ "مگر اسی طریقہ پر جو تجھ کو معلوم ہے یعنی گھر کی ملازمت کے ذریعہ سے۔ لیکن تو انیبل ... تو مجھ کو جواب دے ... کیا تو نے بالکل ہی ... آہ۔ میں فقرہ پورا نہیں کر سکتا۔ بہر حال تو میرا مطلب اچھی طرح سمجھ سکتی ہے؟"

ایک عجیب طرح کی چمک اس کی خوشنما آنکھوں میں پیدا ہوگئی۔ جس کا مطلب میں بہ مشکل سمجھ سکتا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ میں اس بارے میں کوئی بات اس سے پوچھتا فوراً ہی اس کی آنکھوں میں سراسیمگی اور دہشت کے آثار پیدا ہوئے اور اس دکان کے اندرونی حصہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ سخت جوش کی حالت میں دبی آواز سے کہنے لگی۔ "بھاگ جا۔ جوزف بھاگ جا۔ خدا کے لئے دیر نہ کر..."

میں نے جلدی سے اس کا ہاتھ دبایا اور اندھا دھند ایک طرف کو دوڑنے لگا۔

تھوڑی دور آگے ایک موڑ تھا۔ اس سے گھوم کر میں ایک اور بازار میں پہنچ گیا۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی جرأت کئے بغیر اسی طرح بے تحاشا دوڑتا گیا کیونکہ انیبل کے الفاظ کا مطلب میں اچھی طرح سمجھتا تھا۔ حقیقتاً اس وقت جب اس کی آنکھوں میں دہشت کے آثار پیدا ہوئے تو اس کا باپ دکان سے باہر آنے لگا تھا۔ اور اگر میں ایک لمحہ بھی ٹھہر جاتا تو ضرور وہ مجھ کو دیکھ لیتا جس کے بعد... خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے بعد میرا کیا حال ہوتا۔ اسی طرح دوڑتا میں سرائے کے قریب جا پہنچا اور آخر اس مقام کے پاس جہاں سے سرائے کا دروازہ دس بارہ قدم کے فاصلہ پر تھا۔ میں نے اپنی رفتار کم کی اور پھر ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا۔ لیکن نہ تو سڑک کے وسطی اندھیرے میں اور نہ اس روشنی میں جو دکانوں سے

خارج ہوکر سپیل چلنے کی پگڈنڈیوں پر پھیلی ہوئی تھی - اس کی خوش صورت کہیں نظر نہ آتی تھی -

حوصلہ پاکر میں سرائے کے اندر گیا اور چائے طلب کی - اور اس کو پیتے ہوئے میرے خیالات کی رَو پھر ایک بار انیبل کی طرف جانی شروع ہوئی - کتنی عجیب و پُر اسرار اس کی ہستی تھی - کس کس طرح کے ناقابل فہم راز اس کے گرد چھائے ہوئے تھے - پچھلے چودہ ماہ کے عرصہ میں کس قدر عجیب اور متنوع حالتوں میں میں اس کو دیکھ چکا تھا پہلے ایک شرمیلی اور معصوم بھولی لڑکی کی حیثیت میں جو ماں کی خدمت گذاری کو اپنا فرض اعلیٰ سمجھتی اور دن رات اسی میں منہمک رہتی تھی - اس کے بعد دفعتاً بادلوں سے نکلتے ہوئے سورج کی آب و تاب سے حسن عریاں کی خیرہ کن روشنی کے ساتھ ناٹک کے سٹیج پر پُر شکوہ - عظیم اور نظر فریب، پھر ایک شہسوار خاتون کی حیثیت میں سواری کا چست لباس پہنے لہراتے ہوئے پروں اور پھڑپھڑاتی ہوئی نقاب کے ساتھ خوشنما ٹوپی اوڑھے، ایک اوباش امیر کی صحبت میں، اور اب ایک مرتبہ پھر ایک باحیا شرمیلی لڑکی کی مانند معصومیت جس کی ہر ادا سے ظاہر تھی - بے گناہی جس کی خوشنما پیشانی پر جلی حرفوں میں لکھی ہوئی موجود تھی - اوہ! کیا یہ ممکن تھا کہ وہ انیبل جو منڈوہ کی پشت پر سٹیج کے پچھلے حصہ میں اس سرد مہری اور بے رحمی سے مجھ کو چھوڑ کر رخصت ہو گئی تھی - اور جس نے میرے اصرار پر ایک ایکٹریس کی زبانی یہ پیغام بھجوایا تھا کہ میں جوزف ولمٹ نام کے کسی آدمی کے نام سے واقف نہیں ہوں - میں کہتا ہوں وہی انیبل کیا اپنے آپ کو اتنا تبدیل کر سکتی تھی کہ مجھ سے مل کر پھر خوشی ظاہر کرے - لجائی ہوئی نظروں سے دیکھے اور دل سے اس بات کا اقرار کرے کہ وہ بارہا مجھ کو یاد کر کے روئی تھی - یا امّ خدا - کیا وہ اور یہ ایک ہی انیبل کی دو تصویریں تھیں ؟ کیا تب اور اب ایک ہی صورت کے دو پہلو ایک ہی سیرت کے دو حصے میری نظروں کے سامنے آ رہے تھے ؟ کیا وہ پہلی اور دوسری اور حال کی ایک ہی انیبل تھی ؟ اور میں کہتا تھا نہیں - مگر آنکھ کہتی تھی ہاں - لیکن اگر

ان سب باتوں کی تہ میں ایک ہی شخصیت کام کر سکتی تھی۔ اگر ایک ہی سیرت میں اتنے متضاد پہلو دیکھے جانے ممکن تھے تو ذہن اپنی جستجو میں اس ایک نتیجہ کے سوا اور کیا مفید قائم کر سکتا تھا۔ کہ وہ جو ظاہرا اتنی بھولی' معصوم اور پاکباز ہے ضرور باطن میں ریا اور مکر و فریب کی وہ سب برائیاں رکھتی ہے جو سم کو تریاق اور زہر ہلاہل کو عسل خالص کی صورت میں پیش کر سکتی ہیں۔ آہ۔ بے رحم خیال جس کو میں اپنے دل میں جگہ دینے کی جرأت نہ کر سکتا تھا مگر جس کو نظر انداز کر سکنے کی بھی کوئی صورت ممکن نہ تھی اور جو بہر حال اتنا بھیانک تھا کہ میں اس کو اس نوجوان حسینہ سے ہرگز منسوب کرنا نہ چاہتا تھا۔ جس کی عمر سولہ سال سے صرف چند مہینے اوپر تھی۔

یہ خیالات تھے جو انیل سے میری عجیب مختصر اور غیر متوقع ملاقات کے بعد دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے۔ لیکن ہرچند میں حالات کے اثر سے اس کے برخلاف کئی طرح کی باتوں کو دل میں جگہ دینے پر مجبور تھا۔ تاہم وہ دل اب بھی اس کا تھا جتی کہ اگر انیل کا نام گناہ اور معصیت کا مترادف بھی ہوتا تو میرے لئے اس شوق محبت کو جو اس کے لئے تھا' دبانا یا روکنا غیر ممکن ہوتا۔ جس طرح شہد کے بھرے ہوئے پیالہ میں زہر ملا ہوا ہو تو بھی اس کی حلاوت میں فرق نہیں آتا۔ اور چمکیلی شراب کے جام میں گو کڑواہٹ موجود ہو تاہم اس کا سرور دلچسپیوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہر قسم کی برائیوں کے باوجود میرے لئے انیل کا تصور سینہ سے نکالنا غیر ممکن تھا۔ کیونکہ کسی خوشنما پھول کی خوشبو میں کیسے ہی زہریلے اثرات شامل ہوں ان سے اس کی رنگت کی دلفریبیاں بہر حال زائل نہیں ہوتیں۔ آہ۔ کس کو معلوم نہیں کہ بحیرہ مردار کے ساحل پر اُگنے والے سیب دیکھنے میں نہایت خوشنما ہوتے ہیں مگر ان کے اندر سڑے ہوئے گودے کے سوا کچھ نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح درخت اُپاس کا سایہ گو تھکے ہوئے مسافر کے لئے بڑا راحت بخش ہوتا ہے تاہم اس کی پھیلی ہوئی شاخیں اس بدنصیب کے لئے اپنے اندر یقینی موت رکھتی ہیں۔

ان خیالات سے میرا ذہن رفتہ رفتہ ایک اور معاملہ کی طرف مائل ہونا شروع ہوا۔ گو سچ پوچھئے تو وہ بھی خیالات کی اسی ندی کی ایک شاخ تھی جو میرے سینہ کے اندر رواں تھی۔ مسٹر بینووڈ کے اکسیٹر آنے کے واقعہ کو یاد کر کے میں نے سوچنا شروع کیا کہ وہ اس جگہ کیا کرنے آیا ہے؟ کیا اس کی آمد میری ہی تلاش کے سلسلہ میں تھی؟ دل نے جواب دیا۔ نہیں، کیونکہ اس صورت میں وہ بڑی آسانی سے مجھ کو چارلٹن ہال سے تلاش کرتا ہوا اس سرائے تک پہنچ سکتا تھا جس میں میں اس وقت بیٹھا تھا۔ دفعتاً ایک اور خیال پیدا ہوا جو میرے اس سوال کا زیادہ تسلی بخش جواب تھا۔ یعنی میں نے سوچا کہ ضرور وہ اپنی بیٹی کو اس اوباش امیر کی صحبت سے بچانے کے لئے آیا ہے، جس کے پاس وہ کچھ عرصہ سے رہنے لگی تھی لیکن اگر ایسا ہو تو پھر میں اس کو اتنا برا آدمی بھی خیال نہ کر سکتا تھا کہ وہ میری زندگی کے برخلاف قاتلانہ ارادے رکھتا۔ اس کے ساتھ یہ بھی خیال آیا کہ اگر اس کا ارادہ بہت عرصہ تک ان اطراف میں رہنے کا ہو تو پھر میری سلامتی کا خدا حافظ تھا۔ اس صورت میں مجھ کو وہ ملازمت بھی قبول نہ کرنی چاہئے جہاں مجھے اس رات ساڑھے آٹھ بجے پہنچنا تھا۔ اس حالت میں میرا سب سے بڑا فرض یہ تھا کہ اس جگہ سے بھاگ کر اپنے اور خوفناک کبریلے کے درمیان سینکڑوں میلوں کا فاصلہ پیدا کر لوں۔ مگر اس میں ایک اور دقت یہ تھی کہ میرا سامان مرٹل لاج پہنچ چکا تھا اور میری مالی حالت اس بات کی اجازت نہ دے سکتی تھی کہ میں وہ سارا سامان جو اس دنیا میں میری واحد ملکیت تھا ایک فرضی خطرہ کے ڈر سے ضائع کرنا منظور کرتا۔ نہیں، بہترین صورت یہ نظر آئی کہ ہمت اور احتیاط سے کام لوں۔ اور مرٹل لاج میں رہتے ہوئے اس بات کا پورا خیال رکھوں کہ کوئی شخص میری حرکات کی نگرانی تو نہیں کرتا ہے کوئی میرے پیچھے لگا ہوا تو نہیں پھرتا؟ جتنا زیادہ سکون کے ساتھ میں نے سوال کے اس پہلو پر غور کیا اتنی ہی یہ دہشت میرے دل سے کم ہوتی گئی کہ مسٹر بینووڈ کا ارادہ

اکسیٹر میں آباد ہونے یا عرصہ دراز تک ان اطراف میں رہنے کا ہے۔ کیونکہ اگر وہ واقعی اپنی بیٹی کو بُری صحبت سے بچانے کے لئے آیا تھا (اور میرا پختہ خیال تھا کہ وہ اسی غرض سے آیا ہے) تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ اس کو ساتھ لے کر اس مقام پر رہنا پسند کرتا جس کے پاس ہی اس شخص کی سکونت تھی جو اس کی بیٹی کے لئے گناہ کی کشش رکھتا تھا کیونکہ سر ظلم ویونیم کی کوٹھی کا فاصلہ اکسیٹر سے بمشکل تیس میل تھا۔ اور مسٹر لینوڈ کے لئے اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر اس کوٹھی کے اتنا قریب رہنا ناعاقبت اندیشی اور حماقت کی انتہا میں داخل ہوتا۔

بڑی دیر تک ان خیالات کی الجھن میں پھنسا رہنے کے بعد میں آخر کار جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا کہ چاہے کچھ ہو مجھے اپنے سابقہ ارادہ کے مطابق مرٹل لاج جلا جانا چاہئے چنانچہ سرائے کا بل ادا کرنے کے بعد میں پھر ایک بار اسی مقام کی طرف جہاں خاندان ٹانیورٹن کی سکونت تھی پیدل روانہ ہوا۔ قریباً تین میل کا فاصلہ تھا۔ اور چونکہ ابھی ساڑھے سات بجے تھے اس لئے میرے پاس سفر پورا کرنے کو کافی وقت تھا کیونکہ میرے لئے اس جگہ جلد از جلد ساڑھے آٹھ بجے پہنچ جانا ضروری تھا۔ بڑی سہانی رات تھی۔ دن کی تیز ہوا بند ہو کر خوشگوار سکون پیدا ہو گیا تھا۔ اور بے داغ آسمان پر بادلوں کے چند سپید ٹکڑے غیر معمولی بلندی پر اُڑتے ہوئے برف کے گالوں کی مانند دکھائی دیتے تھے۔ سرائے سے نکل کر میں اس سڑک پر چلنے لگا، جو مرٹل لاج کی طرف جاتی تھی۔ شروع میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر مکانات بنے ہوئے تھے لیکن آگے جا کر سڑک بالکل ویران تھی۔ اس جگہ پہنچ کر رات کی تاریکی اور تنہائی میں میں کئی کئی طرح کے مبہم اندیشوں کو دل میں جگہ دیئے بغیر نہ رہ سکا اور اس وقت یہ بھی یاد آیا کہ کس طرح ایک بار پہلے جب میں مسٹر جوکس سے بچ کر لیسٹر سے بھاگا تھا تو لندن کی طرف جاتے ہوئے اسی طرح راتوں کو ملے اور تھکا ماندہ ا

سفر کیا کرتا تھا۔ اور گو میری حالت اب خدا کے فضل و کرم سے ایک طرح پر اصلاح پذیر ہو چکی تھی تاہم ایک اور پہلو سے اس میں ایک خوفناک تبدیلی بھی ہو گئی تھی۔ کیونکہ تب مجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو مسٹر جیکس مجھ کو پکڑ کر پھر محتاج خانہ میں لے جائے حالانکہ اب ایک اور دیو سیرت شیطان کی طرف سے جان کا خطرہ لگا ہوا تھا۔ راستہ چلتے ہوئے ہر سایۂ تاریک میں، ہر مڑے ہوئے درخت کی اوجھل میں اور جھکی ہوئی شاخوں کے ہر گچھے میں مجھے لینو ور کی صورت کا گمان ہوتا تھا۔ تو بھی جس طرح ممکن ہوا، میں اپنے اندیشوں کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتا تیزیٔ رفتار سے آگے ہی آگے چلتا گیا۔ اور اس طرح پھر ایک بار میرے خیالات مسٹر لینو ور سے ہٹ کر انیبل کی طرف لگ گئے۔ اس وقت میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کاش ہماری ملاقات کافی لمبی ہوتی۔ کاش وہ دو منٹ کے عرصہ قلیل میں ختم نہ ہو جاتی۔ مجھے اس سے کئی باتیں کہنی اور کئی ایک سننی تھیں۔ کئی سوالات تب مجھے اس سے پوچھنے تھے۔ میں اس سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ جس رات میں اس کی مدد سے فرار ہوا تو کیا اس کے باپ کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ اسی نے مجھے بچنے میں مدد دی ہے؟ اس کے بعد کیا اسی کی سختیوں سے تنگ آ کر وہ ناٹک کی ملازمت پر مجبور ہوئی۔ اور اس سلسلہ میں ان تحریصوں کا شکار ہوئی تھی۔ جو اس کے زوال کا موجب بنیں۔ مگر جن سے آخر کار اس معبود حقیقی نے اپنی مہربانیوں سے اس کو بچا لیا۔ پھر یہ بھی مجھے اس سے دریافت کرنا تھا کہ اس کی ماں کا کیا حال ہوا؟ یہ اور ایسے ہی لاتعداد سوال تھے جو میں اس صورت میں اس سے پوچھتا اگر حالات اس کی اجازت دیتے۔ اور ہماری ملاقات زیادہ لمبی ہو سکتی ...

چلتے چلتے میں ایک چھوٹی سی سرائے یا شراب خانہ کے پاس جا پہنچا جو اکسیٹر سے قریباً دو میل اور مرٹل لاج سے ایک میل اس طرف بر لب سڑک واقع تھا۔ ایک

ریشمی گاڑی جس میں دو خوشنما قد آور گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ اس کے باہر تھوڑے فاصلہ پر کھڑی تھی۔ کوچوان گھوڑوں کو چلانے کے لئے تیار تھا اور ایک وردی پوش نوکر کھلی ہوئی کھڑکی کے پاس کسی کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ بظاہر کوئی شخص سرائے کے اندر گیا تھا اور گاڑی اس کی واپسی کے انتظار میں رُکی ہوئی کھڑی تھی۔ گاڑی میں لگے ہوئے چاندی کے لیمپوں کی تیز روشنی خوش قد گھوڑوں کی پیٹھ پر اور سڑک کے اطراف میں پھیلی ہوئی تھی۔ میں چونکہ چلتا چلتا تھک گیا تھا اسی لئے ذرا سی دیر آرام کرنے کے لئے اس بنچ پر بیٹھ گیا جو سرائے کے باہر بچھی ہوئی تھی۔ مگر اس پر بیٹھا ہی تھا کہ ایک مرد شراب خانہ کے دروازہ سے نکلا اور حالتِ سرور میں چہکی ہوئی آواز سے یہ کہتا گاڑی کی طرف بڑھا: "کچھ شک نہیں تمہاری ایل بہت اعلیٰ ہے۔ میں جب اس جگہ ٹھہرا تو میرا حلق شیطان کے گلے کی طرح پیاس سے خشک تھا لیکن اب تسکین ہو گئی۔ شب بخیر۔"

"شب بخیر سر ملکم!" سرائے دار نے خوش ہو کر جواب دیا۔ اور شخص مذکور اپنی بند گاڑی کی طرف بڑھا۔

اس میں شک نہیں جب میں نے پہلے پہل اس کی آواز سُنی اور محض اس کی پیٹھ دیکھی تھی تبھی مجھ کو گمان ہوا تھا کہ وہ سر ملکم ڈیونیہم ہے۔ مگر سرائے دار کی گفتگو نے رہا سہا شبہہ دور کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ہیبت ناک خیال میرے دل میں پیدا ہونے لگا۔ گاڑی چونکہ اکسیبڑ سے آئی اور سر ملکم ڈیونیہم کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی اس لئے... ممکن تھا انیبل اس میں سوار ہو۔ اور یہ بدکردار اوباش پھر ایک بار کسی طرح اس کو اس کے باپ کی حفاظت سے نکال کر اپنے ساتھ کوٹھی پر لئے جاتا ہو۔ میں نہیں کہہ سکتا کیوں یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ اس کی بنیادی تحریک کیا تھی اور کیوں میں نے شروع میں ہی اس کو نظر انداز کرنے کی کوشش نہ کی۔ بہرحال اس

خیال کا پیدا ہونا تھا کہ میں حالت جوش میں اُٹھ کر دیوانہ وار گاڑی کی طرف دوڑا۔ سر ملکم دیونیہم کو بھی پیچھے چھوڑ کر میں اندھا دھند گاڑی کے کھلے ہوئے دروازہ کی طرف بڑھا۔ کیونکہ جتنا جلد ممکن ہو میں اپنے خیال کی تصدیق یا تردید کرنا چاہتا تھا پھر اس جگہ پہنچ کر جہاں وردی پوش نوکر سر ملکم کے انتظار میں دروازہ تھامے کھڑا تھا۔ میں نے گاڑی کے اندر دیکھا اور اس مدھم روشنی میں جو لیمپوں کے عکس سے گاڑی کے اندرونی حصہ میں داخل ہو رہی تھی، وہی بھولی بھالی پیاری، نہ بھولنے والی صورت نظر آئی۔ جو اس کے اندر تھی۔ وہ سر ملکم کے ساتھ پھر اس کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی اس کو دیکھتے ہی دنیا میری نظروں میں اندھیر ہو گئی۔ وہیں گاڑی کے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر میں نے چیختے ہوئے لہجہ میں کہا: "اُف! میرے خدا! کیا یہ ممکن ہے کہ تو نے اتنی جلدی پھر یہ ظلم کیا۔۔۔"

مگر فقرہ میرے منہ میں ناتمام ہی تھا کہ نوکر نے اپنے زبردست آہنی ہاتھ سے میری گردن پکڑ لی اور زور سے گھما کر اس طرح سے ایک طرف کو گرایا کہ میرا سر گھوڑوں کو پانی پلانے کے چربچہ سے جا لگا۔ اس کے ساتھ ہی سر ملکم دیونیہم کے پُرشور قہقہہ کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ اور اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا یا اٹھنے کی کوشش کرتا گاڑی سر ملکم اور مانیل کو لئے ہوئے تیز رفتاری سے آگے کی طرف چل دی۔ حتیٰ کہ میں جب اُٹھ کر کھڑا ہوا تو اس کے لیمپوں کے سُرخ پشتی شیشے فاصلہ پر دہکتے ہوئے انگاروں کی مانند نظر آتے تھے۔ اس کے چند منٹ بعد سڑک کے ایک موڑ نے ان کو بھی نظروں سے چھپا دیا۔

"کیوں۔ پالیا گستاخی کا مزا!" سرائے دار نے شراب خانہ کے دروازہ میں کھڑے ہو کر میری حالتِ زار کا مضحکہ اُڑاتے ہوئے کہا۔ "آخر تو کیا دیکھنے گیا تھا؟ تیرے جیسا احمق انسان میں نے عمر بھر میں نہیں دیکھا۔ ایک عزت دار خاتون کے سامنے جا کر اس طرح

کھنے سے معنی بجھا اس کیا مطلب رکھتی تھی؟"

اس کے طعنوں کا جواب دیئے بغیر اپنے مجروح اعضا کو سہلانے کے لئے بھی نہ ٹھہر کر میں کچھ اس کے طنز و تضحیک سے بچنے کے لئے اور کچھ اس لاحاصل امید پر کہ شاید تیز چل کر پھر گاڑی کو پا سکوں۔ میں اندھا دھند اس سڑک پر دوڑنے لگا لیکن مشکل سے دو سو گز گیا تھا کہ دم پھول گیا اور یہ سوچ کر کہ میرا اس طرح گاڑی کے پیچھے دوڑنا کس درجہ مضحکہ انگیز اور بے سود ہے۔ میں پھر ایک بار ٹھہر گیا اور وہیں سڑک کے کنارے فرش زمین پر بیٹھ کر زار زار آنسو بہانے لگا۔

"آہ۔ برگشتہ نصیب انیبل ۔" میں نے کراہتے ہوئے کہا۔ "خدا کو ہی بہتر معلوم ہے کہ تیرا کیا حال ہوتا ہے۔ کیا تو اس اوباش امیر کے ایسی ہی بس میں آ چکی ہے، کہ کوئی طریقہ تیری رہائی کا ممکن نہیں۔ کاش تو گنہگار نہ بنتی۔ کاش تو اس بدکردار سے شادی ہی کر لیتی۔" اور یہ کہہ کر میں پھر ایک بار رونے لگا۔

کئی منٹوں تک میں و فور غم سے اتنا بے حال رہا کہ اپنی موجودہ حالت کو بھی بھول گیا۔ یعنی اس حقیقت کو بھی بھول گیا کہ مجھ کو سلسلہ ملازمت میں ایک خاص مقام پر جانا اور وقت مقررہ پر اس جگہ پہنچنا ہے۔ آخر کار جب رو دھو کر دل کا بوجھ ہلکا ہوا تو پھر ایک بار اٹھا اور ملول و بیزار مرٹل لاج کی طرف چلنے لگا۔ باقی راستہ انیبل کی تصویر ہی میرے دل پر نقش رہی۔ وہی میرے سارے خیالات کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ نیم بے خبری کی حالت میں میں اس پھاٹک کے پاس پہنچا جو مرٹل لاج کی سڑک کے سرے پر بنا ہوا تھا اور اس تباہ حال جھونپڑی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جس میں دربان رہتا تھا۔ ایک نیم گرسنہ سوکھی کمر ٹیک عورت نے دروازہ کھولا اور میں جب جھونپڑی کے اندر داخل ہوا تو دیکھا ایک وحشی صورت مرد گلے میں چھوٹا کوٹ اور ٹانگوں میں پیر می گیٹرز باندھے کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی شکل و

صورت کا، آتشدان کے پاس بیٹھا (اگرچہ ایک مٹھی بھر ایندھن کو جو ایک انڈے کو نیم برشت کرنے کے لائق حرارت پیدا کرنے کے لئے بھی ناکافی ہو، اس پُرشکوہ نام سے یاد کیا جا سکتا ہے) پائپ پی رہا تھا۔ میں نے اپنے ٹرنک کے بارے میں پوچھا۔ تو عورت نے جواب دیا کہ وہ سرِشام آ گیا تھا۔ اور مرد نے اس پہ اضافہ کیا کہ میں ابھی اس کو لاج میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ جس کے ساتھ اشارۃً اس نے معاوضہ کی خواہش بھی ظاہر کی۔ اس پر میں نے چھ پنس نکال کے رکھ دیئے جن کو اس کی بیوی نے فوراً ہی جھپٹ کر لے لیا اور تلخ جھگڑالو آواز میں کہنے لگی کہ میں اس نقدی کو شراب خانہ میں ضائع نہ ہونے دوں گی۔ بلکہ اسے جمع کے صندوق میں ڈالوں گی۔ میاں بیوی نے مجھ سے بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا اور اس لئے میں اس جگہ ٹھہرے بغیر سیدھا لاج کی طرف چلنے لگا۔ مگر اس طرف جاتے ہوئے میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اب تک جس قدر آدمی میں نے اس گھر کے مالکوں اور نوکروں میں دیکھے، سب کے سب لاغر، سکڑے ہوئے اور نیم گرسنہ صورت کے تھے۔ آخر اس کی تہ میں کونسا راز پوشیدہ تھا؟ عام حالات میں شاید میں اس معاملہ پہ زیادہ غور و فکر کرتا۔ مگر اس وقت میرا دل اینبل کی وجہ سے ناشاد تھا۔ اس لئے جلدی ہی ان فکروں کو نظر انداز کر کے اس بدنصیب حسینہ کے مستقبل پر غور کرتا میں لاج کے پاس جا پہنچا۔

مکان کے پچھلی طرف جا کر میں نے اس دروازہ پہ جو نوکروں کی آمد و رفت کے لئے تھا دستک دی۔ معاً ایک آدمی نے اس کو کھول دیا۔ اور جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا یہ وہی نوکر جان وابرٹ تھا جس کو دن کے وقت میں نے دونوں بازوؤں میں دو کتے اٹھائے کوٹھی کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ اور جس کے ان کتوں کو ایک ثانیہ کے لئے فرش زمین پہ رکھنے سے بیگم اتنی ناراض ہوئی تھی۔ مجھ کو دروازہ کے باہر کھڑا دیکھ کر اس نے غراہٹ سے ملتی ہوئی آواز پیدا کی۔ جو میرے خیال میں

سلام کی قسم سے کوئی چیز تھی۔ جواب میں میں نے اس کو بڑے اخلاق کے ساتھ سلام کیا۔ مگر وہ اس کے بعد بالکل چپ ہو گیا۔ اور آگے آگے چلتا مجھے نوکروں کے کمرہ میں لے گیا جو باورچی خانہ سے ملحق تھا۔ اور ایک نہایت تنگ راستہ ان دونوں کے بیچ حائل تھا۔ اس جگہ میں نے اس گھر کے باقی نوکروں کو دیکھا جن کی تفصیل میں لگے ہاتھوں بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ ایک باورچن، ایک کنیز، اور ایک چھوٹے درجے کی خدمت گار عورت۔ گویا میرے اور جان رابرٹ سمیت اس گھر میں کل پانچ نوکر تھے۔ جو میرے خیال میں ایک اتنے بڑے مکان کے لئے بالکل ہی ناکافی تھے۔ لیکن جس بات نے مجھ کو سب سے زیادہ حیرت زدہ کیا اور جس کو سن کر شاید آپ لوگ بھی جو میری اس عجیب و غریب سرگذشت کو پڑھ رہے ہیں، ضرور مسکرائیں گے۔ یہ تھی کہ باورچن اور خدمت گار عورت بھی اتنی ہی لاغر اور سکڑی ہوئی تھیں جتنے جان رابرٹ اور دوسری خادمہ، جن کو میں اس سے پہلے دیکھ چکا تھا۔ اس زمانہ کے بعد میں نے کئی اور مقامات پر بھی ملازمتیں کی ہیں مگر میں صحیح عرض کرتا ہوں کہ باورچنوں میں ایسی دبلی عورت جس کا بدن سوکھ کر کانٹا ہو چکا ہو، کبھی میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔ وہ بالکل استخوان و پوست کا مجموعہ تھی۔ اور گو یہ صحیح ہے کہ کھانے کی سب چیزیں اسی کے ہاتھ سے گذرا کرتی تھیں۔ تاہم اگر ظاہر سے باطن کا اندازہ کرنا ممکن ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کو ان چیزوں کے استعمال کا بہت ہی کم اختیار تھا۔ میں جس وقت نوکروں کے کمرہ میں پہنچا تو وہ لوگ رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ میرے سلام کا ان لوگوں نے فقط دو حرفی جواب دیا اور میں نے دیکھا کہ وہ جواب بھی روکھا اور سرد تھا۔ میں نے کھانے کی میز پر نظر ڈالی۔ تو یہ سامان اس پر دکھائی دیا۔ باسی پنیر کا ایک ٹکڑا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ اس کا محض خول۔ کیونکہ اندرونی حصّہ نہ معلوم کب کھایا جا چکا تھا۔ روٹی کے چند ٹکڑے، مٹی کے آبخورے اور ایک ٹین

کا بنا ہوا یہ تھی جن میں پتلی بیئر شراب بھی تھی۔ میں اس کھانے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا کیونکہ وہ کفایت شعاری میں حد انتہا تک پہنچا ہوا تھا۔ میرے خیال میں وہ اس قسم کا کھانا تھا جسے کوئی "زاہد شب بیدار" بھی کھا لیتا تو اکل و شرب کے لحاظ سے کسی طرح کی بے اعتدالی کا مرتکب نہ ہوتا۔

مجھ کو دیکھ کر باورچن نے کرسی پر بیٹھنے اور کھانے میں حصہ لینے کے لئے کہا۔ خوش قسمتی سے میری بھوک اس واقعہ ناخوشگوار سے جو چھوٹی سرلاٹ کے سامنے سرِ قلم دیو نیہم کے ساتھ پیش آیا تھا، بالکل سلب ہو چکی تھی۔ ورنہ اتنی دور پیدل چل کر آنے سے میری اشتہا یقیناً اتنی چمک جاتی کہ میں اکیلا اس سے دوگنا سامان چٹ کر جاتا۔ پھر یہ کھانا بھی ان کھانوں کے مقابلہ میں جو چارلنٹ ہال میں ملا کرتے تھے۔ یعنی قیمہ کے سنبوسے اور گوشت کی بھری ہوئی پلیٹیں بالکل ناقص اور ہیچ تھا۔ تاہم حال کی دوڑ دھوپ سے مجھ کو شدت کی پیاس لگی ہوئی تھی۔ اس لئے میں نے بیئر پینی شروع کی۔ لیکن اس کو منہ سے لگاتے ہی میں رہ گیا کیوں کہ معلوم ہوا وہ ترش تھی۔ ناچار اس کو میں نے وہیں رکھ دیا اور اپنے لئے معمولی سرد پانی طلب کیا۔

نوکروں میں عام طور پر بہت ہی کم گفتگو ہوتی۔ اور میں نے دیکھا کہ جہاں ان میں خوش مزاجی کی کمی تھی وہاں مادہ استعجاب بھی ندارد تھا۔ کیونکہ بہت ہی کم سوالات انہوں نے مجھ سے پوچھے۔ ایک عجیب طرح کی اُداسی اور پژمردگی ان سب پر غالب نظر آتی تھی۔ گویا کوئی مبہم خوف ان پر طاری تھا۔ دبی آواز سے گفتگو کرتے ہوئے وہ ان بدنصیب قیدیوں سے مشابہ نظر آتے تھے جن کے حوصلوں اور ارادوں کو ضبط انتظام کی آہنی سختی سے کچلا اور ان کی روحوں کو پامال کر دیا جا چکا ہو۔ حال کے واقعات کی وجہ سے میں خود بھی ملول و محزون تھا اور جیسا کہ سمجھا جا سکتا

ہے۔ وہ اُداسی جو اُن لوگوں میں پائی جاتی تھی میری گری ہوئی ہمت کو بہت کم اُبھار سکتی تھی۔ تاہم چونکہ وہ لوگ بجائے خود افسردہ اور اداس تھے اس لئے کسی نے میری خاموشی کے بارے میں سوالات نہیں پوچھے۔ پورے ساڑھے نو بجے تھے کہ بیٹھک کی گھنٹی بجی۔ اور سارے نوکر اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ایک چھوٹا سا جلوس تیار ہوا۔ آگے وہ خادمہ جس کو مس ڈیکن نے بیگم صاحبہ کے کپڑے دیئے تھے۔ اس کے بعد ہارڈ رچی۔ پھر جان رابرٹ۔ پھر خدمتگار کینیز۔ اور سب سے آخر میں یہ عاجز۔ میں حیران تھا کہ اس صف بندی کا مطلب کیا ہے؟ مگر نہ میں نے کسی سے سوال کی جرأت کی نہ کسی نے تشریح کرنا ضروری سمجھا۔ اور اس کے بعد یہ جلوس اس قدر آہستگی کے ساتھ گویا ہم کسی جنازہ کی میت پہ جا رہے تھے۔ آگے کو چلنا شروع ہوا۔ تربیت یافتہ سپاہیوں کے انداز سے ہم اسی طرح قطار باندھے سیڑھیوں پر چڑھے اور بیٹھک میں پہنچ گئے۔ اور اس جگہ اسی ترتیب سے کمرے کے اس سرے پہ جہاں دروازہ تھا۔ بیٹھ گئے۔

قبل ازیں نوکروں کے کمرہ میں ہم نے دیکھا تھا کہ گو اکتوبر کا مہینہ اور رات کا وقت تھا تاہم کمرہ میں آگ بالکل روشن نہ تھی۔ اور لیمپ کی جگہ بھی ایک چربی کی موم بتی جو دھندلا سا شعلہ پیدا کرتی تھی کام دیتی تھی۔ اب بیٹھک میں پہنچ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کی حالت بھی نوکروں کے کمرہ سے بہتر نہ تھی۔ آتشدان سرد تھا اور گو میز پہ دو موم بتیاں شمعدانوں میں رکھی ہوئی تھیں۔ تاہم صرف ایک روشن تھی۔ یہ حالت دیکھ کر میں اپنے جی میں سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ اس گھر کے مالک اور مالکن کی خست ہے یا کیا! بظاہر اس کے سوا اس سوال کا اور کوئی جواب ممکن نہ تھا۔ صرف ایک دھندلی شمع کی موجودگی میں کمرۂ نشست کا بڑا حصہ تاریکی میں چھپا ہوا تھا۔ اور اسی دھندلکے میں میں نے دیکھا کہ مسٹر ٹامبورٹن میز کے ایک طرف اور لیڈی جارجیانہ سخت رو اور اکڑی ہوئی دوسری جانب بیٹھی ہے۔ اسی میز کے ایک سرے پر مس ڈیکن دو کتابیں اوپر نیچے رکھے گردن اٹھائے بیٹھی تھی۔

اس نظارہ کو دیکھ کر اور ان کتابوں کا راز سمجھ کر میں دفعتاً جان گیا کہ اس جگہ ہماری آمد کا کیا مطلب ہے۔ یہ عبادت کی تیاری تھی۔

سب آدمی بیٹھ چکے تو مس ڈبکن نے دبی ہوئی آواز سے پوچھا "کیا اب شروع کر دوں؟" جواب کے طور پر مسٹر ٹائیورنٹ اور لیڈی جارجیانہ نے اپنے سروں کو ذرا سا خم کیا جس کے بعد بوڑھی عورت نے ایک موٹی سی کتاب کھول کر اس طرح کی آواز میں جس کو وہ انتہا درجہ مصیبت زدہ اور دردناک بنانا چاہتی تھی دعا پڑھنی شروع کی۔ میں نے چھپی نظروں سے دوسرے نوکروں کو دیکھا۔ وہ بڑی افسردہ اور غمناک صورت بنائے بیٹھے تھے۔ خصوصیت سے جان رابرٹ جس کا انداز ظاہر کرتا تھا گویا کسی نہایت قریبی رشتہ دار کی موت کا سوگ کرتا ہے۔ باورچن بھی تھوڑی دیر کے بعد اس طرح منہ کو سکیڑتی تھی۔ گویا اپنے عمر بھر کے گناہوں اور خطاؤں کو یاد کر کے پشیمان ہے۔ بالآخر پہلی دعا ختم ہوئی۔ اور اس کے بعد نیم تاریکی میں چھپے ہوئے جان رابرٹ کی آواز قبر سے نکلی ہوئی آواز کی مانند کلمہ "آمین" کہتے سنائی دی۔ اس وقت میں نے جانا کہ اس بدنصیب کا فرض گھر کے متفرق کاموں کے علاوہ اس طرح کے موقعوں پر گرجا کے محرّر کا پارٹ ادا کرنا بھی ہے۔ یہ سلسلہ کوئی بیس منٹ تک جاری رہا۔ جس کے بعد حاضرین میں سے ہر شخص نے 'کیا نوکر اور کیا مالک اور کیا بوڑھی' سب نے اپنا اپنا منہ ہاتھوں میں چھپا لیا جس کی تقلید مجھ کو بھی کرنی پڑی۔ اور یہ حالت قریباً تین منٹ رہی۔ آخرکار جان رابرٹ ہی کے منہ سے پھر ایک بار عجیب طرح کی آواز غراہٹ اور کرّاہٹ کے اشتراک سے ملتی ہوئی نکلی۔ جو اس گونگوں کی نمائش کو ختم کرنے کا اشارہ تھی۔ اس وقت ہم سب اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور سنجیدگی کے ساتھ قطار باندھ کر جس طرح اس جگہ تک آئے تھے، جلوس کی صورت میں پھر ایک بار نوکروں کے کمرہ میں گئے۔ اس کے دو یا تین منٹ بعد باورچی خانہ کی گھڑی نے دس بجائے۔ اور اس وقت کسی کل کی درستی، اور

باقاعدگی کے ساتھ سب نوکروں نے ایک ایک موم بتی اُٹھا کر روشن کی اور سنجیدہ لیکن مختصر لفظوں سے ایک دوسرے کو شب بخیر کہہ کر ہر شخص سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ خدمتگار کنیز مجھے میرا کمرہ دکھانے کے لئے اپنے ساتھ لے گئی جہاں میرا ٹرنک پہلے سے آیا ہوا رکھا تھا۔ اس کے بعد وہ دبی ہوئی آواز سے کہنے لگی: "قاعدہ کے مطابق تم کو بستر پہ لیٹ جانے کے لئے صرف پانچ منٹ کی مہلت ہے۔ اس کے بعد خواہ تم بستر پہ لیٹو یا نہ لیٹو موم بتی گل کر دینی چاہیئے۔ اور یاد رکھو یہ موم بتی جو تمہارے پاس ہے" اس نے اس چھوٹے سے ٹکڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جو شمعدان کے پیندے تک پہنچ چکا تھا" ایک ہفتہ کے لئے کافی ہونی چاہیئے"۔

اتنا کہہ کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک نہایت ہی چھوٹا کمرہ مکان کی بالائی چھت پر بنا ہے جس میں بہت ہی کم سامان اور وہ بھی بالکل ناصاف ہے۔ یہ جگہ مجھ کو بالکل ناپسند تھی۔ مگر مجھ میں اتنا حوصلہ نہ تھا کہ اپنے حالات دلی کا اظہار کر سکتا۔ چونکہ تھکا ماندہ تھا اس لئے پانچ منٹ کے عرصہ مقررہ سے بھی پیشتر موم بتی بجھا کر لیٹ گیا۔ مگر میں نے اس کو گل کیا ہی تھا کہ دروازہ کے باہر لمبے برآمدے میں جس میں سب نوکروں کے کمروں کے دروازے کھلتے تھے۔ پیروں کی چاپ سنائی دی پھر کسی نے ان دروازوں میں سے ایک پر بڑے زور سے تحکمانہ انداز کے ساتھ دستک دی۔ اور مسٹر ٹائیو رٹی کی آواز یہ کہتے سُنائی دی "جان رابرٹ تم نے اپنے کمرہ کی روشنی کیوں اب تک گل نہیں کی۔ حالانکہ میری گھڑی میں پورے پونے چھ منٹ گذر چکے ہیں"۔

اس کے بعد پیروں کی آواز پھر آگے بڑھی اور ایک ایک منٹ ہر ایک دروازہ پر ٹھہرتی۔ آخر کار میرے دروازہ پر رُک گئی۔ میرا خیال ہے کہ مسٹر ٹائیو رٹی نے کنجی کے سوراخ کی راہ سے اندر دیکھ کر اس بارے میں اپنا اطمینان کر لیا ہوگا کہ میں نے ضابطہ کی پابندی کرتے ہوئے اپنے کمرہ کی روشنی وقت مقررہ پر بجھا دی ہے۔ بہر حال وہ اس

جگہ سے چپ چاپ رخصت ہو گیا۔ اور ہر چند میرے دل میں غم انگیز خیالات کا ہجوم تھا تاہم ذہنی اور جسمانی تھکن سے لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی اور میرا خیال ہے کہ میں کافی دن چڑھے تک سویا رہتا اگر ایک بہت بڑے گھنٹہ کی آواز مجھے خواب راحت سے نہ چونکا دیتی۔ دفعتاً ایسا معلوم ہوا گویا صور قیامت عین میرے سر کے اوپر پھونکا جا رہا ہے بعد ازاں تحقیق ہوا کہ وہ گھنٹہ میرے کمرہ کی چھت کے اوپر لگا ہوا تھا۔ اس کے ثانیہ بھر بعد کسی نے میرے کمرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور جان رابرٹ کی بھاری آواز یہ کہتے سنائی دی۔

"دس منٹ کے اندر ہاتھ منہ دھو کر کپڑے پہن لو"

میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور چونکہ اس وقت تک مجھے کوئی وردی نہ دی گئی تھی اس لئے معمولی سادہ کپڑے پہن لئے۔ مگر منہ ہاتھ دھونے اور باقی ضروریات سے فارغ ہونے کو دس منٹ کا عرصہ نہایت قلیل ثابت ہوا۔ کیونکہ اس سے پہلے میں چارلٹن ہال اور ڈیلر میئر میں اس سے بہت زیادہ یعنی جتنا جی چاہے وقت صرف کر سکتا تھا۔ بہر حال میں جس وقت نوکروں کے کمرہ میں پہنچا تو جان رابرٹ نے مجھ سے کہا کہ تم نے وقت مقررہ سے تین منٹ دیر کر دی ہے اور چونکہ تم میرے تحت ہو اور میں تمہاری ہر بات کے لئے مالک اور مالکن کے روبرو جوابدہ ہوں اس لئے آئندہ کبھی ایسی بے قاعدگی نہ ہونی چاہیئے۔ پونے آٹھ بجے ہم پھر ایک بار قطار باندھ کر کمرۂ نشست میں گئے اور مس ڈیکمین نے شب گذشتہ کی طرح پھر دعا پڑھی۔ بیس منٹ کا وقفہ اس میں صرف ہوا اور جان رابرٹ نے اس موقعہ پر بھی گرجا کے محرر کا فرض ادا کیا۔ بعد ازاں جب ہم پھر ایک بار نوکروں کے کمرہ میں گئے تو ناشتہ پر ساگیا۔ جو نہایت پتلی چائے اور مکھن لگی ہوئی روٹی کے بڑے بڑے ٹکڑوں پر مشتمل تھا۔ مگر شکر کی قسم سے کوئی چیز ہم کو نہ دی گئی۔ اور میرے استفسار پر باورچن نے بیان کیا کہ اس کی مقررہ مقدار لیڈی جارجیانہ

کی طرف سے ملتی ہے جو دوشنبہ کی صبح سے شروع ہو کر جمعرات کی رات تک ختم ہو جاتی ہے اس لئے باقی تین دن نوکروں کو اس کے بغیر ہی کام چلانا پڑتا ہے۔ سرد گوشت کی قسم سے ایک ہڈی تک کسی کو نہ دی گئی۔ اور اس وقت میں پھر ایک بار چاولنش ہال کا ناشتہ یاد کئے بغیر نہ رہ سکا جس کے مقابلہ میں یہ چیزیں خست اور کمینگی کی انتہا ظاہر کرتی تھیں اس وقت یہ بھی میں نے سوچا کہ اگر کہیں مسٹر ٹام آسٹن کو مرٹل لاج کی جائداد پر قبضہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو یقیناً اس کو بھوکا مرنا پڑے گا۔ اس کا شکاری چاقو زنگ آلود ہو جائے گا۔ اور اعتدال کی پابندیاں اس کی جان لیوا ہوں گی۔

اس روز دوپہر کو مجھے بیٹھک میں طلب کیا گیا جہاں درزی میری وردی کا ناپ لینے آیا ہوا تھا۔ دو سوٹ جو مجھ سے پہلے کوئی نوکر اس جگہ دوران ملازمت میں پہنا کرتا تھا ایک کرسی پر پڑے تھے۔ ان کی طرف اشارہ کرکے مسٹر ٹا ئیورٹن نے کہا کہ تم ایک سوٹ اپنے کمرہ میں لے جاکر پہن لو۔ اور پھر اسی جگہ واپس آجاؤ۔ ان کپڑوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ اتنے مستعمل تھے کہ یہ کہنا محال تھا کونسا سوٹ روزمرہ کے پہننے کا ہے اور کونسا یوم سبت کا مجھے کشمکش و پیچ میں دیکھ کر مسٹر ٹائیورٹن نے عینک لگائی۔ اور بذات خود مجھ کو اس چھان بین میں مدد دینی شروع کی۔ آخر بڑی الٹ پھیر کے بعد اس نے ایک سوٹ نکال کر میرے حوالہ کیا جو روزمرہ کے استعمال کا تھا۔ مگر جب میں نے اس کو اپنے کمرہ میں لے جاکر پہننے کی کوشش شروع کی۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ اپنے بدن کو اس کے اندر ٹھونسنا چاہا تو معلوم ہوا کہ بالکل تنگ ہے۔ وہ آدمی جو مجھ سے پہلے کام کرتا تھا یقیناً مجھ سے لمبائی میں آدھ فٹ چھوٹا اور انتہا درجے لاغر ہوگا۔ کیونکہ گو میرا اپنا بدن کچھ ایسا زیادہ پھولا ہوا نہ تھا۔ تاہم وہ کپڑے انتہائی جدوجہد کے باوجود میرے بدن پر پورے نہ آسکے۔ جوں توں کرکے میں نے ان کو پہنا مگر اب جو میں نے اپنی صورت دیکھی تو وہ اتنی مضحکہ خیز تھی کہ میں

اپنے کمرہ سے باہر آتا اور بیٹھک میں جاتا ہوا شرماتا تھا۔ جاکٹ کے کف کہنیوں تک اُٹھے ہوئے اور پتلون کے پائنچے بمشکل گھٹنوں کو چھپاتے تھے۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ ان کپڑوں کو اتار کے ساتھ لے جاؤں۔ اور شکریہ کے ساتھ واپس کر دوں لیکن پھر خیال آیا کہ مسٹر ٹامیورٹن ایسا آدمی نہیں ہے جو میری اس حکم عدولی کو بہ آسانی معاف کر سکے۔ پس جس طرح بھی ممکن تھا اپنی شرم کے احساس پر غالب آنے کی کوشش کر کے میں نے ان مضحکہ خیز کپڑوں کو پہنا۔ اور بیٹھک کی طرف چلا۔ راستہ میں جان رابرٹ ملا جو کھڑا ہو کر تھوڑی دیر سنجیدہ نظروں سے میرے منہ کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے غراہٹ اور کراہٹ سے ملتی ہوئی آواز خارج کی جو میں نہیں جانتا تعریف کی تھی یا تضحیک کی۔

دوبارہ بیٹھک میں پہنچا تو لیڈی جارجیانہ اور مس ڈبکن بھی مسٹر ٹامیورٹن کے پاس بیٹھی تھیں۔ اور وہ تینوں سنجیدہ صورت بنائے اور چپ چاپ تھے۔ میرے خیال میں وہ اس وقت وردی کے سوال پر ہی ایک طرح کی مجلس شوریٰ منعقد کر رہے تھے۔

درزی ایک پستہ قد فربہ اندام آدمی جس کا چہرہ بہت میلا اور ٹانگیں بے حد خمیدہ تھیں۔ مؤدبانہ فاصلہ پر کھڑا ہوا کن کے فیتہ کو توڑ مروڑ رہا تھا۔ اس کی عام حالت، اور ہاتھوں کی بے مدعا حرکت اس کے ذہنی اضطراب کی مظہر تھی۔ اور اس کا انداز اس آدمی سے ملتا تھا جسے اندر بلا کر بیٹھنے کی دعوت نہ دی جائے۔ نہ کوئی اس سے گفتگو کرے اور نہ وہی اس بات کا فیصلہ کر سکے۔ کہ اب اسے کیا کرنا چاہیئے۔ مجھ کو آتا دیکھ کر مسٹر ٹامیورٹن اور لیڈی جارجیانہ کے چہرے ستار کی طرح لمبے ہو گئے۔ اور مس ڈبکن جو ہر فعل، لفظ، اور حرکت میں اپنی مالکن کی تقلید کرنا فرض سمجھتی تھی۔ گو اپنے چہرہ کو اتنی لمبائی نہ دے سکی تاہم اس کی صورت بھی اس کوشش کی وجہ سے لکڑیاں پھاڑنے کے کلہاڑے سے ضرور مشابہ ہو گئی۔ رہ گئے میاں خیاط۔ تو ان کی نگاہ البتہ میری مضحکہ خیز صورت دیکھ کر

چمک گئی۔ کیونکہ اب ان کو یقین ہو گیا کہ وردی کے دو نئے سوٹ ضرور ہی تیار کرنے پڑیں گے جس میں ان کا نفع تھا۔

"میری رائے میں،" آخر کار لیڈی جارجیانہ نے لمبی اور تکلیف دہ خاموشی کے بعد کہا: "ان کپڑوں میں بہ آسانی اس قسم کی تبدیلی کی جا سکتی ہے کہ وہ جوزف وِلمٹ کے لئے کارآمد ہو سکیں۔ کیوں مس ڈبکن؟"

"جی ہاں۔ کیوں نہیں،" بوڑھی عورت نے جواب دیا۔ "وہ اس کے لئے صرف ذ۔ر۔ا سے چھوٹے ہیں اور کچھ نہیں۔"

"اس صورت میں مسٹر پمپکن،" لیڈی جارجیانہ نے درزی کی طرف مڑ کر کہا۔ "تم یہ دونوں سوٹ لے جاؤ اور انہیں نئے لڑکے کے لئے فٹ کر کے لا دو۔ یاد ہو گا" اس نے دفعتاً مس ڈبکن سے کہنا شروع کیا: "میں نے کل ہی تم سے کہا تھا کہ یہ لڑکا ذرا لمبا ہے جو ایک افسوسناک بات ہے۔ اُس وقت در اصل اس وردی کا معاملہ ہی میری نظروں میں تھا۔"

"جی بیشک ضرور ہو گا،" مس ڈبکن نے تسلیم کیا۔ "میں شروع سے ہی آپ کی دور اندیشی کی قائل ہوں۔"

جس وقت یہ گفتگو ہو رہی تھی تو میں نے دیکھا مسٹر پمپکن کے چہرہ پر حسرت، اداسی اور مایوسی کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے۔ لیکن دوسری جانب مسٹر ٹائبورٹن کا چہرہ دفعتاً سخت نظر آنے لگا۔ اس نے کینہ آمیز نظروں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ گویا یہ کہنا چاہتا تھا کہ گو تو اپنے جی میں سمجھے بیٹھی ہے کہ معاملہ تیری مرضی کے مطابق طے ہو گیا تاہم تو عنقریب دیکھے گی کہ میرا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہے۔ چنانچہ یکایک اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس نے درزی کی طرف جاتے ہوئے کہا: "نہیں مسٹر پمپکن میں ان پرانی چیزوں کی مرمت اور اصلاح پر روپیہ ضائع کرنا نہیں چاہتا۔"

"پرانی!" لیڈی جارجیانہ نے حیرت سے منہ کھول کر سراسیمہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پرانی؟" مس ڈبکن نے بھی خوف آمیز لہجہ میں اسی لفظ کو دہرایا۔

"پرانی، مستعمل اور بوسیدہ!" مسٹر ٹائیورٹن نے اپنے لفظوں سے کینہ آمیز خوشی محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "سنو پمپکن میں حکم دیتا ہوں کہ تم اس لڑکے کا ناپ اسی وقت لے لو۔ اور اس کے لئے دو سوٹ جتنی جلدی ہو سکیں تیار کر دو۔ ان کے ساتھ ہی دو نئی ٹوپیاں نئے فیتوں سمیت بھیج دینا۔ سمجھے؟"

"یہ فضول خرچی مسٹر ٹائیورٹن ... یہ فضول خرچی ناقابلِ برداشت ہے۔" لیڈی جارجیانہ نے کڑوی نظروں سے دیکھتے ہوئے ملامت آمیز لہجہ میں کہا۔ "کیوں مس ڈبکن؟"

"مس ڈبکن اس معاملہ میں بالکل دخل نہ دیں اور چپ رہیں۔" مسٹر ٹائیورٹن نے پیش بندی کرتے ہوئے حکم دیا۔

"اوہ۔ بہتر ہے۔" بوڑھی عورت نے پھیکی اور مصنوعی ہنسی ہنستے اور اپنے سر کو غصہ سے حرکت دیتے ہوئے کہا۔

لیڈی جارجیانہ نے ایک دو مرتبہ اور بھی مزاحمت کی کوشش کی۔ لیکن مسٹر ٹائیورٹن اپنی بات منوانے پر تلا ہوا تھا۔ آخر کار مسٹر پمپکن نے خوش خوش میرا ناپ لیا اور اس کے بعد میں نے اپنے کمرہ میں جا کر وردی کی تیاری تک پھر وہی سادہ نسرشے پہن لئے۔

مہمان

اس چھوٹے سے واقعہ نے میرے نئے مالک کی سیرت کو پوری طرح واضح کر دیا اور اس سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ اپنی بنت امیر بیوی سے اس کے تعلقات کیسے تھے۔ ایک نہ رکنے والی جدوجہد تھی جو اُن دونوں میں گھر کی چار دیواری کے اندر اپنی اپنی حکومت قائم کرنے کے بارے میں جاری رہتی تھی۔ نہ بیوی اپنے خاندانی تکبّر کو بھولنے کے لئے آمادہ تھی نہ شوہر اپنے اختیارات سے ایک قدم پیچھے ہٹنے کو تیار تھا۔ طبعاً وہ بھی کمینہ اور بخیل تھا۔ لیکن کچھ تو اس لیئے کہ بیگم کا خیال اس سے متضاد تھا۔ اور کچھ اس لئے بھی کہ شوق نمائش لیڈی جارجیانہ کی نسبت اس میں غالب پایا جاتا تھا۔ میں اس پرانی چھوٹی اور از کار رفتہ وردی کے استعمال کی مجبوری سے محفوظ رہا۔ اور نئے کپڑوں کی تیاری کا حقدار سمجھا گیا۔ اس کے چند دن بعد وردی تیار ہو کے آ گئی اور جب میں نے اسے پہنا تو جان رابرٹ نے رشک آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا۔ پھر جب اس کے بعد اس کی نگاہ اپنے پھٹے پرانے میلے کپڑوں کی طرف گئی تو اس نے اپنے رنج و غم کا اظہار اسی بعید از فہم کراہٹ اور غراہٹ کی مشترک آواز سے کیا جس کا وہ عادی تھا۔

مگر سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں چند حالات اور بھی اس خاندان کے متعلق بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ جہاں تقدیر نے مجھ کو لا ڈالا تھا۔ میاں بیوی کی خسّت اور کمینگی کا حال میں اس سے پہلے ہی واضح کر چکا ہوں۔ لیکن اگر اس کے متعلق کوئی غلط فہمی تجھ کو بھی ہو تو وہ حالات مابعد سے زائل ہو گئی کیونکہ چند ہی دن کے عرصہ میں میں نے دیکھ لیا کہ ان کا بخل چھوٹی سے چھوٹی تفصیلات پر بھی حاوی تھا نوکروں کی تعداد

چونکہ محدود تھی اس لئے ہر شخص کو کام زیادہ کرنا پڑتا تھا۔ اس پر بھی نہ مالک اور نہ مالکن کے دل کو کبھی تشفی ہوتی تھی۔ کیونکہ کوئی نہ کوئی وجہ شکایت ضرور پیدا کر لی جاتی تھی۔ لیڈی جارجیانہ کا دستور تھا ہر روز سویرے اٹھ کر گودام کا پھیرا کرنا۔ اور ہر چیز کی مقدار کو انتہائی باریک نظروں کے ساتھ دیکھنا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کوئی نوکر ایک چٹکی کھانڈ کی یا ایک پونی مکسٹن کی مقدار مقررہ سے زیادہ استعمال کر سکے۔ بعدازاں معلوم ہوا کہ لاغر اور بدصورت خادماؤں سے اس کو میل تھا۔ ان کی موجودگی اس کی نظروں میں کسی خاندان کی عزت کا نشان تھی۔ کیونکہ اس طرح کی عورتیں گھر کے مرد نوکروں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا نہ کر سکتی تھیں۔ میں نے دیکھا اس جگہ کام کی رفتار کسی کل کی طرح جاری تھی۔ نہ رتی کم نہ ماشہ زائد۔ شروع میں میں یہ سوچ کر حیران ہوا کرتا تھا کہ کس طرح اس گھر کے بدنصیب نوکروں نے اپنی خواہشوں، ارادوں اور آزادیوں کو دبا کر اس مشین کے پرزے بننا منظور کر لیا۔ کیونکہ نہ ان میں کوئی شخص اونچا بولتا اور نہ ہنستا تھا۔ مسرت و تفریح ان کے لئے بے معنی اور موہوم الفاظ تھے۔ جن سے کبھی ان کو سابقہ نہ پڑتا تھا۔ رہ گیا یہ سوال کہ وہ اس طرح کی حالت میں بھی کس طرح جمے بیٹھے تھے۔ اور کیوں اپنی بہتری کی فکر نہ کرتے تھے؟ تو اس کا جواب صاف ہے۔ یعنی لیڈی جارجیانہ کا دستور تھا کہ جو شخص اپنی مرضی سے نوکری چھوڑ کر جائے اسے کبھی سند نہ دیتی تھی۔ اور چونکہ سند کے بغیر نوکری ملنی محال تھی۔ اس لئے وہ بدنصیب قہر درویش بجان درویش اس گھر کی سختیاں سہتے۔ اور تازیست اسی میں رہتے تھے۔ اس کے علاوہ ملازمت کا حال بہ حیثیت مجموعی خراب تھا۔ نوکر بہت اور نوکریاں کم تھیں۔ اس لئے بھی "نہ ہونے سے کچھ بہتر" کے اصول پر عمل کر کے وہ لوگ جس طرح ممکن تھا گذر اوقات کیے جاتے تھے۔

ایک اور بات اس جگہ رہ کر یہ بھی میرے دیکھنے میں آئی کہ بہت کم لوگ

گھر والوں سے ملنے کے لئے آتے تھے۔ عام قاعدہ یہ تھا۔ نہ وہ کسی کے ہاں جائیں۔ اور
نہ کوئی ان کے گھر آئے۔ اس حالت میں جلسے ہوں تو کیونکر۔ اور دعوتیں دی جائیں تو
کن کو؟ میری اپنی رائے میں اس کی ذمہ دار بھی ان کی خست اور کنجوسی تھی۔ جو ہر، یہ کہنے
پر مجبور ہوں۔ ان کا وصف خاص تھی۔ مجھ کو خود اس ذکر کے اعادہ سے شرم آتی ہے
تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ اس گھر میں بخل ہی سب کچھ تھا۔ جو چاہے نئی موسم تیوہاروں کے سروں
کی بھی کوئی حقیقت ہے لیکن وہاں وہ بھی شمار رہتے تھے۔ بیچارا دال۔ شکر، قلیل ترین مقدار
میں بٹا کرتی تھی۔ اور بیئر حالانکہ ترش، اسپی ہوتی اور ناقص تھی تاہم فی نفر کی مقدار
سے ایک قطرہ زائد نہ ملتی تھی۔ اور بالفرض وقت مقررہ سے پہلے ختم ہو جائے تو پھر
اس کی جگہ سادے پانی پر گذر اوقات کرنی پڑتی تھی۔ اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے کہ
لیڈی جارجیانہ اور اس کے شوہر کے تعلقات بہت کشیدہ تھے۔ یہ اپنے خاندان کی امیری
کے گھمنڈ میں اس کو رذیل اور طبقہ متوسط کا معمولی فرد سمجھتی تھی اور وہ غالباً اپنے
جی میں یہ خیال کرتا تھا کہ اس بے جہیز امیر زادی کو بیاہنے سے کئی گنا بہتر ہوتا اگر اس
کی شادی لندن کے کسی مالدار تاجر کی بیٹی سے ہو جاتی۔ اولاد ان کے نہیں تھی۔ اور
اس لئے میں یہ سوچ کر بارہا حیران ہوا کرتا تھا کہ وہ اس بخل اور کنجوسی سے کیوں روپیہ
جمع کرنے کے لئے مرتے ہیں؟ مگر اختلاف طبیعت کے باوجود میں نے دیکھا کہ بچت
کے معاملہ میں ان کو ہمیشہ اتفاق رائے ہوتا تھا۔ سوائے ان چند شاذ حالتوں کے
جب شوہر اپنی حکومت منوانے یا کسی دوسری مصلحت کے لئے بیوی کے منشا کے
برخلاف روپیہ صرف کرنا منظور کرتا۔ جیسا میری نئی وردی کے معاملہ میں ہوا تھا۔
رہ گئی مس ڈبکن۔ تو اس کی ہستی میری رائے میں اس دنیا کی ساری عورتوں سے
زیادہ حقیر اور زیادہ قابل نفرت تھی۔ کیونکہ اس کا فرض ہمہ وقت لیڈی جارجیانہ کی
ہاں میں ہاں ملانا، ہر ممکن طریق پر اس کی حمایت کرنا، میاں بیوی کے جھگڑوں میں

آخر الذکر کا ہاتھ بٹانا اور اس کے باوجود شوہر کا پاس خاطر بھی بلکے چلے جانا تھا۔
وہ اس دنیا کی وہ ہستی' ناپاک تھی جسے چند روپوں کے لالچ میں اپنے قول' فعل اور
خیال کی آزادی حتیٰ کہ اپنے ضمیر کی آواز بھی فروخت کرنے سے دریغ نہ تھا شروع
میں اس گھر کے کفایت شعارانہ طریقوں کو دیکھتے ہوئے مجھ کو یہ سوچ کر حیرت ہوتی
تھی کہ لیڈی جارجیانہ نے ایک سہیلی کا خرچ کس لئے اپنے اوپر لے رکھا ہے بعیکن
بعدازاں معلوم ہوا کہ اس میں بھی کچھ مصلحت تھی ۔ درحقیقت اس کو ایک آدمی کی ضرورت
تھی جو ہر وقت اس کی تعریف کرتا رہے' اس کی ملامتیں سہے' اپنی خاندانی بزرگی کے
بارے میں اس کی ڈینگیں سنے۔ اور شوہر کے مقابلوں میں اس کی حمایت کرتے ہوئے
اسی کی مظلومیت ثابت کرتا رہے۔ پھر چونکہ لیڈی جارجیانہ کے اولاد نہ تھی' اور
ہر ایک عورت میں خواہ وہ کسی حیثیت کی ہو' کسی چیز سے محبت کرنے کی خواہش ضرور
پائی جاتی ہے۔ اس لئے محض اس جوش محبت کو پورا کرنے کے لئے اس نے دو کتے
پال رکھے تھے۔ اور ساری مرٹل لاج میں صرف ان کی ہستی ایسی تھی جس کی بڑی احتیاط
اور محبت سے نگہداشت ہوا کرتی تھی۔ اور جن کی خوراک کے معاملہ میں بھی کسی طرح
کے بخل یا کفایت شعاری سے کام نہ لیا جاتا تھا۔

مجھ کو اس گھر میں آئے قریباً ایک مہینہ گذرا تھا کہ ایک دن جب میں کسی
کام کے سلسلہ میں بیٹھک میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مس ڈیکن تنہا بیٹھی اپنی مالکن
کے لئے سوتی دستانے بن رہی ہے۔ مجھ کو اندر آتا دیکھ کر اس نے ایک عجیب طرح کی
چھپی ہوئی لیکن تیز نظر میری طرف ڈالی اور اس کے ساتھ ہی کچھ اضطرابی آثار بھی
اس کے چہرہ پر نمودار ہوئے۔ جس سے اس کی صورت معمول سے زیادہ بدنما نظر
آنے لگی۔

"جوزف!" اس نے کہا۔ "میں امید کرتی ہوں تم اس جگہ رہ کر ہر طرح خوش

ہو۔ اطمینان رکھو کہ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ اور میں ہمیشہ اس بات کی کوشش کیا کرتی ہوں کہ تمہیں کسی معاملہ میں گھروالوں کے غصہ کا شکار نہ ہونا پڑے"

"اس کے لئے میں شکریہ ادا کرتا ہوں" میں نے جواب دیا۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کیوں یہ نظرِ عنایت مجھ پر ہوئی ہے کیونکہ جہاں تک مجھ کو یاد تھا میں نے کوئی خدمت ایسی نہ کی تھی جس کے لئے اپنے آپ کو اس رعایت کا حقدار سمجھ سکتا۔

وہ شرماتے اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی: "نہیں جوزف۔ شکریہ ادا کرنے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ جس کے سینہ میں دل ہے وہ ضرور ہی تم کو چاہے گا۔ لیکن ٹھہرو تم نے یہ گردن کا رومال کس بھدی طرح سے باندھا ہے۔ اگر لیڈی جارجیانہ دیکھے تو ضرور تم پر خفا ہو۔ ادھر آؤ میں اسے ٹھیک کر دوں"

"نہ مس۔ آپ تکلیف نہ کریں۔ خاصا اچھا بندھا ہے" میں نے ٹالتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں۔ ٹھہرو" اور یہ کہتے ہوئے مس ڈیکن نے جلدی سے اپنا کام ہاتھ سے رکھ دیا اور اٹھ کر میری طرف کو آئی۔ مجبوراً مجھ کو اس کی اس عنایت کا شکار بننا پڑا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ رہ رہ کر کانپتے اور میرے منہ کے ساتھ لگتے تھے۔ اسی طرح مسکراتے اور لجاتے ہوئے وہ جب میرا رومال باندھ چکی تو ایک انگلی سے میرا رخسار چھو کر کہنے لگی: "جوزف۔ تم بڑے شکیل لڑکے ہو۔ اور میں ....."

میرے چہرے کی رنگت سرخ ہو گئی۔ مس ڈیکن پر غصہ بھری ہوئی نظر ڈال کر میں جلدی سے پیچھے مڑا۔ اور کمرہ سے باہر نکل آیا۔ مگر اس ایک نگاہ نے مجھ پر واضح کر دیا کہ مس ڈیکن کا چہرہ کاغذ کی طرح سپید تھا۔ اور غصہ کی بھرتھری

اس کے بدن میں پیدا ہو رہی تھی۔ اس گھڑی کے بعد مس ڈبکن ہمیشہ کے لیے میری جانی دشمن بن گئی۔

کئی ہفتے گذر گئے، حتیٰ کہ کرسمس کا زمانہ آ پہنچا اور اس وقت نوکروں کے کمرہ میں افواہ مشہور ہوئی کہ لیڈی جارجیانہ کی سب سے چھوٹی بہن یا یوں کہنا چاہیئے کہ سوتیلی بہن کیونکہ اس کے باپ ارل آف مینڈی ول نے دو شادیاں کی تھیں۔ بڑی بہن سے ملنے مرٹل لاج آ رہی ہے۔ مسٹر ٹائیورٹن ہرچند بہت چالاک، زرپرست اور بخیل آدمی تھا۔ اور روپیہ کو روپیہ کی خاطر جمع کرنے کا شوق رکھتا تھا۔ تاہم ایک کمزوری اس میں بھی تھی یعنی ایک امیر خاندان کا داماد کہلانے کی۔ وہ اپنے اس رشتہ پر جو لیڈی جارجیانہ کی شادی سے قائم ہوا تھا، نہ صرف خوش بلکہ مغرور تھا۔ اور اس لئے اپنی بیوی کے رشتہ داروں کو حلقۂ احباب میں پیش کر کے خوش ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنی بیوی کی تجویز سے متفق ہو کر اس کی چھوٹی بہن لیڈی کیلنتھ ولمٹ اس کو چند ہفتوں کے لئے مرٹل لاج میں مہمان رکھنا قبول کیا۔ اس کے علاوہ ممکن ہے اس بے ضرورت اسراف کی ایک اور وجہ یہ بھی ہو کہ اس دنیا میں کوئی قاعدہ استثنیٰ سے خالی نہیں ہوتا اور نہ کوئی اندھیرا روشنی کی شعاع سے خالی پایا جاتا ہے۔ بہت کمینے لوگ بھی بعض اوقات شریفانہ حرکات کرتے ہیں، اور نہایت بخیل آدمی بھی کسی موقعہ پر فضول خرچی کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ ان حالات میں یہ بات چنداں باعث حیرت نہیں کہ ٹائیورٹن ایسے کنجوس مکھی چوس نے بھی اپنی عمر میں ایک دفعہ کے بڑے دن عشرت و اسراف کے ساتھ بسر کرنے منظور کئے۔ چنانچہ لیڈی کیلنتھ کی آمد کے لئے کئی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں جس کمرہ میں اس کو رہنا تھا اس کے لئے نیا قالین خریدا گیا۔ اور پھر کھڑکیوں اور دیواروں

میں نئے پردے لٹکائے گئے۔ اسی بے اکتفا نہ کرکے بڑے دنوں کے ہفتے میں دعوت کا جلسہ ایک دن اور عیش طرب کا ایک اور دن مقرر ہوا۔ ان تیاریوں کو دیکھ کر میرے بھی تنِ مردہ میں جان آنی شروع ہوئی۔ کیونکہ اس سے اور نہیں تو مرٹل لاج کی تکلیف دہ ہم آہنگی رفع ہونے کی امید ضرور تھی۔ یہی احساس دوسرے نوکروں کو بھی ہوگیا۔ حتٰی کہ جان رابرٹ کے منہ پر بھی اس کی زندگی میں ایک بار یہ معلوم کرنے کے بعد کہ مسٹر پمپکن کی معرفت اس کے لئے ایک نئی وردی تیار ہونی قرار پائی ہے' آثارِ تبسم پیدا ہوئے۔

آخر وہ دن آگیا جب لیڈی کیلنتھ ڈنڈ اس کو مرٹل لاج میں آنا تھا۔ میرا خیال ہے اس روز باورچن کا دماغ اس انقلاب عظیم سے جو اس کے روزانہ فرائض میں واقع ہوا' عرشِ معلّی پر پہنچ چکا ہوگا۔ کیونکہ اس گھر کی ملازمت میں پہلی مرتبہ اس کو نہ صرف اہلِ خانہ بلکہ شاگرد پیشہ کے لئے عمدہ' نفیس اور کافی کھانا مالکن کی دخل اندازی کے بغیر تیار کرنے کا موقعہ ملا۔ معلوم ہوا کہ لیڈی کیلنتھ اس سے پہلے کبھی اس گھر میں نہ آئی تھی۔ اس لئے کسی شخص کو اس کے بارے میں کسی طرح کے حالات معلوم نہ تھے۔ یعنی کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ حسین ہے یا بدصورت' شیریں سخن ہے یا منہ کی کڑوی۔ اپنی بڑی بہن سے ملتی ہے یا ہر پہلو سے اس کے برعکس ہے۔ اس کی عمر کا سوال بھی مشکوک تھا۔ گو اتنی بات ہر شخص کو معلوم تھی کہ وہ لیڈی جارجیا نہ سے برسوں چھوٹی ہے۔ مخفی نہ رہے کہ یہ اور اس قبیل کے دوسرے سوالات گھر کے نوکروں میں کھلم کھلا زیرِ بحث نہ آتے تھے۔ کیونکہ یہ بات ان کی سیرت اور عادات کے برخلاف تھی۔ وہ سب کے سب کم گو' کم سخن اور کم زبان تھے۔ اور سالہا سال کے دباؤ نے ان کے مادۂ استعجاب کو بالکل ہی تلف کر دیا تھا۔ البتہ میری حالت ان سے مختلف تھی اور میں اس لئے ایسے سوالات سے دلچسپی لیتا تھا

کہ مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس گھر کی رونق اور چہل پہل، دعوتیں اور جلسے، اپنے بقاء و قیام کے لئے زیادہ تر اسی خاتون کے عادات پر منحصر ہوں گے. جس کی آمد آمد نے عارضی طور پر اس گھر کے روح کش دھندلکے میں امید اور تیاری کی خوشگوار روشنی پیدا کر دی تھی.

سہ پہر کے چار اور پانچ بجے کے درمیان ایک سفری گاڑی جس میں ڈاک کے گھوڑے جتے ہوئے تھے تیز چلتی مکان کے دروازہ پر آ کر ٹھہری. اسی وقت میں اور جان رابرٹ آگے بڑھے اور ہمارے پیچھے پیچھے مسٹر ٹائیورٹن، لیڈی جارجیانہ اور مس ڈیکن بھی استقبال کے لئے آگئے. اتنے میں گاڑی کا دروازہ کھلا اور ایک مقبول صورت خوش پوش چھبیلی خادمہ جس کی عمر پچیس سال کے قریب تھی سب سے پہلے اتری. اس کے بعد ایک خاتون نے جو بیش قیمت سموروں میں لپٹی ہوئی تھی. ایک ہاتھ خادمہ کے شانہ پر رکھا اور سہل انداز سے کود کر گاڑی سے باہر آگئی. ڈیوڑھی میں لگے ہوئے لیمپ کی روشنی میں پہلی جھلک جو میں نے اس کے چہرہ کی دیکھی، ظاہر کرتی تھی کہ وہ انتہا درجے خوبصورت ہے. اور گو اس کا بدن سرمائی کپڑوں کے انبار میں چھپا ہوا تھا. تاہم اس میں بھی نفاست اور دلفریبی پائی جاتی تھی. اس غیر معمولی خوشی کے ساتھ جو اس کی طبعی گرمجوشی کی مظہر تھی، وہ تیز چل کر بڑی بہن کے پاس گئی، اور سچی محبت سے بغلگیر ہوئی. پھر ادب آمیز اخلاق سے اپنا ہاتھ مسٹر ٹائیورٹن کو پیش کیا اور جب بعد ازاں اس کا تعارف مس ڈیکن سے کرایا گیا تو اس سے بھی مصافحہ کیا. جس پر تکلف کھانے کا ذکر میں اس سے پہلے کر چکا ہوں وہ قریباً تیار تھا. چنانچہ جب اس کے تھوڑی دیر بعد دسترخوان بچھا اور مجھے اس تقریب پر حاضر رہنے کا حکم دیا گیا تو اس وقت مجھ کو لیڈی کیلنتھ کی دلفریب شکل و صورت

اور اس کی قابل تعریف سیرت کے مشاہدہ اور مطالعہ کا اور بھی اچھا موقعہ مل گیا۔ میں نے دیکھا اس کی عمر ۱۸ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اور جیسا کہ پیشتر لکھا جا چکا ہے وہ انتہا درجہ خوبصورت تھی۔ سیاہ ترین چمکیلے اور نرم بال اس کی خوشنما پیشانی پر بادلوں کی طرح چھائے ہوئے تھے اور ان کی رنگت کے مقابلہ میں اس کے چہرہ کی سپیدی اور بھی دلکش اور دلفریب نظر آتی تھی۔ اس کے چہرہ کی ساخت قدیم یونانی طرز کی اور سیدھی ستواں ناک میں بہت ہی ہلکا سا بے معلوم اُبھار پایا جاتا تھا۔ اوپر کا ہونٹ چھوٹا اور مُڑا ہوا ضرور تھا مگر جو آثار تکبر کے اس ذریعہ سے اس کے چہرے پر نمودار تھے۔ ان کو تبسم کی وہ حلاوت بوجہ احسن رفع کرتی تھی۔ جو اس کے یاقوتی ہونٹوں سے ایک پل کو جُدا نہ ہوتی تھی۔ اور جس کا اثر سورج کی نورانی شعاعوں کی طرح چہرہ کے ہر حصّہ پر موجود تھا۔ آنکھیں موٹی اور سیاہ اور رخساروں کی قدرتی رنگت سپید، مگر اس وقت ان پر اس سرد ہوا کے اثر سے جس میں وہ سفر کر کے آئی تھی، نیز حال کی ملاقاتوں کے جوش سے گلاب کے کھلے ہوئے پھولوں کی سُرخی پائی جاتی تھی۔ قامت دراز، بدن نازک۔ مگر ساخت اور خط و خال موزوں اس کی اُٹھی ہوئی گردن، اُبھری ہوئی چھاتی اور ڈھلوان شانے اس کی صورت کو اس قابل بناتے تھے کہ وہ کسی سنگ تراش یا صناع کے لئے بہترین نمونہ ثابت ہو، کوئی صنعت، کوئی بناوٹ، کوئی امیرانہ رعونت بھی اس میں قطعاً موجود نہ تھی اس کے طور و اطوار مخلصانہ، لہجہ و تقریر صاف اور نگاہوں سے اس بھولے پن کا اظہار ہوتا تھا۔ جو امیر طبقہ کی عورتوں میں نادر و معدوم سمجھا گیا ہے۔ پھر اس کی عادات آتنی شُستہ اور انداز اتنے باحیا اور شرمیلے تھے کہ جنگل کے اس نوشگفتہ پھول کی مانند شہر کی زہریلی فضا جس پر بالکل اثر انداز نہ ہوتی ہو۔ وہ طبقۂ اعلیٰ سے تعلق رکھتے ہوئے بھی اس کی خرابیوں سے قطعاً محفوظ تھی۔ جس طرح لندن کی زندگی

نے اس کی پاک سیرت پر کوئی اثر پیدا نہ کیا تھا۔ اسی طرح سوسائٹی کے مذہب کمروں کی گرم فضا میں رہ کر بھی اس کا حسنِ تابناک، روشن اور دلفریب تھا۔

خادمہ کے بارے میں جس کا مختصر نام چارلٹ تھا۔ میں پہلے ہی یہ بات لکھ چکا ہوں کہ قبول صورت اور شوخ تھی تفصیل کے طور پر اس بیان میں صرف یہ اضافہ کر دینا ضروری ہے کہ اس کی شوخی بے شر اور بے ضرر محض خوش طبعی تک محدود تھی۔ یعنی بہت ہنسنا، بہت باتیں کرنا اور دوسرے نوکروں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہنا بس اس سے زیادہ کوئی عیب اس میں نہ تھا۔ عورت طبعاً نیک تھی۔ اور ایک بار اس حقیقت کو معلوم کرنے کے بعد کہ مرٹل لاج کے نوکر کس طرح مردہ، اور افسردہ رہا کرتے ہیں، وہ ان میں تھوڑی سی خوشی اور تھوڑی سی جان داخل کرنے کے لئے آمادہ ہو گئی۔ چونکہ دوسرے نوکروں کے مقابلہ میں میں زیادہ کھلی اور صاف باتیں کرتا تھا اس لئے مجھ سے اس کو اُنس تھا۔ گو اس کی ہنسوڑ طبیعت جان رابرٹ سے مذاق کرنے سے بھی نہ جھجکتی تھی۔ جس کے بارے میں میں بر سبیلِ تذکرہ لکھ دینا چاہتا ہوں کہ اس کے لمبے مغموم دملول چہرہ پر بھی اب آرام واطمینان حتیٰ کہ بعض حالتوں میں مسرت کے آثار پائے جاتے تھے۔ بارہا میں نے دیکھا کہ وہ جس کے منہ سے غرّاہٹ اور کراہ کی ملی ہوئی آواز کے سوا کوئی کلمہ نہ نکلا تھا، نئی خادمہ کی باتیں سن کر مسکرانے پر مجبور ہو جاتا۔ اور ایک اس پر کیا موقوف ہے، میرے خیال میں دنیا کا کوئی سخت گر دا، کلبی طبیعت کا انسان بھی ایسا بے حس نہ ہوگا جو لیڈی کیلینتھ کی خادمہ چارلٹ کی میٹھی چھیڑ چھاڑ اور بے ضرر تضحیک سے افسردہ یا رنجیدہ ہونا منظور کرتا۔

"واہ!" اس نے مرٹل لاج میں آتے ہی ایک گھنٹہ کے اندر اندر کہنا شروع کر دیا۔ "تم لوگ کتنے سُست، روکھے اور بے میل ہو جس کی وجہ شاید یہ

ہے کہ تم کبھی اس دیہاتی بل سے نکل کر باہر نہیں گئے؟ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تم اپنا جی بہلانے کی کوشش نہ کرو۔ صرف ایک موم بتی! نہ بس معاف کرو۔ میں اندھیرے میں بیٹھنا گوارا نہیں کر سکتی۔ لاؤ ایک اور دو۔ کیا تمہاری مالکن دو کی اجازت نہیں دیتی؟ تو خیر دیکھا جائے گا۔ جب وہ اس کے بارے میں پوچھے گی تو سارا قصور میرے ذمہ ڈال دینا۔ پھر اس کے بعد لیڈی کیلیمنز اپنے آپ مجھ کو بچا لے گی۔ اور اب سنو۔ جو چائے میرے لئے تیار کرو۔ بہت تیز ہونی چاہیئے۔ نہ نہ۔ اس طرح نہیں۔ کیا چھ شخصوں کے لئے دو چمچے! لاؤ میں تیار کر کے دکھاتی ہوں۔ ایک ایک چمچہ چائے کا ہر ایک آدمی کے لئے۔ اور ایک زائد لوٹے کا۔ کل سات ہوئے، پھر اس کے بعد خادمہ کی طرف مڑتے ہوئے۔ نہ اس طرح روٹی نہیں تراشا کرتے۔ اتنے چوڑے ٹکڑے تو منہ میں ڈالنے بھی دشوار ہیں۔ ادھر لاؤ میں کاٹ کے دیتی ہوں۔ بہت باریک ٹکڑے ہوں۔ اور ان پر کافی مکھن لگا ہو...."

اس طرح کی تقریر کرتے ہوئے وہ کسی نمائش یا دکھاوے کے بغیر ہنستی مسکراتی اور سب سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہاتھوں سے کام کئے جاتی تھی۔ نوکروں کے نہ نہ کرتے اس نے ایک موم بتی اور جلائی۔ اور چائے کی اتنی مقدار جو چار دن کے لئے کافی ہوتی ایک ہی مرتبہ چائے دانی میں ڈال دی۔ اس کے بعد اپنی مرضی سے روٹی کے ٹکڑے کاٹ کر ان پر مکھن لگانا شروع کیا۔ میں ان اولوالعزمیوں کو دیکھ کر سچی خوشی محسوس کرتا تھا۔ لیکن باقی نوکروں کے چہرہ پر حیرت، سراسیمگی اور دہشت کے آثار نمودار تھے۔ اس کے بعد جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ مس چارلٹ خاندان ٹائیورٹن کے طور و اطوار کو اچھی طرح سمجھنے لگی ہے۔ اور یہ بھی اس نے جان لیا کہ کس طرح عرصہ دراز کی سختیوں نے نوکروں کو اس کفایت شعاری کا جو انتہائی بخل کا دوسرا نام تھا عادی اور خوگر بنا دیا ہے۔ بہر حال میں نے دیکھا کہ وہ اپنے دل میں ان خرابیوں کے

کے استعمال کا مصمم ارادہ کر چکی تھی۔

"کیوں؟ اب ان سہمی ہوئی نظروں سے کیوں دیکھنے لگے ہو؟" وہ قہقہہ مار کر ہنستی اور اپنی دلفریب آنکھوں سے ہم سب پر ایک گھومتی ہوئی نظر ڈال کر کہتی تھی — جب میں سارا قصور اپنے اوپر لیتی ہوں تو پھر تمہیں کس بات کا ڈر ہے؟ یقین کرو میں اس گھر میں رہتے ہوئے جو چاہے کچھ کرتی رہوں۔ لیڈی جارجیانہ کا یہ منہ نہ ہوگا کہ مجھ سے جھگڑا کر کے اپنے بخل کو عالم نشرح کرے۔ آہ! میں سمجھ گئی۔ لیکن اگر چائے جتنی تھی ختم بھی ہوگئی تو اس سے کیا؟ ہم بڑی آسانی سے ایک پونڈ اور خرید لائیں گے۔ کل مجھے سیر کرنے اکسیٹر جانا ہے وہاں سے بھی آؤں گی۔ ذرا دیکھو تو یہ کمرہ کتنا سرد اور بے رونق ہے آتشدان میں ایک مٹھی بھی ایندھن موجود نہیں۔ ادھر آ لڑکے!" اس نے میری طرف مڑ کر کہا۔ "تو ان سب سے علیحدہ نظر آتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ تجھ میں تھوڑی سی جان بھی رکھی ہے۔ ادھر آ کے یہ جتنے کوئلے پڑے ہیں، آتشدان میں اُلٹ دے۔ لیکن ٹھہر۔ میں پہلے ایک دو لکڑیاں اس پر رکھ لوں..."

چارلٹ کا اشارہ پا کر میں نے بلا تامل اس کی ہدایات پر عمل شروع کر دیا۔ اور چند لمحوں کے عرصہ میں آتشدان کے اندر ایسی تیز آگ روشن ہوئی، جو میرے خیال میں مرٹل لاج کی تاریخ میں یادگار تھی۔ میری رائے میں جب سے یہ مکان بنا کبھی اتنی تیز آگ اس کے کسی حصہ میں نہ جلی ہوگی۔ جس سے دیواریں تک گرم ہوگئیں اور سردی رفع ہوکے راحت آمیز حرارت چاروں طرف پھیل گئی۔ اس واقعے کے بعد باقی نوکروں نے بھی اپنے جی میں سوچ لیا کہ جو ہو سو ہو۔ چارلٹ کو اپنی مرضی کے مطابق کرنے دینا چاہیئے۔ اس میں کم از کم نقصان کچھ نہ تھا۔ اس کے بعد جب ایک بار رُد چل گئی تو ہر شخص اتنا خوش و خرم نظر آنے لگا۔ جتنا وہ مرٹل لاج کی ملازمت کے آغاز سے نہ ہوا تھا۔ میں اپنے جی میں یہ سوچ کر حیران ہوتا تھا کہ جب دعا کی گھنٹی بجے گی تو کیا اس وقت

مس چارلٹ بھی ہمارے ساتھ جلوس میں شامل ہو کر جائے گی؟ مگر اس بارے میں جو شش و پنج میرے دل میں تھا اس کا خاتمہ جلدی ہی ایک واقعہ نے کر دیا جس کا حال میں آگے چل کر بیان کرتا ہوں۔

مجھے کسی کام کے لئے کمرۂ نشست میں جانا پڑ گیا۔ مگر جب میں اس سے رخصت ہونے لگا تو مس ڈیکن جو اس وقت وہیں تھی میرے پیچھے پیچھے باہر نکل آئی۔ جب سے میرے گلے میں رومال باندھنے کا چھوٹا سا واقعہ پیش آیا تھا اس کی یہ عادت ہو گئی تھی کہ جب بھی موقعہ ملتا تھا تو وہ نظروں سے میری طرف دیکھتی اور میری چھوٹی سے چھوٹی فروگذاشت کو بھی قصداً لیڈی جارجیانہ کی نظروں میں لاتی۔ تاکہ میں اس کے لئے ملامت کا سزاوار ٹھہروں۔ ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میرے دل میں اس کے لئے بہت اچھے خیالات نہ تھے۔ گو میں بلا خوف خودستائی کہہ سکتا ہوں کہ طبعاً کینہ پرور نہ ہونے سے براہ راست میرے دل میں اس کے برخلاف جذبۂ عناد بالکل نہ تھا۔ اس کے علاوہ وہ میری نظروں میں اتنی حقیر و پست تھی کہ میں اسے اپنی دشمنی کے لائق خیال نہ کرتا تھا۔ چنانچہ اس موقعہ پر بھی جب وہ میرے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر آئی تو محض اس سے گفتگو نہ کرنے کے خیال سے میں تیز چلتا سیڑھیوں کی طرف ہو لیا۔ اس پر اس نے تلخ جھگڑالو آواز میں مجھ سے کہا: "ٹھہرو۔ کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ کیا تم نہیں دیکھ سکتے کہ میں تمہیں سے گفتگو کرنے کے لئے باہر آئی ہوں؟"

میں چلتا چلتا ٹھہر گیا۔ مگر منہ سے کچھ نہ کہا۔ مس ڈیکن کی آنکھوں میں غصہ اور جوش کی آگ مشتعل تھی۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس کا بس چلتا تو وہ مجھ کو پکڑ کے زبردستی میرا منہ نوچ لیتی۔

"آئندہ کے لئے یاد رکھو" دفعتاً اس نے کہا۔ "اگر پھر مجھ کو کمرے سے باہر آتا دیکھو اور یہ سمجھو کہ میں تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ تو خبردار اس طرح بھاگنے کی کوشش نہ کرنا۔

بلکہ ادب کے ساتھ میری آمد کا انتظار کیا کرنا۔ ورنہ یاد رکھو۔ یہ سارے کس بل ایک دن کے اندر اندر نکال دوں گی۔"

میں اس پر بھی خاموش رہا۔ البتہ سعی ضبط کے باوجود میرے ہونٹوں میں خم آگیا۔ یہ حالت دیکھ کر اس کے اپنے ہونٹ پیلے پڑ گئے۔ وہ مارے غصہ کے زور زور سے کانپنے لگی۔ اور اس کے دہانہ کے پاس عجیب طرح کے تشنجی آثار پیدا ہوئے۔

"سنو" اس نے سانپ کی پھنکار سے ملتی ہوئی سنسناتی آواز سے کہنا شروع کیا۔ "یہ لیڈی فاجار جیانہ کا اپنا حکم ہے کہ جب تک لیڈی کیلنیہ اس جگہ ٹھہرے۔ نوکر لوگ دعا کے وقت بیٹھک میں حاضر نہ ہوا کریں۔ وقت مقررہ پر وہیں نوکروں کے کمرہ میں جان رابرٹ دعا پڑھا دیا کرے گا۔ بتاؤ۔ کیا یہ حکم تم سب نوکروں کو پہنچا دو گے" یا میں تمہارے مالک اور مالکن سے کہہ دوں۔ کہ تم کو انکار ہے؟" یہ کہتے ہوئے اس نے اس طرف کی کینہ آمیز نگاہ سے میری طرف دیکھا گویا وہ تہ دل سے چاہتی تھی کہ میں گستاخانہ لفظوں میں انکار کر دوں۔ اور اس کو میرے برخلاف شکایت کا موقعہ ہاتھ آجائے۔

مگر میں نے جوش ظاہر کئے بغیر نہایت سکون کے ساتھ جواب دیا "مس! آپ نے جو حکم بیگم صاحبہ کی طرف سے مجھ کو دیا ہے وہ میں نے سن لیا اور اس پر عمل کیا جائیگا لیکن یہ آپ نے کس طرح جانا کہ مجھے اس حکم کو دوسرے نوکروں تک پہنچانے سے انکار ہے؟"

وہ کہنے لگی "تم چونکہ نہایت گستاخ لڑکے ہو اس لئے کوئی بات تم سے بعید نہیں۔" یہ الفاظ اس نے تیز لہجہ میں غصہ میں بھر کے کہے۔ اور اس کے بعد اس طرح گویا اس کا سارا جوش اس ایک جملہ میں جمع ہو گیا تھا۔ وہ سنسناتی ہوئی آواز سے بولی۔ "میں تم سے سخت نفرت کرتی ہوں۔"

اس آخری بیان کو سن کر میری اپنی طبیعت میں بھی جوش آگیا اور جواب نہ

دینے پر بھی میں اپنی حقارت آمیز ہنسی کو ضبط نہ کر سکا۔ کم از کم میں اس ذلیل تو ڈی عورت کی حکومت برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ غالباً اس نے میرے چہرے کے بدلے ہوئے آثار دیکھ لئے ہوں گے کیونکہ میں جس وقت پھر ایک بار سیڑھیوں کی طرف جانے کے لئے مڑا اور سب سے اوپر والی سیڑھی تک پہنچ گیا تو وہ دوڑتی ہوئی میرے پیچھے آئی۔ اور اس زور سے میرا بازو پکڑ کر کہ اس کی پتلی انگلیاں زنبور آہنی کی طرح اس کے گرد کس گئیں۔ دبی ہوئی پُر جوش آواز سے کہنے لگی "میں تم سے بے حد نفرت کرتی ہوں۔ شاید میں تم کو چاہتی اور... تم سے دیوانہ وار محبت کرتی۔ تمہارے لئے جو کچھ مجھ سے ممکن ہوتا کر گذرتی۔ لیکن... اب میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ اور یاد رکھو وہ خوفناک انتقام تم سے لوں گی جو عورت کی ٹھکرائی ہوئی محبت ہی لے سکتی ہے"
اس عجیب و غریب تقریر کو سُن کر میں گو ڈرا نہیں۔ تاہم متعجب ضرور ہوا۔
وہ اتنا کہتے ہی پیچھے مڑ کر اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اور میرا خیال ہے کہ اس نے اوروں کے دلوں میں کسی طرح کا شبہہ پیدا نہ کرنے کے خیال سے اپنے چہرہ پر پھر ایک بار آثار سکون پیدا کر لئے ہوں گے۔ پہلے میرے جی میں آئی تھی کہ اس واقعہ کا ذکر دوسرے نوکروں سے کر دوں۔ لیکن بعد ازاں سوچ کر میں نے اس ارادہ کو ترک کر دیا۔ میں اپنے آپ کو ناٹک کے ہیرو کی صورت میں پیش کرنا نہ چاہتا تھا۔ اور اس کے علاوہ سچ پوچھئے تو مس ڈیکن ایسی عورت کا عشق حاصل کرنے کے قابل ہونا یہ بھی میرے خیال میں کوئی ایسی قابل فخر کامیابی نہ تھی جسے میں روز روشن میں لانا پسند کرتا۔ رہ گئی اس کی نفرت تو اس کا مجھے بہت زیادہ ڈر نہ تھا۔ کیونکہ میں ان کاموں کو جو میرے ذمہ ڈالے گئے تھے پوری تندہی، توجہ اور ایمانداری کے ساتھ کرتا اور اس کے بعد اپنے جی کو یہ کہہ کے تسلی دے لیتا تھا کہ جس کا اپنا حساب پاک ہے اسے محاسب کا ڈر کیوں ہو؟ البتہ اس تازہ واقعہ کے بعد میں نے اس بات کا فیصلہ ضرور

کرلیا کہ آئندہ اس بارے میں پوری احتیاط رکھوں گا کہ اس کینہ ور بوڑھی عورت کو مجھ پر اپنا بیجا غصہ نکالنے یا نشانہ عتاب بنانے کا موقعہ جہاں تک ممکن ہو، نہ دیا جائے۔ بالفرض اس پر بھی وہ میرے درپے آزار رہے تو بہت سے بہت اتنا ہی ہوگا کہ مجھ کو اس گھر کی ملازمت سے علیٰحدہ کر دیا جائے گا۔ تو اس کی مجھے چنداں پروا نہ تھی۔ مجھ کو یہاں رہ کر کوئی خاص آرام حاصل نہ تھا کہ جس کے لئے اس ملازمت کا چھوٹ جانا شاق ہوتا۔ باقی رہی آئندہ کی فکر۔ تو لارڈ ریونس ہل کے داروغہ کی دی ہوئی سند کی موجودگی میں اس کا بہت زیادہ اندیشہ نہ تھا۔ جلدی یا دیر میں تھوڑی بہت گذارہ کے لائق نوکری کہیں نہ کہیں مل جانی یقینی تھی۔ ان سارے حالات کو سوچ کر میں نے مس ڈکبن کے واقعہ کی نسبت چپ رہنا ہی بہتر سمجھا۔ اور جو پیغام نوکروں کو پہنچانے کے لئے میرے سپرد کیا گیا تھا۔ اس کا فرض ادا کرکے اس معاملہ کو بالکل نظرانداز کر دیا۔

میرے پیغام کو باقی نوکروں نے تو حسب معمول چپ چاپ سُنا۔ البتہ چارلٹ شوخ نظروں سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگی: "اور کیوں صاحب۔ یہ دعا کا سلسلہ کتنی دیر جاری رہا کرتا ہے؟"

"اندازاً بیس منٹ"، جان رابرٹ نے جواب دیا۔

"تو مہربانی سے اس کو چھوڑیئے"۔ چارلٹ نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا: "کم از کم میں اس کو گوارا نہیں کر سکتی کہ پاؤ گھنٹہ سے زیادہ سوگواروں کی طرح بیٹھ کر تمہاری اس بھنبھناتی آواز کو جو لاش کے منہ سے نکلی ہوئی آواز کی مانند پولی اور ہیبت ناک ہے سنتی رہوں۔ مجھ کو جب کبھی دعا کہنا ہوتا ہے اپنے کمرہ میں کہہ لیتی ہوں۔ کیونکہ یہ ایک اس طرح کا فرض ہے جس کو انسان خلوت اور تنہائی میں ہی بہتر ادا کر سکتا ہے۔ نمائش اور دکھاوے کے ذریعہ سے نہیں۔"

اس کے جواب میں جان رابرٹ فہاشتاً کچھ کہنا چاہتا تھا مگر چارلٹ نے مذاق کی راہ سے اسے روک دیا۔ اس کے بعد وہ بھی چپ رہا اور ہم سب آدمی سونے کے وقت تک مزے سے آگ تلپتے رہے۔

صبح ہوئی تو چارلٹ نے مجھ سے کہا کہ میں نے لیڈی کیلنڈ سے اکسیٹر جانے کی اجازت حاصل کرلی ہے۔ لیکن چونکہ میں ان اطراف میں نو وارد ہوں اور تنہا جانا نہیں چاہتی۔ اس لئے اپنی مالکن کی معرفت لیڈی جارجیانہ سے اس بات کی اجازت لی ہے کہ نوکروں میں سے ایک جو فارغ ہو چند گھنٹوں کے لئے میرے ہمراہ چلے۔

"مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ کون چلے" اس نے ہم سب پر ایک گھومتی ہوئی نظر ڈال کر کہنا شروع کیا: "سب سے پہلے بی بادرچن جو اس لئے نہیں جا سکتیں کہ اس صورت میں ہم سب کھانے سے محروم رہ جائیں گے۔ پھر تم" لیڈی جارجیانہ کی کنیز سے۔ "یوں نہ جاسکو گی کہ نہ معلوم کب تمہاری مالکن اپنی دو برسوں کی پرانی کرم خوردہ ریشمی گون صاف کرکے لانے کا حکم دے دے۔ یہ بے چاری" اس نے دوسری خدمتگار عورت کی طرف مڑ کر کہا: "فی الحال بہت مصروف ہے کیونکہ اس کو کئی کمرے جھاڑنے ہیں۔ اور دونوں ہاتھوں سے وہ کیا کیا کچھ کرسکتی ہے پہلے ہی اس کو ہفتہ بھر کا کام ایک ہی دن میں پورا کرنا ہے اس لئے اس کو فرصت کہاں؟ رہ گئے جان رابرٹ اور جوزف ولمٹ۔ تو ان پہلے حضرت کی صورت اچھے بھلے آدمی کو سوگوار بنانے کے لئے کافی ہے، پس میں جوزف کو ساتھ لے جاؤں گی۔" اور پھر میری طرف مڑ کر "تم میرے ساتھ جاتے اچھے بھی لگو گے اور میں تم کو پیسٹری والے کی دکان پر اچھا سا لنچ کھلاؤں گی۔ اس لئے آؤ اپنی بڑھیا وردی پہن لو۔ اور میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو جاؤ۔"

قدرتی طور پر میں اس موقعہ سے فائدہ حاصل کرنے کو بخوشی آمادہ ہو گیا اسی وقت کپڑے پہنے اور جیب ہر طرح سے لیس ہو کر اُترا۔ تو چارلٹ تیار کھڑی تھی۔

اس نے صاف ستھرا اور سادہ لباس پہنا ہوا تھا۔ جس میں کسی بے جا نمائش کو بالکل دخل نہ تھا۔

"اوہ - یاد آگیا" وہ رخصت ہوتے وقت ہنستے ہوئے کہنے لگی "میں وہ ایک پونڈ جائے بھی جس کا کل رات وعدہ کیا تھا اپنے ساتھ لیتی آؤں گی" پھر گھر سے باہر آکر "اب ماسٹر جوزف یہ بتاؤ ہمیں کس راستہ سے اکسیٹر جانا چاہیئے میں نے سُنا ہے اس کا فاصلہ تین میل کے قریب ہے اور گو میں پیدل چلنے کی شائق نہیں ہوں تاہم مطلع چونکہ صاف اور موسم سرد ہے اس لئے آؤ میں کوشش کر کے دیکھتی ہوں"

"مجبوراً کرنی پڑے گی" میں نے جواب دیا "کیونکہ اس وقت کوئی گاڑی اس طرف ہو کر نہیں جاتی۔ البتہ واپسی میں یہ سہولت ہو جائے گی کہ ایک مال گاڑی جو قریباً چار بجے اکسیٹر سے چلا کرتی ہے ہم اس پر بیٹھ کے آجائیں گے"

"چلو یہی تسلی بہت ہے" اس نے مسکراتے ہوئے کہا "اور اب بتاؤ اپنی مالکن کے مقابلہ میں میری مالکن کی نسبت تمہاری رائے کیا ہے؟ کیا وہ خوبصورت نہیں؟ اور تم یہ سُن کر یقیناً خوش ہو گے کہ وہ جتنی خوبصورت ہے اتنی ہی نیک سیرت اور خلیق بھی ہے"

"میرا اپنا اندازہ بھی یہی کہتا ہے" میں نے تسلیم کیا۔

"واقعی ایسا ہے" چارلٹ نے پُرشوق لہجہ میں کہا "کیا تم اس کے خوشنما چہرہ کو دیکھ کر اس کی خوبیوں کا اندازہ نہیں کر سکتے؟ بخدا کتنا فرق اس میں اور اس کی بڑی بہن سُکڑی، سمٹی، مغرور و متکبر "لیڈی جارجیانہ" میں ہے۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے اسے، تمہاری مالکن کو دیکھا ہے کیونکہ جب اس کی شادی مسٹر تایورٹن سے ہوئی تو میں ارل آف مینڈیول کے ہاں ملازم نہ تھی۔ یہ میرے خیال میں سات آٹھ برس پہلے کا واقعہ ہے جب لیڈی کیلنتھا ابھی بچہ تھی"

"کب سے آپ ان کے ہاں ملازم ہیں؟"

"کوئی تین برس ہو گئے۔ دراصل ان کے والد ارل آف مینڈیول نے پہلی بیوی کے انتقال پر دوسری شادی کی تھی۔ جس سے تین اولادیں ہوئیں۔ جن میں لیڈی کیلنتھ سب سے بڑی ہے اور دو بہنیں اس سے چھوٹی اور ہیں۔ ان کے علاوہ چھ لڑکیاں اور دو لڑکے ان کی پہلی بیوی سے حیات ہیں۔ اس لئے جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے اولاد کا انبوہ کثیر ہے۔ اور چونکہ ہز لارڈشپ کے پاس دولت بہت کم ہے اس لئے ان کی شادی کی فکر بھی ایک معمہ سے کم نہیں۔"

"لیکن کیا سب بہنیں ایسی ہی خوبصورت ہیں جیسی آپ کی مالکن لیڈی کیلنتھ؟"

"اس کی سگی بہنیں بے شک خوبصورت ہیں"، چارلٹ نے جواب دیا "لیکن پہلی چھ... میں نہیں جانتی کس چیز سے ان کی تشبیہ دوں۔ تاہم لیڈی جارجیانہ تو ان سب میں نور علیٰ نور ہے۔ اور میرے خیال میں مس ڈیکن اس کی سہیلی بھی خوب ہے۔ یعنی جیسی روح ویسے فرشتے... کیوں تم چونکے کیوں تھے؟"

"کیا میں چونکا تھا؟... معاف کیجئے مجھ کو علم نہ تھا..."

"خیر جانے دو۔ لیکن ذکر اس عورت مس ڈیکن کا تھا۔ طبعاً میں کسی سے نفرت کرنا معیوب سمجھتی ہوں۔ مگر میں نہیں جانتی کیوں؟ اس سے مجھ کو آتے ہی نفرت ہو گئی۔ اب کی بات ہے۔ میں کپڑے پہن کے نیچے آ رہی تھی کہ وہ سامنے سے ملی۔ مجھ کو دیکھ کر عجب طرح سے ناک بھوں چڑھانے کی کوشش کی۔ اور اس طرح انداز تکبر سے سر ہلایا گویا جتلانا چاہتی تھی کہ میں ایک عزت دار خاتون ہوں۔ اور تم آخر کنیز ہو۔ یا ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اپنے پھٹے پرانے کپڑوں کے مقابلہ میں ایک خادمہ کے بدن پر سادہ مگر صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے دیکھنا اس کو گوارا نہ تھا۔ بہرحال میں جب اس کے پاس سے گذرنے لگی تو اس نے سر کہ جبیں ہو کر میری طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگی۔ "اے کیا سنتی ہو۔ میں تم سے پوچھتی ہوں کہ وہ جو بیگم صاحبہ نے اجازت دی

تھی کہ تم ہمارے نوکروں میں سے ایک کو ساتھ لے جانا" یہ کہتے ہوئے اس نے "ہمارے" کے لفظ پر اس طرح زور دیا گویا جتلانا چاہتی تھی کہ وہی اس گھر کی واحد یا شرکت دار مالکن ہے" تو اس کے بارے میں تم نے کسے اپنے ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا ہے؟" میں نے جواب دیا "جوزف ولمٹ کو" آہ۔ اس وقت تم دیکھتے کس طرح اس نے اپنے سر کو ایک طرف لے جا کر حرکت دی۔ مگر میں چونکہ اس سے الجھنا نہ چاہتی تھی اس لئے اور کچھ کہے بغیر نیچے اتر آئی۔ میرا خیال تھا تم پہلے سے تیار ہو گے۔ لیکن افسوس تم نہیں تھے اور مجھے پورے پانچ منٹ تک انتظار کرنا پڑا جو بڑی شرمناک حرکت ہے"

یہ کہتے ہوئے چارلٹ زور سے ہنسنے لگی۔ اور اس کے چوڑے دہانہ میں خوشنما سپید دانتوں کی ہموار لڑیاں نمودار ہوئیں۔

دفعتاً وہ پھر سلسلہ تقریر جاری رکھ کر بولی "کتنی بھیانک یہ جگہ ہے جس میں تم لوگ رہتے ہو۔ میرا خیال تھا مرٹل لاج کسی عمدہ اور پرفضا کوٹھی کا نام ہوگا۔ کیونکہ لارڈ مینڈیول بھی جس مکان پر رہتے ہیں ہر چند وہ دیہات میں واقع نہیں۔ کیونکہ انفیلڈ سے اس کا فاصلہ کچھ بہت زیادہ نہیں ہے..."

"کیا! انفیلڈ سے؟" میں نے قطع کلام کر کے پوچھا۔

"ہاں۔ جو لندن سے بالکل قریب ہے۔ یعنی جو شخص لندن کو جانتا ہو وہ انفیلڈ سے بھی ناواقف نہیں ہو سکتا۔ عرصہ ڈیڑھ سال کا گذرا ایک بڑا بھیانک واقعہ اس جگہ پیش آیا تھا۔ یعنی ایک ایسی واردات جس میں ایک صاحب مسٹر ڈیلمر کو پُر اسرار حالات میں قتل کر دیا گیا تھا..."

"مجھ کو معلوم ہے" میں نے ہلکی تھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا "میں نے اس واقعہ کا حال سُنا تھا"

"بے شک سُنا ہوگا" چارلٹ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "کیونکہ پوری تفصیل

اخباروں میں شائع ہوئی۔ اور اس سے بڑی سنسنی پھیلی تھی۔"

"مگر اس واردات کے سلسلہ میں قاتل کا کچھ سُراغ ملا؟" میں نے یکایک اس سے پوچھا۔ پہلے میرے جی میں آئی تھی کہ واردات کے موقعہ پر اس گھر میں اپنی موجودگی کا حال بیان کر دوں اور کہہ دوں کہ میں اس زمانہ میں وہیں ملازمت کرتا تھا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر رہ گیا۔ کیونکہ خیال آیا چارلس ہر چند ایک بے ضرر عورت ہے تاہم باتونی ہونے کی وجہ سے نہ معلوم کب اور کن حالات میں لارڈ مینڈیول کے مکان پر واپس جانے کے بعد وہ میرا ذکر کسی اور آدمی سے کر دے۔ اور اس طرح ہوتے ہوتے بات میرے دشمن جانی یعنی اس آدمی کے کانوں تک جو اپنے آپ کو میرا ماموں کہا کرتا تھا... مسٹر لیونوڈ تک پہنچ جائے...

"نہیں،" اس نے میرے خیالات سے بے خبر اسی پہلے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا "اس وقت تک قاتل یا قاتلوں کا کوئی سُراغ نہیں ملا۔ واردات ایک رازِ سربستہ ہے۔ جس کا حل کسی طرح ممکن نظر نہیں آتا۔ تاہم خیال ہے کہ جرم بعض چوروں نے کیا تھا۔ کیونکہ اس موقعہ پر بعض چیزیں بھی مسروقہ پائی گئی تھیں۔"

"مگر یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان دنوں کون اُس مکان میں رہتا ہے؟" میں نے بدقّت اس جوش کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا جو گفتگو کے نادانستہ اس مضمون کی طرف پھر جانے سے میرے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔

"کیا ڈیلمر میز میں؟ اوہ۔ آنریبل مسٹر اور مسز ملگریو۔ ان کے سوا اور کس کو وہاں رہنا تھا۔ گو میرا خیال ہے کہ مس ڈیلمر... ایڈتھ شاید اس کا نام ہے... وہ بھی فی الحال وہیں رہتی ہے۔"

"میرے پوچھنے کا یہ مطلب تھا کہ اب وہ کوٹھی کس کی ملک ہے غالباً مس ڈیلمیر اور ملگریو والوں کا مساوی قبضہ ہوگا؟"

"اس کا حال افسوس مجھے معلوم نہیں۔" چارلٹ نے جواب دیا۔ "لیکن تم اس معاملہ سے بہتر واقف معلوم ہوتے ہو۔ کیا تم اس زمانہ میں لندن رہا کرتے تھے؟"

"ہاں۔ میں ... ار ... لندن ہی میں تھا۔" میں نے رکتے ہوئے جواب دیا۔ اور اس کے بعد جلدی سے گفتگو کا رُخ پھیر کر کہنے لگا "آپ کا ارادہ اس جگہ کب تک رہنے کا ہے؟"

"کیا لاج میں؟ ... میرا خیال ہے ڈیڑھ دو مہینے تک۔" چارلٹ نے کہا۔ "گو میرا اپنا بس چلے تو اس سے بہت پہلے رخصت ہو جاؤں۔ کیونکہ لمبی سردیوں میں اس سنسان اور بے رونق مکان میں گھس کے بیٹھ رہنا یہ میری طبیعت کے برخلاف ہے اس کے علاوہ جوزف، گو میں امید کرتی ہوں تم بُرا نہ مانو گے۔ تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ اس گھر کے نوکر ایسے نہیں کہ کوئی ان سے میل جول رکھنا پسند کرے۔"

"مگر آپ ان کی مجبوریوں کو دیکھئے۔" میں نے جواب دیا۔ "میرا اپنا خیال یہ ہے کہ شروع میں اس گھر میں آنے کے موقع پر وہ بھی خوش و خرم رہا کرتے ہوں گے مگر دن رات کی سختیوں نے محنت شاقہ سے مل کر ان کی ہمت اور ارادوں کو بالکل پست کر دیا۔"

"میری اپنی رائے یہی ہے۔" چارلٹ نے تسلیم کیا۔ "ان سب میں تمہیں اکیلے ہو جس میں کچھ جان باقی ہے۔ لیکن اس کی ذمہ دار شاید تمہاری کم سنی کی بے فکری ہے۔ غالباً تمہاری عمر سترہ سال کے قریب ہو گی؟"

"ساڑھے سولہ کی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بس وہی اندازہ نکلا۔ بہر حال میں جو بات کہنا چاہتی تھی یہ ہے کہ اس عمر میں طاقت برداشت ہمیشہ غالب ہوتی ہے۔ عہد شباب کو دبانا سخت مشکل ہے تاہم اگر ایک دو سال تم بھی یہاں رہ گئے تو امید ہے ویسے ہی کاؤڈی بن جاؤ گے۔ جیسے بھیانک جان رابرٹ ہیں۔"

اس طرح باتیں کرتے ہم اکسیٹر کا دو تہائی فاصلہ طے کر چکے تھے۔ اب اس کے قریب پہنچ جانے پر چارلٹ نے شہر کی ظاہری دلفریبیوں کا ذکر چھیڑا تو میں نے بیان کیا کہ صحیح معنوں میں میں بھی اس جگہ نو وارد ہوں۔ اور اس شہر کے حالات سے میری واقفیت چند گھنٹوں سے زیادہ کی نہیں ہے۔

"مضائقہ نہیں" اس نے لاپروائی سے کہا۔ "منہ تو ہمارے ساتھ ہیں۔ جو بات قابل دریافت ہوگی کر لیں گے"

بارے ہم شہر میں داخل ہوئے اور سب سے پہلے گرجا کے پاس جا کر قریباً ایک گھنٹہ اس کی دیکھ بھال کرتے رہے وہاں سے بیکری والے کی دکان پر گئے۔ جہاں کچھ ناشتہ کیا مگر جب اس سے فارغ ہوئے تو ادائیگی کے سوال پر بحث شروع ہوگئی۔ وہ کہتی تھی میں دوں گی اور میں اس خرچ کو اپنے ذمہ لینے پر اصرار کرتا تھا۔ بڑی مشکل سے میں اس کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوا۔ یعنی کھانے کا خرچ میں نے ہی اپنی گرہ سے ادا کیا۔ وہاں سے ہم ایک پنساری کی دکان پر گئے۔ اور چائے اور چینی خرید کی جس کے بارے میں دکاندار سے کہہ دیا گیا کہ ان چیزوں کو باندھ کر اس دفتر میں پہنچا دے جہاں سے مال گاڑی چلتی تھی۔

"اور اب جوزف" وہ کہنے لگی۔ "میں کچھ چیزیں بزاز کی دکان سے مول لینا چاہتی ہوں۔ مگر اس موقع پر تمہارے اندر جانے کی حاجت نہیں۔ میں اکیلی ہی جو کچھ مول لینا ہے لے لوں گی۔ تم باہر دروازہ کے پاس ٹھہر جانا۔ یا بازار میں ٹہلتے رہنا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتی ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ مجھ کو معلوم ہے نوجوانوں کو سودا سلف خریدنا ناگوار خاطر ہوتا ہے اس لئے میں تمہیں ساتھ جانے کی تکلیف نہیں دیتی۔"

اس کے تھوڑی دیر بعد ہم ایک بزاز کی دکان پر پہنچ گئے۔ چارلٹ نے کھڑکی میں سجے ہوئے کپڑے دیکھ کر اندازہ کر لیا کہ جو چیزیں اس کو درکار ہیں بہ آسانی وہاں مل

جائیں گی۔ اس کے بعد وہ تو اندر چلی گئی اور میں باہر ہی ٹھہرا رہا لیکن مجھے اس جگہ انتظار کرتے بہت دیر نہ گذری تھی کہ چارلس لنٹن سامنے سے آتا نظر آیا۔ اس نے دور ہی سے مجھ کو پہچانا۔ اور پاس آکے مصافحہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے نوجوان اور عزیز دوست! مجھے تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ بارہا میں تم کو یاد کیا کرتا تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ تم بخیریت ہو۔ میں ضرور تم کو خط لکھتا اگر مجھے تمہارا پتہ معلوم ہوتا"

میں نے اپنا پتہ اس سے بیان کیا۔ اور کہا کہ لارڈ ریونس ہل کے مکان سے رخصت ہونے کے بعد میں قریب ہی مرٹل لاج میں ملازم ہو گیا ہوں۔

"خوب" اس نے کہا۔ "اور اب میں خیال کرتا ہوں کہ تم میری طرف سے بھی بعض خبریں سننے کے مشتاق ہوگے۔ مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ چپ چاپ بلا اطلاع نوکروں کو الوداع کہے بغیر چارلٹن ہال سے آگیا۔ لیکن مجبوری تھی مسٹر ریونس ہل کو اصرار تھا کہ بات باہر نہ نکلنے پائے۔ اس کے علاوہ وہ جیبدات کو میرے کمرہ میں آئے اور کہنے لگے کہ علی الصبح کسی آدمی کے بیدار ہونے سے پہلے یہاں سے رخصت ہو جانا چاہیئے۔ تو تم اور دوسرے نوکر سب بہ آرام سو چکے تھے۔ بس اگر میں کسی سے ملنا چاہتا بھی تو نہ مل سکتا تھا۔ لیکن سچ کہنا تم جو رقعہ کے حامل بنے تھے کیا اس راز سے بھی واقف ہو کہ وہ عورت کون تھی؟ جس نے وہ خط تم کو دیا تھا۔ یہ تو میرے خیال میں تم نے سن ہی لیا ہوگا۔ کہ مسٹر ریونس ہل کی اس سے شادی ہو گئی"

"نہیں۔ میں نے اس کے متعلق سنا تو کچھ نہیں۔ البتہ میرا قیاس یہ تھا کہ اس وقت تک ضرور ان کی شادی ہو چکی ہوگی۔ بات یہ ہے کہ مرٹل لاج کی تنہائی میں جس جگہ میں رہتا ہوں ۔۔۔"

"اچھا تو سنو" چارلس نے قطع کلام کر کے کہا "میں ایک نئی خبر تم کو دیتا ہوں

وہ خاتون جس نے تمہیں رقعہ لاکر دیا مس جنکنسن تھی۔"

"کیا وہ خاتون جس سے مسٹر ریونس ہل کی شادی لنڈن میں ہونی قرار پائی تھی؟"
میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ "خوب۔ میرے اپنے دل میں کئی بار شبہ پیدا ہوا تھا، کہ ممکن ہے یہ وہی خاتون ہو۔ مگر ان حالات کو یاد کر کے جو تم نے نسبت فسخ ہو جانے اور ڈوئل وغیرہ کے متعلق مجھ سے بیان کئے تھے۔ میں یہ سمجھے ہوئے تھا کہ وہ معاملہ رفت گذشت ہو گیا۔"

"واقعی جہاں تک اس لڑکی کے ماں باپ کا تعلق تھا وہ اس معاملہ کو رفت گزشت ہی قرار دے چکے تھے۔ مگر عشق صادق کی راہیں نرالی ہیں۔ مس جنکنسن کو مسٹر والر سے سچی محبت تھی۔ اور گو وہ بڑی سمجھدار، ذہین اور دور اندیش خاتون ہے تاہم اس نے مس کتھبرٹ کے اغوا اور مس پوسٹیٹ کے واقعہ کو اگر ان میں سے آخر الذکر کو واقعی مسٹر ریونس ہل کی خطا سمجھا جا سکتا ہے، نظر انداز کرنا منظور کر لیا۔ اس کے علاوہ جب اس نے سنا کہ مسٹر ریونس ہل ڈوئل لڑتے ہوئے زخمی ہو گئے تو اس واقعہ نے اس کے دل پر اور بھی گہرا اثر کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کے بعد مسٹر ریونس ہل بر اعظم یورپ کو چلے گئے تو انہوں نے وہاں سے ایک خط صحیح مردانہ انداز میں اظہار محبت کا مس جنکنسن کے نام لکھا جس میں انہوں نے تحریر کیا کہ گو شروع میں میں تم سے محض اس دولت کے لئے شادی کرنا چاہتا تھا جس کی میرے والدین کو ضرورت تھی۔ تاہم بعد ازاں مجھ کو تمہاری ذات سے سچی محبت ہو گئی تھی۔ آگے چل کر یہ بھی انہوں نے اپنے خط میں لکھا کہ میں یہ چٹھی ہجوم جذبات سینہ میں لے کر محض آخری الوداع کہنے کے لئے تمہارے نام لکھتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ایک مرد عزت دار کی حیثیت میں تمہاری جو دو تین چٹھیاں میرے پاس تھیں واپس کرتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کی تحریر نے نوجوان خاتون کے دل پر اور بھی گہرا اثر کیا۔ اور جب

اس کے چند ہفتے بعد مسز جنکنس نے اخبارات میں خاندان رینس ہل کی تباہی اور اس سلسلہ میں قرقی کی تیاری کا حال پڑھا تو اس نے اپنے دل میں ایک خاص طریق عمل کا فیصلہ کر لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کی ایک خالہ چند برس پیشتر بیس ہزار پونڈ کی رقم اس کے نام چھوڑ کر مر گئی تھی اور یہ ایک ایسی رقم تھی جس سے اس کے والدین بھی اس کو محروم نہ کر سکتے تھے۔ بس وہ چپ چاپ اپنے مکان سے رخصت ہو کر سفر کرتی ڈیون شائر پہنچی اور ایک خط مسٹر رینس ہل کے نام لکھا۔ جس میں تحریر کیا کہ جو طریقہ میں اختیار کرنے لگی ہوں اس کی وجہ سے میری نسبت کوئی بُری رائے قائم نہ کرنا جس طرح تم نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے ویسی ہی کبھی نہ مٹنے والی محبت مجھے تم سے ہے۔ اس لئے اگر میری کوئی حرکت تم کو آداب دوشیزگی سے بعید نظر آئے تو اس کو حالات مخصوص کا نتیجہ سمجھ کر نظر انداز کر دینا۔ یہ تھوڑی سی بیس ہزار کی پونجی جو میرے پاس ہے اس سے والدین کی ناراضگی بھی مجھے محروم نہیں کر سکتی۔ حقیقتاً یہ ایک بہت معمولی رقم ہے لیکن میں اسے اپنی ساری ملکیت سمجھ کر تمہارے حوالے کر دیتی ہوں۔ ممکن ہے آئندہ میرے والدین بھی میری اس خطا سے درگذر کرنا منظور کریں۔ بہر حال تم اگر مجھ کو محض میری ناچیز شخصیت کے لئے چاہتے ہو تو وہ حاضر ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بے حقیقت رقم بھی۔ اس طرح کا مضمون اس رقعہ میں درج تھا۔ جو تم نے لے جا کر مسٹر رینس ہل کو دیا تھا۔ اور اس میں اکسیٹر کے ایک ہوٹل کا پتہ درج کر کے یہ لکھا ہوا تھا کہ اگر اس کا جواب بھیجنا ہو تو وہیں بھیج دینا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کا تم بہتر کر سکتے ہو۔ وہ علی الصبح اٹھ کر مجھے اپنے ساتھ لے کر گھر سے رخصت ہوئے۔ نہ صرف اس قابل نفرت شادی سے بچنے کے لئے۔ جس کا اہتمام ان کے والد نے اشد ضروری التجائی چٹھیاں لکھ کر کیا تھا۔ بلکہ ایک زیادہ خوبصورت اور نیک سیرت خاتون سے شادی کرنے کے لئے۔ چنانچہ اسی مضمون کا ایک رقعہ انہوں نے اپنے والد

کے نام لکھ کر میز پہ رکھ دیا تھا۔ اسی دن ہم اکسیٹر آ کر مس جنکنسن سے ملے۔ اور یہاں ایک خاص لائسنس کے ذریعہ ان کی شادی ہو گئی۔"

"مگر کیا اس خاتون کے والدین نے آخر کار اپنی بیٹی کو معافی دینا منظور کیا؟" میں نے اس عجیب و غریب داستان کو سن کر پوچھا۔

"ہاں اب وہ اس کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں۔" چارلس نے جواب دیا۔ "ان کے ماہ عسل کا زمانہ کارنوال میں گذر رہا تھا۔ اور وہیں ہم چند دن پہلے تک مقیم تھے۔ مگر اب ہم لندن جا رہے ہیں۔ جہاں مسٹر اور مسز جنکنسن نہ صرف اپنی بیٹی بلکہ اس کے شوہر کی واپسی کا بھی انتظار کر رہے ہیں۔ چونکہ مسز ریونس ہل اپنے لمبے سفر سے تھک گئی تھیں۔ اس لئے ہم نے اس شہر میں چند گھنٹوں کے لئے قیام کیا اور اب میں سیر کرتا پھر رہا تھا کہ تم سے ملاقات ہو گئی۔"

"مگر لارڈ ریونس ہل اور بیگم صاحبہ آج کل کہاں ہیں؟" اسکے بعد میں نے پوچھا۔

"براعظم یورپ میں۔" چارلس نے جواب دیا۔ "معلوم ہوتا ہے وہ چارلٹن ہال سے چل کر سیدھے وہیں گئے تھے۔ صرف ایک خط اپنی ماں کی طرف سے مسٹر ریونس ہل کے نام آیا تھا جس میں بیگم صاحبہ نے تحریر کیا تھا کہ تم نے اپنے باپ کو دل شکستہ کر دیا ہے اور چونکہ مسٹر اور مسز جنکنسن کے بارے میں بعید تر امید بھی اس بات کی نہیں ہے۔ کہ وہ اپنی بیٹی کو کبھی معاف کرنا منظور کریں گے۔ اس لئے یہ شادی جو تم نے کی ہے سخت تباہی لانے والی ہے۔ بالفرض کسی زمانہ میں مس جنکنسن کے والدین اس کو معافی دینا منظور بھی کر لیں تو پھر اس جائداد کا حصہ اس دوران میں اوروں کے پاس جا چکی ہوگی واپس لینا محال ہوگا۔ اور خاندان ریونس ہل کی عزت تو بہر حال خاک میں مل چکی... اس سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ بیگم صاحبہ کی تحریر کس درجے مایوسانہ تھی؟"

"لیکن میرے خیال میں اس خط کی تحریر مایوسی کے علاوہ کچھ تلخی بھی لیئے ہوئے

رکھتی تھی۔ کیا تمہاری اپنی یہ رائے نہیں ہے؟"

"یہ صحیح ہے۔" چارلس نے تسلیم کیا۔ "مگر بیگم صاحبہ کے مزاج میں شروع سے تلخی غالب رہی ہے۔ تم کو شاید یہ سوچ کر حیرت ہوئی ہو گی کہ میں ان تفصیلات کو کیونکر تم سے بیان کر سکا۔ لیکن بات یہ ہے کہ مسٹر والٹر مجھ کو سابق کی طرح بے حد عزیز رکھتے ہیں اور کوئی بات مجھ سے چھپانا پسند نہیں کرتے۔"

"خیر صاحب کچھ بھی ہو۔" میں نے سارا حال سن کر کہا: "آپ نے خوش خبری خوب سنائی ہے۔ اور میں آپ کو اس وفاداری اور مسلسل خدمت گذاری کے لئے مبارکباد دیتا ہوں۔"

اتنے میں چارلٹ بزاز کی دکان سے باہر آ گئی تھی۔ میں نے چارلس لنٹ سے اس کا تعارف کرایا اور چونکہ آخر الذکر کو اس ہوٹل میں جہاں اس کے آقا ٹھہرے ہوئے تھے واپس جانے سے پہلے آدھ گھنٹے کی فرصت تھی اس لئے یہ وقت ہمارے ساتھ ہی ساتھ رہ کر اور چارلٹ کو اپنے بازو کا سہارا دے کر صرف کیا۔ چارلٹ سے اس کی گفتگو ایسی خوشگوار تھی کہ جب وہ آخر کار رخصت ہوا۔ تو وہ مجھ سے کہنے لگی کہ تمہارا یہ دوست بڑا ہی نیک سیرت ہے۔ اتنے میں واپسی کا وقت ہو گیا تھا۔ شہر سے رخصت ہو کر ہم اسی سرائے میں پہنچے جہاں سے مال گاڑی چلا کرتی تھی اور اس پر سوار ہو کر شام کے پانچ بجے کے قریب مرٹلی لاج میں جا پہنچے۔

پہلی جلد کا تیسرا حصہ ختم ہوا

گردشِ آفاق

پہلی جلد

چوتھا حصہ

باب ۲۴

آفت اور مصیبت

اس سے اگلے دن چونکہ لاج میں جلسۂ دعوت منعقد ہونا تھا اس لئے نوکروں کو معمول سے آدھ گھنٹہ پہلے بیدار کیا گیا۔ میں نہیں جانتا یہ جان رابرٹ کی فہمائش کا اثر تھا یا کیا۔ بہر حال اس روز میں باقی سب نوکروں سے پہلے نیچے اُتر آیا۔ میرے بعد رفتہ رفتہ دوسرے نوکر بھی آنے شروع ہوئے۔ البتہ مس چارلٹ ٹمرے نے جو ہمارے عملہ سے علیحدہ لیڈی کیلینہ کی ملازم تھی اس حکم کی تعمیل غیر ضروری سمجھی غالباً اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو اس گھر کے قواعد وضوابط سے بالاتر خیال کرتی تھی۔ وہ جس وقت آئی تو ناشتہ کا وقت ہو چکا تھا۔ مگر مجھ کو یہ دیکھ کر رنج آمیز حیرت ہوئی کہ آج اس کا مزاج بالکل ہی بدلا ہوا تھا۔ خصوصیت سے میرے ساتھ اس کا برتاؤ انتہا درجے سرد مہری کا نظر آیا۔ اس روز حسب معمول اس نے باقی سب نوکروں کو لہجۂ رفاقت میں "صباح بخیر" کہہ کر سلام کیا۔ مگر مجھ سے بڑی بے مہری اور روکھے پن سے پیش آئی۔ اس کے بدلے ہوئے رویہ کو دوسرے نوکروں نے یا تو دیکھا ہی نہیں۔ یا اگر دیکھا تو قصداً نظر انداز کر گئے اور میں نے بھی اس کو مزاج کی سطحی اور

رسمی تبدیلی سمجھ کے کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ لیکن جب دیر تک یہی حالت قائم رہی اور اس کی بڑھتی ہوئی سرد مہری ہر لحظہ نمایاں ہوتی گئی تو میں نے بات کی تہ تک پہنچنے کے خیال سے اس کو مخاطب کر کے گفتگو شروع کی۔ لیکن اس نے نہ صرف میری ہر بات کا جواب یک لفظی جملوں میں دیا بلکہ اپنے لہجہ اور انداز سے یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ مجھ سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی۔ یہ حالت دیکھ کر میرے دل کو بڑا رنج پہنچا کیونکہ جہاں تک یاد تھا میں نے کوئی بات ایسی نہ کی تھی جو اس کے لئے دل آزاری یا شکایت کا موجب ہوتی۔ کل تک وہ مجھ سے ہنس ہنس کے باتیں کرتی اور میری تعریفوں کے پل باندھتی تھی۔ لیکن آج یہ حالت ہو گئی گویا ہم ایک دوسرے کے صورت آشنا بھی نہ تھے۔ یہ اگر اس کے مزاج کا تلون تھا تو کم از کم میں اس کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ تاہم اپنے جی میں میں یہ سوچ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ کون سی وجہ ہوگی جس نے دفعتاً ایک ایسی چوڑی خلیج ہمارے درمیان پیدا کر دی۔ کل دن بھر اکسیبرٹر میں اور اس کے بعد مرٹل لاج آنے تک بھی ہم گہرے بے تکلف دوست تھے۔ وہ مجھے چھیلا اور بانکا سپاہیا کہہ کر چھیڑتی تھی۔ اور جب اس کے بعد ہم رات کو ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو اس نے بڑے اخلاق سے میرے سلام کا جواب دیا تھا۔ لیکن صبح کو جب وہ سامنے آئی تو سیرت ہی بدلی ہوئی تھی تیور ہی اور تھے۔ خدا کو بہتر معلوم تھا کہ رات رات کے عرصہ میں کیوں ایسا عظیم انقلاب اس کی طبیعت میں واقع ہو گیا۔

خیر ناشتہ سے فارغ ہو کر میں اپنی جگہ سے اٹھا اور کام میں مشغول ہو گیا۔ کئی مہمان اس روز کے کھانے پر جمع ہونے تھے۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ کم از کم زندگی میں ایک بار مسٹر ٹائیورٹن اور لیڈی جارجیانہ نے اپنی خست اور بخیلی کو جبراً یا قصداً ترک کرنا منظور کر لیا ہے۔ لیکن جس گھر میں ہمیشہ روکھے اور سیٹھے کھانے محدود پیمانہ پر تیار ہوا کرتے ہوں وہاں مہمانوں کی آؤ بھگت کرنے کو سامان بھی بہت چاہیئے۔ اس قسم کی معمولی چیزیں بھی

جو ہر ایک باورچی خانہ کا لازمہ ہیں۔ مثلاً گرم مصالحے، چھلنی یا سیویاں تک گھر میں موجود نہ تھیں۔ پس ان کو خرید کرنے کے لئے کسی کا اکسیٹر جانا ضروری تھا۔ چونکہ گھر کے نوکروں کی تعداد محدود تھی اس لئے چارلٹ نے اس کام کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ باورچی خانہ کی سیڑھیوں پر ہم آمنے سامنے ایک دوسرے کو ملے اور اس وقت وہ کڑی نظروں سے دیکھ کر دبی ہوئی آواز سے کہنے لگی۔

"مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اتنے شریر، دھوکے باز اور گرے ہوئے نوجوان ہو؟"

میں اس تقریر کو سن کر حیران و ششدر رہ گیا۔ آخر وہ کون سی شرارت، گراوٹ یا دھوکے بازی تھی جس کی طرف اس کا اشارہ تھا۔ مجھ کو لازم تھا کہ اس سے اس خوفناک الزام کی حقیقت دریافت کرتا۔ مگر کچھ اس طرح کا ذہنی صدمہ اس کے الفاظ سے مجھ کو پہنچا کہ میں ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکا۔ اس لئے جیسا کہ اس طرح کی حالتوں میں عموماً ہوا کرتا ہے اس نے میری خاموشی کو خطا کی باخبری پر محمول کیا اور بولی۔

"اچھا ہے کہ تم انکار کی کوشش نہیں کرتے۔ کیونکہ انکار لاحاصل ہوگا۔ چونکہ میں تم کو ضرر پہنچانا نہیں چاہتی، اس لئے اطمینان رکھو کہ میں اس مضمون پر بالکل خاموش رہونگی۔ لیکن تم سے میں پھر ایک بار کہتی ہوں کہ جب تک میں اس گھر میں رہنے کے لئے مجبور ہوں، تم کبھی مجھ کو مخاطب کرنے کی جرأت نہ کرنا۔ میں اگر تم لوگوں سے ہنسی دل لگی کرتی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں کمزور اخلاق کی عورت ہوں۔ اور اس غلط فہمی کو تم جس قدر جلد اپنے دل سے نکال دو بہتر ہے؟"

اتنا کہہ کر وہ تیز چلتی میرے پاس ہو کر گذر گئی۔ اور سیڑھیوں پر چڑھنے لگی۔ قریباً ایک لمحہ میں تصویر حیرت بنا ہوا اسی جگہ کھڑا رہا۔ سخت حیران کہ اس تقریر یا اور الزام کا کیا مطلب ہے۔ شریر، دھوکے باز، اور گرے ہوئے اخلاق کا آدمی۔ یہ سب بہت سخت الفاظ تھے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ میں نے قصداً یا سہواً کوئی فعل ایسا نہ کیا تھا۔ جو مجھے ان

کا مستوجب بنا تا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ کسی نے میری غیبت اور بدگوئی کی ہے۔ لیکن کب؟ کس نے اور کیوں؟ اور کس طرح وہ غیبت رات رات کے عرصہ میں چارلٹ کے کانوں تک پہنچ گئی؟ دفعتاً خیال آیا کہ شاید مس ڈیکن نے لیڈی کیلنتھ سے میرے برخلاف کچھ کہا اور اس نے اس کا ذکر چارلٹ سے کر دیا۔ اس کے سوا اور کوئی صورت ذہن میں نہ آتی تھی جو چارلٹ کو اتنی جلدی مجھ سے بدگمان کرا دیتی۔ پس یہ سوچ کر میں نے اپنے جی میں فیصلہ کر لیا کہ عنقریب جب وہ واپس آئے گی تو اس کو سارا حال بیان کرنے پہ مجبور کروں گا۔ اور یہ سوچ کر میں اس کی واپسی کے انتظار میں وہیں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔

چند منٹ کے عرصہ میں وہ جیسی کہ اس کی عادت تھی بدن چرا کر چلتی سیڑھیوں سے اتری۔ مگر جب میں نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی تو ناراض اور متعجب نظر آنے لگی۔

"چارلٹ" میں نے اس سے کہا۔ "تم نے ایک جھوٹا الزام مجھ پر عائد کیا ہے اس کی تشریح ہو جانی چاہیئے"۔

"تشریح! میرے الزام کی؟" اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر حقارت آمیز لہجہ میں جواب دیا۔ "کیا تم ایسے ہی پکے ریاکار ہو...."

"نہیں چارلٹ۔ میں ریاکار نہیں ہوں۔" میں نے قطع کلام کر کے کہا۔ اور میرے رخساروں پہ مارے جوش کے سُرخی پیدا ہو گئی۔

"مگر تم ہو!" اس نے بہ اصرار کہا۔ "اور تمہارے موجودہ طرزِ عمل سے اس کی افسوسناک تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن میں اس سوال پہ زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتی۔ بہرحال اتنا کہہ دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اس کے بعد کوئی تشریح میرا اطمینان نہیں کر سکتی۔ اس کے ساتھ ہی چونکہ مجھے تمہاری جوانی پہ رحم آتا ہے اس لئے میں کوئی ایسی بات کرنا بھی نہیں چاہتی جس سے تم پہ حرف آئے۔ اس لئے میں اس قدر کہہ دینا

ہی کافی سمجھتی ہوں کہ جو کچھ ہوا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ بس اس سے زیادہ نہ میں کہنا چاہتی ہوں نہ تمہیں کہلوانا چاہیئے؟

یہ کہہ کر وہ تیز چلتی میرے پاس سے نکل گئی۔ اور ایک دفعہ پھر میں حیران و ششدر کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ سخت حیرت تھی کہ معاملہ کیا ہے۔ کون سی بات ایسی مجھ سے سرزد ہوئی ہے جس کی طرف وہ ان پر اسرار لفظوں میں بار بار اشارہ کرتی ہے۔ کون سا واقعہ ہے جسے اس نے دیکھا مگر اب ظاہر کرنا نہیں چاہتی۔ میں سخت اضطراب اور پریشانی کی حالت میں تھا۔ اتنا میں بھی جانتا تھا کہ ضرور کوئی بھاری مغالطہ اس کو ہوا ہے۔ تاہم سوال یہ تھا کہ کیا؟ بظاہر وہ کوئی بڑا ہی سنگین جرم ہوگا جس کے لئے وہ مجھ کو اس طرح کے سخت لفظوں کا مستوجب خیال کرتی تھی۔ اس کے ساتھ یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ مس ڈیکن کی ذات پر جو شبہ میں نے کیا تھا درحقیقت بے بنیاد ہے کیونکہ چارلٹ مرے جس واقعہ کا ذکر کرتی تھی وہ سنی سنائی باتوں سے تعلق نہ رکھتا تھا بلکہ اس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ لیکن خیالات کی رَو میں اس حد تک پہنچنے کے بعد پھر وہی سوال پیدا ہو جاتا تھا کہ میرا وہ کونسا فعل تھا جس کو چارلٹ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا؟ بہت دیر تک میں اس معمے کو حل کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن کوئی جواب ذہن میں نہ آیا۔ تھک ہار کر میں جان رابرٹ کو چاندی کے برتن صاف کرنے کے کام میں مدد دینے کے لئے مودی خانہ کے کمرہ میں چلا گیا۔

یہ واقعہ جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے صبح کے وقت قریباً دس بجے پیش آیا تھا۔ جس کے بعد چارلٹ سودا مول لینے پیدل ہی اکسیٹر روانہ ہوگئی اور میں نے سُنا کہ واپسی کے موقعہ پر وہ اس پنساری کی گاڑی پر بیٹھ کر آجائے گی جو اس گھر کے لئے سامان مہیا کرتا تھا اور جس سے اس موقعہ پر اُسے اشیاء مول لینی تھیں۔ ان حالات میں اس کی واپسی کم از کم دو گھنٹے سے پہلے نہ ہو سکتی تھی۔ بہرحال میں نے اپنے جی میں یہ بات طے کر لی کہ جیسے ہی

وہ آئے۔ مجھ کو سارا حال جاننے کے لئے اصرار کرنا چاہیئے۔ اس کے بے بنیاد الزاموں سے میرے جی کو سخت رنج پہنچا تھا اور اپنی بے گناہی کو دیکھتے ہوئے میں اس بات کا پورا یقین رکھتا تھا کہ بات جو کچھ بھی ہے عنقریب ظاہر ہو جائے گی۔ اور اس وقت معلوم ہوگا کہ میں اس معاملہ میں بالکل بے قصور تھا۔

مودی خانہ پہنچا تو جان رابرٹ خلاف معمول پرُجوش حالت میں نظر آیا۔ جس سے میں نے اندازہ کیا کہ ضرور کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے جس نے اس کے سکون میں خلل پیدا کر دیا ہے کیونکہ میں نے دیکھا اس کا چہرہ جو عموماً بے رنگ اور اداس نظر آیا کرتا تھا آج دہشت اور بے چینی کی تصویر بنا ہوا تھا اور وہ اس آدمی کی طرح جس کی کوئی چیز کھو گئی ہو کمرہ کا ہر ایک کونا ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔

"کیوں جان، کیا گم ہو گیا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا!" اس نے اپنی کراہت اور غراہٹ سے ملی ہوئی آواز سے جواب دیا۔ "آدھی درجن بڑے چمچے اور آدھی درجن چھوٹے چمچے اور دو چاندی کی ڈبیاں نظر نہیں آتیں۔ میں حیران ہوں کہ یہ چیزیں کدھر غائب ہو گئیں۔"

"کیا غائب ہو گئیں!" میں نے انداز حیرت سے پوچھا۔ "مگر ایسا تو نہیں ہے کہ مالک ان کو دینا ہی بھول گیا ہو؟" کیونکہ اس موقعہ پر میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ چاندی کے جس قدر برتن کھانے پر استعمال کیے جاتے تھے ان سب کو جان رابرٹ رات کے وقت ایک ٹوکری میں ڈال کر مسٹر ٹایورٹن کے حوالے کر دیا کرتا تھا۔ جن کا دستور تھا کہ ان کو اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے جاتا اور اگلی صبح کو پھر جان رابرٹ کے حوالے کر دیتا تھا۔

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "مالک نے سب چیزیں گن کر میرے حوالے کی تھیں۔ کل رات جب میں ان کو واپس کرنے گیا تو مسٹر ٹایورٹن نے حکم دیا تھا کہ انہیں اپنے

ہی پاس رہنے دو۔ کیونکہ بہت سویرے ان کو مانجھنے اور صاف کرنے کی ضرورت ہوگی۔ بلکہ اس دعوت کی تقریب پر انہوں نے باقی ماندہ چمچے اور کانٹے بھی میرے حوالے کر دیئے تھے۔ کل رات ایک ایک چیز میرے سامنے انہوں نے گنی تھی۔ اور یہ ان چیزوں کی فہرست ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک پُرنمہ کاغذ کی طرف اشارہ کیا جو پاس ہی میز پر پڑا تھا۔

"اچھا اور تم نے اس سامان کو کل رات کہاں رکھا تھا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"افسوس۔ یہ اس معاملہ کا بدترین پہلو ہے" نوکر نے جواب دیا "میں نے حماقت سے یہ سمجھا کہ وہ چیزیں اِس کمرہ میں محفوظ رکھی رہیں گی۔ اور اب نتیجہ تم دیکھ رہے ہو۔ میرے خدا۔ اب کیا ہوگا؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اندازِ تاسف سے ہاتھ ملنے شروع کئے۔

"تو کیا تمہارا خیال ہے کہ چور رات کے وقت آکر ان چیزوں کو اُٹھا لے گئے؟" آخر کار میں نے پوچھا۔

"چور؟ ... بالکل نہیں۔ کیونکہ میں جس وقت یہاں آیا ہوں تو سب دروازے بند تھے۔"

"سچ ہے۔" میں نے بھی یاد کر کے کہا "سویرے میں تم سے بھی دو تین منٹ پہلے آیا تھا۔"

"اور یقیناً تم نے دیکھا ہوگا کہ ہر ایک کھڑکی بند تھی۔ اس کے علاوہ چور اگر آتے تو ان کو ہر ایک چیز لے جانے میں کیا تامل ہو سکتا تھا؟ وہ صرف گنتی کی چیزوں پر کیوں کفایت کرتے؟"

اتنے میں باورچن اور دوسری خادمہ بھی اس معاملہ کی خبر پا کر وہیں آپہنچیں اور ان کے روبرو بھی جان رابرٹ نے کھوئی ہوئی پلیٹ کا قصہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ وہ ابھی اس کمرہ میں کھڑی ہوئی حیرت اور خوف کا اظہار کر رہی تھیں کہ لیڈی جارجیانہ

کی دوسری نوکرانی بے تحاشا دوڑتی ہوئی آئی اور اس وقت ہم نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بھی دہشت اور پریشانی کی تصویر بنا ہوا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس کی زندگی میں یہ پہلا ہی موقعہ تھا کہ وہ اتنا تیز دوڑی۔ کیونکہ اس کا دم پھولا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر جوشِ اضطراب کے گہرے آثار نمودار تھے۔

"کیا نئی خبر سنی؟" اس نے آتے ہی کہنا شروع کیا: "بیگم صاحبہ کی سب سے قیمتی انگوٹھی جس میں ہیرے کا نگ لگا ہوا تھا اور گرداگرد موتی تھے ...."

"ہاں اس کا کیا ہوا؟" ہم سب نے کسی نئی مصیبت کے ظہور میں آنے کے اندیشہ سے یک زبان ہو کر پوچھا۔

"ہوا کیا!" اس نے آخری لفظوں کو اُلٹ کر دوہراتے ہوئے کہا: "کل رات بیگم صاحب نے اس کو بیٹھک کی میز پر رکھا تھا۔ وہ اس وقت دستانوں کی ایک نئی جوڑی پہننے کی کوشش کر رہی تھیں اور اس مطلب کے لئے انہوں نے انگوٹھی نکال کے رکھدی تھی۔"

"ہاں ہاں۔ یہ تو سمجھ میں آگیا۔ مگر اب اس انگوٹھی کا کیا قصہ ہے؟" ہم نے فکر آمیز لہجہ میں دریافت کیا۔

"وہ غائب ہے!" نوکرانی نے جواب دیا۔

"کیا انگوٹھی بھی غائب! اور اس کے ساتھ چاندی کے برتن بھی!" ہمارے منہ سے نکلا۔

اس موقعہ پر کمرہ نشست کی گھنٹی بڑے زور کے ساتھ بجی جس کے جواب میں میں خود اس جگہ گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ مسٹر ٹامیورٹن، لیڈی جارجیانہ اور مس ڈبکن سخت جوش کی حالت میں بیٹھے ہیں۔ اور لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس ان کے پاس کھڑی کہہ رہی ہے: "پیاری بہن۔ جی کو سکون دو۔ انگوٹھی کہیں جانہیں سکتی۔ ضرور وہ بے خبری میں کسی جگہ رکھ دی گئی ہے.... "

اس طریقہ پر وہ اپنی بڑی بہن کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی مگر لیڈی جارجیانہ اس طبیعت کی خاتون نہ تھی کہ ان فہمائشوں سے متاثر ہوتی۔

"جوزف ولمٹ" اس نے مجھے اندر آتا دیکھ کر کہا: "کیا تم کو معلوم ہے کہ ہماری ایک بہت قیمتی انگوٹھی کھو گئی ہے؟"

"ہاں۔ میں نے سُنا ہے۔" میں نے جواب دیا "اور... اور..." میں اس سلسلہ میں برتنوں کی گمشدگی کا بھی ذکر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن فوراً ہی اس خیال سے رُک گیا کہ ایسا نہ ہو اس ذریعہ سے جان رابرٹ پر کسی طرح کا حرف آئے۔

"کیوں۔ رُک کیوں گئے؟" بیگم نے گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔ "بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے تھے؟"

"ٹھہرو۔" مسز ٹائیورٹن نے جلدی سے روکتے ہوئے کہا: "اس طرح تم اس کو بالکل بدحواس کر دوگی۔ کیا دیکھتی نہیں ہو وہ کتنا بے چین نظر آتا ہے؟"

"کیا! میں اس کو بدحواس کر دوں گی؟" لیڈی جارجیانہ نے گردن تان کر کہا۔ "سنتی ہو مس ڈیکن۔ کیا میں ایسا کر سکتی ہوں؟"

"کبھی نہیں۔ ہرگز نہیں۔" بوڑھی عورت نے جواب دیا۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس نے اس موقعہ پر میری طرف قہر آلود نظروں سے نہیں دیکھا۔

"اچھا خیر، اس بحث کو جانے دو۔" مسز ٹائیورٹن نے فیصلہ کن انداز سے کہا۔ "اور تم بتاؤ جوزف کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا بات تھی جو تم کہتے کہتے رُک گئے تھے؟ اگر تم اس واقعہ پر کسی طرح کی روشنی ڈال سکتے ہو تو ایسا کرنے سے بالکل تامل نہ کرو..."

"تامل!" لیڈی جارجیانہ نے گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا: "کیا کبھی کسی نے نوکروں کو بھی تامل کرتے سُنا ہے؟ کیوں مس ڈیکن؟"

"کبھی نہیں۔" اس نے فوراً جواب دیا۔

"پیاری بہن" لیڈی کیلنتھ نے اس موقعہ پر نرم فہمائشی لہجہ میں کہنا شروع کیا "مہربانی سے جو کچھ اس لڑکے سے پوچھنا ہو آہستگی اور آرام کے ساتھ پوچھئے۔ اس کی حالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس معاملہ پر کچھ نہ کچھ روشنی ضرور ڈال سکتا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ اسے ایسا کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ کیا آپ دیکھتی نہیں ہیں کہ یہ لڑکا معمولی نوکروں سے مختلف بڑا ہونہار اور سیانا ہے۔" یہ الفاظ اس نے دبی آواز میں بہن کے کان میں کہے تھے۔ مگر وہ کسی طرح میرے کانوں میں بھی پہنچ گئے۔

"سرکار مجھے اس ہیرے کی انگوٹھی کا حال تو معلوم نہیں۔" میں نے جہاں تک ممکن تھا پُرسکون لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "بہرحال میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا تھا..."

"جوزف۔ میری طرف منہ کرکے بات کرو۔" مسٹر ٹا یئورٹن نے جلدی سے اپنی افضلیت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں ہی اس گھر کا مالک ہوں۔ اور ایک اس طرح کے نازک معاملہ کی میں ہی بہتر تفتیش کر سکتا ہوں۔"

"گھر کا مالک!" لیڈی ہارچیانہ نے انداز حقارت سے شوہر کے الفاظ دُہراتے ہوئے کہا۔ "کیا کبھی کسی نے ایسا دعوےٰ سُنا ہے؟ کیوں مس ڈیکن؟"

"کبھی نہیں۔" بوڑھی عورت نے جواب دیا۔ "البتہ مسٹر ٹا یئورٹن کو اختیار ہے وہ جب چاہیں ایسا کہہ سکتے ہیں۔" جس سے اس عیارہ کا مطلب ایک ہی وقت میں میاں بیوی دونوں کو خوش رکھنے کا تھا۔

"کہتے چلو جوزف۔" مسٹر ٹا یئورٹن نے اس بحث کو نظر انداز کرکے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم یہ بیان کرنا چاہتے تھے..."

"جی۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرنا چاہتا تھا کہ چاندی کے برتنوں میں سے بھی کئی ایک گم ہیں..."

"کیا چاندی کے برتن بھی گم ہوگئے؟" مسٹر ٹا یئورٹن نے سراسیمہ ہوکر کہا۔ "تب

اس کا مطلب یہ ہے کہ ضرور اس گھر میں چور آیا!" اور اس نے اٹھ کر بڑے زور سے گھنٹی بجائی۔

"آہ۔ برتن گم ہو گئے!" لیڈی جارجیانہ نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اور مس ڈبکن نے بھی تقلید کو فرض سمجھ کے دبی ہوئی پُر جوش آواز سے ان ہی لفظوں کو دُہرایا: "برتن گم ہو گئے!"

مسٹر ٹایورٹن اب تک گھنٹی کے پاس کھڑے ہوئے زور زور سے اس کو بجاتے چلے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ آخر کار جان رابرٹ کمرہ میں داخل ہوا۔

"جاؤ سب نوکروں کو بلا لاؤ" مسٹر ٹایورٹن نے اس کو دیکھ کر حکم دیا۔ "شاگرد پیشے کے جتنے آدمی ہیں سب اس جگہ حاضر ہوں"۔

جان رابرٹ نے جب دیکھا کہ وہ وقت جس کا خطرہ لگا ہوا تھا آخر کار آ پہنچا تو مارے دہشت کے صورت تصویر کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ ہاتھ پیر پھول گئے۔ اور زبان قوتِ گویائی سے محروم ہو گئی۔ پس اس کا فرض اپنے اوپر لے کر میں دوڑتا ہوا سیڑھیوں سے اُترا۔ اور باورچن اور دونوں خادماؤں کو اپنے ساتھ بلا کے لے آیا۔ ان سے مختصر لفظوں میں سارا حال بیان کیا گیا اور ایک لمحہ سے بھی کم عرصہ میں ہم سب مشکی ملزموں کی طرح قطار باندھ کے اس عدالتِ خاص کے روبرو جو مسٹر ٹایورٹن، لیڈی جارجیانہ، لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس اور مس ڈبکن پر مشتمل تھی، کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد کئی سوالات باری باری ہم میں سے ہر ایک سے پوچھے جانے شروع ہوئے۔ اس دوران میں گاہ بگاہ مسٹر ٹایورٹن اور لیڈی جارجیانہ میں اپنی اپنی افضلیت ثابت کرنے کے لیے لفظی جدوجہد شروع ہو جاتی تھی جس میں حسب موقعہ مس ڈبکن کو بھی حصہ لینا پڑتا تھا آخر بڑی اُلٹ پھیر کے بعد جو حالات جان رابرٹ کی زبانی تحقیق ہوئے یہ تھے کہ اس نے چاندی کے سب برتن شب گذشتہ کو مودی خانہ میں رکھے تھے۔ ناشتہ کے بعد اس نے

ان کو صاف کرنا شروع کیا اور تقریباً دو گھنٹے اس کام میں مشغول رہ چکا تھا کہ دفعتاً
معلوم ہوا۔ چھ بڑے اور چھ چھوٹے چمچے اور دو چٹنی ڈالنے کی ڈوئیاں غائب ہیں پھر
جب اس سلسلہ میں پوچھا گیا کہ نوکروں میں سب سے پہلے کون اُٹھا اور نیچے آیا تھا۔
تو قدرتی طور پر میرا نام لیا گیا تھا۔ اور میں نے جیسا کہ صحیح تھا بیان کیا کہ اس وقت
سب دروازے اور کھڑکیاں حسب معمول بند تھیں۔

اس کے بعد لیڈی جارجیانہ نے مشورہ دیا کہ معاملہ فوراً پولیس کے حوالے
کر دینا چاہیے۔ مس ڈیکن نے پرزور لفظوں میں اس کی تائید کی۔ اور اپنی عمر میں شاید پہلی
بار مسٹر ٹائیورٹن نے بھی اپنی بیوی اور بڈھی عورت سے اتفاق رائے کیا۔ مگر لیڈی
کیلنٹھ کو اس رائے سے اختلاف تھا۔ اس نے ایک اور طریقہ پیش کیا۔ جو مصلحت اور
دوراندیشی پر مبنی تھا۔

"مسٹر ٹائیورٹن" اس نے کہا۔ "اور آپ بھی پیاری بہن جارجیانہ۔ جو کچھ
میں عرض کرتی ہوں اس کو غور کے ساتھ سنئے۔ دراصل اس طرح کے معاملہ میں کوئی
کام عجلت و اضطراب میں نہ کرنا چاہیئے۔ انگوٹھی اور برتنوں کا گم ہونا واقعی پُراسرار
ہے اور میں آپ لوگوں سے بہت زیادہ اس راز کے حل کی خواہشمند ہوں۔ تاہم دیکھنا
یہ ہے کہ فی الحال پولیس کو طلب کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اس کے معنی صریحاً یہ ہونگے
کہ آپ لوگوں کو نوکروں پر شبہ ہے۔ لیکن معقول وجہ کے بغیر ایسا کرنا نہ صرف
نامناسب بلکہ ایک حد تک بے جا بھی ہوگا۔ مناسب یہ ہے کہ جو تحقیقات آپ کو
کرنی ہے نجی طریق پر کی جائے۔ میرا خیال ہے کہ نوکروں کو خود اپنی نیک نامی اور
صفائی کی خاطر اپنے سامان کی تلاشی پر اعتراض نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ میرے کہنے کا
یہ مطلب نہیں کہ اس ذریعہ سے گم شدہ چیزیں ضرور مل جائیں گی۔" اس نے مؤثر نظروں
سے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تاہم موجودہ حالات میں میرے نزدیک بہترین

صورت یہی ہے۔ اپنی خادمہ چارلٹ کی طرف سے جو فی الحال اکسیٹر گئی ہے میں بخوشی اس کے سامان کی تلاشی کی اجازت دیتی ہوں۔"

"اپنی طرف سے میں بھی اس تجویز کی پوری تائید کرتا ہوں" جان رابرٹ نے اس تقریر کے خاتمہ پر کہا "کیونکہ یہ میرے خیال میں ہم لوگوں کے لئے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ رہ گیا چوری کا سوال۔ تو ایک بہت پرانے نوکر کی حیثیت میں میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے نزدیک اس طرح کا فعل انتہا درجے قابل نفرت اور ذلیل ہے" یہ کہتے ہوئے اس کی آواز شدت جوش سے تھرا گئی لیکن اس نے جلدی ہی ضبط کرنے کی کوشش کی۔ اور ایک مدھم غراہٹ کے ساتھ چپ ہو گیا۔

جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ باقی سب نوکر بھی اس تجویز پر رضامند ہو گئے۔ جس کے بعد مسٹر ٹا یورٹن نے عورتوں سے وہیں ٹھہرنے کی درخواست کی۔ اور ہمیں لے کر نوکروں کے کمرہ کی طرف چلا۔ مگر عین اس وقت جب ہم جا رہے تھے لیڈی جارجیانہ نے ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ اور کہنے لگی۔ کہ گھر کے اندرونی انتظام کی مہتمم چونکہ میں ہوں اس لئے میرا اس طرح کے موقعہ پر موجود رہنا ضروری ہے۔ اور اس نے اس کی تصدیق کیلئے مس ڈبکن سے درخواست کی۔ مگر اس سے پہلے کہ بوڑھی عورت کچھ جواب دیتی مسٹر ٹا یورٹن نے جلدی سے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا "نہیں۔ یہ ایک اس طرح کا سنگین معاملہ ہے جس میں میں کسی طرح کی دخل اندازی پسند نہیں کرتا۔ پس میرا حکم ہے کہ تم یہیں ٹھہرو۔"

اس پر لیڈی جارجیانہ نے اپنے سر کو نخوت سے جھٹکاتے ہوئے کہا "کیوں مس ڈبکن تم نے کبھی ایسا سنا ہے؟" اور مس ڈبکن نے جواب دیا "کبھی نہیں" بڑی مشکل سے لیڈی کیلینتھمے نے ان دونوں کو سمجھایا اور اس طرح مسٹر ٹا یورٹن نے اس چھوٹی سی خانگی جنگ میں آخری فتح حاصل کی جس کے بعد وہ خوشی خوشی کمرہ سے باہر نکلا اور

نوکروں کی قطار اس کے پیچھے پیچھے ہو لی۔

اوپر کی منزل کی طرف جاتے ہوئے جس جگہ نوکروں کے کمرے تھے۔ ہر ایک آدمی خاموش رہا۔ جس کے بعد کمروں کی ترتیب کے مطابق ہر ایک نوکر کی تلاشی کا عمل شروع کیا گیا۔ سب سے پہلے باورچن کا کمرہ تھا۔ مگر جس وقت مسٹر ٹامیور ٹن تلاشی لینے کے لئے اس کے اندر جانے لگا۔ تو اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ زنانے کمروں میں ایک مرد کا تلاشی لیتے پھرنا بظاہر فعل معیوب ہے۔ پس اس نے نوکرانی کو حکم دیا کہ جا کر مس ڈیکن کو بلا لاؤ۔ اس کی فوراً تعمیل کی گئی اور بوڑھی عورت اس جگہ آ پہنچی۔ بعد ازاں جبکہ مسٹر ٹامیور ٹن اور باقی نوکر برآمدہ میں کھڑے رہے۔ مس ڈیکن نے اندر جا کر باورچن کے بکسوں اور الماریوں کی تلاشی لی۔ اور اس کے بستر کی بھی دیکھ بھال کی۔ لیکن نتیجہ باورچن کے حق میں تسلی بخش ثابت ہوا۔ یعنی کوئی چیز اس کے کمرہ سے نہ نکلی۔ اس کے بعد دونوں نوکرانیوں کے کمروں کی باری آئی اور وہاں بھی کوئی چیز برآمد نہ ہو سکی۔ چوتھے نمبر پر جان رابرٹ کا کمرہ تھا۔ اس کی تلاشی مسٹر ٹامیور ٹن نے بذاتِ خود لی۔ لیکن گم شدہ چیزیں اس کے اندر بھی دستیاب نہ ہوئیں۔ اگلا کمرہ چارلٹ مرے کا تھا۔ اس کی تلاشی کا فرض پھر مس ڈیکن کے سپرد ہوا۔ اور چونکہ چارلٹ کا بکس کھلا ہوا رکھا تھا اس لئے تلاشی اس کی عدم موجودگی میں بھی ہو سکی لیکن کھوئی ہوئی چیزیں اس کے اندر بھی نہ ملیں۔ برآمدہ کے سرے پر آخری کمرہ میرا تھا۔ اور اب کی بار تلاشی کا فرض پھر مسٹر ٹامیور ٹن نے اپنے ذمہ لیا۔ چونکہ میرا ان چیزوں کی گمشدگی سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ان کے متعلق کسی طرح کی معلومات مجھ کو حاصل تھیں۔ اس لئے اپنے بارے میں میرے دل کو پورا اطمینان تھا۔ البتہ میں سوچ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ چیزیں آخر کہاں غائب ہوئی ہوں گی۔ میں ان ہی فکروں میں کھڑا تھا کہ ایک دبا ہوا نعرہ

حیرت مسٹر ٹایوُ رٹن کے منہ سے نکلا جس کو سُن کر ہم سا منے نوکر جو برآمدہ میں کھڑے تھے۔ دوڑتے ہوئے اندر گئے۔ اور اس وقت معلوم ہوا کہ چاندی کے کھوئے ہوئے چمچے ایک کاغذ میں لپٹے اور رسّیات سے بندھے ہوئے مسٹر ٹایوُ رٹن کے ہاتھ میں ہیں اور وہ میرے بستر کی تہ سے برآمد ہوئے ہیں!

اس کے بعد جو کیفیت میری ہوئی اس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ میرے دماغ میں چکر آ گیا اور خون جسم کے ہر حصّہ میں سرد ہوتا معلوم ہونے لگا۔ میں اس طرح لڑکھڑایا گویا غش کرنا چاہتا تھا۔ خواب کی سی حالت میں اتنا مجھ کو یاد ہے کہ حیرت اور نفرت کی مختلف آوازیں چاروں طرف سے میرے کانوں میں آنی شروع ہوئیں۔ کسی نے کہا: "اوہ۔ جوزف!" کسی اور نے "شریر لڑکا!" اور کسی نے یہ کہہ کر ملامت کی کہ "کسے اس کا خیال آ سکتا تھا" لیکن یاد نہیں کہ یہ اور اسی طرح کے دوسرے کلمات کس کس کے منہ سے نکلے۔ قریباً ایک منٹ میری بالکل یہ حالت ہو گئی، گویا میں قریب المرگ تھا۔ کم از کم زندگی کا احساس بتدریج میرے بدن سے خارج ہو رہا تھا لیکن دفعتاً ایک ہیبت انگیز روشنی میرے دماغ میں پیدا ہونی شروع ہوئی اور اس وقت میں یہ سمجھ کر چونک اُٹھا کہ حالات نے مجھے کس خطرہ اور مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس وقت میرے چہرے پر اس طرح کی سُرخی نمودار ہوئی جو کسی مرد معصوم کے چہرے پر گنہگار کہے جانے کے موقعہ پر ہوتی ہے۔ بعد ازاں اوروں کی زبانی میں نے سُنا کہ میرے چہرے کی رنگت جو پہلے پیلی پڑ گئی تھی یکایک سُرخ ہو گئی۔ اور میں نے چیختی ہوئی آواز سے کہا: "صاحب میں چور نہیں ہوں۔ در اصل یہ ایک ہیبت انگیز سازش ہے جو میری تباہی کے لئے عمل میں لائی گئی ہے!"

یہ کہتے ہوئے میں نے ان سب لوگوں پر جو میرے چاروں طرف کھڑے تھے۔ ایک گھومتی ہوئی نظر ڈالی۔ اور دیکھا کہ مسٹر ٹایوُ رٹن کے چہرہ پر سختی اور عزم مصمم

کے آثار نمودار تھے۔ بظاہر اس کو میرے بیان کی صحت کا بالکل یقین نہ تھا۔ اور وہ اس معاملہ میں انتہائی تدابیر عمل میں لانے کو آمادہ وتیار تھا۔ نوکروں کو میں نے دیکھا بعض کے چہروں پر حیرت اور بعض کے سراسیمگی کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ مگر جس بات سے میرے دل کو حیرت ہوئی یہ تھی کہ اس وقت میری تباہی کے انتہائی المناک موقعہ پر مس ڈیکن کے چہرہ پر کمینہ پن یا بغض آمیز مسرت کی علامات بالکل موجود نہ تھیں۔ اگر کوئی آثار مجھے اس کے چہرہ پر نظر آئے تو وہ حیرت و استعجاب کے تھے حالانکہ قدرتی طور پر اس کو میرے مبتلائے مصیبت ہونے سے مطمئن و مسرور ہونا چاہیئے تھا۔

اتنے میں مسٹر ٹایورنٹ کی آواز یہ کہتی سنائی دی: "اچھا اب بتا۔ انگوٹھی کہاں ہے؟ مان لے اور اپنے جرم کا اقرار کر۔ کیونکہ اب انکار کئے جانے سے کچھ بھی حاصل نہیں۔"

"صاحب" میں نے پُرجوش آواز سے کہا "خدا گواہ ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں۔ کوئی بات ایسی نہیں جو میں نے آپ سے چھپا کے رکھی ہو۔ میں بھوکا مرنا قبول کرتا مگر اس طرح کے جرم کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ حالات بے شک میرے برخلاف ہیں اور میں خود ان کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ تاہم ...."

"بس میں زیادہ بکواس سننا نہیں چاہتا" مسٹر ٹایورنٹ نے پرزور آواز سے کہا۔ "ان حیلہ سازیوں کی حقیقت کو میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ پھر ایک بار بستر کی طرف مڑا۔ اور اس کے کپڑوں میں ہاتھ ڈال کر تلاش کرنے لگا۔ اس کے بعد جلدی ہی ایک اور کلمۂ استعجاب اس کے منہ سے نکلا۔ اور اب کی بار کاغذ کی ایک چھوٹی سی پڑیا اس کے ہاتھ میں نظر آئی۔ جسے اس نے کھولا تو معلوم ہوا کہ گمشدہ انگوٹھی اس میں بند تھی!

"اوہ جوزف" جان رابرٹ نے افسوسناک پیرایہ میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کس مصیبت میں تم نے اپنے آپ کو اور ہم سب کو مبتلا کر دیا؟" اور یہ کہتے ہوئے اس کے منہ سے پھر وہی غراہٹ اور کراہٹ کی ملی ہوئی آواز نکلی جس کا وہ عادی تھا۔

"چلو ایک آدمی میرے ساتھ اسے بیٹھک میں لے چلو" مسٹر ٹائیورنٹ نے حکم دیا جس کے بعد اس نے میرا ایک بازو پکڑ لیا اور جان رابرٹ نے دوسرا۔

میری آنکھوں سے ذلت اور شرم کے آنسو بہنے لگے۔ کیونکہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہوئے بھی کہ میں بے قصور ہوں اور چوری کی ان وارداتوں سے حقیقتاً میرا کوئی تعلق نہیں۔ میرے دل کو مجرم سمجھا جانے سے رنج و اضطراب تھا۔ میں نے روتے ہوئے کہا۔ "صاحب میں بے قصور ہوں... بالکل بے قصور ہوں!" اور اس کے بعد مجبوراً ان کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔

باب ۲۵

اصطبل

زبردستی گھسیٹتے ہوئے وہ مجھ کو پھر ایک بار بیٹھک میں لے گئے اور جب انہوں نے دروازہ کھول کر مجھے اس کمرہ کے اندر پہنچایا تو لیڈی جارجیانہ ٹائیورنٹ اور اس کی چھوٹی بہن لیڈی کیلینتھ ڈنڈاس دونوں کے منہ سے ایک ہی وقت میں یہ معلوم کرنے کے بعد کہ مجرم کون ہے حیرت و استعجاب کی آوازیں بے اختیار نکلیں لیڈی کیلینتھ کو میں نے دیکھا کہ وہ سراسیمہ نظروں سے اس طرح میری طرف دیکھتی تھی گویا اسے اپنی قوت باصرہ پر شبہ ہے۔ اور لیڈی جارجیانہ بھی گو اتنی متحیر نہ

تھی تاہم اس کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ میرے مجرم ثابت ہونے کی توقع اس کو بھی کم تھی۔ اتنے میں مسٹر ٹائیکو رٹن نے انگوٹھی اور مجھے نکال کے پیش کئے اور مختصر لفظوں میں ان کے میرے بستر کے کپڑوں میں پائے جانے کا حال بیان کیا۔

"اور اب جان رابرٹ؟" آخر کار اس نے کہا: "تم اکسیسٹر جا کر پولیس کے ایک سپاہی کو بلا لاؤ۔"

میرے جی کو زیر حراست ہو کر ذلیل مجرم کی طرح جیل میں بھیجے جانے کے خیال سے ہیبت کا احساس ہونے لگا۔ رُندھی ہوئی آواز میں التجا کرتے ہوئے کہا: "صاحب خدا کے لئے ایسا ظلم نہ کیجئے۔ میں بالکل بے قصور ہوں اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے ہرگز ہرگز یہ جرم نہیں کیا۔ آپ میری حالت پر غور کیجئے اور میری محتاجی اور یتیمی کی طرف دیکھئے۔ اس دنیا میں میرا کوئی دوست یا رشتہ دار ایسا نہیں ہے جس سے میں مدد کی درخواست کر سکوں۔ اور گو سردست حالات میرے برخلاف ہیں تاہم مجھ کو یقین ہے کہ جلدی یا بہ دیر میری بے گناہی ضرور ثابت ہو جائے گی۔ خیال فرمائیے اس وقت یہ سوچ کر آپ کے دل کو کتنا رنج پہنچے گا کہ آپ نے بلا وجہ ایک بیکس یتیم کی تباہی میں حصہ لیا۔"

"پاجی لڑکے۔ تیری یہ حیلہ سازیاں بے سود ہیں۔" مسٹر ٹائیکو رٹن نے جواب دیا۔ "حالات بڑے زور سے تم کو مجرم ثابت کرتے ہیں۔" پھر اوروں کی طرف دیکھ کر کہا "یہ لڑکا آج سویرے سب سے پہلے نیچے اُترا تھا؟"

"جی ہاں یہی سب سے پہلے نیچے آیا تھا۔" جان رابرٹ نے جواب دیا۔ "مگر اس کے ساتھ ممکن ہے کہ یہ محض اتفاقی امر ہو۔ کیونکہ وہ عموماً سب سے پہلے نیچے اترا کرتا ہے"

"اب میں اچھی طرح سمجھ گئی۔" لیڈی جارجیانہ نے اس موقعہ پر گفتگو میں حصہ لے کر کہا: "دراصل اس کا مقصد سب سے پہلے نیچے اُترنے سے یہ ہوتا تھا کہ چاندی کی

چیزیں چرانے کا اچھا سا موقعہ ہاتھ آجائے۔ جو آخر کار ایک دن اس کو مل گیا"۔
"اس کے علاوہ" مسٹر ٹائیورتھ نے کہا: "تم جس وقت سب سے پہلے اس کمرہ میں آئے تھے تو جو اضطرابی کیفیت اس وقت تمہاری تھی اور جس مشکل سے الفاظ تمہارے منہ سے ادا ہوتے تھے، نیز تمہاری وہ نگاہ حیرت جو ان چیزوں کے برآمد ہونے پر دیکھی گئی تھی، یہ ساری باتیں ثابت کرتی ہیں کہ جرم تم نے کیا ہے۔ اور گو مجھے کسی پر سختی کرتے رنج محسوس ہوتا ہے تاہم سوسائٹی کے متعلق میرا جو فرض ہے اس کو پورا کرنا بھی لازم ہے۔ اور میں کسی حال میں اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس لئے جان رابرٹ اسی وقت انسپکٹر جاؤ۔ اور ایک سپاہی کو بلا لاؤ۔ جو اس کو اپنے ساتھ تھانہ میں لے جائے"۔
اس موقعہ پر لیڈی جارجیانہ کو اپنی افضلیت قائم کرنے کا خیال آیا اور اس نے مسٹر ٹائیورتھ کی سابقہ کامیابی کا بدلہ لینے کے خیال سے اعتراضاً کہا: "تم جان رابرٹ کو بھیجنے کے دے کہتے ہو مگر یہ نہیں سوچتے کہ اس کے بعد کھانے کے وقت کون حاضری دے گا۔ اس کا اپنا کام کیا کم تھا کہ اب اس کو اس شریر لڑکے کا کام بھی خود ہی کرنا پڑے گا۔ اس لئے تم اسے فی الحال نہ بھیجو بلکہ میرے خیال میں کل تک اس لڑکے کو کسی محفوظ مقام پر مثلاً کوئلوں کی کوٹھڑی میں بند کر دو"۔
"میری بھی رائے یہی ہے"۔ لیڈی کیلنتھ نے جو اس وقت تک رحم آمیز ہمدردی سے ملی ہوئی گہری توجہ کے ساتھ میری طرف دیکھ رہی تھی۔ کہنا شروع کیا: "اس طرح کے موقعہ پر جلد بازی اچھی نہیں ہوتی"۔
"کیلنتھ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟" مسٹر ٹائیورتھ نے حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا اتنے زبردست ثبوت کی موجودگی میں بھی کوئی شبہ اس لڑکے کے مجرم ہونے کے بارے میں باقی ہے؟"
"اس میں شک نہیں"۔ وہ نرم آواز میں بولی: "کہ حالات کو دیکھتے ہوئے

یہ لڑکا واقعی مجرم نظر آتا ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ہی ممکن ہے کہ آگے چل کر بعض واقعات اس قسم کے ظاہر ہوں جن سے اس کی بے گناہی ثابت ہو جائے۔"

"بے گناہی! اتنے زبردست ثبوت کی موجودگی میں!" مسٹر ٹائیورٹن نے متعجبانہ کہا۔ "یہ غیر ممکن ہے بلا سے تمہاری دعوت کا انتظام بگڑے یا سنورے۔ میں اپنے فرض میں کوتاہی منظور نہیں کرسکتا۔ اس لئے جان رابرٹ ..."

لیڈی کیلینتھ کی فیاضانہ سفارش اور اس شبہ پر جو اس نے میرے جرم کے بارے میں ظاہر کیا تھا میں اس کے خوشنما چہرہ کو نگاہِ ممنونیت سے دیکھے بغیر نہ رہ سکا اور اس کے لفظوں کی تاثیر سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے میں نے مسٹر ٹائیورٹن کی طرف منہ پھیر کر کہا۔ "اے صاحب۔ خدا کے لئے مجھے اس قدر جلدی حوالات میں نہ بھیجئے۔ میں پھر ایک بار آپ سے کہتا ہوں کہ میں اس جرم سے بے قصور ہوں۔ اگر یہ فعل میں نے کیا ہو تو خدا کرے اسی جگہ آپ کی نظروں کے سامنے مر کر گر پڑوں..."

سب لوگ میرے الفاظ پر ہیبت زدہ نظر آتے تھے۔ مسٹر ٹائیورٹن کی بھویں غصہ سے تن گئیں۔ لیڈی کیلینتھ میرے الفاظ اور انداز سے بہت متاثر ہوئی۔ اور لیڈی جارجیانہ نے اپنے بدن میں نمایاں لرزہ پیدا کر کے دونوں ہاتھ جوڑے اور کہنے لگی۔ "اوہ اس طرح کی جھوٹی قسمیں! کیوں مس ڈبکن کبھی تم نے سنی ہیں؟"

مگر اپنی عمر میں پہلی مرتبہ بوڑھی عورت نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ وہ اوروں سے کسی قدر فاصلہ پر کھڑی تھی اور جب میری نگاہ اس کے چہرہ کی طرف گئی تو مجھے اس کی آنکھوں میں رحم سے ملتی ہوئی جھلک نظر آئی۔ جیسی اس سے پہلے نمایاں طور پر لیڈی کیلینتھ کی آنکھوں میں نظر آتی تھی۔

"دیکھئے مسٹر ٹائیورٹن" اس نیک دل خاتون نے اپنے بہنوئی کے پاس جا کر نگاہ حسرت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس معاملہ میں جس طرح میں

آپ سے کہتی ہوں کیجئے۔ آج رات کی دعوت آپ نے میری آمد کی خوشی میں دی ہے۔ اور میں چاہتی ہوں کہ اس تقریب مسرت کو اس طرح کے واقعہ ناخوشگوار سے متاثر نہ ہونے دیا جائے۔ آپ اگر دوسرے نوکر جان مابرٹ کو اکسیٹر روانہ کریں گے تو اس کی آمد و رفت میں دو تین گھنٹوں کا عرصہ ضرور لگ جائے گا۔ پھر اس لڑکے کو زیر حراست کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ آپ کا بیان کسی بااختیار مجسٹریٹ کے روبرو ہو۔ میں ان تفصیلات سے گو پوری طرح واقف نہیں ہوں تاہم میرا خیال ہے کہ اس طرح کی کچھ نہ کچھ کارروائی عمل میں لائی جانی ضروری ہے اور اس کے لئے کافی وقت درکار ہوگا۔ جس سے دعوت کے انتظام میں یقیناً خلل اندازی ہوگی۔ پس بہتر یہ ہوگا کہ آپ اسے کل صبح تک اپنے ہی پاس کسی کمرہ میں بند رکھیں۔ اور اس کے بعد …"

"چلو یوں ہی سہی" مسٹر ٹائیورٹن نے اس بیان کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ گو اس کا انداز ظاہر کرتا تھا کہ وہ طوعاً و کرہاً اس انتظام کو منظور کرتا ہے۔ نہ اس لئے کہ اس کو میرے برخلاف کوئی عداوت تھی بلکہ اس لئے کہ اس طرح کا مشورہ چونکہ سب سے پہلے اس کی بیوی نے پیش کیا تھا اس لئے اس کا رضامند ہونا گویا بیوی کی حکومت کے سامنے سر جھکانا تھا۔ تاہم جیسا میں نے لکھا ہے اس نے اس مشورہ کو جس طرح بھی ممکن تھا مان لیا۔

ایک مرتبہ پھر میں نے اس رحمدل نیک طینت خاتون لیڈی کیلینتھ کی طرف انداز ممنونیت سے دیکھا کیونکہ اپنے جی میں میں اچھی طرح سمجھتا تھا کہ درحقیقت اس کو جلسۂ دعوت کے بگڑنے یا سنورنے کی پرواہ نہیں۔ جو کچھ وہ کرنا چاہتی ہے محض رحم اور ہمدردی کے طور پر۔ یعنی اس خیال سے کہ کل تک مسٹر ٹائیورٹن کا جوش چونکہ گھٹ جائے گا اس لئے اغلب ہے کہ معاملہ صرف ملازمت سے علیحدگی اور موقوفی تک محدود رہے۔ اور زیادہ شدید صورت اختیار نہ کر سکے۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ ہم اس کو رکھیں کس جگہ؟" مسٹر ٹائیورٹن نے پُرخیال انداز سے کہا۔ "آہ۔ یاد آ گیا۔ اِدھر آ جان رابرٹ۔ ہم اسے اصطبل میں بند کر دیں گے۔"

پھر ایک بار مسٹر ٹائیورٹن اور جان رابرٹ نے میرے دونوں بازو پکڑے۔ اور گھسیٹتے ہوئے مکان کے پچھلے حصّہ کی طرف لے گئے۔ آگے ایک چوڑا صحن تھا اس سے گزر کر انہوں نے مجھ کو اصطبل کے اندر دھکیل دیا اور باہر سے دروازہ بند اور مقفّل کر کے چلے گئے۔

عادات کی کفایت شعاری کی وجہ سے قریباً تین سال پیشتر مسٹر ٹائیورٹن نے وہ گھوڑے جو اس کے ہاں موجود ہوا کرتے تھے فروخت کر دیئے تھے۔ البتہ ایک سال خوردہ گاڑی بہتر زمانوں کی یادگار اب بھی اصطبل میں پڑی تھی۔ دستور یہ تھا کہ جب کبھی ضرورت ہوتی اکسیٹر سے کرایہ کے گھوڑے منگا کر اس میں جوت لئے جاتے تھے۔ اصطبل کے اندر ہر طرف اندھیرا تھا اور کوئی جگہ اس میں بیٹھنے کے لئے نظر نہ آتی تھی پس میں نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اس کے اندر نشست کے گدّوں پر بیٹھ کر اس ناگہانی مصیبت اور اس ناکردہ گناہ الزام پر زار و قطار رونے لگا۔ آنسوؤں کے بہنے سے کچھ سکون حاصل ہوا۔ تو میں نے اپنی حالت پر غور کرنا شروع کیا۔ خیال آیا کہ اس واقعہ نے یقینی طور پر میری زندگی کو عہدِ شباب میں ہی تباہ کر دیا۔ بالفرض مسٹر ٹائیورٹن اس معاملہ کو انتہا تک لے جانے کا خیال ترک بھی کر دے تو جب تک میری بے گناہی ثابت نہ ہو۔ میرے لئے اس دنیا میں گردن اٹھا کر چلنا محال اور ناممکن تھا لیکن سوال پیدا ہوا کہ میری بے گناہی کس طرح ثابت ہو۔ میں نے پوری توجہ سے اس معاملہ پر غور کیا تو کئی کئی طرح کے خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے۔ کم از کم ایک بات ظاہر تھی یعنی وہ انگوٹھی اور چاندی کے چمچے یقیناً مجھ کو چور ثابت کرنے کے لئے میرے کمرہ میں رکھے گئے تھے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص واقعی ان کو چرانے کی نیت رکھتا تو پھر اس

کو وہ سب چیزیں میرے کمرہ میں رکھ آنے کی کیا حاجت تھی؟ اس کے علاوہ ان کو میرے کمرہ میں چھپانے کا عملی طور پر کوئی فائدہ بھی نہ تھا کیونکہ رات کو جس وقت گھر کی نوکرانی میرا بستر بچھانے جاتی ہے ان چیزوں کی موجودگی یقینی طور پر ظاہر ہو جاتی پس چور کو ان چیزوں کے وہاں رکھنے سے فائدہ نہیں۔ البتہ نقصان تھا۔ اور اس طرح کا بیوقوف چور جو اپنے لئے فائدہ کی بجائے نقصان کی صورت پیدا کرے کون ہو سکتا تھا؟ ان حالات میں آخری نتیجہ جو مجھ کو اخذ کرنا پڑا یہ تھا کہ ضرور اس معاملہ کی تہ میں دشمن کا ہاتھ ہے۔ لیکن وہ دشمن کون تھا؟ میں نے نوکروں کو ایک ایک کر کے گننا شروع کیا ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا جس کو مجھ سے عداوت ہو۔ یا جسے میں نے قصداً یا سہواً کبھی نقصان پہنچایا ہو۔ میری عادت تھی کہ ہر ایک کا ہم ان کی مرضی و خواہش کے مطابق کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سب مجھ کو عزیز سمجھا کرتے تھے رہ گئی چارلٹ۔ تو اس کے بارے میں بھی کوئی برا گمان میرے دل میں پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ لے دے کر صرف ایک نام مس ڈکین کا باقی تھا جو کھلم کھلا اپنی دشمنی کا اعلان کر چکی تھی۔ چنانچہ اس کے وہ الفاظ اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے تھے جو اس نے عورت کی ٹھکرائی ہوئی محبت کے خوفناک انتقام کے بارے میں مجھ سے کہے تھے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے اس نے یہ الفاظ محض وقتی جوش کی حالت میں کہہ دئے ہوں اور ان کی تہ میں نقصان پہنچانے کے حقیقی ارادہ کو دخل نہ ہو۔ علاوہ بریں جب میں نے سوچا تو یاد آیا کہ پہلے میرے کمرے میں مسروقہ چیزوں کی برآمدیر اور اس کے بعد کمرۂ نشست میں بھی کسی موقعہ پر اسی نے میری طرف کینہ آمیز خوشی یا کامیابی کی نظر اطمینان سے نہ دیکھا تھا۔ بلکہ اس کے برعکس جیسا کہ میں نے پیشتر بیان کیا ہے۔ میں نے اس کی نگاہ میں رحم آمیز رنج و غم کے آثار دیکھے تھے۔

قریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں ان تکلیف دہ خیالات کی الجھن میں پھنسا رہا۔ اور یہ

بیان کرنا لاحاصل ہے کہ وہ بڑے رنجدہ اور غم انگیز خیالات تھے۔ بار بار جی میں سوچتا تھا کہ میرا انجام کیا ہو گا؟ کیونکہ میری بے گناہی پایۂ ثبوت کو پہنچنی ممکن ہے اور بالفرض ایسا نہ ہوا تو کیا مجھے ایک بدنام اور ذلیل چور کی حیثیت میں جو دنیا کو منہ دکھانے کے قابل نہ ہو اور جس کے برخلاف ملازمت کے سب دروازے بند ہوں، پریشان افسردہ اور بے امید اپنی ساری زندگی اسی حالت میں بسر کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا؟ کیا تعجب پھر ایک بار مجھے ہیبت ناک افلاس کی اسی نچلی منزل پر پہنچ جانا پڑے، جس نے مجھ کو میڈی ایسے بدمعاش کی گرفت میں پھنسایا تھا۔ اس وقت کیا میری گری ہوئی حالت کی خبر، میری انتہائی ذلت کا حال انیل کے کانوں تک نہ پہنچیگا مانا کہ وہ خود گم کردہ راہ ہو چکی تھی تاہم اپنے بارے میں اس وقت تک بھی میں اس کی نیک رائے کا آرزو مند تھا۔ اُف! ہیبت ناک خیالات! جتنا میں ان پر غور کرتا اتنا ہی مستقبل میری نظروں میں اندھیرا ہوتا جاتا تھا۔

جیسا میں نے پیشتر بیان کیا ہے مجھے اس طرح کی حالت میں بیٹھے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ گزرا تھا کہ ایک گاڑی کی کھڑکھڑاہٹ اور گھوڑے کے سموں کی آواز میرے کانوں میں پہنچی۔ اور اس کے بعد کسی نے پچھواڑے کے پھاٹک کی گھنٹی بڑے زور سے بجائی۔ اصطبل کی تاریکی میں بیٹھا ہوا میں سمجھ گیا کہ یہ اس پنساری کی گاڑی ہے جس کے ہاں چارلٹ مرے سونا لانے گئی تھی اور اب وہ اس گاڑی پر سوار ہو کے واپس آئی ہو گی۔ افسوس۔ آتے ہی اس کو میری موجودہ ذلیل حالت کا علم ہو جائیگا اس خیال کے پیدا ہوتے ہی ان واقعات کی یاد جو صبح میرے اور اس کے درمیان پیش آئے تھے ذہن میں تازہ ہوئی۔ اور کسی نامعلوم طریقہ پر میرے ذہن میں ان واقعات نے چوری کی واردات سے آمیز ہونا شروع کیا۔ گو اب بھی میں یہ سوچ کر حیران تھا کہ ان دونوں معاملات کا ایک دوسرے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ کس لئے اس نے مجھے

شریر اور دھوکے باز وغیرہ الفاظ سے مخاطب کیا تھا؟ کیا پہلے ہی اس کو معلوم تھا کہ وہ چیزیں میرے بستر کے کپڑوں میں چھپی ہوئی ہیں؟ نہیں یہ ایک ناقابل تسلیم خیال تھا کیونکہ اگر اس کو چوری کا حال معلوم ہوتا تو ناممکن تھا کہ وہ اس کو چھپانے کی کوشش کرتی۔ یہ اور ایسے ہی خیالات میرے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے کہ پچھواڑے کا پھاٹک کھلنے کی آواز سنائی دی۔ اور پنساری کا شاگرد اپنی پھٹی ہوئی آواز سے کہنے لگا "یہ لوجی باورچن یہ وہ چیزیں ہیں جن کو ایک نوجوان عورت تمہارے ہاں سے لینے گئی تھی"

"لیکن وہ خود کہاں رہ گئی" باورچن کی آواز اس سے کہتی سنائی دی۔

"اس کا حال افسوس مجھے معلوم نہیں" لڑکے نے جواب دیا "وہ مجھ سے کہتی تھی کہ بازار میں ایک دو اور چیزیں خرید کر ابھی واپس آجاتی ہوں اور پھر تمہارے ساتھ اسی گاڑی پر چلوں گی۔ اس نے تو کہا تھا کہ میں پانچ منٹ کے اندر واپس آجاؤں گی مگر میں نے پورا آدھ گھنٹہ اس کی راہ دیکھی۔ اور اس کے بعد جب بارہ کا عمل ہو گیا تو یہ سوچ کر کہ کوٹھی پر ان چیزوں کی ضرورت ہوگی، میں اس کو ساتھ لئے بغیر چلا آیا۔

"میرے خیال میں اس کو کہیں دیر ہو گئی ہوگی" باورچن کی آواز کہتے سنائی دی۔ اور یہیں اس گفتگو کا خاتمہ ہو گیا۔ پھر ایک بار پھاٹک کے بند ہونے کی آواز سنائی دی اور پنساری کی گاڑی جس راہ سے آئی تھی اسی پر واپس چلی گئی۔

اس جگہ میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اصطبل کا دروازہ چونکہ پچھواڑے کے پھاٹک سے بالکل قریب تھا اس لئے اس گفتگو کا ہر ایک لفظ میرے کانوں تک پہنچ گیا اور مجھے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ چارلٹ مرے کیوں اپنے سابقہ ارادہ کے مطابق پنساری کی گاڑی پر بیٹھ کر واپس نہ آئی۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ پیدل چلنے کا زیادہ شوق نہیں رکھتی۔ لیکن جیسا کہ سمجھا جاسکتا

ہے میرے لئے اپنی مصیبت ہی کچھ کم نہ تھی۔ اس لئے عرصہ دراز تک اس چھوٹے سے واقعہ پر غور نہ کر سکا۔ اور میرے خیالات پھر ایک بار اپنی حالتِ زار پر لگ گئے۔ کئی کئی طریقوں پر حالات کو جانچتا اور ان خیالات و شبہات پر جو اس سلسلہ میں دل میں پیدا ہوتے تھے غور کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن سعیٔ عظیم کے باوجود میں اس نتیجہ پر نہ پہونچ سکا کہ کس مرد یا عورت نے میرے لئے قصداً یا سہواً یہ ہولناک مصیبت پیدا کی ہے۔ نہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی کوئی ممکن صورت میرے ذہن میں آسکی۔

دوپہر کے بعد ایک اور دو بجے کے درمیان جان رابرٹ نے اصطبل کا دروازہ کھولا اور ایک طشتری پر روٹی کا ایک ٹکڑا اور تھوڑا سا پنیر رکھ کے پانی کی ایک ٹھلیا کے ساتھ مجھ کو دے گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مجھ سے کہہ گیا کہ یہ تمہارا دن بھر کا کھانا ہے۔ میں نے گاڑی سے اتر کر کھانے کی چیزیں اس کے ہاتھ سے لے لیں اور اس کے ساتھ ہی التجائی انداز سے کہا "جان کیا سچ مچ تم مجھ کو خطاوار تصور کرتے ہو؟"

اس نے میرے سوال کا جواب دینے کی بجائے وہی غراہٹ اور کراہٹ کی ملی ہوئی عجیب آواز پیدا کی جس کا وہ عادی تھا۔ اور جس کے ذریعہ سے وہ کئی طرح کی دلی کیفیات اور احساسات ظاہر کرتا تھا اس کے بعد اس نے زور سے اصطبل کا دروازہ بند کردیا۔ اور واپس چلا گیا۔ اپنی موجودہ پریشان حالی میں مجھے کھانے کی رغبت تو کیا ہوسکتی تھی۔ تاہم میں نے سرد پانی شوق کے ساتھ پیا۔ کیونکہ میرا گلا اس آدمی کی طرح خشک تھا جو گرم راکھ پھانکتا رہا ہو۔ بڑی آہستگی کے ساتھ دن گذرتا گیا حتیٰ کہ سہ پہر ہونے لگی، اور اس وقت اندھیرے اور خاموشی میں بیٹھا ہوا میں اپنے جی میں سوچنے لگا، کہ چارلٹ مرے غالباً اس مال گاڑی پر آئے گی۔ جو چار اور پانچ بجے کے درمیان ان اطراف سے گذرا کرتی ہے۔ یہ بات کہ وہ اس وقت تک واپس نہیں آئی۔ اس طرح مجھ

کو معلوم تھی کہ جب کبھی پھاٹک کی گھنٹی بجتی تو میں ان آوازوں کو جو اس موقعہ پر کانوں میں آتیں، بڑے غور کے ساتھ سنتا تھا۔ اور ان مختلف آوازوں میں جو میں نے سُنی تھیں چارلٹ مرے کی آواز اس وقت تک میرے کانوں میں نہ آئی تھی۔ اس کے بعد سہ پہر رفتہ رفتہ شام میں تبدیل ہونے لگی۔ گو سچ پوچھئے تو میرے لئے اصطبل کے اندھیرے میں بیٹھ کر وقت کا صحیح اندازہ کرنا سخت مشکل تھا مگر چارلٹ کی آواز اس وقت تک بھی مجھ کو سنائی نہ دی۔ اتنے میں باہر سے آنے والی گاڑیوں کی گڑگڑاہٹ سُنائی دینی شروع ہوئی۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ مہانوں نے رات کی دعوت کے لئے آنا شروع کر دیا۔ اس حساب سے میں نے اندازہ کیا کہ شام کے ساڑھے چھ بج گئے۔ اتنے میں جان رابرٹ پھر ایک باسی روٹی، پنیر اور سرد پانی مہیا کرنے کے لئے اصطبل میں آیا۔ مگر اب کی بار میں نے اس کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ ایسا کرنا میرے خیال میں لاحاصل تھا۔ میرے برخلاف جرم کا ثبوت اتنا زبردست تھا کہ کسی کو میری بے گناہی کا یقین آ ہی نہ سکتا تھا۔ حالات کی شہادت مغلوب کرنے والی اور اپنے بارِ عظیم سے دبانے والی تھی۔ کھانا میرے حوالے کر کے اس نے پھر ایک بار دروازہ بند کیا اور رخصت ہو گیا۔

لیکن اب کی بار مجھ کو خیال آیا کہ جان رابرٹ کو کنجی نکال کر ساتھ لے جانا یاد نہیں رہا۔ میں نے پھاٹک کے اس مقام پر جہاں قفل دروازہ کے اندر لگا ہوا تھا ہاتھ پھیر کر دیکھا بے شک کنجی کا سرا ذرا سا آگے کو نکلا ہوا تھا۔ میں نہیں جانتا، کہ میں نے یہ حرکت کس لئے کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ ایک اس طرح کا بے مدعا فعل تھا جس کی تہ میں کوئی خاص تحریک کام نہ کرتی تھی۔ حقیقت میں میرا ارادہ اس جگہ سے فرار ہونے کا بالکل نہ تھا۔ اور کنجی کا قفل کے دوسری جانب لگا ہوا رہ جانا میری سعیٔ فرار میں کسی طرح کی مدد بھی نہ دے سکتا تھا۔ فی الحقیقت فرار کا خیال میرے دل

میں پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور اگر اصطبل کا پھاٹک کھلا بھی رہ جاتا تو میں فرار کے مقابلہ میں اپنی بے گناہی کے یقین کے بھروسہ پر ہر طرح کی سختیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے قید رہنا منظور کرتا۔ کیونکہ بھاگ جانے کی صورت میں یہ بات یقین کے ساتھ ثابت ہو جاتی کہ چوری کا الزام جو حالات کی رو سے مجھ پر عائد ہوا بالکل صحیح تھا۔

اصطبل کے گھُپ اندھیرے میں بیٹھا ہوا میں قریباً آدھ گھنٹے تک آنے والی گاڑیوں کی آوازیں سنتا رہا۔ ایک ایک کر کے سب مہمان آ گئے۔ کمرۂ نشست سے ہنسی دل لگی کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ عنقریب وہ سب کھانا کھانے کے کمرہ میں اُٹھ جائیں گے لیکن میں.... افسوس میں اسی اصطبل کے اندھیرے میں بیٹھا رہوں گا۔ لیکن گو میری عمر چھوٹی تھی تاہم میرے دل کو تاریکی اور تنہائی کا خوف بالکل نہ تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے چارلٹن ہال میں روحوں کے متعلق کئی طرح کی کتابیں پڑھتے رہنے سے اس قسم کے سب اندیشے میرے دل سے رفع ہو چکے تھے۔ گو وسط گرما کی رات کا پُراسرار واقعہ جو دیہاتی گرجا میں پیش آیا تھا اب بھی کئی بار مجھ کو یاد آتا اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ انیل کا چہرہ جو مجھے گرجا کی کھڑکی میں نظر آیا کم از کم وہ میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ کا نتیجہ نہیں تھا۔

وقت گذرتا گیا اور چونکہ میں ذہنی کش مکش سے تھکن محسوس کرنے لگا تھا اس لئے میں نے اس کھانے کی تھوڑی سی مقدار کھائی جو جان رابرٹ دو مرتبہ کر کے میرے پاس چھوڑ گیا تھا۔ سردیوں کا موسم اور رات کا وقت اصطبل کے اندر شدت کی سردی محسوس ہونے لگی۔ سرد ہوا پھاٹک کی درزوں اور شگافوں کی راہ سے اچل ہوکر برفانی بھالوں کی طرح بدن میں چبھتی تھی۔ نہ صرف اس لئے کہ اصطبل کے اندر کوئی اچھی جگہ موجود نہ تھی بلکہ اس خیال سے بھی کہ کھڑکیاں بند کرنے کے بعد میں سردی کی شدت کم محسوس کر سکتا تھا۔ میں وہیں بند گاڑی کے اندر بیٹھا رہا۔ وقت کا صحیح اندازہ

تو اس طرح کے حالات میں سخت مشکل تھا تاہم میرا خیال ہے کہ رات کے دس بجے تھے جب آخر کار میں وہیں گاڑی کے اندر بیٹھا بیٹھا سو گیا۔ اور اس وقت صبح کے سارے واقعات بگڑی ہوئی مبالغہ آمیز صورت میں خواب کی طرح نظروں کے سامنے پھرنے لگے۔

یاد نہیں کب تک سویا۔ لیکن دفعتاً ایک اس طرح کی آواز سن کر جو دروازہ کے کھلنے سے پیدا ہو سکتی تھی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ چند لمحوں کے لئے میں دھڑکتے ہوئے دل سے چپ چاپ اور بے حرکت سوچتا رہا کہ یہ کیسی آواز تھی اور کیا اس کا تعلق بھی حالتِ خواب سے تھا یا بیداری سے؟ لیکن غیر یقینی کی یہ حالت بہت عرصہ قائم نہ رہی اور جلدی ہی مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ میں بہ قائمی ہوش ہوں۔ اور یہ آواز حقیقتاً میں نے سُنی ہے۔ بے شک کوئی آدمی اصطبل کا پھاٹک کھول رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی مردانہ آوازیں دبی ہوئی سرسراتی صورت میں میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ میں حیران ہو کر سوچنے لگا کہ اس کا کیا مطلب ہے اور کون اس وقت آدھی رات کو دبے پاؤں اصطبل میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے؟ اس کے بعد دروازہ بند ہوا اور ایک مردانہ آواز نسبتاً اونچے لہجہ میں یہ کہتے سنائی دی۔ "لانا بل وہ تمہاری اندھی لالٹین کدھر ہے؟"

اُف میرے خدا! ... وہ آواز! میں کیا اسے بھول سکتا تھا؟ وہی لہجہ، وہی سختی، وہی تیزی جس کو میں صدہا آوازوں میں آسانی کے ساتھ پہچانتا تھا۔ بلاشبہ یہ اسی دیو سیرت شیطان ... ٹیڈی کی آواز تھی!

ایک لمحہ بعد روشنی کی لمبی لکیر گاڑی کے بند آئینوں کے پاس سے گذرتی نظر آئی (مخفی نہ رہے کہ میں نے سردی کی شدت کم کرنے کے لئے گاڑی کے شیشے اُٹھا دیئے تھے) اور اس وقت میں نے دھندلے شیشہ کی راہ سے دو شخصوں کو دبے پاؤں اصطبل

یں داخل ہوتے دیکھا اور جب اس کے بعد میری سہمی ہوئی نگاہ ان کے چہروں کی طرف گئی تو معلوم ہوا کہ ایک ساتھی ان میں ٹیڈی تھا اور دوسرا کوئی نامعلوم شریک جرم ابلیس جس کی صورت ویسی ہی مکروہ اور بہتے ہوئے خون کو رگوں میں منجمد کرنے والی تھی۔ خوش قسمتی سے میں چونکہ بند گاڑی کے اندر تھا اس لئے انہوں نے مجھ کو نہیں دیکھا اور اس کے فوراً بعد وہ روشنی جو اندھی لالٹین سے خارج ہوئی تھی پھر ایک بار اندھیرے میں بدل گئی۔

"کیوں دیکھا ٹام" ٹیڈی کے ساتھی کی آواز کہتے سنائی دی "کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ یہ پرانا ڈھانچہ مزدوریہیں اصطبل کے اندر موجود ہوگا اور ہم اس کے اندر چھپ کے محفوظ رہ سکیں گے۔ بالفرض جان رابرٹ اصطبل کو دیکھنے بھی آئے تو وہ ہم کو نہ دیکھ سکے گا۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ وہ گاڑی کے اندر نظر ڈالنے کی کوشش کرے۔"

یہ الفاظ تھے جو ٹیڈی کے ساتھی نے اس سے کہے مگر اس سے پہلے کہ اس کے منہ سے نکلتا ہوا فقرہ پورا ہوتا میں اپنے آپ کو اس ہیبت ناک خطرہ سے جس میں میں اس کے بیان کے مطابق اپنے آپ کو گھرا ہوا سمجھنے لگا تھا، بچانے کی راہ تلاش کرنے کو آمادہ ہوگیا۔

خطرہ کی موجودگی نے میرے اندر غیر معمولی طاقت اور جوش پیدا کر دیا تھا میرے قویٰ جو رنج وغم۔ مایوسی اور افسردگی کی وجہ سے نیم مردہ ہو چکے تھے تازہ دم ہو گئے۔ کسی طرح جلدی سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے کے خیال سے میں نے گاڑی کی سمت مقابل کا اٹھا ہوا شیشہ بے آواز نیچے اُتارا اور ہینڈل گھما کر وہ دروازہ جو اس مقام کے سمت مقابل میں تھا جہاں دونوں بدمعاش کھڑے تھے آہستگی اور جلدی سے کھولا۔ یہ سب کام میں نے اس طرح بے آواز کیا گویا میری بجائے کوئی روح

کام کر رہی تھی۔ اس کے بعد کھلے دروازہ کی راہ سے نیچے اترا۔ گاڑی چونکہ بھاری اور مضبوط تھی اس لئے میرے اترنے سے اس میں کوئی خاص حرکت پیدا نہ ہوئی۔ اور اگر دروازہ کھلنے اور بند ہونے سے کوئی آواز پیدا ہوئی تھی تو وہ ان دونوں کے پیروں کی آہٹ میں جو اُن کے گاڑی کی طرف آنے سے پیدا ہوئی تھی دب گئی۔ چنانچہ اس وقت جب وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر گاڑی کے اندر داخل ہوئے میں دوسرے دروازہ کی راہ سے اتر کر اس طرف کا دروازہ باہر سے بند کر چکا تھا اور اس کے بعد اپنی طرف کا شیشہ بدستور اترا ہوا چھوڑ کر جلدی سے بند گاڑی کے نیچے گھس گیا۔ جہاں ناہموار پتھروں کا فرش تھا لیکن اس وقت میری دہشت اور پریشانی کا یہ عالم تھا کہ نہ مجھے سردی کا احساس ہوا اور نہ کسی بے آرامی کا خیال! اس آدمی کی طرح تھک کر جو کسی بڑے مشکل کام سے فارغ ہوا ہو میں وہیں فرش زمین پر لیٹ گیا۔

دونوں بدمعاشوں نے گاڑی میں داخل ہو کر وہ دروازہ جس کی راہ سے وہ اندر گھسے تھے بند کر دیا۔ مگر دوسری طرف کے اترے ہوئے شیشہ کو جسے میں نے باہر نکلتے وقت ہینڈل گھمانے کے لئے اُتارا تھا دوبارہ چڑھانے کی کوشش نہیں کی میرا اپنا خیال تو یہ ہے کہ انہوں نے یہ دیکھنے کی بھی پروا نہیں کی کہ آیا اس طرف کا شیشہ چڑھا ہوا ہے یا نہیں۔ غالباً ان کو اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کیونکہ دسمبر کی سردرات کو دو آدمی جو ایک بند گاڑی میں جڑ کر ایک دوسرے کے پاس بیٹھے ہوں اس نوجوان کی نسبت جو اکیلا پڑا سوتا ہو کم سردی محسوس کر سکتے ہیں۔ لیکن میرے لئے اس شیشہ کا اُترا ہوا ہونا فائدہ مند ثابت ہوا کیونکہ اس ذریعہ سے میں ماسٹر ٹیڈی اور اس کے دوست کی گفتگو جو اس کے بعد دبی آواز میں شروع ہوئی۔ اچھی طرح سُن سکا۔ حالانکہ اگر شیشہ اٹھا ہوا ہوتا تو میں ان کی آوازیں بالکل نہ سُن سکتا۔

"اور کیوں بل" ٹیڈی نے اطمینان سے کرسی کے گدّے پر بیٹھ جانے کے بعد کہا۔ "تم کو پورا یقین ہے کہ ہم اس جگہ پورا فائدہ حاصل کرسکیں گے ؟"

"اس میں شک کی گنجائش ہی کہاں ہے ؟" اس کے ساتھی نے جواب دیا۔ "میں اگر آج رات تم کو مالا مال کر کے نہ لے گیا تو بل بلیک بیرڈ میرا نام نہیں ۔"

"مگر میں تم سے یہ پوچھنا بھول گیا" ٹیڈی کی آواز پھر ایک بار سنائی دی۔ "کتنی مدّت ہوئی جب تم اس جگہ سائیس کی نوکری کیا کرتے تھے ؟"

"میرے خیال میں کوئی تین برس ہوئے ہوں گے" بل بلیک بیرڈ نے جواب دیا۔ "اس زمانہ میں ٹائیورٹن والے دو گھوڑے رکھا کرتے تھے۔ مگر کس طرح کے گھوڑے ! ... وہ جن کو نمونہ سمجھنا چاہیئے۔ اناج کا آدھا تو برا ہفتہ واران کے لئے مقرر تھا۔ اور چونکہ گھاس بھی سختی سے ناپ تول کر دی جایا کرتی تھی اس لئے وہ گھوڑے سچ مچ ہڈیوں کے پنجر تھے۔ اس زمانہ کے بعد میں نے بارہا لندن کی کرایہ کی گاڑیوں میں ان سے بہتر گھوڑے دیکھے ہیں۔"

"اور کیوں بھلا تم نے اس جگہ کی ملازمت کیوں چھوڑ دی تھی ؟" ٹیڈی نے پوچھا "کیا زیادہ محنتی اور شریف ہونے کی وجہ سے ؟"

"اس زمانہ میں میں ایسا گرا ہوا تو نہ تھا" بلیک بیرڈ نے جواب دیا۔ "لیکن بات یہ ہے ٹائیورٹن والے روز بروز کمینے اور بخیل بنتے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دن انہوں نے حساب لگا کے دیکھا کہ اگر ان گھوڑوں کی بجائے حسب ضرورت کرایہ کے گھوڑے سے کام لیا جائے تو ڈیڑھ شلنگ سالانہ کی بچت ہو گی۔ اس نتیجہ پہ پہنچنے کے بعد انہوں نے مجھ کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔ جس کے بعد میں بری صحبتوں میں پڑ گیا گو اب میں کہہ سکتا ہوں کہ میرے لئے یہ بری صحبت ہر لحاظ سے فائدہ بخش اور عمدہ ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ اس دن کے بعد میں نے نوکری کا خیال ہی دل سے نکال دیا۔

اور اپنی عقل کے زور سے کمائی کرنے لگا۔"

"لیکن دوست یہ کمائی اسی صورت میں ممکن ہے کہ میرے جیسا تجربہ کار آدمی ساتھ ہو۔" ٹیڈی نے فخریہ بیان کیا۔ "کیونکہ تم کو میں نے دیکھا ہے رائی اور پہاڑ کا فرق بھی معلوم نہیں کر سکتے۔"

"بات در اصل یہ ہے۔" بل بلیک بیرڈ نے قطع کلام کر کے کہا: "میں کسی آدمی کے ساتھ مل کر ہی بہتر کام کر سکتا ہوں۔ چنانچہ جس کام کے لئے ہم آئے ہیں اس کی نیت گو میں نے ایک مہینہ پہلے دل میں باندھی تھی تاہم کسی نہ کسی وجہ سے میں اس کی ہمت نہ کر سکا۔"

"حتیٰ کہ آخر کار چند دن گذرے مجھ سے ملاقات ہو گئی۔" ٹیڈی نے فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا: "خیر امید کرنی چاہیئے کہ یہ کام نفع بخش ہو گا۔ کیا تم کو پورا یقین ہے کہ دعوت کے موقعہ پر چاندی کے برتن ایک آدھ دن کے لئے ضرور مودی خانہ میں پڑے رہا کرتے ہیں؟"

"اس کا مجھے پورا یقین ہے۔" بلیک بیرڈ نے جواب دیا: "آہ! میں کیا جان رابرٹ کے طریقوں کو بھول سکتا ہوں؟ بالکل نہیں۔ اس کی عادت ہے اس طرح کے موقعوں پر ضرور چاندی کی چیزوں کو مودی خانہ میں رکھ دیا کرتا ہے۔ اور چونکہ سارے برتن بھاری ہیں اس لئے ان کو گلانے سے ضرور بہت سی چاندی ہاتھ آجائے گی۔ علاوہ بریں جیسا میں نے کہا تھا۔ مودی خانہ کا کمرہ کچھ ایسا زیادہ محفوظ بھی نہیں۔ بس ایک کھڑکی توڑی اور لوہے کی دو تین سلاخیں نکال لیں اس کے بعد مال دوستوں کا۔"

"یہ سب باتیں مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔" ٹیڈی نے تسلیم کیا: "لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ جب سے تین سال گذرے تم نے اس گھر کی ملازمت چھوڑی تھی، تم پھر کبھی اس جگہ آئے ہو یا نہیں؟"

"نہ۔ میں آج سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ البتہ ان برتنوں کی چوری کا شوق پیدا ہونے کے بعد دو یا تین دن گذرے میں ایک روز یہ معلوم کرنے کے لئے آیا تھا، کہ کیا جان رابرٹ اب بھی اس جگہ نوکر ہے یا نہیں؟"

"اچھا خیر۔ جانے دو۔" ٹامس ٹیڈی نے جلدی سے کہا۔ "میرے پوچھنے کا مطلب صرف یہ تھا کہ وہ نوکر جان رابرٹ اب بھی ان برتنوں کو مودی خانہ میں رکھنے کا عادی ہے یا نہیں؟ بہر حال امید کرنی چاہیئے کہ ہم اس مہم میں ویسی ہی کامیابی حاصل کریں گے جیسی آج دن کے وقت کی تھی۔ بیس پونڈ فی آدمی اس نوجوان عورت کو بھگانے کے۔ اور اب نصفا نصف چاندی کے برتنوں میں۔ ایک دن کے لئے یہ کچھ کم معقول آمدنی نہیں ہے۔"

"آو بے شک!" بل بلیک بیرڈ نے ہنستے ہوئے کہا: "وہ دن کا کام خوب تھا۔ ٹیکو، سچ کہنا کبھی اس طرح کا واقعہ پہلے بھی پیش آیا ہے کہ کوئی آدمی ایک ہی مرتبہ کسی نوجوان عورت کو دیکھ کر اس پر اتنا وارفتہ ہو جائے کہ اس کو بھگا لے جانے کی کوشش پر چالیس پونڈ یوں خرچ کر ڈالے گویا ہاتھ کی میل ہے۔ خدا نے یہ وصف سر ملکم ہی کو دیا ہے۔ میں جن دنوں لاج میں نوکر تھا تو وہ گاہ بگاہ اس جگہ آتا تھا یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب وہ ابھی لڑکا تھا۔ اور یہ ساری جائداد جس کا وہ اب مالک بنا ہے اس کے قبضہ میں نہ آئی تھی۔ لیکن تب بھی اس کے مزاج میں وارفتگی اور آوارگی بہت تھی۔ یعنی ہر جوان لڑکی کے پیچھے دوڑتا اور کبھی کسی خطرہ کی پروا نہ کرنا۔ بس اسی طرح کے آدمی کو میں بہت چاہتا ہوں۔ وہ جوان عورت جس کو ہم نے پکڑا تھا واقعی خوبصورت تھی اور گو اس وقت اس نے بہت جد و جہد کی تاہم میرا خیال ہے کہ وہ اب تک راہ راست پہ آ گئی ہو گی۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" ٹیڈی نے جواب دیا "لیکن معلوم نہیں وہ کون تھی

غالباً کسی دکاندار کی بیٹی یا کسی اچھے گھر کی نوکرانی ہوگی۔ بہرحال جب سر ملکم دیونیہم ایسا آدمی اس پر دولت نچھاور کرے گا تو یقیناً مان جائے گی۔ مگر وہ کیا ذکر تھا جو ہم نے آج شام سر ملکم کے بارے میں شرابخانہ میں سُنا تھا۔ ان لوگوں کو جو وہ گفتگو کر رہے تھے اس بات کا کیا خیال ہو سکتا تھا کہ ہم قبل دوپہر اس کی خدمت کر چکے ہیں تاہم وہ کیا واقعہ تھا۔ تم کو یاد ہوگا۔"

"وہ لوگ یہی کہتے تھے کہ اس کے پاس موضع چارلٹن سے پرے دیونیہم پارک کی کوٹھی میں پہلے بھی ایک خوبصورت جوان عورت رہتی ہے۔ مگر اب اس نے ایک اور کو حاصل کر لیا۔۔۔"

"جہاں تک مجھ کو خیال آتا ہے" ٹیڈی نے کہا۔ "سر ملکم کا منشا اس دوسری کو پارک میں لے جانے کا تھا لیکن اس ذکر کو چھوڑو۔ وقت گذرا جاتا ہے۔۔۔"

"ہم جیسا اس طرف آئے تو بارہ کا عمل تھا" بل بلیک بیرڈ نے بیان کیا۔ "اور میرے خیال میں ہم کو اس پرانے ڈھانچے میں بیٹھے آدھ گھنٹہ سے زیادہ نہ ہوا ہوگا۔ عنقریب گاڑیوں کے رخصت ہونے کی آواز سنائی دے گی۔ کیونکہ ہم جس وقت ادھر آئے تو اکثر خالی گاڑیاں مہمانوں کو لینے کے لئے آ رہی تھیں۔ اس کے بعد ممکن ہے کہ جان رابرٹ یا کوئی اور شخص اس جگہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے آئے۔۔۔"

"سنتا یہ کیا آواز تھی؟" دفعتاً ٹیڈی نے کہا۔ "میرے خیال میں گاڑیاں اب مہمانوں کو لے کر رخصت ہونے لگی ہیں۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ جلسہ برخاست ہو گیا۔ پس اب ہم کو بھی کام کی تیاری شروع کرنی چاہیئے لیکن ہاں یاد آ گیا۔ تمہاری رائے میں کیا برتنوں پر ہی کفایت کرنا ٹھیک ہوگا۔ یا اندر جا کر کوئی چیز اور بھی پانے کی کوشش کرنی چاہیئے؟"

"نہ۔ میں اس کی رائے نہیں دیتا" بلیک بیرڈ نے جواب دیا۔ "ایسا کرنا خطرناک

ہوگا۔ کیونکہ مسٹر ٹائیورٹن کی عادت ہے کہ وہ اپنے کمرہ میں پستول رکھ کر سوتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر وہ چاندی کے برتن ہی ہاتھ آجائیں تو کیا کم ہیں ... "

" اچھا جو تمہاری مرضی " مسٹر ٹیڈی نے جھوٹا کہا۔ " آج کی رات ہم مودی خانہ تک ہی رہیں گے۔ اس کے بعد پھر کبھی... کسی دوسرے موقعہ پہ دیکھا جائے گا۔ لیکن آؤ تھوڑی سی برانڈی اور پئیں۔ اس جگہ سردی بہت ہے "

" سچ کہتے ہو " دوسرے بدمعاش نے تسلیم کیا " برانڈی میں دو فائدے ہیں یعنی سردی کو بدن سے باہر اور ہمت کو دل میں قائم رکھنا۔ لیکن ٹام۔ میں کئی بار تم سے پوچھتا پوچھتا رہ گیا۔ آخر وہ کیا کام تھا جس کے سلسلہ میں تمہارا لندن آنا ہوا ؟ "

" آہ۔ بات یہ ہے۔ لندن میں میرا ایک دوست مسٹر لینو ورہتا ہے " ٹیڈی نے جواب دیا " اس کا کمیبرٹ کے ایک بساطی مسٹر ڈاینرز سے کچھ کام ہے یعنی ایک نازک قسم کا کام۔ اور چونکہ وہ خود اس کے کرنے کے لئے نہ آسکتا تھا اس لئے اس نے مجھے بھیجدیا۔ لیکن ... سردی غیر معمولی چمک گئی ہے۔ مجھ سے تو اب یہاں بیٹھا نہیں جاتا۔ افوہ! ہوا اس کھلے ہوئے شیشہ کی راہ سے آتی ہے۔ ٹھہرو میں اسے اوپر کو اُٹھا دوں پھر امید ہے ہوا کم آئے گی... "

یہ کہتے ہوئے اس نے میری طرف کی کھڑکی کا شیشہ جس کو میں نے کھلا ہی چھوڑ دیا تھا اونچا اُٹھا دیا۔ اور گو ان کی گفتگو اس کے بعد بھی جاری رہی تاہم میں اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ کیونکہ آواز گنگناتی ہوئی صورت میں آتی تھی۔ جس کے الفاظ سمجھنے مشکل تھے۔ تاہم جتنی گفتگو اس وقت تک ہوئی تھی اس کی بنا پر میں ان بدمعاشوں کی آمد کا مطلب اچھی طرح جان چکا تھا۔ اور میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو میں انہیں اپنے مجرمانہ ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دوں گا۔ اس کے باوجود میری جیسی حالت اس وقت تھی وہ محتاج بیان نہیں۔ میں اس جگہ اصطبل

کے ٹھنڈے فرش پر دم بند کئے پڑا تھا۔ بند پھاٹک کی درزوں سے رات کی سرد ہوا تیغ
کے پھالوں کی طرح بدن میں چبھتی اور میرے قویٰ کو نیم مردہ بناتی تھی۔ کچھ تو ٹھنڈی
ہوا اور کچھ فرش کے سرد پتھروں کا اثر میرے بدن کا ہر ایک عضو رعشہ کے مریض کی طرح
کانپ رہا تھا۔ ساری طاقتیں مسلوب اور سارے قویٰ معطل تھے۔ مگر میں ان مصیبتوں
کو برداشت کرنے پر تُلا ہوا تھا۔ کیونکہ اگر اس موقعہ پر میری طرف سے ذرا بھی آہٹ ہوتی
تو پھر میری زندگی کا خدا حافظ تھا۔ مجھ کو اس جگہ چھپا ہوا دیکھ لینے کے بعد یقیناً وہ بدمعاش
اپنی سلامتی کی غرض سے میری جان ضائع کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ ممکن ہے دہشت کے
پیدا کئے ہوئے جوش نے میرے بدن کی حرارت کو برقرار رکھا ہو اور اس طرح مجھ کو ہوا
کی سردی اور فرش زمین کی ٹھنڈک سے بچایا ہو۔ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی ذریعہ
ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا جو اس حالت میں جب میں نیم مردہ اور بے حرکت پہلو
تک بدلنے کے ناقابل سانس لینے کی جرأت بھی نہ کر کے اصطبل کے فرش پر پڑا تھا
مجھ کو موسم کی غیر معمولی سردی سے محفوظ رکھنے والا ثابت ہوتا۔

خیر ایک ایک کر کے گاڑیوں کے رخصت ہونے کی آوازیں سنائی دیں۔ جس
کے بعد مرٹل لاج میں گہری خاموشی چھا گئی۔ اب میں گہری فکر سے اس وقت کا انتظار
کرنے لگا جب جان مابرلے کو اصطبل کے دروازہ میں قفل ڈالنے یا زیادہ صحیح لفظوں
میں اس کنجی کو نکالنے جو غلطی سے قفل میں لگی رہ گئی تھی اور جس کی عدم موجودگی یقیناً
اس کو سونے سے پہلے یاد آئے گی۔ لینے کے لئے آنا تھا۔ میرا پختہ ارادہ یہ تھا کہ جب
اس کے پاؤں کی آواز اصطبل کی طرف آتی سنائی دے گی تو میں پھاٹک کی طرف دوڑ
کر شور مچانا شروع کر دوں۔ لیکن اس کے بعد خیال آیا کہ ان دو شخصوں کی آمد کے
بعد اصطبل کا دروازہ چونکہ غیر مقفل ہے اس لئے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اس سے پہلے کہ یہ
دونوں بدمعاش گاڑی سے نکل کر مجھ کو پکڑنے کی کوشش کریں میں دروازہ کھول کر

بھاگ جاؤں اور شور مچانا شروع کر دوں۔ اور اب مجھے یہ سوچ کر حیرت بھی ہوئی کہ کیوں یہ خیال اس سے پہلے میرے دل میں پیدا نہ ہوا۔ لیکن اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان کی آمد کے بعد پہلا آدھا گھنٹہ میں ان کی گفتگو سننے میں مشغول رہا۔ اس کے بعد جو آدھا گھنٹہ گذرا اس وقت میں دہشت اور سردی سے ایسا نیم جان تھا کہ کوئی خیال دل میں پیدا ہو ہی نہ سکتا تھا۔ چنانچہ اب اس تجویز کو سوچنے کے بعد میں اس پر عمل کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ گاڑی کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی نیچے اترا۔ اس کے ساتھ ہی ٹیڈی کی یہ آواز کہتے سنائی دی: "دیکھنا بل اب خاموشی چھا گئی۔ میرے خیال میں اب کام شروع کرنا چاہیئے۔"

پھر ایک بار دہلک غوث مجھ پر طاری ہونا شروع ہوا جس نے میرے بدن کو بالکل بے حرکت کر دیا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر ان لوگوں کو کسی طریقہ پر میری موجودگی کا علم ہو گیا تو وہ میری زندگی کا خاتمہ کرنے سے کبھی دریغ نہ کریں گے۔

اتنے میں ٹیڈی کی آواز پھر ایک بار سنائی دی: "دیکھو بڑی آہستگی سے پھاٹک کھولنا اس کے بعد دیکھیں گے کیا کوٹھی کی نچلی منزل میں روشنی گل ہو گئی؟"

"سنو ٹام": بلیک بیرڈ نے جلدی سے کہنا شروع کیا: "اس طرح کے معاملہ میں جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ وہ لوگ اس پھاٹک کو بند کرنے ضرور آئیں گے اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم گاڑی پر بیٹھ کر اس وقت کا انتظار کرتے رہیں۔ اگر کوئی آدمی سچ مچ آ کر پھاٹک بند کر گیا تو ہمارے لئے اس لوہے کی سلاخ سے جو ہمارے پاس ہے اس کو کھول لینا ذرا بھی مشکل نہ ہو گا۔"

"مگر تم اتنا ڈرتے کیوں ہو؟" ٹیڈی نے اعتراض کیا: "ایک کامل ہو گیا۔ یعنی گاڑیوں کو رخصت ہوئے بھی آدھا گھنٹہ ہو چکا۔ پس اگر وہ اب تک دروازہ بند کرنے نہیں آئے تو غالباً اب نہ آئیں گے۔ دعوت کے بعد گھر کے سب آدمی چونکہ تھکے ماندے ہوتے ہیں اس لئے وہ فوراً ہی سو جاتے ہیں۔ کم از کم دیکھ لینے میں کسی طرح کا ہرج نہیں ہے۔"

اس نے اصطبل کا دروازہ کھولا۔ لیکن اس کے بعد اس کو فوراً ہی بند کر کے کہنے لگا "بل۔ اب کام شروع کرنا چاہیئے۔ مکان کی پچھلی اور اوپر والی منزل پر کہیں روشنی نظر نہیں آتی۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ وہ لوگ باقی ماندہ سب دروازوں کو بند کر کے آرام کے ساتھ سو گئے۔ اور ان کو اصطبل کا دروازہ بند کرنا یاد نہیں رہا"

"بہت اچھا جس طرح تم کہتے ہو" بل بلیک بیرڈ نے جواب دیا "تم اگر بیتاب ہو تو چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں"

اس کے بعد دونوں بدمعاش رخصت ہوگئے۔ مگر ان کے جانے کے بعد ایک نئی دہشت مجھ پر سوار ہوئی کہ ایسا نہ ہو وہ لوگ اصطبل کا پھاٹک باہر سے مقفل کر دیں کیونکہ اس صورت میں میرے لئے باہر آ کر گھر والوں کو چوروں کی موجودگی کی خبر دینا بالکل غیر ممکن ہوتا۔ لیکن خوش نصیبی سے انہوں نے دروازہ پھیر دینا ہی کافی سمجھا۔ اور اس میں قفل نہیں ڈالا۔ اطمینان کے ناقابلِ بیان احساس کے ساتھ میں گھسٹتا ہوا گاڑی کے زیریں حصہ سے نکلا۔ مگر میرے اعضاء اتنے اکڑے ہوئے تھے کہ میں ان کو بہ مشکل حرکت دے سکتا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اب جس وقت میں نے ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کی تو درد کی تیز ٹیس بدن کے ہر حصہ میں اٹھنی شروع ہو گئی۔ بڑی مشکل سے میں سیدھا کھڑا ہونے کے قابل ہو سکا اور وہ بھی گاڑی کے مختلف حصّوں کو پکڑ کر اور ان کا سہارا لینے کے بعد۔ چنانچہ کئی منٹ تک میں اس حالت میں اصطبل کے اندر گاڑی کے پہلو میں کھڑا رہا۔ کیونکہ میری نقاہت کا یہ عالم تھا کہ معلوم ہوتا تھا اگر میں نے ذرا بھی حرکت کی تو فرش زمین پر گر جاؤں گا۔ سخت حیران کہ اب کیا کروں۔ کئی کام مجھ کو کرنے تھے جن میں سے ہر ایک سخت مشکل تھا مگر ان کو کئے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ میری اپنی سلامتی جس خطرہ میں تھی اس کا حال محتاجِ بیان نہیں۔ ہر لحظہ یہ دہشت لگی ہوئی تھی کہ ممکن ہے دونوں بدمعاش کسی خطرہ کے پیش آنے سے پھر واپس آ جائیں۔ مگر اس کے ساتھ

یہ بھی ضروری تھا کہ میں کوشش کر کے ان کو جلدی کرنے سے روکوں۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو ان کو گرفتار کرانے سے بھی دریغ نہ کروں۔ ان خیالات کے پیدا ہونے سے ایک نیا جوش میرے افسردہ اور نیم جان بدن میں کام کرنے لگا۔ اور شاید یہ اس جوش کا ہی نتیجہ تھا کہ درد کی تکلیف گھٹ گئی۔ اعضاء کی سختی بھی دور ہونے لگی اور میں اس طریقہ پر عمل کرنے کے لئے جو سوچا تھا مستعد ہو گیا۔

ٹیڈی اور اس کے ساتھی کے رخصت ہو جانے کے تھوڑی دیر بعد میں نے بڑی آہستگی سے اصطبل کا پھاٹک کھولا چونکہ رات اندھیری تھی اس لئے اس بات کا اندیشہ نہ تھا کہ وہ مجھے اصطبل سے باہر آتا دیکھ لیں گے۔ اور چونکہ میں نے دروازہ کو بڑی آہستگی سے کھولا تھا اس لئے کسی طرح کی آواز پیدا ہونے کا بھی احتمال نہ تھا۔ دبے پاؤں چلتا میں اصطبل کے کونے سے گزر کر پچھواڑے کے باغ کی طرف دوڑا۔ اور ایک سوکھے درخت کی شاخوں پر چڑھ کر دیوار پھاندنے میں کامیاب ہوا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا گویا قدرت نے اپنی غیبی طاقت سے میرے پیروں میں اڑنے کے لئے پر لگا دئے ہیں، چنانچہ نہایت تیز دوڑتا میں کوٹھی کے پچھواڑے کی طرف گیا اور اس کے بعد ٹھہر کر میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ اگر میں صدر دروازہ پر دستک دیتا یا گھنٹی بجاتا تو ڈر تھا کہ چور اس کی آواز سن کر فوراً بھاگ جائیں گے۔ مگر اس کے سوا گھر والوں کو خبردار کرنے کی اور کوئی صورت بھی ممکن نظر نہ آتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ میں یہ کر سکتا تھا کہ جس کمرہ میں مسٹر ٹائیورٹن اور اس کی بیوی سویا کرتے تھے ایک مٹھی کنکر لے کر اس کی کھڑکی پر مارتا۔ میں نے اوپر کی طرف نظر ڈالی۔ ابھی تک اس کمرہ میں روشنی جل رہی تھی۔ پس میں فوراً اپنی سوچی ہوئی تجویز پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ میری بڑی خواہش ان دونوں بدمعاشوں کے پکڑے جانے کی تھی۔ نہ صرف اس لئے کہ تقاضائے انصاف یہی تھا۔ بلکہ اس لئے بھی کہ اس بدمعاش ٹیڈی نے میری جان لینے کے لئے لینڈ دار کے

ساتھ مل کر سازش کی تھی۔ اور میں چاہتا تھا کہ اپنے ان دو جانی دشمنوں میں سے کم از کم ایک کو اپنی راہ سے ایسے طریقے پر ہٹا دوں کہ پھر مجھے اس کی طرف سے کوئی اندیشہ باقی نہ رہے۔ ان دو باتوں کے علاوہ ایک تیسری وجہ ان بدمعاشوں کو گرفتار کرانے کی یہ بھی تھی کہ میں اس ذریعہ سے مسٹر ٹامیورٹن کے روبرو اس بات کا ثبوت پیش کرنا چاہتا تھا کہ جولیا کے متعلق جو اطلاع مجھے اس کو دینی تھی وہ فرضی نہیں اور نہ اس ذریعہ سے میں اپنے حق میں کوئی نرمی حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔

ہر چند مجھے ان باتوں کا ذکر کرنے میں کافی عرصہ لگا ہے تاہم یہ سارے خیالات حقیقت میں صرف چند لمحوں کے عرصہ میں میرے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ فوراً ہی ارادہ مضبوط کر کے میں نے ایک مٹھی کنکر فرش زمین سے جمع کئے اور ان کو بڑے زور سے اس کمرہ کی کھڑکی پر جس میں مالک اور مالکن سوتے تھے پھینکا۔ فوراً ہی کمرہ کی کھڑکی کھلی اور مسٹر ٹامیورٹن نے اپنا سر باہر نکالا۔ ہر چند رات اندھیری تھی اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے تاہم میں نگاہ پھاڑ کر دیکھنے سے یہ ساری کیفیت معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس سے پہلے کہ مسٹر ٹامیورٹن کے منہ سے کوئی لفظ نکلتا میں نے نیچے سے آواز دی: "جناب عالی مکان کے پچھلی طرف چور نقب لگا رہے ہیں۔ آپ مہربانی سے کسی طرح کی آواز پیدا نہ کریں۔ اور جان کو ساتھ لے کر چپ چاپ ادھر چلے جائیں۔ مجھے یقین ہے آپ ان کو گرفتار کرنے میں ضرور کامیاب ہوں گے۔"

"مگر تم کون ہو؟" مسٹر ٹامیورٹن نے جلدی سے پوچھا۔ "کیا جوزف ..."

"جی میں وہی بدنصیب ہوں۔ لیکن خدا کے لئے دیر نہ کیجئے۔ اور اطمینان رکھئے کہ میں بھاگنے کی کوشش نہ کروں گا۔ باقی حال میں پھر آپ سے بیان کروں گا۔ سردست اس کا موقعہ نہیں ہے۔"

اس کے بعد کھڑکی بند کر دی گئی۔ کوئی دو منٹ کے عرصہ میں دروازہ کھلا اور مسٹر

ٹائیورٹن ڈریسنگ گون پہنے ایک ہاتھ میں لالٹین اور دوسرے میں پستول لئے باہر نکلے۔ ان کے پیچھے پیچھے جان رابرٹ برجس پہنے اور پاؤں بوٹوں میں اٹکائے ایک اور پستول ہاتھ میں لئے چل رہا تھا۔ دونوں کے چہروں پر اضطراب و دہشت کے آثار نمودار تھے۔

"سرکار مودی خانہ کو چلئے"۔ میں نے دبی آواز سے کہا "چور وہیں گھسنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اگر آپ پچھلی طرف سے ہو کر جائیں اور کسی ذریعہ سے دیوار کو پھاند لیں۔۔۔"

"سن جوزف"۔ مسٹر ٹائیورٹن نے اسی طرح کی دبی ہوئی آواز میں جس سے میں کام لے رہا تھا کہا "اس میں کسی طرح کی شرارت نہ ہو۔ اِدھر آ میرے ساتھ"۔

میں ان کے ساتھ ہی ساتھ مکان کے اندر چلا گیا۔ صدر دروازہ پھر ایک بار بند کر دیا گیا اور مسٹر ٹائیورٹن مجھ کو اور جان رابرٹ کو ساتھ لئے ڈیوڑھی سے گذر کر زینہ کی راہ سے باورچی خانہ کی طرف چلے۔ ہم تینوں ایک لمبی قطار کی صورت میں چل رہے تھے یعنی مالک آگے، جان رابرٹ نمبر دو پر اُن کے پیچھے اور میں سب سے آخر میں۔ لالٹین جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے مسٹر ٹائیورٹن کے ہاتھ میں رہی۔ انتہائی احتیاط کے ساتھ کسی طرح کی آواز پیدا کئے بغیر ہم سیڑھیوں سے اترے اور اس تنگ راستہ میں پہنچ کر جو نوکروں کے کمرہ اور مودی خانہ میں حائل تھا۔ کان لگا کر سننے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت اس طرح کی آواز سُنائی دی جیسے کوئی مودی خانہ میں کھڑکی کی آہنی سلاخیں زبردستی اکھاڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مسٹر ٹائیورٹن نے تیز پُر معنی نظروں سے جان رابرٹ کی طرف دیکھا جس کا مطلب غالباً یہ تھا کہ میری دی ہوئی اطلاع غلط نہ تھی۔ چنانچہ ہمیں پیچھے آنے کا اشارہ کر کے وہ پھر ایک بار پستول تانے آگے کو چلنے لگا۔ آخر کار ہم مودی خانہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ جو بند تھا۔ مسٹر ٹائیورٹن اس کو کھولنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اس کا بازو پکڑ کر اس پشتی دروازہ کی طرف اشارہ کیا جو پچھواڑے کے صحن کی طرف کھلتا تھا۔ اس نے میرے اشارہ کو فوراً سمجھ لیا اور اسی طریقہ پر عمل کرنے کو آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ ویسے ہی

احتیاط کے ساتھ جس سے ہم اب تک کام لیتے رہے تھے میں نے اس دروازہ کی چٹخنی بند کر دی۔ مسٹر ٹائیورٹن کے پاس بہت سی کنجیاں موجود تھیں۔ اس کی مدد سے اس نے پچھلا دروازہ کھولا اور ہم تینوں صحن میں نکل آئے۔

میں اس موقعہ پر چوروں میں سے ایک مودی خانہ کی کھڑکی میں داخل ہونا چاہتا تھا جس کی نسبت بعد ازاں معلوم ہوا کہ بل بلیک بیرڈ تھا کیونکہ دہشت کی پہلی آواز ٹیڈی کے منہ سے نکلی جو اس کے پیچھے اندر جانے کے لئے تیار تھا۔

"ٹھہر جاؤ بدمعاشو!" مسٹر ٹائیورٹن نے پستول کا فائر کرتے ہوئے کہا۔ مگر طرفۃ العین میں دونوں آدمی بے تحاشا دوڑتے ہوئے اس تاریکی میں غائب ہو گئے۔ جو اصطبل اور بیرونی دیوار کے بیچ میں حائل تھی۔ جان رابرٹ نے بھی ان پر اپنے پستول کا فائر کیا لیکن معلوم ہوتا ہے دونوں نشانے خطا ہوئے کیونکہ ہم جب ان کے تعاقب میں دوڑے جا رہے تھے تو دونوں چوروں کے یکے بعد دیگرے باغ کی دیوار پھاند کر دوسری جانب کودنے کی آوازیں سنائی دیں۔

یہ حالت دیکھ کر مسٹر ٹائیورٹن کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا "اب ان کا پیچھا کرنا بے سود ہے۔ ایک آدمی جا کے لالٹین اٹھا لائے تا کہ ہم اس کی روشنی میں مودی خانہ کا حال دیکھیں۔"

میں دوڑ کر لالٹین لے آیا جس کو اس طرف آتے ہوئے مسٹر ٹائیورٹن نے راستہ میں چھوڑ دیا تھا۔ اور اس وقت ہم نے دیکھا کہ کھڑکی کھلی اور سلاخیں اکھڑی ہوئی تھیں میرا خیال ہے کہ وہ لوگ نقب زنی کے فن میں پورے مشاق تھے اور انہوں نے سب کام حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ کیا تھا۔ کیونکہ ان کے اصطبل سے نکلنے اور ہماری آمد پر بے نیل و مرام بھاگنے میں بمشکل پانچ منٹ کا وقفہ حائل ہوا ہوگا۔ لیکن معلوم ہوا کہ وہ اگر مودی خانہ میں گھس بھی جاتے تو چاندی کے برتن ان کے ہاتھ نہ آ سکتے تھے۔ کیونکہ صبح

کے واقعہ کے بعد مسٹر ٹائیورٹن احتیاطاً سب برتنوں کو دعوت کے بعد اپنے کمرے میں لے گئے تھے۔

باب ۲۶

بے گناہی کا ثبوت

اس واقعہ کے بعد میرے آقا نے دوبارہ مجھ کو اصطبل میں بند کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ وہ مجھے اور جان رابرٹ کو اپنے ساتھ لئے کمرۂ نشست کی طرف روانہ ہوا۔ اس اثنا میں یہ خبر کہ گھر میں چور گھس آئے ہیں آگ کی طرح مکان کے ہر حصّہ میں پھر گئی تھی۔ چنانچہ لیڈی جارجیانہ ایک طرف اپنی بہن اور دوسری جانب مس ڈیکن کو ان کے کمروں سے جاکر بلا لائی۔ اور نوکرانیوں میں بھی شور مچ گیا کہ چور گھر کو لوٹے لئے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ جس وقت ہم تینوں یعنی مسٹر ٹائیورٹن، جان رابرٹ اور میں بیٹھک میں پہنچے۔ تو سارے مکین، کیا مالک کیا نوکر دہشت واضطراب کی حالت میں جو کپڑے جلدی میں مل سکے پہن کر دوڑے ہوئے آرہے تھے۔ ان کے جمع ہوجانے کے بعد میں نے اس گروہ پر ایک گھومتی ہوئی نظر ڈالی لیکن معلوم ہوا کہ چارلس مرے ان میں نہیں ہے۔

اس کے تھوڑی دیر بعد جب ہنگامہ فرو ہوا تو مجھ کو تفصیلات بیان کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ میں نے سارے واقعات جس جس طرح پیش آئے تھے اور جس طرح ان کا حال پیشتر لکھا جا چکا ہے بیان کرنے شروع کئے۔ یعنی کس طرح جان رابرٹ سے کنجی اصطبل کے پھاٹک میں لگی ہوئی رہ گئی۔ کس طرح آدھی رات کے وقت دو شخصوں کے اندر آنے کی آواز سن کر میں جاگ اٹھا۔ پھر جب اس کے بعد وہ گاڑی پر سوار ہوئے تو کس طرح میں

اس کے نیچے گھس کر فرش زمین پر لیٹ گیا۔ کس طرح مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ چوری کی نیت سے آئے تھے اور کیونکہ میں نے یہ تحقیق کیا کہ ایک کا نام ولیم بلیک ہیرڈ اور دوسرے کا ٹامس ٹیڈی ہے تاہم جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے میں نے ٹیڈی سے اپنے سابقہ تعلقات کا ذکر قصداً نظر انداز کر دیا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی میں نے بیان کیا کہ شدتِ خوف سے میں ان کی موجودگی میں تو کچھ نہ کر سکا البتہ جب وہ چوری کرنے کے لئے اصطبل سے باہر گئے تو وہ طریقہ اختیار کیا جس کا حال پیشتر بیان کیا جا چکا ہے۔

"اور اب" میں نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: "سب سے پہلے میرے اس سوال کا جواب دیجئے کہ کیا چارلٹ مرے واپس آگئی؟"

"نہیں،" لیڈی کیلنتھ نے کہا۔" میں اس کی لمبی غیر حاضری سے سخت بیتاب ہوں خدا معلوم وہ اب تک واپس کیوں نہیں آئی۔ مگر جوزف۔ تم نے اس کے بارے میں یہ سوال کس لئے پوچھا؟"

"بانو۔ اس لئے کہ مجھ کو پورا یقین ہو گیا ہے کہ ان دونوں بدمعاشوں نے۔ جو اس جگہ چوری کرنے آئے تھے اس کو پکڑ کر ایک تیسرے بدمعاش کے مکان پر پہنچا دیا ہے کیونکہ ان کی جو گفتگو میں نے سنی تھی اس میں چوری کی سوچی ہوئی تجویز کے علاوہ اس واقعہ کا ذکر بھی آگیا تھا۔"

"لیکن وہ تیسرا بدمعاش کون ہے جس کی طرف تم اشارہ کرتے ہو" لیڈی کیلنتھ نے مضطربانہ پوچھا۔

"بانو۔ میرا اشارہ سر ملکم دیونیہم کی طرف ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا ملکم دیونیہم؟" مسٹر ٹامپیدیوٹے نے چونک کر پوچھا: "اس کو تو آج رات دعوت میں شریک ہونا تھا۔ لیکن وقت آخر میں اس نے ایک ضروری کام کی وجہ سے معذرت لکھ کر بھیجدی۔ اب معلوم ہوا کہ اصلی بات کیا تھی۔ آہ وہ کتنا بدمعاش ثابت ہوا!"

"اب میں حیران ہوں کہ کیا کروں" لیڈی کیلنتھ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔
مگر الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ کسی نے بڑے زور سے صدر دروازہ پہ دستک دی۔ ایک ہی خیال کے زیر اثر ہم سب بیٹھک سے نکل کر ڈیوڑھی کی طرف گئے اور آخر کار دوسری نوکرانی نے جو سب سے آگے تھی دروازہ کھولا اور چارلٹ مرے شدت ضعف سے گرتی پڑتی ڈیوڑھی میں داخل ہوئی۔

کیلنتھ ڈنڈاس کے منہ سے اس کو دیکھتے ہی خوشی کی چیخ نکل گئی اور وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے آگے بڑھی۔ غریب چارلٹ کے منہ سے صرف ایک چھوٹا سا جملہ نکلا "اوہ مائی ڈیر لیڈی" اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنی مالکن کے بازوؤں میں گر کر بے ہوش ہو گئی۔

اس سے جو نئی گھبراہٹ، حیرت اور جوش پیدا ہوا اس کا حال محتاج بیان نہیں۔ حتیٰ کہ نقب زنی کی واردات بھی اس تازہ واقعہ کے سامنے بے اہمیت رہ گئی نوکرانیاں چارلٹ کو غش کی حالت میں خواب گاہ کے اندر لے گئیں اور دونوں لیڈیاں بھی اس کے پیچھے پیچھے گئیں۔ میں جان رابرٹ اور مسٹر ٹائیورٹن ہم تینوں ڈیوڑھی میں ہی کھڑے رہے۔

"ہمفریٹ!" آخر کار مسٹر ٹائیورٹن نے کہنا شروع کیا "میں نہیں جانتا کہ مجھے تمہاری نسبت کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ تم نے جو چمچوں کی چوری کا جرم کیا وہ بڑا سنگین تھا مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ حال کے واقعہ نے اس جرم کی بڑی حد تک تلافی کر دی ہے..."

"صاحب میں سچے دل سے آپ کو یقین دلاتا ہوں" میں نے استقلال کے ساتھ مؤدبانہ لہجہ میں جواب دیا "کہ میں اس جرم سے بالکل بے قصور ہوں"

"کچھ بھی ہو۔ میں فی الحال اس معاملہ کو طول دینا نہیں چاہتا" مسٹر ٹائیورٹن

نے سخت پریشانی کی حالت میں جواب دیا: "سردست تم اپنے کمرہ میں جا کر آرام کرو اور میں اجازت دیتا ہوں کہ تمہارے بہت سویرے اُٹھنے کی حاجت نہیں کیونکہ اتنی دیر تک سرد پتھروں پر لیٹے رہنے سے یقیناً تم کو بہت تکلیف ہوئی ہو گی۔ اور تم آرام کے حاجتمند ہو گے۔ میرے خیال میں تم اگر تھوڑی سی مقدار شراب کی پی لو تو موجودہ حالت میں فائدہ سے خالی نہ ہو گی۔"

"میں اس عنایت کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن سردست مجھ کو آرام سے زیادہ کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ پس اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے کمرہ میں جا کر سو جانا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔" اس نے جلدی سے کہا: "بلکہ ٹھہرو" اس نے کسی قدر رُکتے ہوئے اضافہ کیا: "میں تمہارے اطمینان کے لئے یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اب میں صبح کے واقعہ کے بارے میں انتہائی کارروائی کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس بارے میں جو کچھ مجھے کرنا ہو گا اس کی اطلاع بعد ازاں تم کو دے دوں گا۔"

اس کے بعد میں سیدھا اپنی خوابگاہ میں چلا گیا اور چونکہ حد درجہ تھکا ماندہ تھا اس لئے فوراً ہی کپڑے اُتار کر لیٹ گیا۔ اور جلدی ہی نیند آ گئی۔ میں اس وقت تک سوتا رہا۔ حتیٰ کہ ایک زنانہ آواز بڑے ملائم لہجہ میں کچھ کہتی سُنائی دی۔

میں چونک کر اُٹھا۔ خاصا دن چڑھ آیا تھا۔ اور اس وقت میں نے دیکھا کہ چارلٹ مرے ایک طشتری پر کھانے کی چیزیں لئے میرے سرہانے کھڑی ہے۔

"اٹھو جوزف۔ ناشتہ کر لو۔" اس نے مجھ سے کہا: "اس وقت گیارہ بجے ہیں اور جو حالات میرے سننے میں آئے ہیں ان کے بعد یقیناً تم بھوکے ہو گے۔"

"اوہ۔ کیا دن کے گیارہ بج گئے؟" میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے جواب دیا: "معلوم ہوتا ہے تم بے خبر ہو کر سوتے رہے ہو۔

ہر چند میں بھی تھکی ماندی تھی تاہم میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ صبح تمہارا ناشتہ خود لے کر آؤں گی۔"

"مگر آہ۔ چارلٹ" میں نے اس کی نرمی اور عنایت سے متاثر ہو کر اشک آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "کس قدر خطرے اور مصیبتیں تم نے ایک دن کے عرصہ میں جھیلی ہیں۔۔۔"

"فی الحال تم ان کا ذکر رہنے دو۔" اس نے جلدی سے کہا "میں سارا حال پھر کسی وقت بیان کروں گی۔ سردست تم ناشتہ کر لو۔ باورچن تھوڑے سے مکھن کے ساتھ روٹی کے چند موٹے ٹکڑے بھیجنا چاہتی تھی مگر میں اپنے ہاتھ سے تمہارے لئے خستہ توس تیار کر کے لائی ہوں۔ ان کے علاوہ چند اُبلے ہوئے انڈے اور تھوڑا سا نمکین گوشت بھی حاضر ہے۔ میری خواہش تھی کہ تمہارے لئے اچھا سا کھانا اپنے ہاتھ سے لے کر آؤں۔ کیونکہ" اس نے تھرائی ہوئی آواز سے کہا "میں اس ذریعہ سے کل کی ان تکلیفوں کی جو تم کو میری وجہ سے پہنچی ہیں کسی حد تک تلافی کرنا چاہتی ہوں۔"

"آہ چارلٹ" میں نے اس حالت میں کہ آنسوؤں کے گرم قطرے میرے رخساروں پر بہہ رہے تھے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کل صبح تمہارے جانے کے بعد یہاں کئی طرح کے عجیب اور بھیانک واقعات پیش آئے۔۔۔"

"جوزف۔ ان کا حال مجھے معلوم ہے" چارلٹ نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا "میں نے وہ سب باتیں لیڈی کیلنھر کی زبانی سن لی ہیں۔ مگر اس سے پہلے کہ میں اس بارے میں کچھ اور کہوں۔ میں چاہتی ہوں تم میرے ایک سوال کا پوری سچائی سے بے خوف ہو کر جواب دو۔ کیا اس گھر میں کوئی شخص ایسا ہے جس کو تم اپنا خفیہ دشمن خیال کرتے ہو؟ ۔۔۔ آہ میں سمجھ گئی۔ تمہارے چہرے کے آثار کہے دیتے ہیں کہ ایسا ہے لیکن اپنی طبعی فیاضی کی وجہ سے تم نے آج تک اس بارے میں کسی سے ذکر نہیں کیا۔"

"بے شک چارلٹ" میں نے جواب دیا۔ "تمہارا خیال صحیح ہے۔ واقعی مجھ کو اس بات کی دھمکی دی گئی تھی کہ عنقریب تم سے بڑا خوفناک انتقام لیا جائیگا۔۔"

"اور سچ کہنا کیا یہ دھمکی مس ڈیکن نے دی تھی؟" اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں مس ڈیکن نے" میں نے تسلیم کیا۔

"آہ۔ کم بخت مکارہ!" چارلٹ نے غصہ میں بھر کر کہا "لیکن جوزف ناشتہ ٹھنڈا ہوا جاتا ہے۔ تم اسے کھالو پھر باتیں کریں گے"

"نہیں چارلٹ۔ میں اس وقت تک ایک لقمہ بھی نہ کھاؤں گا جب تک تم یہ نہ بتاؤ گی کہ یہ ساری باتیں کس مطلب کے لئے تم نے پوچھی ہیں"

"اچھا تو اگر تم بہت ہی ضد کرتے ہو" وہ کہنے لگی "تو پہلے یہ بتاؤ کہ وہ کونسا واقعہ تھا جس نے مس ڈیکن کے دل میں تمہارے برخلاف اسقدر غصہ اور جوش پیدا کیا؟"

اس پر میں نے بیان کیا کہ چند مہینے پیشتر مس ڈیکن نے ایک دن مجھ کو چھیڑا تھا مگر جب میں نے اس سے سرد مہری کا برتاؤ کیا تو خفا ہو گئی۔ اور جس رات تم اور لیڈی کیلستھ آئی تھیں تو اس نے ایک پیغام دیتے ہوئے مجھ کو صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں بہت جلد تم سے سخت بدلہ لوں گی۔

سارا بیان سُن کر چارلٹ کے چہرہ پر نفرت اور حقارت کے آثار پیدا ہوئے۔ غصہ میں بھر کر کہنے لگی "کم بخت رذیلہ۔ یہی وجہ تھی کہ جس روز ہم اکسیلٹر گئے تھے تو میں نے جب سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اس سے اس بات کا ذکر کیا کہ میں جوزف کو اپنے ساتھ لئے جاتی ہوں تو اس نے بڑی نفرت سے اپنے سر کو پیچھے کی طرف جھٹکا تھا۔ میں نے اس وقت دیکھا تھا کہ وہ کوئی اور بات بھی کہنا چاہتی تھی مگر چونکہ مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی تھی اس لئے اس کو گفتگو کا موقعہ نہ دے کر

میں اس کے پاس سے گذر گئی۔ لیکن اب جوزف میں ایک نہایت ضروری سوال پر تمہاری جمع خاطر کردینی چاہتی ہوں۔" اس نے میری طرف رحم آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "یعنی وہ الزام جو تم پر عائد کیا گیا تھا کہ تم نے لیڈی جاوچیانہ کی انگوٹھی اور چاندی کے چمچے چرالئے ہیں۔ تم اس الزام سے بالکل بے قصور ہو۔ مجھے اس کا پورا یقین ہے۔ اور میں بہت جلد تمہاری بے گناہی ثابت کرکے دکھا دوں گی۔"

چارلٹ کے اس بیان کو سن کر میرے سینہ میں خوشی کی ترنگیں اٹھنے لگیں اور میں نے جوش میں بھر کر کہا: "اوہ۔ چارلٹ تم نہیں جانتی ہو کہ تمہارے ان الفاظ نے کس طرح میرے اندر نئی جان ڈال دی ہے۔" اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر میں نے انداز ممنونیت سے ہونٹوں کے ساتھ لگا لیا۔

"اب جوزف:" چارلٹ نے جو خود بھی بہت متاثر ہوئی تھی کہا: "تم میرے کہنے سے پہلے ناشتہ کرلو اور اس کے ساتھ ہی اپنے جی کو اطمینان دو کہ عنقریب سارے راز فاش ہو جائیں گے لیکن سردست اس بارے میں مجھ سے زیادہ سوالات نہ پوچھو" اس نے یہ دیکھ کر کہا کہ میں رفع استعجاب کی غرض سے کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا "تم بخوبی سمجھ سکتے ہو کہ وہ شخص کون ہے جس کے راز ظاہر ہونے ہیں لیکن جن حالات میں میں ان اسرار سے واقف ہوئی تھی وہ تم کو معلوم نہیں۔ اور میں چاہتی ہوں کہ تم فی الحال اس بارے میں رفع استعجاب کے لئے زور نہ دو۔ میرے خیال میں یہ تسلی کیا کم ہے کہ تمہاری بے گناہی گھنٹہ بھر کے اندر اندر ثابت کردی جائے گی۔ بس اب میں جاتی ہوں۔ تم ناشتہ کرکے اور کپڑے پہن کے نیچے آجانا۔"

وہ رخصت ہونے کے لئے مڑا چاہتی تھی لیکن دفعتاً کچھ سوچ کر ٹھہر گئی۔ اور اس کے بعد میرے پاس آکر پشیمانی کے انداز سے کہنے لگی: "جوزف۔ تم کیا میری یہ خطا معاف کرسکتے ہو کہ میں نے کل صبح تم سے بے جا سختی کا سلوک کیا۔ مگر جس وقت

سارے حالات ظاہر ہوں گے ... "

"چارلٹ" میں نے اس کی بڑھتی ہوئی عنایتوں سے زیر بار ہو کر جواب دیا۔ "اطمینان رکھو کہ میرا دل تمہاری طرف سے بالکل صاف ہے۔ میں شروع میں ہی جان گیا تھا کہ کوئی بھاری مغالطہ تم کو ہوا ہے۔ اور جس وقت سارا حال بیان کرنے کا وقت آئے گا تو ساری غلط فہمیاں فوراً رفع ہو جائیں گی۔"

"جوزف۔ تم بڑے فیاض لڑکے ہو" چارلٹ نے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد تیز چلتی کمرہ سے رخصت ہو گئی۔

جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں اس گفتگو کے بعد میرے دل کی حالت میں بہت کچھ تبدیلی ہو گئی تھی۔ اور گو میں اب بھی پورا حال جاننے کو بے تاب تھا تاہم وہ خطرہ جو پہلے مجھ کو لگا ہوا تھا اب بالکل رفع ہو گیا۔ لباس تبدیل کرنے کے لئے اٹھا لیکن اعضا ایسے اکڑے ہوئے تھے کہ سیدھا کھڑا ہونا اور چلنا دشوار تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ چارلٹ مرسے نے میری ساری ضرورتوں کا پہلے سے خیال کر لیا تھا۔ اور گو وہ ظاہرا ایک خوش طبع اور شوخ عورت تھی تاہم اس کے ساتھ ہی دل کی نیک اور مہربان بھی تھی۔ چنانچہ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے کہ جان رابرٹ نے میرے کمرہ کے دروازہ پر دستک دی۔ اور جب میں نے دروازہ کھولا تو کہنے لگا۔

"جوزف، یہ ڈریسنگ گون پہن لو۔ اور میرے ساتھ غسل خانہ میں چلو۔ چارلٹ کہتی تھی گرم پانی میں غسل کرنے سے تم کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ اس لئے اس نے خود ہی سارا اہتمام کر دیا ہے۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔"

وہ اس کے اپنے پہننے کی گون تھی۔ خیر میں نے جلدی سے لے کر اسے اوڑھ لیا اور چپ چاپ اس کے ساتھ غسل خانہ کی طرف چلا گیا جہاں کافی مقدار میں گرم پانی رکھا تھا اور میں نے بڑے اطمینان کے ساتھ غسل کیا۔ جب اس کے بعد فارغ ہو کر

باہر نکلا تو بدن راحت اور آسائش محسوس کرنے لگا تھا۔ اور میری عام حالت پہلے سے بہت بدلی ہوئی تھی۔ جلدی سے اپنے کمرہ میں واپس جا کر میں نے کپڑے پہن لئے۔ اور جب اس کے بعد نوکروں کے کمرہ کی طرف جا رہا تھا تو راستہ میں لیڈی کیلینتھ ڈنڈاس ملی۔

"آہ جوزف!" اس نے اپنے خوشنما ہونٹوں پہ دلفریب تبسم پیدا کر کے عنایت آمیز لہجہ میں کہا۔ "میں اس وقت تمہیں کو یاد کر رہی تھی۔ میرا شروع سے یہ خیال تھا کہ جو الزام تم پر عائد ہوا ہے بالکل غلط ہے۔ اس لئے تمہاری بے گناہی کا اطمینان ہو جانے پر اب میں سچی خوشی محسوس کرنے لگی ہوں۔ افسوس تم نے بہت زیادہ بیجا تکلیف اُٹھائی ہے۔ حقیقت میں تم کسی تکلیف کے مستوجب نہ تھے۔ گو میں نہیں جانتی کہ پیش آمدہ حالات میں بڑی بہن اور مسٹر ٹائیورٹن اس کے سوا اور کیا کر سکتے تھے جو انہوں نے کیا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ تم بے قصور نکلے اور تمہاری بے گناہی عنقریب ثابت کر دی جائے گی۔ جاؤ چارلٹ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ اس کو ساتھ لے کر فوراً ہی کمرۂ نشست میں آ جانا۔"

میری آنکھوں سے شکر گزاری کے آنسو بہنے لگے۔ اور میں نے پُر جوش لفظوں میں لیڈی کیلینتھ کا شکریہ ادا کرنا شروع کیا۔ لیکن وہ مجھے اس کا موقعہ نہ دے کر کمرۂ نشست کی طرف چلی گئی۔ اور میں چارلٹ کو ساتھ لینے سیڑھیوں سے نیچے اُترا۔

وہ پہلے ہی تیار تھی اور میرا انتظار کر رہی تھی۔ چنانچہ کل کی سرد مہری اور روکھے سلوک کے بعد جس کی تلافی وہ آج پورے طور پہ کرنا چاہتی تھی اس نے بہنوں کی طرح میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہنے لگی۔ "آؤ جوزف میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

اس کا اندازہ اس بڑی بہن سے ملتا تھا جو اپنے چھوٹے بھائی سے مادرانہ

شفقت کا برتاؤ کرتی ہو۔ چنانچہ اکٹھے ہم کمرۂ نشست کی طرف گئے۔ اس جگہ مسٹر ٹا یئورنٹ اور جارجیانہ جیسا ان کی عادت تھی اونچی پشت کی کرسیوں پر سیدھے اکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ لیڈی جارجیانہ کے پہلو میں مس ڈیکن جلوہ افروز تھی اور لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس ایک صوفے پر نیم درازی کی حالت میں پڑی تھی۔ ہم کو اندر آتا دیکھ کر وہ اس انداز وقار سے جو اس کی چھوٹی عمر کے خلاف مگر اس کی خوبصورتی کے لئے نہایت موزوں تھا، بیٹھ کر کہنے لگی۔ "مسٹر ٹا یئورنٹ۔ میں پہلے ہی آپ سے کہہ چکی ہوں کہ میں نے ایک مدعائے خاص سے چارلٹ اور جوزف کو اس کمرہ میں بلوایا ہے...."

"اور وہ مدعا کیلنتھ" اس کے بہنوئی نے سنجیدگی سے کہا: "امید ہے اب واضح کر دیا جائے گا؟"

"مسٹر ٹا یئورنٹ اور آپ بھی میری عزیز بہن"۔ نوجوان حسینہ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ نہ خیال کریں کہ میں آپ کے گھر میں رہ کر اس طرح کے حکومتی اختیارات اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی ہوں۔ جو صاحب خانہ کی موجودگی میں کسی مہمان کو بہت کم زیب دے سکتے ہیں۔ لیکن حالات کچھ ایسے پیش آئے ہیں کہ میں اس موقعہ پر گفتگو میں نمایاں حصہ لینے پر مجبور ہوں۔ بعض کیفیتیں بیان کی جانے والی ہیں اور چونکہ کل جوزف ولمٹ پر سارے نوکروں کی موجودگی میں ایک سنگین الزام عائد کیا گیا تھا اس لئے اب میری خواہش ہے کہ اس الزام کی تردید کے موقعہ پر بھی سبھی نوکر جمع ہوں۔"

"لیکن میری عزیز بہن کیلنتھ" لیڈی جارجیانہ نے پریشان نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور اس پریشانی میں اس کا شوہر بھی برابر کا حصہ دار تھا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر تمہارا اشارہ چاندی کے چمچوں اور انگوٹھی کی چوری کے واقعہ

کی طرف ہے تو وہ کون سی نئی کیفیت ہے جو تم اس بارے میں بیان کر سکو گی۔ میں واقعی سخت حیران ہوں ... کیوں مس ڈیکن ؟"

"بے شک حیرانی ہی کی بات ہے" نوڈی عورت نے تسلیم کیا۔ گو میں نے دیکھا اس موقعہ پر اس کی نگاہ سے بے چینی کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔

"آپا" لیڈی کیلینتہ نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اس معاملہ کو واقعی ایک اور رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس لئے اگر اس کیفیت کو تھوڑا عرصہ اور ملتوی رکھا گیا تو یہ بات اس نوجوان کے لئے ناانصافی میں داخل ہوگی"

"تو بہت اچھا' نوکروں کو بلوالو" مسٹر ٹانیورٹن نے حکم دیا۔ "جاؤ جوزف۔ تم ان سب کو یہاں آنے کے لئے کہہ دو"

میں تیز چلتا زینہ کی راہ سے اُترا۔ مگر پیغام دیتے وقت نوکر میرے چہرہ پر آئی ہوئی رونق سے جو کسی مرد خطا دار کی صورت میں ناممکن ہوا کرتی ہے۔ یقیناً یہ جان گئے ہوں گے کہ یہ بلاوا میری موقوفی کے اعلان کے سلسلہ میں نہیں۔ بلکہ کسی اور وجہ سے ہے چنانچہ سب آدمی تیز چل کر کمرۂ نشست کی طرف گئے اور اس موقعہ پر میاں رابرٹ کے منہ سے دو تین بار غراہٹ کی آواز نکلی جو غالباً اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ اس معاملہ کا انجام معلوم کرنے کو بے تاب تھا۔ چند منٹ کے عرصہ میں ہم سب قطار باندھ کر کمرۂ نشست میں کھڑے ہوگئے۔ اور اس وقت لیڈی کیلینتہ جو اس معاملہ کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے چکی تھی مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی "اب جوزف تم مسٹر ٹانیورٹن اور لیڈی جارجیانہ کے روبرو وہ سارے حالات بیان کرو جو تم نے ایک خاص شخص کے بارے میں چارلٹ سے بیان کئے تھے۔"

میری نگاہ مس ڈیکن کی طرف گئی۔ اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد تھا۔ زردی اس کے چہرے پر ہمیشہ موجود رہا کرتی تھی۔ مگر اب اس کی صورت اتنی بھیانک ہوگئی

تھی کہ غالباً اس وقت زمین اس کے پیروں میں پھٹ کر اس کو وہیں نگل لیتی تو یہ میرے خیال میں اس کے حق میں داخل رحم ہوتا۔

"مجھ کو افسوس ہے۔" میں نے لیڈی کیلنفہ کا اشارہ پاکر کہنا شروع کیا "کہ میں کسی پر الزام عائد کرتا ہوں۔ لیکن یہ میری اپنی بریت اور صفائی کے لئے ضروری ہے۔ اسی جگہ اس کمرہ میں ایک عورت موجود ہے جس کو بعض ناگفتہ وجوہ سے جن کو وہ خود ہی بہتر سمجھ سکتی ہے۔ مجھ سے نفرت ہو گئی تھی۔ اور اس کے سلسلہ میں اس نے مجھ کو انتقام شدید کی دھمکی دی تھی۔ اس عورت کا نام مس ڈبکن ہے۔"

"جوزف! مسٹر یبلیٹ کے یہ کیا بکواس ہے!" بوڑھی عورت نے جلدی سے کھڑی ہو کر کہنا شروع کیا۔ مگر اس کے بعد فوراً ہی وہ اپنی کرسی پر گر گئی۔ اور چیخ مار کر کہنے لگی۔ "آہ۔ میں گئی۔۔۔ مجھ کو غش آنے لگا۔۔۔"

"مس ڈبکن!" مسٹر تایورٹن نے یہ دیکھ کر کہ معاملہ اب واقعی ایک نئی صورت اختیار کرنے لگا ہے۔ سختی سے کہا "میں درخواست کرتا ہوں کہ اس طرح نہ گھبرائیے۔ جوزف ولمٹ نے آپ کے برخلاف ایک شدید الزام عائد کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ الزام کس حد تک سچا یا جھوٹا ہے۔ اگر اس کی کوئی حقیقت ہے تو اس کا تائیدی ثبوت پیش ہونا چاہیئے۔ نہیں تو سمجھا جائے گا کہ اس نے آپ کو محض بدنام کرنے کی کوشش کی ہے جس کی سزا ضرور اس کو دی جائے گی۔"

"بے شک یہ محض مجھ کو بدنام کرنے کی کوشش ہے۔" مس ڈبکن نے چیختے ہوئے کہا "لیڈی جارجیانہ میرے عادات سے اچھی طرح واقف ہیں اور وہ خود اس الزام کی تردید کر دیں گی۔"

"واقعی مجھ کو اس الزام سے سخت حیرت ہے۔" مالکن نے جواب دیا "مگر کیا جوزف ولمٹ تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مس ڈبکن نے۔۔۔؟"

"ہاں. میرے کہنے کا مطلب یہ ہے" بہلنے اب صاف بیانی پر مجبور ہو کر کہا۔ "کہ مجھے آپ کے ہاں ملازم ہوئے مشکل سے ایک مہینہ گزرا تھا کہ مس ڈیکن نے پہلے مجھے چھیڑا اور جب میں نے سرد مہری ظاہر کی تو اس نے ایک رات اعلانیہ مجھ سے کہہ دیا کہ مجھے تم سے دیوانہ وار محبت تھی لیکن اب اس سے بہت زیادہ نفرت ہے اور میں اس بے عزتی کا جو تم نے مجھ سے کی ہے ضرور بدلہ لوں گی"

"یہ جھوٹ ہے! بالکل جھوٹ ہے!" بوڑھی عورت نے چیختے ہوئے کہا۔ "ٹھہرئیے میں اس کو تہذیب کا سبق سکھاتی ہوں. میں اس کی آنکھیں نکال لینا چاہتی ہوں" اور وہ بپھری ہوئی بلی کی طرح دوڑ کر میری طرف آنا چاہتی تھی کہ چارلٹ نے آگے بڑھ کر اسے روکا اور کہنے لگی "یہ جھوٹ نہیں سچ ہے اور میں اس کا ثبوت پیش کر سکتی ہوں"

"تو؟... ایک کمینی خادمہ!" بوڑھی عورت نے ٹھہر کر غصہ سے سر جھٹکاتے ہوئے کہا. جبکہ اس کے بدن کا ہر ایک عضو اور رواں رواں غصہ، دہشت اور جوش سے تھر تھر کانپ رہا تھا "بس اپنی حیثیت جان اور اپنی قدر پہچان!"

"اس دنیا میں" چارلٹ مرے نے قابل تعریف سکون سے کام لے کر نہایت شیریں آواز سے کہا "کسی مرد یا عورت کی ذات اتنی حقیر نہیں سمجھی جا سکتی کہ اس کو عمل انصاف میں مدد دینے سے باز رکھا جائے بس اس معاملہ کی نسبت جو حالات مجھ کو معلوم ہیں بیان کر لینے دیجیے اس کے بعد آپ کو اختیار ہے جس طرح ممکن ہو ان کی تردید کیجیے"

"سچ ہے. چارلٹ مرے کا بیان سننے میں کوئی ہرج نہیں" مسٹر ٹائیورٹن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مس ڈیکن کو اپنی کرسی پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا. اس نے اشارہ کی تعمیل کی۔ اور گو اس کی حالت ظاہر کرتی تھی کہ سخت بے چین اور گھبرائی ہوئی ہے. تاہم اس کے ساتھ ہی غالباً یہ سوچ کر اس کے چہرہ پر حیرت کے آثار بھی نظر آنے لگے کہ وہ کونسی

نئی شہادت ہے جو آپ اس کے برخلاف پیش کی جائے گی ۔

"جو حالات مجھ کو بیان کرنے ہیں" چارلٹ نے کہنا شروع کیا "وہ کچھ بہت زیادہ نہیں، لیکن سب سے پہلے میں جوزف ولمٹ سے دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ کیا کل صبح میں نے اس کو شریر، دھوکے باز اور گرے ہوئے اخلاق کا نوجوان کہا تھا؟ اور کیا یہ بھی میں نے اس سے کہا تھا کہ مجھ کو افسوس ہے میں اس کے ساتھ اسی مکان میں رہنے پر مجبور ہوں؟"

"بے شک یہ الفاظ چارلٹ مرے نے میری نسبت استعمال کئے تھے" میں نے تسلیم کیا "اور مجھے ان سے سخت حیرت ہوئی تھی کیونکہ میں ان کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھا۔"

"اور ایسا ہونا قدرتی تھا" چارلٹ مرے نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "کیونکہ بعد ازاں جو حالات میں نے معلوم کئے ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ تم واقعی ان سخت الفاظ کے مستوجب نہ تھے۔ تم نے مجھ سے کیفیت طلب کی۔ لیکن میں نے جواب دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے فوراً بعد میں اکسیٹر چلی گئی۔ میرے خیال میں باقی سب لوگ اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ کل صبح ناشتہ کی میز پر میرا سلوک جوزف ولمٹ سے کیسے دیکھے ہیں اور سب بے مہری کا تھا۔"

اس بیان کی دونوں خادماؤں، پادری اور رچارڈ رابرٹ نے تصدیق کی۔

اس کے بعد جبکہ ہر ایک کان اس کی بیان کردہ کیفیت سننے کو بے تاب تھا۔ چارلٹ نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "پرسوں رات مجھے بدہضمی کی تکلیف تھی کیونکہ میں جب اکسیٹر میں جوزف ولمٹ کے ساتھ ایک پیسٹری والے کی دکان پر گئی، تو وہاں کوئی ایسی چیز کھالی تھی جو ہضم نہ ہو سکی۔ آدھی رات کے بعد میری آنکھ جو کھلی، تو میں بہت دیر تک سو نہ سکی۔ اس وقت جب میں سخت بے تابی کی حالت میں بستر پر لیٹی ہوئی کروٹیں لے رہی تھی تو مجھ کو دروازہ کے باہر چوبی برآمدہ میں تختوں کے چرچرانے کی

آواز سنائی دی جس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص دبے پاؤں چل رہا ہے۔ پہلے میں نے
سمجھا کہ یہ محض میرا خیال ہے لیکن چند منٹ کے عرصہ میں مجھے اپنے دروازے کے باہر
کپڑوں کے سرسرانے کی آواز سنائی دی۔ اس پر میں اپنی چارپائی سے اٹھی اور کھڑکی
کا ایک پٹ ذرا سا کھول کر دیکھنے لگی کہ یہ کس کی آواز ہے۔ اس موقعہ پر یہ بات بھی
قابل ذکر ہے کہ اگرچہ کل کی رات اندھیری تھی۔ تاہم پرسوں جس کا میں ذکر کرتی ہوں
تاروں کی روشنی خوب تھی۔ چنانچہ جب میں نے اپنے کمرہ کی کھڑکی سے باہر کی طرف
دیکھا تو ایک عورت دبے پاؤں چلتی نظر آئی۔ جس کی صورت میں نے فوراً پہچان لی۔
میری نظروں کے سامنے وہ عورت احتیاط کے ساتھ چلتی جوزف دلمٹ کے کمرہ میں
داخل ہوگئی۔ اور اس وقت اسے اندر جاتا دیکھ کر اتنا بھاری صدمہ میرے دل کو ہوا
کہ میں بیان نہیں کرسکتی۔ بہرحال میں فوراً ہی اس بات کا فیصلہ نہ کرسکی کہ مجھے اس
موقعہ پر کیا کرنا چاہیئے۔ خیر میں نے کھڑکی کا دروازہ بند کردیا اور دوبارہ چارپائی
پر لیٹ گئی۔ اس کے بعد معلوم نہیں وہ عورت کب واپس گئی۔ مگر اس واقعہ سے قدرتی
طور پر میرے دل میں جوزف دلمٹ کے برخلاف بدترین شبہات پیدا ہوگئے۔ گو بعد
کے جانے ہوئے حالات سے مجھے اس بات کا پورا یقین ہوچکا ہے کہ عورت بہت دیر
اس کے کمرہ میں نہیں ٹھہری۔ بلکہ جس کام کے لئے اس جگہ گئی تھی اسے کر کے فوراً ہی
پیچھے لوٹ آئی۔ ان حالات میں جب میں نے صبح کو جوزف کو شریر اور بداخلاق کہا، تو
جو خیالات میرے دل میں تھے ان کو آپ لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ میں نے جس
عورت کو آدھی رات کے وقت جوزف کے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا وہ مس ڈیکن تھی!

چارلٹ مرے کے بیان کے آغاز سے ہی بوڑھی عورت کا اضطراب لحظہ بہ لحظہ
بڑھنے لگا تھا۔ حتیٰ کہ اب دفعتہً اس کے منہ سے ہچکیوں کی آواز نکلنے لگی۔ اور جب آخر
چارلٹ مرے کا بیان ختم ہوا اور اس نے اس کا نام سب کے روبرو لے دیا۔ تو وہ تاب ضبط

نہ رکھ سکے وہیں اپنی کرسی کے پاس دوزانو ہو گئی۔ اور کہنے لگی "یہ سچ ہے! میں اپنا قصور
مانتی ہوں۔ مجھ پر رحم کرو، رحم کرو۔"

اتنا کہہ کر وہ بے ہوشی کی حالت میں اسی جگہ فرش زمین پر اوندھے منہ گر گئی۔
دفعتاً مسٹر تانیورتھ اپنی کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے بدنصیب
عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سختی کے ساتھ کہا: "اسے اس کے کمرے میں لے جاؤ۔"
اور جب اس کے بعد باورچن اور دونوں خادمائیں اس کو اٹھا کر لے گئیں تو اس نے مجھ
کو مخاطب کر کے کہا: "جوزف۔ مجھ کو افسوس ہے کہ میں نے تم پر چوری کا شبہ کیا لیکن
اس وقت اتنی زبردست اور فیصلہ کن شہادت تمہارے برخلاف تھی کہ میں مجبور ہو گیا"
"لے جاؤ، اس کم بخت عورت کو میری نظروں کے سامنے سے لے جاؤ۔" لیڈی
جارجیانہ نے ان خادماؤں کو جنہوں نے مس ڈیکن کو اُٹھایا ہوا تھا، دروازہ کے پاس
رکتے ہوئے دیکھ کر کہا: "اور اب وہ جیسے ہی ہوش میں آئے اس کو میری طرف سے
کہہ دینا کہ وہ اپنا اسباب باندھ کے فوراً رخصت ہو جائے۔ آئندہ مجھے اسے اپنے گھر میں
رکھنا منظور نہیں۔" پھر اپنی آنکھوں کو اوپر کی طرف اُٹھا کر اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا
"یہ عورت کتنی مکار ثابت ہوئی۔ آہ کس کو خیال آسکتا تھا کہ وہ..."

"ہاں بہن اس کی ریاکاری میں کلام نہیں" لیڈی کیلنتھ نے اس موقعہ پر کہا
"کل جس وقت غریب جوزف پر جھوٹا الزام عائد کیا جا رہا تھا تو اس وقت میں نے
دیکھا اس نے اپنی نگاہ کو اس لئے رحم انگیز بنا رکھا تھا کہ کسی کو اس کے برخلاف شبہہ
نہ ہو۔"

"بدکردار کمینی!" لیڈی جارجیانہ نے پھر ایک بار غصہ میں بھر کر کہا: "یہ وہ
عورت تھی جو ہر روز نوکروں کو عبادت کرایا کرتی تھی۔ لیکن مجھے ایک عرصہ سے اس کے
متعلق شبہہ تھا اور میں جانتی تھی کہ کوئی دن جاتا ہے اس کا اصلی چلن ضرور ظاہر ہو جائیگا۔"

حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ صرف ایک لمحہ پہلے اس نے مس ڈبکن پر الزام لگایا جاتا دیکھ کر حیرت ظاہر کی تھی اور تعجب کے کلمات اس کے منہ سے نکلے تھے۔

اتنے میں جان رابرٹ میرے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ اور دبی آواز سے کہنے لگا۔

"جوزف۔خوشی کی بات ہے کہ تم اس جرم سے بے قصور ثابت ہوئے ہو" پھر حالتِ جوش میں میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے وہی غراہٹ اور کراہٹ کی ملی ہوئی آواز جو اس کی حالت میں کسی طرح کے جذبات کے اظہار کا ذریعہ تھی منہ سے نکالی۔

"میری رائے میں" لیڈی جارجیانہ نے دفعتاً کہنا شروع کیا "ضروری ہے کہ جوزف کو اس تکلیف کا جو اس نے بے وجہ اُٹھائی ہے کوئی معاوضہ دیا جائے۔۔۔"

"ہاں تو میری بے گناہی کا ثابت ہوجانا ہی سب سے بڑا صلہ ہے۔ جس کی میں امید کرسکتا ہوں" میں نے جلدی سے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

مگر لیڈی جارجیانہ نے جلدی سے یہ کہہ کر مجھ کو روک دیا "جوزف میں نے ایک بار پہلے بھی تم سے کہا تھا۔ کہ میں نوکروں کے منہ سے اعتراضی جواب سننا پسند نہیں کرتی۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ اس عادت کو ترک کردو۔ تم کو معاوضہ ملنا واجب ہے اور میں ضرور دوں گی" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا بٹوہ نکال کر اٹھارہ پنس میرے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

"نہیں نہیں ٹھہرو" مسٹر ٹامیؤرٹن نے جلدی سے کہا "حق داروں کو انعام دینا اور خطاواروں کے لئے سزا تجویز کرنا یہ میرا کام ہے۔ بے شک جوزف تم کو بے وجہ بہت تکلیف اٹھانی پڑی ہے اور چونکہ کل رات چوروں کی آمد کے موقعہ پر بھی تم نے بڑی وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ اس لئے یہ لو میں تم کو پانچ شلنگ انعام دیتا ہوں"

"صاحب میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں" میں نے جواب دیا اور یہ کہتے ہوئے مجھے اپنے رخسارے سرخ ہوتے معلوم ہوئے "لیکن میں پھر ایک بار عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مجھے کسی انعام، صلہ یا معاوضہ کی خواہش نہیں ہے۔ میری بے گناہی کا ثابت

ہو جانا ہی میرے لئے کافی ہے "۔ اس کے بعد کیلنیتھ ڈنٹاس کی طرف مڑ کر میں نے کہا۔
" بانو۔ میں آپ کا بھی کچھ کم شکر گزار نہیں ہوں۔ آپ نے از راہ عنایت مجھ بے کس یتیم
کی حمایت کی ہے جس کا احسان میں تا عمر نہ بھولوں گا۔ میں بے شک ایک غریب نوکر ہوں۔
تاہم اونچے جذبات میرے اندر بھی موجود ہیں "۔

میں اس سے زیادہ نہ کہہ سکا۔ ہجوم جذبات سے الفاظ نوک زبان پر آ کر مدہ
گئے۔ خصوصاً اس لئے کہ میں نے دیکھا لیڈی کیلنیتھ میری طرف ایسی نرم اور رحم آمیز نظروں
سے دیکھ رہی تھی۔ کہ جی چاہتا تھا میں اسے بہن سمجھ کر پیار کروں۔ کچھ شک نہیں وہ خیال
جو اس وقت میرے دل میں پیدا ہوا، میری حیثیت سے بڑھ کر تھا تاہم میں اس کو اپنے
دل میں جگہ دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے بعد میں چارلٹ کو ساتھ لے کر کمرہ سے رخصت
ہوا اور اکٹھے ہم باغ کی طرف چلے گئے۔ کیونکہ میں اس کی زبانی ان واقعات کا حال سُننا
چاہتا تھا جو اس کو سرکلم دیونہیم کی گرفت میں آنے کے بعد پیش آئے تھے۔

باب ۲۷

چارلٹ مرے کی آپ بیتی

اس سے پہلے کہ چارلٹ اپنی سرگزشت بیان کرنا شروع کرتی میں نے اس کی
عنایت آمیز امداد کا جو اس نے میری بے گناہی ثابت کرنے کے معاملہ میں دی تھی شکریہ
ادا کرنا ضروری سمجھا مگر اس نے جیسا کہ اس کی عادت تھی جلدی سے قطع کلام کر کے
کہا کہ میں خوش ہوں۔ اس ذریعہ سے مجھ کو اس بے جا سلوک پر اظہار پشیمانی کا موقعہ
مل گیا جو میں نے تمہارے برخلاف غلط شبہات کو دل میں جگہ دے کر کیا تھا۔ اس کے بعد

اس نے اپنا حال اس طریقہ پر بیان کرنا شروع کیا۔

" جوزف۔ تم کو معلوم ہے کہ میں کل صبح مہمانوں کی آمد کے سلسلہ میں باورچن کے لئے کچھ سودا سول لینے اکسیٹر گئی تھی۔ قریباً دس بجے تھے جب میں روانہ ہوئی اور ایک گھنٹہ مجھ کو شہر تک پہنچنے میں لگ گیا۔ کیونکہ یہ بات تم سے پوشیدہ نہیں ہے کہ میں پیدل چلنے کی عادی نہیں ہوں۔ اکسیٹر پہنچ کر میں سیدھی پنساری کی دکان پر گئی۔ جو چیزیں درکار تھیں خریدیں۔ اور اس کے بعد دکاندار سے کہہ دیا کہ جب اس کا آدمی ان چیزوں کو لاج میں چھوڑنے جائے گا تو میں بھی اس کے ساتھ اسی گاڑی میں بیٹھ جاؤں گی چونکہ خریدے ہوئے سامان کو باندھنے کا عمل باقی تھا اور مجھے بزاز کی دکان سے کچھ کپڑا خریدنا تھا اس لئے ان لوگوں کو پڑیاں باندھنے کے لئے کہہ کر میں اس وقت فرصت میں اپنا سامان خریدنے چلی گئی اور جاتے ہوئے یہ کہہ گئی کہ اندازاً پاؤ گھنٹہ میں واپس آجاؤں گی۔ جب اس کے بعد میں بازار سے گذر رہی تھی تو ایک نوجوان اور خوش پوش آدمی جس کی عمر تیئیس چوبیس سال کے درمیان تھی اور جس کی رنگت سانولی اور خط وخال موٹے تھے راستہ میں مجھ سے ملا۔ اور گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ تمہارا نام مس سمتھ ہے؟ میں چونکہ جان گئی تھی کہ یہ مجھ سے گفتگو شروع کرنے کا ایک بہانہ ہے۔ اس لئے میں نے کھڑے ہو کر غصہ کی تیز نظر اس کے چہرہ پر ڈالی اور اس کے بعد جواب کی پروانہ کرکے اس کے پاس سے نکل جانے کی کوشش کی۔ اس پر ایک فوری تبدیلی اس کے انداز میں واقع ہوگئی چنانچہ اس کو ادب مجسم بنتا دیکھ کر میں نے بھی اپنے جی میں سوچا کہ شاید مجھ سے اس کے برخلاف رائے قائم کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ اس نے یہ کہہ کر کہ "اگر میرے لفظوں سے کوئی رنج آپ کے دل کو پہنچا ہو تو میں اس کے لئے سخت افسوس ظاہر کرتا ہوں" مجھ سے معافی مانگی اور اس کے بعد زیادہ نرم لہجہ میں کہنے لگا کہ یقین کیجئے آپ کی

صورت مس سمتھ سے جس کو میں جانتا ہوں اس قدر ملتی ہے کہ مجھے آپ کو دیکھ کر اسی کا دھوکا ہوا تھا۔ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ آپ کو سخت غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ میرا نام مس سمتھ نہیں۔ وہ بہ اصرار کہنے لگا کہ میں نے اس سے پہلے ضرور کہیں آپ کو دیکھا ہے ممکن ہے مجھے نام کے بارے میں دھوکا ہوا ہو۔ بہرحال صورت کے بارے میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ الفاظ اس نے اس قدر سنجیدگی اور ظاہرا سچائی کے ساتھ کہے کہ میں اس کے بیان کو قابل یقین سمجھنے پر مجبور ہو گئی۔ پس اب میں نے بھی اس کو نرم لفظوں میں بڑے اخلاق کے ساتھ جواب دیا کہ چاہے کچھ ہو میری نسبت ضرور آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ میں آپ کو نہیں جانتی اور نہ کبھی اس سے پہلے مجھے آپ کے نذیر د آنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اتنا کہہ کر میں ایک اجنبی شخص کے ساتھ ساتھ چلنا معیوب سمجھ کے اس سے چند قدم آگے بڑھی اور زیادہ تیزی رفتار سے چلنے لگی۔ مگر چند ہی منٹ بعد وہ پھر میرے پہلو میں آپہنچا۔ اور اپنی پہلی گستاخانہ حرکت کے لئے پھر ایک بار مجھے روک کر معافی مانگتے ہوئے کہنے لگا کہ ہمارے درمیان جو اتفاقی ملاقات ہوئی ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی جاری رہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ ضرور اس کی اجازت دیں گی۔ اب کی مرتبہ اس نے مجھ کو مائی ڈیرینگ لیڈی کہہ کر مخاطب کرنا شروع کیا تھا جس کے جواب میں میں نے اس سے کہا کہ میں لیڈی نہیں بلکہ ایک لیڈی کی خادمہ ہوں۔ آپ کی اور میری مجلسی حالتوں میں فرق ہے اور چونکہ میں اس نامناسب میل جول کو ناپسند کرتی ہوں۔ اس لئے مہربانی سے تشریف لے جائیے۔ اس سے اس کے چہرے پر ناراضگی کے آثار پیدا ہوئے اور اس نے بڑبڑاتے ہوئے کچھ کہا۔ گو میں اس کے لفظوں کا مطلب بالکل نہ سمجھ سکی۔ کیونکہ اب میں حقیقتاً دہشت زدہ ہونے لگی تھی۔ چنانچہ پھر ایک بار رفتار تیز کر کے میں پناہ لینے کی غرض سے ایک بزاز کی دکان میں داخل ہو گئی۔ وہ اس جگہ میرے پیچھے نہیں آیا۔ لیکن میں اس واقعہ سے اتنی گھبرا گئی تھی۔ کہ چند منٹ کے

غرض قریباً آدھا گھنٹہ اس دکان میں ٹھہری رہی۔ اور کئی ایسی چیزیں خریدیں جن کی مجھ کو ضرورت نہ تھی۔ اس کے علاوہ کئی اور اس قسم کی چیزیں نکلوا کر دیکھیں جن کی خریداری کا ارادہ نہ تھا۔ آخر کار جب میری طبیعت بحال ہوئی تو یاد آیا کہ میں پنساری سے جلد واپس آنے کا وعدہ کرکے آئی تھی اور چونکہ اس کی گاڑی عنقریب رخصت ہونیوالی ہوگی اس لئے مجھ کو جلد واپس جانا چاہیئے۔ اجنبی مرد کا واقعہ اس دوران میں میرے ذہن سے اُتر چکا تھا۔ اور میں نے اس پر توجہ دینے کی ضرورت بھی نہ سمجھی لیکن تم میری پریشانی اور بے تابی کا اندازہ کرسکتے ہو۔ جب میں نے دکان سے باہر آکے دیکھا، کہ وہی نوجوان سڑک کے دوسری جانب کھڑا میری واپسی کا انتظار کر رہا ہے۔ پہلے میرے جی میں آیا کہ بزاز کے ہاں واپس جاکر اس سے بیان کروں کہ یہ شخص مجھے حیران کر رہا ہے اور چونکہ میں تنہا باہر جاتے ڈرتی ہوں اس لئے تم اپنا ایک آدمی پنساری کی دکان تک میرے ساتھ کردو لیکن پھر یہ سوچ کر شرم آئی کہ ممکن ہے وہ سمجھے میں ایک چھوٹی سی بات کا بتنگڑ بنا رہی ہوں کیونکہ دن دھاڑے شہر کے بارونق بازار میں جبکہ لاتعداد آدمی اِدھر اُدھر آجا رہے تھے یہ بات صریحاً غیر ممکن تھی کہ کوئی مجھ پر زبردستی کی کوشش کرتا۔ پس میں بڑے اطمینان کے ساتھ باہر نکل کر پنساری کی دکان کی طرف چلنے لگی۔ اور جب پیچھے مڑ کر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اب وہ شخص کہیں نظر نہیں آتا تو مجھے اپنے جی میں خوشی محسوس ہوئی۔ اور میں نے سوچا کہ بہت اچھا ہوا میں امداد طلب کرنے بزاز کے پاس نہ گئی"۔

اتنا کہہ کر چارلٹ مرے دم لینے کے لئے ٹھہر گئی اور اس کے بعد پھر اپنی سرگذشت اس طرح جاری رکھی۔

"میں جس بازار سے گذر رہی تھی اس میں تھوڑی دور آگے ایک بند گاڑی کھڑی تھی۔ کوچوان اگلی نشست پر بیٹھا تھا اور ایک وردی پوش نوکر اس طرح

دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ گویا اس دکان سے جس کے باہر وہ گاڑی کھڑی تھی کسی شخص کے باہر آکر اس پر سوار ہونے کا منتظر تھا۔ میں اس توقعہ پر جب میں اس گاڑی کے پاس سے گذرنے لگی تو دو مکروہ صورت مردوں نے جلدی سے مجھ کو پکڑ لیا۔ ... سچ مچ بھرے بازار میں دن کے وقت مجھ کو پکڑا اور زبردستی گاڑی کے اندر ڈال دیا۔ یہ سارا واقعہ ایک منٹ کے عرصہ میں پیش آیا اور گو میں حالات کی فوری رفتار سے متعجب اور حیران تھی تاہم میں نے مدد کے لئے چیخیں ماریں اور تین چار آدمی راستہ چلتے ٹھہر بھی گئے۔ لیکن جس وقت گاڑی مجھ کو لے کر رخصت ہو رہی تھی تو میں نے ایک آدمی کو دوسرے سے کہتے سنا کہ بات کچھ نہیں بے چاری پگلی ہے۔ اور اب اس کو پاگل خانہ میں لئے جاتے ہیں۔ ادھر جوں ہی مجھ کو گاڑی کے اندر دھکیلا گیا ایک آدمی نے جو پہلے سے اس کے اندر موجود تھا مجھے کمر کے پاس سے پکڑ لیا۔ میرے لئے ایک ہی نظر کافی تھی۔ معلوم ہوا یہ وہی آدمی تھا جس کے بارے میں میں بیشتر بیان کر چکی ہوں کہ اس نے مجھے سر بازار روکا اور چھیڑا تھا۔ سخت غصہ کی حالت میں میں نے اس کے ہاتھ سے چھوٹنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ میں اس بدسلوکی کو برداشت نہیں کر سکتی اس لئے فوراً مجھے چھوڑ دو اور گاڑی سے اتر جانے دو۔ مگر اس نے میرے غصہ کے جواب میں قہقہہ لگایا اور کہنے لگا تو بالکل میرے بس میں ہے اور اب کہیں جا نہیں سکتی۔ بالفرض تو نے چیخیں ماریں تو اس سے اس خیال کی اور زیادہ تصدیق ہوگی کہ یہ واقعی کوئی دیوانی عورت ہے۔ جس کو پاگل خانہ لئے جاتے ہیں۔ میں نے گاڑی کا بند شیشہ کھولنے کی کوشش کی اس نے میرا ہاتھ زبردستی کھینچ لیا۔ اس پر بھی میں نے زور دار جد و جہد جاری رکھی اور آخر کار گاڑی کا شیشہ توڑنے میں کامیاب ہو کر پھر ایک بار چیخ پکار شروع کی۔ لیکن گاڑی آندھی کی رفتار سے چل رہی تھی۔ اب وہ شہر کی حدود سے باہر نکل آئی تھی اور اس سڑک پر چلنے لگی تھی جسے میں نے

پہنچا تا کہ لاج کی طرف جاتی ہے۔ اپنی حال کی جد وجہد اور چیخ و پکار سے تھک کر میں ضعف جانی سے گاڑی کے گدوں پر جھک گئی۔ کیونکہ اب میرے لئے بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہ تھی لیکن جلدی ہی یہ سوچ کر کہ اوسان ہارنا ٹھیک نہیں۔ میں اٹھ کر سامنے والی نشست پر بیٹھ گئی اور اس نوجوان کو مخاطب کرکے اس کے خلاف قانون اور خلاف آئین شرافت طریق عمل پر لعنت ملامت شروع کی۔ اس پر وہ بڑی لاپروائی سے کہنے لگا کہ جو کچھ تم کہہ رہی ہو محض لاحاصل ہے خواہ تم مجھ کو گالیاں دو، یا منت سماجت کرو مجھ پر کوئی بات اثر پیدا نہیں کر سکتی۔ میں ایک دولت مند امیر ہوں۔ اور عیش و نشاط کا شوق رکھتا ہوں۔ اس شوق کے پورا کرنے میں نہ مجھ کو کسی خرچ کی پروا ہے نہ کسی خطرہ کی۔ آج سر بازار تم کو دیکھا تو طبیعت للچا گئی۔ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں لیڈی نہیں ہوں لیکن اطمینان رکھو میں تم کو لیڈی بنا دوں گا۔ پھر دفعتاً اس نے چاپلوسی کا لہجہ اختیار کیا اور منت آمیز لفظوں میں کہنے لگا کہ تم کو اس شخص سے بے رحمی کا سلوک نہ کرنا چاہیئے جو اپنی ساری دولت تم پر نچھاور کرنے کو تیار ہے۔ مگر میں نے اس کی ساری باتوں کو ٹھکرا دیا اور کہا خواہ کچھ ہو میں تمہاری بات ماننے سے پہلے جان دے دینا بہتر سمجھتی ہوں۔ اس اثنا میں گاڑی برابر تیزی رفتار سے چل رہی تھی۔ اور میں تھوڑی دیر کے بعد کھڑکی کی راہ سے دیکھ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ کیا کوئی آدمی سامنے سے آتا نظر آتا ہے تاکہ میں اس سے امداد کی درخواست کروں۔ میں نے تین چار کسانوں کو راستہ چلتے دیکھا اور ان کو مدد کے لئے آوازیں بھی دیں مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر سکتے۔ گاڑی آندھی کی رفتار سے پاس ہو کر نکل گئی۔ اور میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ موجودہ حالت میں کسی سے امداد کی امید رکھنا لاحاصل ہے۔ اس سے میرے دل کو جو دہشت ہوئی وہ محتاج بیان نہیں۔ چند لمحوں کے عرصہ میں گاڑی شاہراہ سے ہٹ کر ایک کچی

سڑک کی طرف چلی۔ جو اتنی تنگ تھی کہ گاڑی بہ مشکل اس سے گزر سکتی تھی میرا خیال ہے کہ اگر سامنے سے کوئی دوسری گاڑی آتی ہوئی مل جاتی تو اس گاڑی کو ضرور روک لینا پڑتا۔ اب یہ امید میرے جی کا سہارا تھی کہ شاید کوئی سواری سامنے سے آتی ہوئی مل جائے مگر افسوس اس میں بھی مایوسی ہوئی۔ حتی کہ گاڑی ایک اور کھلی سڑک پر پہنچ کر جدھر جانے کے لئے یہ کچی سڑک میرے خیال میں چھوٹے راستہ کا کام دیتی تھی اور بھی زیادہ تیزی رفتار سے چلنے لگی۔ اس سڑک پر اکا دکی کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی ان پر کوئی چھکڑا یا اناج کی بھری ہوئی گاڑی نظر آجاتی تھی۔ اور ایک بار میں نے چند عورتوں اور مردوں کو گھوڑوں پر بیٹھے ہوئے سیر کرتے بھی دیکھا لیکن گو میں نے ہر موقع پر امداد کے لئے چیخیں ماریں۔ تاہم کوئی میری مدد کے لئے نہ آیا اور میرے ساتھی نے پھر ایک بار مجھ سے کہا کہ تمہارا شور و غل جاتا ہے سود ہے اور اس سے نقصان کے سوا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اسی طرح قریباً پاؤ گھنٹہ چل کر گاڑی ایک کشادہ لیکن دھندلی صورت کے پختہ مکان کے روبرو ٹھہر گئی۔ جو سڑک کے کنارے اونچے درختوں کے وسط میں بنا ہوا تھا۔ اس جگہ مجھ کو اترنے کا حکم دیا گیا مگر میرے ساتھی نے پھر بھی اس خیال سے میرا بازو پکڑے رکھا کہ ایسا نہ ہو میں بھاگنے کی کوشش کروں۔ وہ نوکر بھی جو گاڑی کی پشت پر کھڑا تھا غالباً اسی مصلحت کے لئے ساتھ ساتھ ہو لیا ایک سن رسیدہ سرکہ جبیں عورت جو بظاہر اس گھر کی تنخواہ دار مہتمم تھی کیونکہ اس کا لباس کچھ ایسی ہی حیثیت ظاہر کرتا تھا۔ دروازہ کھولنے آئی۔ ایک لفظ تک کہے بغیر تاہم اس انداز سے گویا وہ اس طرح کے واقعات کی عادی تھی وہ مجھے ساتھ لے کر زینہ کی طرف ہولی مگر ڈیوڑھی میں پہنچ کر میں کھڑی ہو گئی اور اس عورت سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے اور مجھے کس کے حکم سے اس جگہ لایا گیا ہے؟ اس وقت نوجوان نے مجھ سے کہا

کہ میرا نام سر ملکم دیونیہم ہے۔ میں ہی اس کا مالک ہوں۔ اور چونکہ سب نوکر میرے تابع فرمان ہیں اور ان میں سے کسی کو جرأت نہیں کہ تم کو میرے خلافِ منشا مدد دے سکے۔ اس لئے تمہارا شور و شر پیدا کرنا یا کسی سے امداد کی امید رکھنا لاحاصل ہے۔ جیساکہ تم سمجھ سکتے ہو مجھے اس بیان سے دہشت ہوئی اور غصہ بھی بہت آیا۔

"پاجی! بدمعاش! کمینہ!" میرے اپنے منہ سے جوش کی حالت میں نکلا۔ کیونکہ مجھے اس کم بخت کے برخلاف نہ صرف اس بدسلوکی کی وجہ سے غصہ تھا جو اس نے چارلٹ مرے سے کی تھی۔ بلکہ میں یہ سوچے بغیر بھی نہ رہ سکا کہ وہ کیسا ناہنجار شخص ہے کہ گناہ میں بھی وفا کا خیال کبھی اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ قدرتی طور پر میرے خیالات کی رَو بدنصیب انیبل کی طرف گئی جس نے اپنی زندگی اس کمینہ شخص کے لئے برباد کر لی تھی لیکن جس کی محبت کا اس شخص کو ذرا پاس نہ تھا۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے چارلٹ نے کہا: "اس وقت میں نے سر ملکم دیونیہم سے کہا کہ میں لیڈی کیلنتھ فیئرا کی خادمہ ہوں جو فی الحال مرٹل لاج میں ٹھہری ہوئی ہیں۔ اس اطلاع کو پاکر سر ملکم کو کسی قدر حیرت ہوئی ..."

"جو اس لئے قدرتی تھی" میں نے اپنی طرف سے اضافہ کیا "کہ اس کو اس دعوت کے جلسہ میں بلایا گیا تھا جو لیڈی کیلنتھ کے اعزاز میں دی گئی تھی"

"میں نے اس کو فہمائش کی" چارلٹ نے بیان کیا "کہ میری عدم واپسی کی صورت میں میری تلاش کا عمل بڑی سختی سے شروع کیا جائے گا۔ اور آپ گو اس وقت اپنے آپ کو ہر طرح محفوظ خیال کرتے ہیں تاہم یاد رکھئے کہ بعدازاں آپ کو ضرور اس ستم رانی کی سزا ملے گی اور اس وقت آپ کے لئے ہاتھ ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اس وقت وہ قہقہہ مار کر ہنسنے لگا۔ اور بولا یہ باتیں تم آج کہہ رہی ہو مگر ایک دو دن کے عرصہ میں خود بخود سیدھی ہو جاؤ گی۔ اور اس وقت مجھ سے

درخواست کروں گی کہ میں تمہیں اپنے ہی پاس رکھوں۔ اس آخری فقرے کا جواب میں نے بڑی حقارت سے دیا اور دروازہ کی طرف دوڑی مگر سرملکم نے بھاگ کر مجھے پکڑ لیا اور گالی دے کر کہنے لگا کہ تم اس طرح مجھ سے بچ کر نہ جاؤ گی۔ محض اس کے جور ظلم سے محفوظ رہنے کے لئے میں نے اس عورت کے ساتھ جانا منظور کرلیا جو مجھے اس جگہ تک لائی تھی اور اس عرصہ میں چپ چاپ کھڑی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ وہ مجھے اوپر کی منزل پر ایک کمرۂ نشست میں لے گئی جس کی پشت پر خوابگاہ کا دروازہ تھا۔ وہاں اس نے مجھ کو چھوڑ کر باہر کا دروازہ بند کردیا۔ اور رخصت ہوگئی۔ یوزف۔ تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ اس جگہ تنہائی اور حراست میں رہ جانے کے بعد میرے دل میں کیا کیا خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے ہیں۔ میں راہ فرار تلاش کرنے کے لئے چاروں طرف دیکھتی تھی مگر کوئی راستہ بچاؤ کا نظر نہ آتا تھا۔ کھڑکیاں اتنی اونچی تھیں کہ ان کا خیال لانا ہی بے سود تھا۔ اور دروازہ کھولنے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔ اسی طرح کئی گھنٹے گذر گئے اور اس اثنا میں مکان کے اندر گہری خاموشی چھائی رہی آخر کار تین بجے کے بعد جب شام ہونے لگی تو گھر کی مہتمم عورت ایک دوسری خادمہ کو لئے ہوئے جس کے ہاتھ میں ایک تھال کے اندر کئی طشتریاں رکھی ہوئی تھیں داخل ہوئی۔ میرے لئے دسترخوان بچھایا گیا اور مجھ سے ادب کے ساتھ کھانا کھانے کی درخواست کی گئی۔ مگر میں اپنی رہائی کے لئے زور دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے یہ کہہ کر ان عورتوں کو دھمکایا کہ یہ جرم، تمہارا مالک جس کا مرتکب ہو رہا ہے بہت سنگین ہے۔ اور اس کے معاونوں کی حیثیت میں تم دونوں بھی قابل تعزیر ہو۔ اس لئے اب بھی مجھے اس گھر سے رخصت ہوجانے دو۔ ورنہ تم کو جوابدہی کرنا مشکل ہو جائے گا۔ مگر ان پر میری دھمکیوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ میں نے منت سماجت شروع کی لیکن وہ بھی لاحاصل ہوئی۔ وہ کھانا رکھ کر بدستور دروازہ

بند کر کے چلی گئیں۔ اور میں اس کمرہ میں قیدی کی طرح رہ گئی جس کے بعد کئی کئی طرح کے ہیبت ناک خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے۔"

"غریب چارلٹ!" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "کیا کیا مصیبتیں تو نے جھیلی ہیں!"

"جوزف! واقعی میں نے تھوڑے سے عرصہ میں بہت تکلیف پائی ہے۔ اپنی فکر تو مجھ کو تھی ہی مگر زیادہ پریشانی اس خیال سے تھی کہ میرے دیر تک غیر حاضر رہنے سے لاج میں کیا خیال کیا جائے گا۔ مگر میں اپنی داستان کے اس حصّہ کو طول دینا نہیں چاہتی۔ مختصر یہ کہ میں سخت پریشانی کی حالت میں تھی۔ کھانے ایک لقمہ تک منہ میں ڈالے بغیر میں نے کچھ ٹھنڈا پانی پیا۔ کیونکہ میرا گلا اور ہونٹ خشک تھے۔ سات بجے کے قریب وہی دونوں عورتیں پھر آئیں اور کھانے کی چیزیں جو بغیر چکھے رکھی ہوئی تھیں اٹھا کر لے گئیں اور ان کی جگہ میز پر چائے کا سامان رکھ دیا۔ پھر ایک بار میں نے ان کو دھمکیاں دیں اور منتیں بھی کیں مگر لاحاصل۔ وہ مجھے اسی طرح کمرہ میں بند کر کے چلی گئیں۔ اس کے بعد پھر خاموشی چھا گئی۔ اور میرے دل میں تکلیف دہ خیالات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ پیدا ہو گیا۔ کئی گھنٹے گذر گئے۔ حتیٰ کہ میرا خیال ہے رات کے گیارہ بجے تھے کہ میں نے کسی کے پاؤں کی بھاری چاپ دروازہ کے باہر سنی اور سر ملکم دیو نیہم داخل ہوا۔ اس کا چہرہ کثرتِ شراب نوشی سے سرخ تھا۔ اور وہ بدمست نہ سہی تاہم مسرور ضرور تھا۔ اب میرے دل میں بدترین اندیشے پیدا ہونے شروع ہوئے کیونکہ خیال آیا جو شخص ہوشمندی کی حالت میں اپنے جرم کی طرف سے اس قدر لاپرواہ ہو سکتا ہے وہ عالم سرمستی میں جو کچھ بھی کرے تھوڑا ہے۔ اس کے فوراً بعد وہی مہتمم عورت ایک چاندی کے تھال پر کانچ کی صراحیاں اور گلاس لئے داخل ہوئی اور ان چیزوں کو میز پر رکھ کر رخصت ہونا چاہتی تھی کہ میں نے اس

سے ٹھہرنے کے لئے التجا کی۔ اس پر بیرونٹ نے کہا۔ اوہ تم کیا اس کو ایسی ہی بیوقوف خیال کرتی ہو جو اپنے فرض کو اچھی طرح سمجھتی ہے۔ چنانچہ وہ ان چیزوں کو رکھ کر فوراً ہی رخصت ہو گئی۔ اس کے بعد سر ملکم دیوانیہ سے بیٹھ کر دو گلاس پر کئے اور ایک مجھ کو پیش کیا۔ جیسا کہ قدرتی تھا میں نے صاف انکار کر دیا۔ جس پر اس نے میری "احمقانہ" باتوں پر طعن و تشنیع شروع کی مگر میں ان ساری اذیتوں کا حال بیان کرنا نہیں چاہتی۔ جو اس نے مجھے دیں۔ مختصر یہ کہ میرا جواب ایک تھا یعنی ہر حال میں نہیں۔ یا اس کے علاوہ اپنی آزادی کے لئے درخواست اور اصرار۔ اسی طرح ایک گھنٹہ گزر گیا۔ حتیٰ کہ آدھی رات کا عمل ہوا۔ اس اثنا میں سر ملکم پیالہ بہ پیالہ پیئے جاتا تھا۔ اور میں اس امید پر چپ تھی کہ شاید اس کے بدمست ہونے کے بعد میرے لئے بچاؤ کا کوئی سامان پیدا ہو جائے۔ چونکہ اس کے آنے کے بعد کمرہ کا دروازہ کھلا رہ گیا تھا اس لئے میں اس بارے میں پُر امید تھی۔ مگر میں نے دیکھا کہ ایک طرف تو وہ میرے فرار کے بارے میں پوری طرح محتاط تھا اور دوسری جانب بسیار نوشی اس پر کوئی اثر بھی پیدا نہ کر سکتی تھی۔ دفعتاً اس نے گھڑی دیکھی، اور یہ کہکر کہ آدھی رات ہو گئی، کھڑا ہو گیا۔ اور مجھ کو اس قسم کے الفاظ سے مخاطب کرنے لگا جن کو سُن کر میرا چہرہ غصہ اور شرم سے سُرخ ہونے لگا۔ لیکن الفاظ ابھی اس کے منہ میں ہی تھے کہ باہر کسی گھوڑے کے سرپٹ دوڑنے کی آواز سُنائی دی۔ جو دروازہ کے پاس آ کر رُک گئی۔ اس آواز کو سُن کر دہشت کے آثار سر ملکم کے چہرہ پر نمودار ہوئے۔ لیکن جلدی ہی یہ کہہ کر کہ نہیں، یہ وہ نہیں ہو سکتی۔ اس نے پھر وہی شرمناک تقریر شروع کر دی۔ سخت جوش کی حالت میں میں دوڑ کر کمرہ کے دروازہ کی طرف جانا چاہتی تھی کہ وہ بڑے زور سے کھلا اور ایک نہایت حسین عورت سواری کا لباس پہنے داخل ہوئی۔۔۔۔"

"آہ!" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور قریب تھا کہ میں حالت جوش میں اپنے دل کا سارا حال کہہ جاتا کیونکہ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ حسین عورت جس کی آمد کا ذکر چارلٹ مرسے نے کیا۔ اتھیل کے سوا کوئی اور نہ تھی۔ مگر میں نے بڑی مشکل سے ضبط کیا اور اپنے خیالات ظاہر کئے بغیر چارلٹ کا بیان سنتا رہا۔

"حقیقت میں وہ ایک بڑی خوبصورت عورت تھی" چارلٹ نے تقریب جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور اس وقت میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ درزش اور غصہ سے سرخ تھا اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے..."

"بدنصیب اتھیل!" میں نے پھر ایک بار اپنے دل میں کہا۔ گو میرے ہونٹوں نے کوئی بات ظاہر نہیں کی:

"اس کو آتا دیکھ کر سر ملکم دو نیہم تھوڑی دیر کے لئے گھبرا گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے اندر جتنی رعونت اور تیزی موجود تھی وہ سب دفعتاً رخصت ہو گئی۔ نوجوان خاتون جس کی عمر سترہ اٹھارہ سال کے قریب معلوم ہوتی تھی سیدھی کمرہ میں داخل ہو کر میری طرف آئی اور کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سر ملکم نے ناراضگی کے لہجہ میں کہا۔ "وائیولٹ یہ بہت بری بات ہے... بہت بری!" اس نے اس کے لفظوں کو تلخ لہجہ میں دہراتے ہوئے کہا۔ "مگر اس کے ذمہ دار تم ہو۔ میں حکم دیتی ہوں کہ اس نوجوان عورت کو اسی وقت رخصت کر دو۔" "نہیں" سر ملکم نے غصہ کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے زور کے ساتھ کہا... "مگر تم کو ضرور ایسا کرنا پڑے گا" خاتون نے سختی کے ساتھ جواب دیا۔ اور اگر ایسا نہ کروگے تو میں اسی وقت جا کر حکام سے امداد طلب کروں گی... کیا تم وائیولٹ۔ سر ملکم نے کہا... ہاں میں۔ اس نے تکبر آمیز استقلال کے ساتھ جواب دیا۔ آہ جمز! اب جو میں اس نظارہ کو یاد کرتی ہوں تو وہ نازک اندام حسینہ اس حالت جلال میں جو اس کے خوشنما چہرہ کو بہت زیب دیتی تھی۔ غصہ سے گردن اٹھائے اپنی اصلی قامت سے دراز تر

دکھائی دیتی۔ اب بھی قہر آلود دیوی کی طرح سیروتنٹ کی طرف گھورتی نظر آتی ہے۔ سر
ملکم نے بڑبڑاتے ہوئے چند الفاظ کہے مگر اس خاتون نے بالکل پرواہ نہ کی اور میری طرف
مڑ کر کہنے لگی۔ جوان عورت دروازہ کھلا ہے جاہیں تجھ کو آزاد کرتی ہوں۔ مگر رخصت
ہونے سے پہلے میری ایک بات سن۔ یہ کہتے ہوئے وہ مجھے ایک طرف لے گئی اور اس کے
بعد مدھم آواز میں جس میں ہلکی تھرتھراہٹ پائی جاتی تھی میرے کان میں کہنے لگی۔ اگر تیرے
دل میں میرے اس سلوک کے لئے جو اس وقت تجھ سے کرتی ہوں۔ شکر گذاری کا کوئی
احساس ہو تو میری خاطر اس سے رحم کا سلوک کیجیو۔ میں درخواست کرتی ہوں کہ اس
کی سختی بھول کر میری نرمی کی خاطر اس کو بخش دیجو۔ یہ کہتے ہوئے آنسوؤں کے قطرے
اس کے دلفریب رخساروں پر بہنے لگے۔ اور میں اس کی حالت دیکھ کر بہت متاثر ہوئی
چنانچہ اس وقت میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ آپ کے کہنے کے مطابق میں اس آدمی
کے برخلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کروں گی۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر
گرم جوشی سے دبایا اور اس کے بعد مجھ کو دروازہ کی طرف جانے کے لئے بے صبری کا
اشارہ کیا۔ میں نے ٹوپی اور شال اٹھا لیا اور تیز چلتی کمرہ سے رخصت ہوئی۔ گو ہر لحظہ
ڈر لگا ہوا تھا کہ سر ملکم دیو نہیم میرا پیچھا نہ کرے۔ میں جس وقت سیڑھیوں سے اتری تو
گھر کی نوکرانیوں میں سے کسی نے مجھ کو روکنے کی کوشش نہ کی۔ اور میں بلا مزاحمت
دروازہ سے باہر نکل آئی۔"

"چارلٹ۔ خدا کا شکر ہے کہ تم بچ کر آ گئیں؟" میں نے جلدی سے کہا۔ گو اپنے
دل میں میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ خدا معلوم چارلٹ کے آنے کے بعد سر ملکم اور اس
خاتون میں جسے وہ وایلیٹ کے نام سے مخاطب کرتا تھا کیا واقعات پیش آئے ہوں گے۔

"ہاں میں بچ کر آ گئی۔" چارلٹ نے پھر ایک بار تقریر کہتے ہوئے کہا۔ "اور جس
قدر تیزی کے ساتھ ممکن تھا اس گھر سے نکل کر دوڑنا شروع کیا۔ لیکن گو میں وقت پر

بچ کر نکل آنے سے بہت خوش تھی تاہم اپنی اس وقت کی پریشان حالی کو نظر انداز نہ کر سکتی تھی۔ آدھی رات کا وقت، تنہائی، اور گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ خطرہ کا جو احساس اس وقت میرے دل کو تھا اس کا بہتر اندازہ خیال ہی میں کیا جا سکتا ہے۔

تاہم جیسا میں نے بیان کیا ہے میں بڑی تیزی سے اس راہ پر چلتی رہی جدھر سے گاڑی صبح کے وقت گزری تھی اور اپنے جی میں اس بات سے خوش تھی کہ ہر ایک قدم جو میں اٹھاتی ہوں مجھ کو لاج کے قریب تر لا رہا ہے۔ آخر کار ایک کسان مجھ کو راستہ میں ملا۔ جو کوئی بُرا ہی ٹیک آدمی تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ مرٹل لاج یہاں سے کتنی دور ہے اس نے جواب دیا کہ اندازاً تین میل۔ اور اس کے ساتھ راستہ کا حال اس تفصیل کے ساتھ مجھ کو سمجھا دیا کہ اس کے بعد راہ گم کرنے کا احتمال باقی نہ رہا۔ میں نے بطور انعام کچھ نقدی اسے دی اور اس کے بعد تیز چلتی آخر کار لاج تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ مگر بڑی تھکی ماندی حالت میں۔ بس یہ سارے واقعات ہیں جو میں نے بیان کر دیئے۔"

چارلٹ کے ساتھ میری گفتگو تھوڑی دیر اور ہوتی رہی۔ اور جب اس کے بعد ہم لاج میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ مس ڈبکن رخصت ہو گئی۔ وہ اپنا سامان بعد میں بھیجے جانے کی ہدایت چھوڑ کر پیدل ہی چلی گئی تھی۔ معلوم ہوا جانے سے پہلے اس نے لیڈی جارجیانہ سے ملاقات کی بہت کوشش کی۔ شاید اس لیئے کہ وہ اس سے معافی اور رحم کی درخواست کرنا چاہتی تھی لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ اور لیڈی جارجیانہ نے جو تنخواہ اس کی بنتی تھی کوڑی پیسے سے نوکرانی کے ہاتھ اس کے پاس بھیجدی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد جب میں نوکروں کے کمرہ میں داخل ہوا تو باورچن اور دونوں خادماؤں نے مجھے حال کے واقعات پر مبارکباد دی۔ اور جان رابرٹ نے جیسا کہ اس کی عادت تھی وہی غراہٹ اور کراہٹ کی ملی ہوئی آواز جو ہر طرح کے موقعوں پر کام دے جاتی تھی پیدا کی۔

کم و نشست میں جو واقعہ پیش آیا تھا اس کے فوراً بعد مسٹر ٹائیورٹ چیف پولیس کو اقدام نقب زنی کی اطلاع دینے اکسیٹر چلے گئے تھے لیکن چونکہ اپنے بخل کی وجہ سے نہ انہوں نے دونوں بدمعاشوں کی گرفتاری کے لئے انعام کا وعدہ کیا اور نہ ان کا حلیہ چھاپے جانے کے سلسلہ میں اشتہاروں کا خرچ برداشت کرنا ہی منظور کیا۔ اس لئے پولیس ملزموں کی گرفتاری کی بہت کم امید اُن کو دلا سکی۔

لیڈی کیلنتھ کا راز

اس سے اگلے دن چارلٹ مرے پھر ایک بار مجھ سے علیحدگی میں ملی اور کہنے لگی۔
"جوزف۔ میں اپنی مالکن کی طرف سے ایک بڑا خوشگوار فرض ادا کرنے کے لئے آئی ہوں تم کو یاد ہوگا کہ شروع میں کس قدر مشکل سے اس نے تم کو خطاوار سمجھا تھا اور اس کے بعد جب حالات کی شہادت سختی سے تم کو مجرم ثابت کر رہی تھی تو اس کے دل کو کتنا سخت افسوس ہوا تھا۔ اسی طرح جب آخرکار تمہاری بے گناہی ثابت ہوگئی تو سب سے زیادہ خوشی اسی کے دل کو ہوئی تھی۔ وہ اچھی طرح محسوس کرتی ہے کہ اس واقعہ سے تمہارے دل کو سخت صدمہ پہنچا ہوگا۔ کیونکہ ایک جھوٹے اور خوفناک الزام کا یہ قدرتی نتیجہ ہوتا ہے۔ وہ اس بات کو بھی محسوس کرتی ہے کہ جب آخرکار تمہاری بے گناہی ثابت ہو جانے کے بعد اس کی بہن اور بہنوئی نے برائے نام معاوضہ پیش کیا۔ تو یہ بات تمہارے لئے بڑی ہتک آمیز تھی۔ مگر جوزف میں ڈرتی ہوں تم شاید خیال کرو گے مجھ ایسی منہ زور عورت اتنی لمبی اور سنجیدہ تقریر کس لئے کر رہی ہے؟"

"چارلٹ" میں نے قطع کلام کر کے کہا: "تم ظاہراً کیسی ہی خوش طبع اور لاپرواہ کیوں نہ ہو۔ خدا نے تم کو بڑا نیک دل اور نیک سیرت دی ہے۔ اور اسی کی میرے خیال میں ہر نیک انسان کو ضرورت ہے۔"

"جوزف۔ میں ان الفاظ کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں بے شک میں دل کی بری عورت نہیں ہوں۔ لیکن ذکر ایک اور معاملہ کا تھا میری مالکن لیڈی کیلنتھ محسوس کرتی ہیں کہ اس جھوٹے الزام کے بعد جو تم پر عائد کیا گیا تھا کچھ نہ کچھ معاوضہ ضرور تم کو ملنا چاہئے۔ پس انہوں نے میرے ذریعہ سے یہ چیز تمہارے لئے بھیجی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اصرار کیا ہے کہ تم ضرور لے لو۔ کیونکہ ممکن ہے آئندہ کسی وقت جب تم اس ملازمت کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جاؤ تو یہ تمہارے لئے کار آمد ثابت ہو۔"

یہ کہتے ہوئے چارلٹ نے ایک بینک نوٹ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ دس پونڈ کا تھا۔

"نہیں نہیں چارلٹ" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں کسی حالت میں اس کو لینا منظور نہیں کر سکتا۔"

"جوزف" اس نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "کیا تم سچ مچ اسے لینے سے انکار کرتے ہو؟ بے شک میں تم کو ذکی الحس جانتی ہوں۔ تو بھی اس طرح کا انکار میری امیدوں سے بعید ہے۔"

"چارلٹ" میں نے جلدی سے اس کو جواب دیا "خدا کے لئے یہ نہ سمجھو کہ میں نمائش کرتا ہوں یا مجھے تکبر کی وجہ سے انکار ہے۔ نہیں میں لیڈی کیلنتھ کی فیاضی کا تہ دل سے ممنون ہوں تاہم میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس انعام کی وصولی کا کوئی حق قطعاً مجھ کو حاصل نہیں ہے۔"

"لیکن جوزف" چارلٹ نے زور دیتے ہوئے کہنا شروع کیا: "ہم لوگ آخر نوکر

ہیں۔ اس لئے مالک اگر خوش ہو کر انعام دے تو ہم پہ واجب ہے ..."

"نہ" میں نے پھر ایک بار قطع کلام کر کے کہا۔ "چاہے کچھ ہو۔ میں اس نوٹ کو وصول نہیں کر سکتا۔"

"کیا اس حالت میں بھی کہ تم نے گھر والوں کو چوروں کی لوٹ مار سے بچایا جو ممکن تھا قیمتی سامان لے جانے کے علاوہ گھر کے سب آدمیوں کو میری مالکن سمیت سوتے میں قتل کر کے فرار ہو جاتے۔"

"سنو چارلٹ" میں نے اس سے کہا۔ "اگر مسٹر ٹامبورٹن میری خدمات کا موزوں صلہ پیش کرتے تو میرا فرض تھا کہ اس کو وصول کر لیتا۔ مگر اس طرح کا انعام میں لیڈی کیلیتھ سے ہرگز ہرگز وصول نہیں کر سکتا۔ میرے لئے ان کی ہمدردی ہی اتنی بڑی نعمت ہے جس کو میں سونے سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں۔ اس لئے میری طرف سے ان کی عنایت کا شکریہ ادا کرنا اور کہنا کہ میں چونکہ اپنے آپ کو اس انعام کا حقدار تصور نہ کرتا تھا اس لئے بڑے ادب کے ساتھ معذرت چاہتا ہوں۔"

چارلٹ نے پھر ایک بار حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا مگر اس کی نگاہ سے پایا جاتا تھا کہ وہ میرے انکار سے ناراض نہیں بلکہ اس واقعہ سے میرا درجہ اس کی نظروں میں اور بھی اونچا ہو گیا ہے۔

"جوزف تم عجیب طبیعت کے آدمی ہو۔" اس نے اس طرح مسکراتے ہوئے کہا کہ اس کے ہموار سپید دانت نمودار ہوئے۔ "اور یقیناً اگر میں تم سے تین سال بڑی نہ ہوتی تو تم سے عشق کرنے پر مجبور ہو جاتی۔ لیکن مذاق برطرف۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں جو تمہاری واقفیت کو گذرا ہے مجھے تم سے سچی محبت ہو گئی ہے اور آئندہ میں ہمیشہ تمہاری بہتری اور ترقی کی خواہشمند رہوں گی۔ اس بینک نوٹ کے بارے میں" اس نے اس کو تہ کر کے جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "میں اب کچھ نہ کہوں گی۔ لیکن ہاں ایک سوال

میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں۔ گو وہ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا" اور یہ کہتے ہوئے اس کے چہرہ پر شرم کی سرخی پیدا ہو گئی۔

"کہو وہ کیا سوال ہے اور تم کہتے کہتے چپ کیوں ہو گئیں؟"

"میں یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا تم نے اپنے دوست چارلس لنٹن سے خط و کتابت کی ہے؟" اور یہ کہتے ہوئے وہ پھر شرما گئی۔ جس سے میں نے اندازہ کیا کہ اس ملاقات کے موقعہ پر جو اکسیٹر میں ہوئی تھی وہ مسٹر ریونس ہل کے خوش اندام نوکر کو دیکھ کر ضرور اس پر وارفتہ ہو چکی ہے۔

"نہیں" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "اس وقت تک کوئی خط کتابت ہمارے درمیان نہیں ہوئی۔ لیکن اب چونکہ چارلس کو میرا پتہ معلوم ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ وہ ضرور میرے نام خط لکھے گا" اور پھر مسکراتے ہوئے "بہرحال اطمینان رکھو کہ میں اس کا خط ضرور تم کو دکھا دُں گا۔ وہ بڑا نیکدل اور اچھی سیرت کا انسان ہے..."

"مجھ کو معلوم ہے" چارلٹ نے شرما کر دوسری طرف منہ پھیرتے ہوئے کہا اور اس کے بعد یہ گفتگو ختم ہو گئی۔

اسی دن سہ پہر کو لیڈی کیلنتہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے مجھ کو ملی۔ اور میں نے اس کی صورت سے اندازہ کیا کہ وہ بینک نوٹ کی وصولی کے بارے میں میرے انکار سے ناراض نہیں۔ اس سے میرے اپنے دل کو بھی خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ میں اس نیک دل خاتون کو جس نے مجھ پر ہر حال میں اتنی عنایت کی تھی کسی طرح بھی ناراضگی کا موقعہ دینا نہ چاہتا تھا۔

اس کے بعد ایک مہینہ گذر گیا۔ کئی اور دعوتیں دی گئیں اور گھر کے باقی نوکروں نے مجھ کو یقین دلایا کہ اس سے پہلے لاج میں کبھی ایسی چہل پہل نہ ہوئی تھی۔ اس اثنا میں اکسیٹر کی پولیس نے ٹامس ٹیڈی یا بل بلیک بیرڈ کی گرفتاری کے بارے میں کوئی اطلاع

نہ بھیجی جس سے میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو گیا کہ مرٹل لاج میں نقب زنی کی جو کوشش ان لوگوں نے کی تھی اس میں ناکام رہنے کے بعد وہ یقیناً ان نواحات سے کسی طرف کو بھاگ گئے۔ نہ مس ڈیکن کے چلے جانے کے بعد لیڈی جاربیانہ نے اپنے لئے کوئی نئی سہیلی تلاش کی جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ وہ فی الحال اپنی چھوٹی بہن کی صحبت کو ہی کافی تصور کرتی تھی۔

بہرحال ایک مہینہ گذر گیا اور اس کے بعد وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر میں اب کرنا چاہتا ہوں۔ ماہ جنوری کے آخری ایام میں ایک خوشگوار اور ٹھنڈا دن تھا۔ کہ مسٹر مائیورنٹ نے قبل دوپہر مجھ کو ایک چٹھی دے کر ایک دوست کے مکان پر لے جانے کے لئے بھیجا جو مرٹل لاج سے قریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر رہتا تھا۔ بڑا سہانا سماں تھا اور گو سرد ہوا چلتی تھی تاہم وہ باعث تکلیف نہیں بلکہ راحت کا احساس پیدا کرنے والی تھی۔ آسمان کا رنگ نکھرا ہوا تھا اور اس کی نیلگوں پہنائی چند نہایت باریک بادلوں کے سوا شفاف دکھائی دیتی تھی۔ زمین پالے کی وجہ سے سنگ مرمر کی طرح ٹھوس تھی اور پیدل چلتے ہوئے خوشگوار آواز پیدا ہوتی تھی۔ میرا قدم ہلکا تھا اور جی امنگوں سے پُر۔ کیونکہ وہ ایک اس طرح کا دن تھا جب بدن کو حرکت کرنے سے فرحت اور توانائی حاصل ہوتی۔ اور خون میں گرمی آتی ہے اور اس کا دوران تیز ہونے سے حوصلے بلند ہونے لگتے ہیں۔ میں جس راہ پر چل رہا تھا وہ کھیتوں سے ہو کر گذرتی تھی۔ بہرحال وہ ایک اس طرح کی پگڈنڈی تھی جس پر لوگ عموماً آیا جایا کرتے تھے اور کھیتوں میں سے گذرنے کے باوجود گھاس پر چلنے کی حاجت نہ تھی۔ جس پر شبنم کے جمے ہوئے قطرے لاتعداد موتیوں کی طرح چمک رہے تھے میں قریباً دو کھیتوں کا فاصلہ طے کر چکا تھا کہ دیکھا لیڈی جاربیانہ اور اس کی بہن کیلنتھ اسی راہ پر کسی قدر آگے چلی جا رہی ہیں۔ اس کے بعد میں تیسرے کھیت میں داخل ہوا ہی تھا جس کے وسط میں

وہ اس وقت چل رہی تھیں۔ کہ دفعتاً تیز اور دہشت ناک چیخوں کی آواز میرے
کانوں میں آنی شروع ہوئی۔ میں اپنے خیالات میں محو ملا جاتا تھا کہ ان ہیبت ناک
چیخوں کو سن کر جو سرد ہوا کو قطع کرتی آ رہی تھیں ٹھہر گیا اور اس وقت دیکھا کہ لیڈی
جارجیانہ اور کیلنتھ پیچھے مڑ کر میری طرف کو دوڑی آ رہی ہیں۔ اس کے بعد جلدی ہی
معلوم ہو گیا کہ ان کے دوڑنے اور چیخیں مارنے کی وجہ کیا تھی؟ معلوم ہوا ایک مست
سانڈ زور سے ڈکراتا ان کی طرف بھاگا آ رہا ہے۔ اس کے پھولے ہوئے دم کی آواز
کسی اژدہے کی پھنکار سے مشابہ اور ڈکرانے کا شور ہاتھی کی چنگھاڑ سے ملتا تھا ٹھیک
اس طرح گویا میرے پاؤں میں اڑنے کے پر لگے ہوئے ہوں میں بے تحاشا ان خاتونوں
کی امداد کو دوڑا... بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اڑا۔ کیونکہ اس وقت مجھے خود اپنی تیز
رفتاری پر تعجب ہوا۔ بالکل یہ کیفیت تھی گویا کوئی غیبی طاقت مجھ کو ہوا کے بازوؤں
پر اڑائے لئے جاتی تھی۔ لیکن سانڈ بڑے زور سے سر ہلاتا اور پھنکار لگاتا اس سے
بھی زیادہ تیزی رفتار سے چلا آ رہا تھا جس کے آگے آگے دونوں خاتونیں جان بچانے
کے لئے اندھا دھند میری طرف کو دوڑی آ رہی تھیں۔ لیڈی جارجیانہ چند قدم آگے
اور لیڈی کیلنتھ اس سے پیچھے۔ گویا خطرہ سب سے زیادہ بدنصیب کیلنتھ کے لئے تھا
کیونکہ سانڈ کا سب سے پہلے اسی پر وار کرنا یقینی تھا۔ بڑی خوفناک حالت در پیش تھی۔
خطرۂ عظیم میری نظروں کے سامنے تھا۔

اس دوران میں بپھرا ہوا سانڈ اندھا دھند دوڑا چلا آتا تھا۔ لیڈی جارجیانہ
کے منہ سے اب بھی خوفناک چیخیں نکل رہی تھیں۔ مگر اس کی بہن کیلنتھ نے شاید دہشت
کی شدت سے یا شاید تھک کر چیخیں مارنا بند کر دیا تھا۔ مگر آپ میری سراسیمگی اور
پریشانی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب میں نے دیکھا کہ لیڈی کیلنتھ دوڑتے دوڑتے فرش
زمین سے ٹھوکر کھا کر گر پڑی اور خیال ہے کہ گرتے ہی بے ہوش ہو گئی۔ سانڈ اس اثنا

میں بالکل قریب پہنچ چکا تھا اب اگر ایک منٹ کی بھی دیر ہوتی تو مزور وہ اپنے لمبے
سینگ اس کے پہلو میں گھونپ کر اس کو ہلاک کر دیتا۔ لیکن عین اس وقت میں نے
اپنی ٹوپی اُتار کر ایک ہاتھ میں اور سرخ رنگ کا رومال جو میری جیب میں تھا دوسرے
میں لے لیا۔ اور دونوں چیزوں کو زور زور سے ہلاتا سانڈ کی طرف دوڑنے لگا۔ اپنے
دل میں میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اگر میں اس کو ڈرا کر بھگانے میں کامیاب نہ ہو سکا
تو بلا سے۔ میں اس کے مقابلہ میں اپنی جان ضائع کر دوں گا تاکہ مجھ پر اپنا غصہ نکالنے
کے بعد وہ کیلنتھ پر حملہ کرنے کا خیال چھوڑ دے۔ خوش قسمتی سے میری کوشش کا اثر
فوری ثابت ہوا۔ سانڈ جو اندھا دھند دوڑا آرہا تھا سرپٹ گھوڑے کی مانند اس
تیزی کے ساتھ رُکا کہ اس کی اگلی ٹانگیں جھٹکا کھا کر اونچی اُٹھ گئیں اور اس وقت
جب میں قریباً تین فٹ کے فاصلہ پر اس کے روبرو کھڑا ہوا بے معنی انداز سے
سُرخ رومال ہلا رہا تھا تو وہ جھٹ پیچھے مڑ کر ایک طرف کو دوڑا۔ مگر اب نہ وہ سر
ہلاتا نہ ڈکراتا اور نہ پھنکارتا تھا۔

اس طرف سے مطمئن ہو کر میں نے لیڈی کیلنتھ کو بازوؤں پر اُٹھا لیا۔ نہ میں
نے لیڈی جارجیانہ کو آواز دی نہ اس سے مدد کے لئے آنے کو کہا۔ وہ اب بھی چیخیں
مارتی کھیت کے سرے پر دوڑی جا رہی تھی اور میں نے اس کو روکنے کی کوئی کوشش
نہیں کی۔ اس کے بعد وہ کس طرح کھیت کو پھاند کر دوسری طرف پہنچی اس کا حال
مجھ کو معلوم نہیں۔ بہر حال میں جس وقت لیڈی کیلنتھ کو جو اس وقت تک بیہوش
تھی بازوؤں پر اُٹھائے کھیت کے سرے پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ لیڈی جارجیانہ
بھی باڑ کے دوسری جانب فرش زمین پر بے ہوش پڑی ہے۔ میں نے ایک لمحہ ٹھہر کر
یہ معلوم کرنے کے لئے چاروں طرف نظر ڈالی کہ سانڈ کا ارادہ پھر حملہ کرنے کا تو نہیں ہے
لیکن یہ دیکھ کر خوشی حاصل ہوئی کہ اب اس کی مستی زائل ہو گئی تھی اور اب وہ کھیت

کے دور افتادہ کونے پر کھڑا بے مدعا کسی اور طرف کو دیکھ رہا تھا اس وقت میں
لیڈی کیلینتھ کو لئے ہوئے کھیت کی حد سے باہر نکلا اور لیڈی جارجیانہ کے بارے میں
پروا کئے بغیر اس کی خوبصورت بہن کو بدستور بازوؤں کا سہارا دیئے نرم لفظوں
میں اس سے آنکھیں کھولنے اور بولنے کی درخواست کرنے لگا۔ کیونکہ اس طرح کی
حالت میں مجھ کو معلوم نہ تھا کہ اس کو ہوش میں لانے کے لئے اور کیا ترکیب کر دوں۔
جلدی ہی اس نے ہوش میں آ کر آنکھیں کھولنی شروع کیں اور اس کے بعد سہمی ہوئی
نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ گمان ہے کہ ہوش میں آتے ہی اس کا خیال اس واقعہ
کی طرف چلا گیا جو اس کی بے ہوشی کا ذریعہ ثابت ہوا تھا۔

"بانو۔ اب آپ ہر طرح محفوظ ہیں!" میں نے بدستور اس کو بازوؤں کو سہارا
دیئے ہوئے کھیت کے باہر ایک اونچے مقام پر بیٹھ کر کہنا شروع کیا: "خطرہ جو کچھ
تھا گذر گیا۔ اب کسی بات کا اندیشہ نہیں ہے۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں گویا راحت کے اس احساس کو جو سلامتی کا یقین
ہو جانے سے اس کے دل کو ہوا تھا دراز تر کرنا چاہتی تھی۔ پھر جب میں نے اس کے منہ
کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے زرد رخساروں پر دوبارہ گلاب کی سرخی پیدا
ہونی شروع ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک بہت ہلکا تبسم جو قریباً بے معلوم
تھا اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوا۔ اتنے میں پھر ایک بار اس نے آنکھیں کھولیں اس
کی چھاتی ایک لمبے اور گہرے سانس کی وجہ سے متلاطم ہوئی۔ اور جب اس کے بعد
وہ آہستگی سے اُٹھ کر میری گرفت سے علیحدہ ہوئی تو نرم تھرائی ہوئی آواز سے
کہنے لگی: "جوزف۔ یہ واقعہ کیونکر پیش آیا۔ کیا میں اپنی زندگی کے لئے تمہاری ممنون
احسان ہوں؟"

"بانو" میں نے جواب دیا: "میری خوش نصیبی تھی کہ مجھے آپ کی بروقت امداد

کا موقعہ مل گیا۔"

"آہ لیکن کس طرح؟ تمہارے اپنے بدن پر تو چوٹ نہیں آئی؟" اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا اور شرمیلے انداز سے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی نہیں۔ میں بالکل بچ گیا۔ میری ٹوپی اور رومال ہی دو ہتھیار تھے جن کی مدد سے میں اس خوفناک حیوان کو ڈرانے میں کامیاب ہوا۔۔ لیکن مالکن اب تک بے ہوش ہیں" اور یہ کہتے ہوئے میں نے لیڈی جارجیانہ کی طرف اشارہ کیا۔

"افسوس! افسوس!" لیڈی کیلنتھ نے جوش آمیز لہجہ میں کہا "مجھے اس کا خیال ہی نہیں آیا۔ جوزف اِدھر آؤ تاکہ ہم دونوں مل کر اسے اٹھائیں۔"

ہم نے اسی طرح کیا اور اس کے بعد جلدی ہی لیڈی جارجیانہ کو بھی ہوش آنا شروع ہو گیا۔ عین اس موقعہ پر ایک شریف صورت کسان جو انہی اطراف میں کسی جگہ رہتا تھا تیز چلتا ہماری طرف آیا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کو بزور ہلاتے ہوئے کہنے لگا "میں نے سارا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ آہ میرے نوجوان دوست۔ تمہارے جیسا بہادر لڑکا آج تک میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ کم از کم میں کسی حالت میں اس طرح کے خطروں میں پڑنا منظور نہ کرتا۔" پھر لیڈی کیلنتھ کی طرف مڑ کر "بانو۔ آپ بچی اپنی زندگی کے لئے اس عالی حوصلہ لڑکے کی ممنون ہیں آپ کسی طرح اس خطرے کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔ جو اس نے آپ کی خاطر جھیلا ہے۔ عین اس وقت جب سانڈ مستی کے عالم میں اندھا دھند دوڑا آتا تھا اس لڑکے نے جان ہتھیلی پر رکھ کر اس کا مقابلہ کیا۔ نظارہ اس میں شک نہیں ہیبتناک تھا۔ تاہم میں اس کی بہادری کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سچ مچ ایسا بہادر لڑکا کبھی میرے دیکھنے میں نہیں آیا اور نہ شاید کبھی آئیگا۔"

لیڈی کیلنتھ نے پھر ایک بار میری طرف نگاہِ ممنونیت سے دیکھا اور اس وقت میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کی خوشنما آنکھوں میں شکر گذاری کے علاوہ محبت کی نرمی بھی موجود تھی۔ فی الحقیقت اگر میں اپنی مجلسی حیثیت کے اعتبار سے اس کے برابر ہوتا اور اپنا دل اس سے پہلے ہی کسی دوسری جگہ نذر نہ کر چکا ہوتا تو میں اس نگاہ کا یہی مطلب سمجھتا اور اس کو اپنی انتہائی خوش نصیبی پر محمول کرتا۔ اتنے میں لیڈی جارجیانہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی اور لیڈی کیلنتھ نے اس کو بھی سارے حالات سے مطلع کیا۔ اس اثناء میں نیکدل کاشتکار اس طرح کے پُرجوش لفظوں میں لگاتار میری تعریف کئے جاتا تھا کہ میرے رخساروں پر شرم کی سرخی پیدا ہونے لگی۔ پوری طرح ہوش میں آجانے کے بعد لیڈی جارجیانہ نے رسمی طور پر سرد لہجہ میں شکر گذاری کے چند الفاظ کہے مگر اس کے مقابلہ میں لیڈی کیلنتھ نے جو کچھ کہا وہ اس کی گہری ممنونیت کا مظہر اور سچے دل سے نکلے ہوئے گرمجوش لفظوں کی صورت میں تھا۔ کاشتکار نے خاتونوں کو لاج تک چھوڑ آنے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور کہا کہ آپ دونوں چونکہ حال کے واقعہ سے سہمی ہوئی اور کمزور ہیں اس لئے بہتر ہو کہ آپ میرے دونوں بازوؤں کا سہارا لے کر چلیں۔ لیڈی کیلنتھ نے مجھ کو بھی ساتھ چلنے کے لئے کہا اور درخواست کی کہ دفع اضمحلال کے لئے ایک گلاس شراب کا پی کر آجانا۔ مگر میں نے جواب دیا کہ مجھے ایک نہایت ضروری خط پہنچانے جانا ہے، اس لئے میں اس کام سے فارغ ہو کر ہی لاج میں آؤں گا۔ اور یہ کہہ کر میں پھر اسی کھیت میں داخل ہونے لگا تھا جس کے اندر سانڈ کا واقعہ پیش آیا تھا کہ لیڈی کیلنتھ نے جلدی سے میرا بازو پکڑ کر روکا اور کہنے لگی "نہیں جوزف۔ اس راستہ سے نہ جاؤ۔ وہ سانڈ اب بھی کھیت کے اندر پھرتا ہے اور اس کے پاس سے گذرنا صریح دیوانگی ہوگا۔ میں بمنت تم سے کہتی ہوں کہ اس راستہ سے نہ جاؤ۔"

"بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا۔ مگر اس وقت جب میں ادھر سے لوٹ کر دوسری راہ کی طرف جانے لگا تو پھر ایک بار لیڈی کیلنیتھ نے ایک عجیب طرح کی میٹھی نگاہ سے میری طرف دیکھا جو یقیناً اس کے دلی جذبات کو ظاہر کرنے والی تھی۔

اس کے بعد میں ایک اور راستہ سے اس مقام کی طرف روانہ ہوا جہاں خط پہنچانے جانا تھا اور دونوں خواتین کاشتکار کے بازوؤں کا سہارا لئے لاج کی طرف چلیں۔ ایک مرتبہ پھر لیڈی کیلنیتھ نے پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا اور میں اس کی نگاہ اور انداز سے یہ جانے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ سچی ممنونیت کی نظروں سے میری طرف دیکھتی ہے۔ میں جلدی ہی اس مقام پر جا پہنچا۔ جہاں خط لے کر جاتا تھا۔ اور چونکہ وہ جواب طلب نہ تھا اس لئے خط پہنچاتے ہی لوٹ آیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد لاج میں جا پہنچا۔ مگر میں نے پچھواڑے کے صحن میں قدم رکھا ہی تھا کہ چارلٹ مرے مجھے آتا دیکھ کر تیز چلتی شاگرد پیشہ سے نکلی اور دلی جوش کے ساتھ کہنے لگی۔

"جوزف بہادر لڑکے! آج تو نے وہ کام کیا ہے جس کا احسان میں عمر بھر نہ بھولوں گی۔ تو نے اپنی زندگی کی پروا نہ کر کے میری مالکن کو بچایا ہے۔ سچ مچ تم بڑے بہادر لڑکے ہو۔"

"چارلٹ؟" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "شجاعت اور بہادری کے دن گذر گئے۔ ورنہ شاید اس کے متعلق بھی کوئی اس طرح کی داستان مشہور ہو جاتی۔ کہ وہ سانڈ کوئی دیو ہیکل حیوان تھا اور میرے سُرخ رومال نے اپنے طلسمی اثر سے اس کو مغلوب کر دیا۔"

"اوہ جوزف تم ایک اتنے بڑے خطرہ کو کیونکر اس طرح ہنسی میں ٹال سکتے ہو؟" چارلٹ نے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم کو معلوم ہے... میرے خیال میں ضرور ہو گا۔ کہ ایک وقت ایسا تھا جب اس سانڈ کے مقابلہ میں جاتے ہوئے تمہاری

زندگی گھاس کے اس تنکے کے برابر قیمت نہ رکھتی تھی جو اس کے پیروں تلے روندا گیا۔ وہ صاحب جو خاتونوں کو چھوڑنے کے لئے آئے تھے وہ بھی ایسا کہتے تھے۔ مگر لیڈی کیلینتھ اس وقت کمرۂ نشست میں ہیں تم ان کے پاس چلو کیونکہ انہوں نے مجھ کو سخت تاکید کی تھی کہ جس وقت جوزف آئے اسے میرے پاس بھیجنا۔ ان کا خیال ہے کہ وہ اس سے پہلے پوری طرح تمہارا شکریہ نہیں ادا کر سکیں۔"

"اور لیڈی جارجیانہ ... ان کا کیا حال ہے؟" میں نے پوچھا "کیا ان کی طبیعت بحال ہوئی یا نہیں؟"

"وہ آتے ہی بیمار پڑ گئیں۔ اور مسٹر ٹائبورتھ ان کے لئے ایک ڈاکٹر کی خدمات حاصل کرنے اکسیٹر گئے ہیں۔ پہلے ان کا ارادہ بابن رابرٹ کو بھیجنے کا تھا لیکن پھر کہنے لگے کہ میں اس سے زیادہ تیز چل سکوں گا۔ لیکن تم کمرۂ نشست میں جاؤ کیونکہ لیڈی کیلینتھ نے بہت تاکید کی تھی کہ جس وقت جوزف آئے اس کو میرے کمرہ میں بھیجنا۔ بالکل دیر نہ کرنا۔"

"اور کیا تم بھی میرے ساتھ چلوگی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہ۔ میں نہ جاؤں گی۔" اس نے جواب دیا "کیونکہ بہادری کا انعام تمہیں ملتا ہے۔ بہرحال دیر نہ کرو۔ لیڈی کیلینتھ بہت نیک دل خاتون ہیں اور وہ اس فرضِ احسان کو جو اس واقعے نے ان پر ڈالا ہے شکریہ کی ادائیگی سے بہت جلد ادا کرنا چاہتی ہیں کیونکہ یہ تو مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بینک نوٹ کے انکار کے بعد وہ اب تمہاری خدمات کا نقد معاوضہ پیش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتیں۔"

"لیکن وہ شکریہ بھی تو اس سے پہلے بہت کافی ادا کر چکی ہیں۔" میں نے جواب دیا "اب اس کو دہرانے کی کیا حاجت ہے؟" اور یہ الفاظ جارلٹ سے کہہ کر

میں تعمیل ارشاد کے خیال سے اس کمرۂ نشست کی طرف چلا گیا جہاں لیڈی کیلینتھ بیٹھی تھی۔
وہ تنہا ایک صوفے پر نیم دراز کی حالت میں لیٹی ہوئی تھی۔ حال کے واقعہ پُر خوف کے بعد اس کے انداز کسلمندانہ تھے۔ میں پیشتر بیان کر چکا ہوں کہ اس کی عمر اٹھارہ برس کے قریب تھی اور اس کے خوشنما چہرہ پر اس طرح کے آثار حلاوت پائے جاتے تھے جن سے بالائی ہونٹ کے خم کا تجبر بڑی حد تک زائل ہوتا تھا۔ اس کی موٹی سیاہ آنکھیں تیز چمک رکھتی تھیں۔ گو مختلف اوقات میں وہ چمک لمبی پلکوں کی خوشنما جھالر سے کسی قدر دبی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پر زاغ کے ایسے کالے بال بھاری گچھوں کی صورت میں اس کے خوشنما ہموار شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور ان کی ایک دو لٹیں گردن کے پاس نمودار ہو کر اس کی مرمری سپیدی کو نمایاں کرتی تھی۔ اس وقت جب وہ صوفے کی پشت پر جھکی ہوئی تھی اس کا ایک خوشنما ہاتھ سر کو سہارا دیئے اور دوسرا صوفے کے سیاہ گدے پر ڈھلکا ہوا سطح آبنوس پر رکھے ہوئے سنگ مرمر کی ڈال کا نقشہ پیش کرتا تھا۔ بہ حیثیت مجموعی وہ ایک بڑی خوبصورت خاتون تھی جسے قسام ازل نے حسن ظاہر کے جملہ لوازم کے علاوہ سیرت نیک کی ساری خوبیاں عطا کی تھیں۔
میں رُکتے رُکتے اندر گیا کیونکہ اس ذرا سے واقعہ کے لئے جو کھیت میں پیش آیا تھا میں بار بار کے اظہار شکر گذاری سے گھبراتا تھا جیری نظروں میں جو کچھ ہوا وہ ایک قدرتی واقعہ تھا اور میرا خیال ہے اگر میری بجائے کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو تھوڑی سی مردانگی اور ہمت رکھتے ہوئے وہ بھی یقیناً اسی طرح کرتا۔ اس وقت کاشتکار کے وہ الفاظ میرے ذہن سے اتر چکے تھے جو اس نے ذاتی طور پر کسی حالت میں اس طرح کے خطرے میں مبتلا نہ ہونے کے بارے میں کہے تھے۔ بہرحال میرے تامل کی وجہ شکر گذاری کے الفاظ بار بار سننے کی ناپسندی کے علاوہ

یہ بھی تھی کہ ایک خفیف سا شبہہ فاصلہ پر بجتی ہوئی گھنٹی کی آواز کی طرح مدھم
اور بے معلوم میرے دل میں پیدا ہونے لگا تھا۔ اور وہ شبہہ یہ تھا کہ کھیتوں کے
پاس لیڈی کیلنتھ نے جس انداز سے میری طرف دیکھا اس میں شکر گزاری کے
علاوہ کوئی اور اثر بھی شامل تھا۔ میں نے اس شبہہ کو دل سے نکالنے کی بہت
کوشش کی تھی اور مجھے یہ سوچ کر ندامت بھی ہوئی کہ میں نے اس طرح کے خیال
کو اپنے دل میں جگہ دینے کی حرکت کی۔ تاہم میں اس خیال کو انتہائی کوشش کے
باوجود دل سے نکالنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ اور سچ پوچھئے تو یہی وجہ
تھی کہ میں نے چارلٹ کو اپنے ساتھ ایک جگہ تک آنے کے لئے کہا تھا۔ اس طرح
جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں جب اس کمرہ میں پہنچا تو پریشان اور گھبرایا ہوا
تھا اور میری حالت اس آدمی سے ملتی تھی جس سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہو۔
اور اس کو احتمال ہو کہ بلاوا سرزنش اور فہمائش کے لئے ہے۔ جب اس کے بعد
کمرہ میں داخل ہو کر میں نے لیڈی کیلنتھ کے خوشنما چہرہ کی رنگت کو جلد جلد
تبدیل ہوتے دیکھا تو میرے اضطراب میں کمی ہونے کی بجائے اور اضافہ ہو گیا۔
معلوم ہوتا تھا وہ خود بھی سخت بے چین ہے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ میرے کمرہ میں
جانے کے بعد قریباً ایک دو لحوں تک ایک لفظ بھی اس کے ہونٹوں سے نہیں نکلا۔

"جوزف" آخر کار اس نے ہلکی تھرائی ہوئی آواز سے کہنا شروع کیا اور
ایسا کرتے ہوئے ایک دفعہ میری طرف دیکھ کر جلدی سے پھر آنکھیں جھکا لیں۔ "میرے
خیال میں چارلٹ نے تم کو بتا دیا ہوگا کہ میں نے اس احسان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے
جو آج تم نے میری جان بچا کر کیا ہے تمہیں اس جگہ تک آنے کی تکلیف دی ہے۔ میرا
دل یہ کہتا ہے کہ جس قدر اظہار ممنونیت میری طرف سے واجب تھا اور جس کی
تمہارے فیاضانہ طرز عمل کے مقابلہ میں حاجت تھی میں اس سے بڑی حد تک

قاصر رہی ہوں۔"

"مگر بانو"۔ میں نے جواب دیا۔ "میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنی خدمات کا کافی صلہ مل چکا ہے آپ نے مجھ پر بڑی عنایت کی ہے ..."

"نہیں جوزف۔ عنایت کا لفظ استعمال نہ کرو۔" لیڈی کیلینتھ نے جلدی سے کہا۔ "تم نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر مجھ کو بچایا ہے۔ پھر اس میں میری عنایت کو کیا دخل؟ میری دلی آرزو یہ تھی کہ اس احسان کا صحیح بدلہ تم کو دے سکتی۔ اور چونکہ میں نقد معاوضہ پیش کر کے تمہاری توہین کرنا نہیں چاہتی اس لئے اگر کوئی ایسا ذریعہ ہو جس سے میں براہ راست یا اپنے والد لارڈ مینڈیول کی معرفت تمہارے لئے ذریعۂ امداد بن سکوں تو یقین کرو کہ مجھے ایسا کرنے سے کبھی تامل نہ ہوگا کیونکہ سچ پوچھو تو میں اپنے دل میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم حقیقت میں اس سے بہت اونچے درجے کے نوجوان ہو جس میں حالات نے تم کو رکھا ہے۔ کیا تمہاری ابتدائی زندگی اس سے بہتر حالات میں بسر نہ ہوئی تھی؟"

"ہاں بانو۔ پندرہ سال کی عمر تک" میں نے شرمائی ہوئی آواز سے کہنا شروع کیا۔ "میں نے ایک ایسے مدرسہ میں تعلیم پائی تھی جہاں شریفوں اور آسودہ حال تاجروں کے لڑکے پڑھا کرتے تھے ..."

"تو اس صورت میں جوزف کیا وجہ ہوئی کہ بعد کے حالات نے تم کو اس طرح کی ملازمت پر مجبور کیا؟ خدا کے لئے یہ خیال نہ کرو" لیڈی کیلینتھ نے اس کے ساتھ ہی جلدی سے کہا۔ "کہ میں یہ سوال محض رفع استعجاب کے لئے پوچھتی ہوں..."

"جی نہیں۔ مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کا یہ استفسار آپ کی طبعی فیاضی پر مبنی ہے اور میں اس عنایت کے لئے جو آپ میرے حال پر کر رہی ہیں تہ دل سے شکریہ عرض کرتا ہوں۔ آپ میری محسن ہیں۔ آپ نے اس وقت بھی جب ایک زمانہ

میرے برخلاف تھا میری حمایت کی۔ آپ کا وہ احسان ایسا نہیں کہ میں تا زیست اسے بھولوں اور اس پہلو سے میں بہت خوش ہوں کہ آج صبح کے واقعہ نے مجھ کو آپ کی ان سابقہ عنایات کے شکریہ کا عملی ثبوت پیش کرنے کا موقعہ دیا ہے۔"

"مگر اب جوزف!" لیڈی کیلنتھ نے جس کے رخساروں اور گردن پر سرخی پھیلنے لگی تھی کہا "اب بار احسان مجھ پر ہے۔ تم نے اس کا جسے تم میری عنایت قرار دیتے ہو اس طرح کھلے دل سے معاوضہ دیا ہے کہ میں خود عمر بھر تمہارے قرض احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتی ... لیکن اب تک تم نے میرے پہلے سوال کا جواب نہیں دیا۔ شاید اس لئے کہ عہد ماضی کا ذکر تمہارے لئے باعث تکلیف ہے کیونکہ مجھے یاد ہے تم نے اپنی یتیمی کا ذکر کیا تھا ..."

"جی یہ میرا پختہ اعتقاد ہے کہ میرے والدین مدت گذری اس دنیا سے رحلت کر چکے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنی حالت یاد کر کے میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بہر حال میں نے جلدی سے آنکھیں پونچھیں اور کہا: "دراصل بانو میری زندگی کے ابتدائی سال ایک عجیب طرح کے پردۂ راز میں چھپے ہوئے ہیں جہاں تک مجھ کو معلوم ہے ایک ماموں کے سوا اس دنیا میں اور کوئی میرا رشتہ دار نہیں۔ کم از کم وہ ایک آدمی ایسا ہے جسے مجھ سے رشتہ داری کا دعوےٰ ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ میرے والدین مدت گذری مر گئے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے مجھ کو دھوکا دینے سے کیا حاصل ہوگا۔ اور جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے نہ میں نے کبھی اپنی ماں کو دیکھا اور نہ باپ کو..."

"غریب جوزف!" لیڈی کیلنتھ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس طرح کی گہری ہمدردی سے میری طرف دیکھا کہ میرا دل اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ "لیکن اگر بچپن میں تمہاری تعلیم کا ایسا اچھا خیال رکھا گیا کیونکہ میں دیکھتی

ہوں تم بہت اچھی تعلیم و تربیت رکھتے ہو۔ تمہارا اخلاق بھی بہت اونچا ہے اور..."
"میں سمجھ گیا آپ کا اشارہ کس طرف ہے۔ غالباً آپ یہ دریافت کرنا چاہتی ہیں کہ اس طرح کے حالات میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں اس قسم کی ادنیٰ ملازمت پر مجبور ہوں۔ مگر اس کا جواب مختصر ہے۔ میں جس مدرسہ میں تعلیم پاتا تھا اسے اس کے مالک و مہتمم کی موت پر بند کر دیا گیا۔ اور چونکہ میرا کوئی دوست نہ تھا جو اس کے بعد میری خبرگیری کرتا، نیز اس لئے کہ میرے گزارہ کا روپیہ جو اسکول والوں کو ادا ہوتا تھا ایک مدت سے پیچھے پڑ چکا تھا اس لئے میں جب اس جگہ سے رخصت ہوا تو اس کے سوا کوئی صورت باقی نہ رہی کہ اپنے آپ روزی کماتا..."

"لیکن میرے خیال میں تم نے اپنے ایک ماموں کا ذکر کیا تھا" لیڈی کیلینتھ نے اب بھی اسی ہمدردی کے نرم لہجہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"آہ۔ وہ ماموں!" میرے منہ سے نکلا اور اس کے ساتھ ہی مسٹر لینوور کی خوفناک صورت بدن میں تھرتھری پیدا کرتی ہوئی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔" خدا اس سے بچائے!"

"میں سمجھ گئی۔" لیڈی کیلینتھ نے کہا۔" شاید اس نے تم پر سختیاں کیں اور تم اس کی بے رحمیوں سے تنگ آ کر گھر سے چلے آنے پر مجبور ہو گئے؟" یہ کہتے ہوئے اس کے منہ سے آہ سرد کے ساتھ وہی جملہ پھر نکلا" غریب جوزف۔"

اس کے بعد تھوڑی دیر سکوت رہا۔ اس اثنا میں وہ اضطراب و تامل کے لئے ہوئے انداز سے اس طرح میری طرف دیکھتی رہی گویا کچھ کہنا چاہتی ہے مگر کہہ نہیں سکتی۔ میری اپنی حالت چونکہ ناگوار ہونے لگی تھی اس لئے میں نے اس مہلت سے فائدہ حاصل کر کے رخصت ہونے کے خیال سے دروازہ کی طرف سرکنا شروع کیا۔

"نہ ابھی نہ جاؤ!" اس نے دفعتاً مجھ سے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے

چہرہ پر تیز سرخی پھیل گئی "۔ مجھے تم سے کئی ایک باتیں کہنی تھیں ... اور ہاں میرے اس سوال کا تم نے پھر بھی جواب نہیں دیا کہ کیا وہ تجویز جو میں نے پیش کی تھی تم کو منظور ہے؟ یعنی کیا میں اپنے والد سے کہہ کر تمہارے لئے کسی ایسی ملازمت کا انتظام کرا دوں جو تمہاری تعلیم اور قابلیت کے زیادہ حسب حال ہو۔ مثلاً کسی طرح کی سرکاری ملازمت ... "

"کیا لندن میں؟" میں نے پھر ایک بار مسٹر لیونور کی خوفناک شکل کو اپنی آنکھوں کے سامنے انتہائی بدصورتی کی حالت میں چہرہ پر شیطانی آثار لئے ہوئے پھرتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "نہیں بانو۔ میں آپ کی عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر لندن کی سرکاری ملازمت سے دیہات کی ادنیٰ نوکری میرے لئے ہزار درجہ بہتر ہے"۔

اس نے گہری توجہ سے میری طرف دیکھا۔ بظاہر وہ یہ سوچ کر حیران تھی، کہ مجھے لندن کی سکونت سے کیوں اتنی دہشت ہے۔ اس کے علاوہ شاید میری ادنیٰ شخصیت کے باقی اسرار بھی اس کے لئے باعثِ حیرت تھے۔ بہرحال اس نے اس بارے میں کوئی اور سوال نہیں پوچھا اور یہ دیکھ کر کہ گفتگو کا مضمون باعثِ تکلیف ثابت ہو رہا ہے وہ پھر چپ ہو گئی۔ ایک مرتبہ پھر میں نے آہستگی سے دروازہ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اور اس وقت وہ جو اب تک صوفے پر لیٹی ہوئی گفتگو کر رہی تھی جلدی سے اٹھ کر میری طرف آئی۔ اور میرا ہاتھ جو اس کے ہاتھ سے زیادہ کانپ رہا تھا پکڑ لیا۔

"جوزف" پھر اس نے اپنی موٹی سیاہ آنکھیں میری طرف جھکا کر اس حالت میں کہ شرم کی سرخی اس کے چہرہ پر پھیلی ہوئی تھی کہنا شروع کیا۔ "جوزف میرے لئے اپنے جذبات کو بہت عرصہ تک چھپانا اب غیر ممکن ہے۔ میں اپنی زندگی کے لئے تمہاری ممنون احسان ہوں اور اس احسان کے بدلہ میں وہ زندگی ہی تم کو پیش کرتی

ہوں۔ کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دوگے کہ آئندہ اپنی عمر کو تمہاری خدمتگزاری میں بسر کروں؟"

ایک پردہ سا میری اپنی آنکھوں کے سامنے سے ہٹتا معلوم ہوا۔ میں اس کی تقریر کا مطلب تو سمجھ گیا۔ تاہم اس کے ساتھ ہی یہ عالم میرے اضطراب کا تھا کہ بارہا مجھے اپنے صحیح الحواس ہونے پر شک ہونے لگتا تھا۔ کیا جو کچھ وہ کہتی تھی اس کا یہی مطلب ہو سکتا تھا؟ لیکن نہیں۔ یقیناً یہ میری عقل کا فتور تھا کہ میں نے ایسا سمجھا۔

"جوزف۔ پیارے جوزف۔" کیلنتھ ڈنڈاس نے بدستور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تقریر جاری رکھ کر کہا "میں اب کوئی بات چھپا کے رکھنا نہیں چاہتی اس لئے اظہار حقیقت پر مجبور ہوں۔ مجھے تم سے محبت ہے اس لمحۂ اوّل سے جب میں نے اس جگہ آنے کے بعد تم کو اس مکان کی پہاردیواری میں دیکھا ہے تم کو چاہنے پر مجبور ہو گئی۔ شروع میں مجھے تم سے ایک طرح کی دلچسپی تھی۔ اس کے بعد میری بہن کی بدنصیب سہیلی کی خوفناک دھوکا دہی کا واقعہ پیش آیا۔ اور گو حالات تمہارے برخلاف تھے اور شہادت کے بوجھ نے تم کو بے طرح دبا رکھا تھا تاہم میرا دل یہ ماننے کے لئے تیار نہ تھا کہ تم مجرم ہو یا تم مجرم ہو سکتے ہو۔ اس وقت بھی اتنی گہری ہمدردی مجھے تم سے تھی کہ جی چاہتا تھا کھلم کھلا سب کے سامنے کہہ دوں کہ جوزف اس فعل کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ دل تمہاری علانیہ حمایت پر اکساتا تھا۔ مگر حالات کی نزاکت اس سے روکتی تھی۔ اس کے بعد جب تمہاری بے گناہی ثابت ہو گئی۔ جب ان منحوس ہیروں کی چوری کا راز حل ہو گیا تو سچ جانو تمہارے اپنے دل کو اتنی خوشی نہ ہوئی ہوگی جتنی مجھ کو ہوئی۔ اپنے کمرے کی خلوت اور تنہائی میں میں اس رات پہردن خوشی کے آنسو بہاتی رہی۔ بعد ازاں جب چارلٹ نے اطلاع دی کہ وہ چھوٹا سا انعام جو میں نے اپنی طرف سے تم کو بھیجا تھا تم نے اس کے لینے سے

انکار کر دیا ہے۔ تو اس سے میرے دل کو اور بھی وہ چند مسرت ہوئی۔ کیونکہ اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ تمہاری ظاہری حیثیت خواہ کچھ ہو خیالات بہت اونچے ہیں اس وقت تمہارے اندر عالی حوصلگی اور بلند نظری پائی گئی جس نے تمہاری عزت کو میری نظروں میں کئی گنا زیادہ بڑھا دیا۔ اس کے بعد قریباً ایک مہینہ گذر گیا اور اس دوران میں وہ دلچسپی جو مجھے تم سے تھی زیادہ گہری اور وسیع ہو کر محبت کی صورت اختیار کرنے لگی۔ میں بالکل سچ کہتی ہوں کہ میں نے ان جذبات کو جو میرے سینہ میں پیدا ہو رہے تھے دبانے اور کچلنے کی بہت کوشش کی۔ میں نے چاہا کہ ان کی ہستی کو مغلوب کر دوں، مٹا دوں۔ میں نے اپنے جی کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ خیالات جو میرے سینہ میں پیدا ہوئے ہیں محض دوستی اور ہمدردی کے ہیں۔ لیکن آج ... اوہ آج یہ بات پختگی کے ساتھ میرے ذہن نشین ہو گئی ہے کہ اصل حقیقت کیا تھی۔ آج میری آنکھیں پوری طرح کھل گئی ہیں۔ اور میں نے سچائی کو اس کی حقیقی صورت میں دیکھ لیا ہے۔ شاید میں گھنٹوں یا دنوں اپنے خیالات کی چھان بین کر کے بھی اس آسانی سے آخری فیصلہ پر نہ پہنچ سکتی جس طرح صبح کے واقعہ نے مدد دے کر پہنچا دیا۔ اب جوزف۔ جو کچھ اصل حقیقت تھی وہ میں نے تم سے بیان کر دی۔ میری زندگی، میری امید، میری خوشی تم سے وابستہ ہے۔ ہم دونوں جوان ہیں اور امید کر سکتے ہیں کہ آئندہ چند سال کے عرصہ میں حالات زیادہ بہتر ہو جائیں گے لیکن اگر ایسا نہ بھی ہو تو تمہارے لئے میں ہر طرح کے ایثار اور قربانی کے لئے آمادہ ہوں۔ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت ایسی نہیں ہے جسے مجھ کو تمہاری خاطر ترک کرنے میں تامل ہو۔"

جب تک لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے کمرہ کے وسط میں کھڑی مجھ ادنیٰ اور حقیر نوکر کو، ملازمت کی پیٹی جس کی کمر میں بندھی ہوئی تھی مخاطب

کرکے اپنا حال دل اس صفائی اور وضاحت سے بیان کرنے میں مشغول رہی۔ میرے منہ سے جواب کے طور پر کوئی ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔ دوران تقریر میں ہر نئے بیان کے ساتھ اس کے خوشنما چہرہ کے آثار میں نئی تبدیلی ہوتی تھی۔ یعنی کسی وقت اس پر شرم کی سرخی پیدا ہوتی۔ اور آنکھیں نیچے جھک جاتیں اور کبھی جوش کی چمک ظاہر ہوتی اور وہ مست سیاہ آنکھیں میرے چہرہ پر جم کر رہ جاتیں۔ پھر دفعتاً اضطراب لاحق ہوتا، آواز مدھم ہو جاتی اور آنکھیں پلکوں کی سیاہ جھالر میں چھپنے کی کوشش کرتیں۔ اور اس دوران میں ناقابل بیان امنگیں میرے اپنے سینہ میں پیدا ہو رہی تھیں۔ ہر چند وہ بات جو پہلے شبہ کا درجہ رکھتی تھی اب واضح اور صاف ہو گئی تھی۔ تاہم میں اس غیر متوقع بیان کو سننے کے بعد بھی سخت حیران و سراسیمہ تھا۔ ایک طرف میرے دل کو راحت وانبساط، خوش نصیبی اور نخوت کا احساس تھا۔ اور دوسری جانب خوف و دہشت کا بھی۔ کچھ شک نہیں اس کے بیان نے میرے دماغ کو عرش معلی تک پہنچا دیا تھا تاہم اس کے ساتھ ہی میں یہ بات محسوس کرکے غم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ ایک اس طرح کا سودائے لا حاصل ہے جس کا جواب میری طرف سے کسی حالت میں نہ دیا جا سکے گا۔ اول اس لئے کہ ہماری مجلسی حالتوں میں بھاری فرق تھا اور دوم اس لئے بھی کہ میرا دل پہلے ہی انیبل کے تصور اور تصویر سے معمور تھا۔ کیونکہ وہ کتنی ہی گمراہ و پُر گناہ کیوں نہ ہو میرے لئے اس کی یاد کو دل سے نکالنا اتنا ہی غیر ممکن ہے جیسے نور آفتاب کو پردہ میں چھپانا۔ یا اس کی تمازت کو آب سرد سے کم کرنے کی کوشش کرنا۔

"جوزف؟ آخر کار لیڈی کیلنتھ نے سر سے پاؤں تک کانپتے ہوئے ناقابل بیان نرمی اور محبت کی نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر دوشیزگی کی شرم جن پر غالب تھی مجھ سے کہا: کس لئے تم خاموش ہو؟ کیوں تم میری درخواست کا جواب نہیں دیتے؟ اگر تمہارے دل میں کوئی خیال ہمارے مجلسی اختلاف کا پیدا ہوا ہو تو میں بہ منت

کہتی ہوں کہ اس کو نکال دو... نظرانداز کر دو کیونکہ اس سرزمین عشق میں شاہ وگدا ایک ہی رتبہ رکھتے ہیں... یا شاید تمہاری چپ کی وجہ یہ ہے کہ تم میری درخواست کو عورت کی شانِ حیا سے بعید تصور کرتے ہو..."

"اوہ۔ نہیں بانو۔ ایسا ہرگز نہیں ہے" میں نے حالتِ جوش میں اس بات سے لاعلم کہ میں کیا کہنے لگا ہوں یا مجھے کیا کہنا چاہیئے۔ جلدی سے کہا اور اس کے بعد فوراً یہ سوچ کر چپ ہو گیا کہ میرا یہ چند الفاظ کہنا بھی نامناسب تھا کیونکہ میں نے دیکھا حالتِ اضطراب میں میرے منہ سے نکلے ہوئے ان لفظوں کا مطلب کیلینتھ نے یہ سمجھا کہ میں اس کی نذرِ عشق قبول کرنے کو آمادہ ہوں۔

"جوزف۔ اب مجھے بانو نہ کہو۔" اس نے میرا ہاتھ انداز محبت سے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔" آج کے بعد تنہائی میں کوئی رسمی تکلف ہمارے درمیان نہ ہونا چاہیئے میں تم کو پہلے ہی جوزف کہتی ہوں۔ تم مجھے کیلینتھ کہا کرنا۔"

"مگر بانو میں یہ کہنا چاہتا تھا..."

"اوہ۔ ابھی الفاظ میرے منہ سے نکلے ہیں اور تم ان کو بھول گئے۔" اس نے اپنی میٹھی آواز میں ملامت کا ہلکا اثر پیدا کر کے کہا۔" لیکن خیر۔ مجھ کو امید ہے تم جلدی ہی عادی ہو جاؤ گے۔ بہرحال خدا کا شکر ہے تم میری طرف سے لاپروا نہیں ہو۔ امید ہے رفتہ رفتہ تم کو محبت کرنا بھی آجائے گا۔ اپنی طرف سے پیارے جوزف میں پھر یہ بات سچے دل سے کہتی ہوں کہ کبھی مجھ کو اپنے اس اقرار محبت کا افسوس نہ ہوگا اس لئے کہ یہ میرے دل کی آواز ہے............................ نیز اس لئے کہ یہ میری زندگی کا مقصد اور میری امیدوں کا سہارا ہے۔"

میں سخت پریشانی کی حالت میں تھا، حیران کہ کیا کروں کیا نہ کروں ؟ ایک لمحہ پیشتر جب اس نے مجھے روکا۔ تو میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں گو اس کے اقرار کو

اپنے لئے باعث عزت وفخر خیال کرتا ہوں۔ تاہم میرا دل اس محبت کا جواب دینے کے
ناقابل ہے۔ لیکن اب ایک مرتبہ غلط فہمی پیدا ہو جانے کے بعد میرے اندر اس کے خیالات
کی تردید کا حوصلہ باقی نہ تھا۔ میرے لئے اپنے منہ سے ایک لفظ تک اس قسم کا کہنا
جو اس کی امیدوں کو گرانے اور اس کی خوشی کو مایوسی میں تبدیل کرنے والا ہوتا غیر ممکن
ہو گیا۔ حال دل صاف صاف کہہ دینے کی خواہش رکھتے ہوئے بھی میں کچھ کہنے کے ناقابل
تھا اور جب اس کے بعد میری نگاہ اس کے خوش وخرم چہرہ کی طرف گئی جب میں نے
اس کی آنکھوں میں ایک نئی طرح کی چمک پیدا ہوتے دیکھی، جب مجھے اس کے رخساروں
پر پھول کی سرخی پیدا ہوتے دکھائی دی تو میرے لئے وہ ایک لفظ کہنا جو اس کی
مسرت کو مایوسی اور خوشی کو دل شکستگی میں بدلنے والا ہوتا جو اس کے جوش آرزو
پر سرد پانی کا کام دیتا۔ محال ونا ممکن ہو گیا۔ نہیں، میں اتنا بے رحم نہ ہو سکتا تھا۔
کہ اس خوبصورت خاتون کو منزل راحت سے قعر مایوسی میں گرانے کے جرم شدید کا
مرتکب ہوتا۔ پس کچھ ان حالات کی وجہ سے اور کچھ اپنے بڑھے ہوئے اضطراب
کی وجہ سے بھی میرے لئے کچھ کہنا عملی طور پر ناممکن تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس
نے میری خاموشی کو رضامندی اور میرے اضطراب کو جوش مسرت پر محمول کر کے
وہی نتیجہ اخذ کیا جس کی اس کا اپنا دل تحریک کر رہا تھا۔

"اب جوزف۔ پیارے جوزف۔" دفعتاً اس نے کہا "تم جاؤ۔ چارلٹ حیران
ہوتی ہوگی کہ تمہیں اتنی دیر کیوں لگی لیکن خدا کے لئے اپنی نگاہ یا حرکت سے کوئی بات
ایسی ظاہر نہ کرنا جس سے کسی کے دل میں شبہ پیدا ہو۔"

"نہیں۔ یہ ناممکن ہے!" میں نے لفظوں کی اہمیت سے بے خبر جلدی سے
کہا اور اس کے بعد لیڈی کیلنتھ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر کمرہ سے رخصت
ہو گیا۔

چونکہ مجھے اندیشہ تھا کہ اگر اس موقعہ پر چارلٹ مجھ سے ملی تو وہ میرے چہرے کے آثار سے ضرور یہ بات معلوم کر لے گی کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ اس لئے میں سیدھا اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ اور اس جگہ بیٹھ کر اس سارے واقعہ پر غور کرنے لگا۔ حیران تھا یہ خواب ہے یا حقیقت؟ کیا سچ مچ لیڈی کیلنتھ کو مجھ سے عشق ہے اور میں نے ازراہ حماقت اسے اس بات سے مطلع نہیں کیا کہ میں اس جذبۂ پاک کا جواب دینے سے قاصر ہوں۔ اس گفتگو کے دوران میں میں نے اپنی بیوقوفی جھجک اور تامل کی وجہ سے اپنا حال دل اس کے روبرو ظاہر نہ کیا تھا۔ اور گو یہ صحیح ہے کہ لیڈی کیلنتھ کی موجودگی میں ایک غیر معمولی گھبراہٹ مجھ پر طاری تھی تاہم اس کو صحیح حالات سے واقف نہ کرنے کا جو سہو مجھ سے ہوا اس کے لئے میں اپنی ذمہ داری کو نظر انداز نہ کر سکتا تھا۔ واقعہ میں میرا یہ فرض تھا کہ شروع میں ہی اسے روکتا اور جو کچھ مجھے کہنا تھا میں فوراً کہہ دیتا۔ یہ اگر میری نادانی نہیں تو اور کیا تھی کہ میں اپنی جواب دہی کے لئے دم آخر کا منتظر رہا۔ اور اس وقت اپنی اخلاقی کمزوری کی وجہ سے کوئی لفظ منہ سے نہ کہہ سکا۔ یا اگر کچھ کہا تو وہ جو اس کے دل میں یہ غلط خیال پیدا کرنے والا تھا کہ میں بھی اس کو چاہتا اور اس کی محبت کی قدر کرتا ہوں۔ اس وقت اپنے کمرہ کی تنہائی میں سارے پہلو سوچ کر میں نے اپنے آپ کو بار بار ملامت کی۔ اور اپنے ارادہ کی کمزوری کو کئی کئی طرح کوسا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا؟ اگر میں اس وقت لیڈی کیلنتھ سے مل کر اس کے روبرو اس ذکر کو از سر نو شروع کرتا۔ اور اس سے کہتا کہ پیشتر میں اپنی حماقت سے صحیح حال بیان نہ کر سکا تھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ خود اپنی نظروں میں ذلت اور شرمساری محسوس کرنے لگتی۔ جو کسی حال میں مجھ کو گوارا نہ تھا۔ نہیں میرے دل میں لیڈی کیلنتھ کی اتنی عزت تھی کہ میں اس فعل کا کسی حال میں مرتکب نہ ہو سکتا

تھا۔ اس کے باوجود کچھ نہ کچھ کرنا بھی ضروری تھا۔ اس کو مبتلائے غلط فہمی رکھنا یہ نہ صرف ایک طرح کا اخلاقی گناہ تھا بلکہ اس سے اس قسم کے نتائج پیدا ہو سکتے تھے جن کو سوچ کر بھی ڈرتا تھا۔ سخت کشمکش میں جان تھی۔ جتنا زیادہ میں اس سوال پر غور کرتا اتنی ہی پریشانی بڑھتی تھی۔ نتیجہ یہ کہ جیسا اس طرح کی حالتوں میں عموماً ہوا کرتا ہے میں اس انتہائی کوشش کے باوجود کسی آخری فیصلہ پر پہنچنے سے قاصر رہا۔

اس کے بعد کئی دن گزر گئے اور لیڈی کیلنتھ سے علیحدگی میں ملنے کا کوئی موقعہ پیش نہ آیا یعنی کوئی اس طرح کا لمبا وقفہ جس میں تبادلۂ خیالات ممکن ہوتا۔ کیونکہ ایک دو ملاقاتیں جو ہوئیں وہ محض چند لمحوں کی ہوتی تھیں۔ اس کے باوجود جب کبھی وہ تنہائی میں مجھ سے ملتی تو ضرور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر گرمجوشی سے دباتی اور گہری محبت کی نظروں سے میری طرف دیکھتی۔ ایسے موقعوں پر میرے اپنے چہرہ پر افسردگی، مایوسی اور گھبراہٹ اور پریشانی کے جو آثار پیدا ہوتے میرا خیال ہے وہ غلطی سے ان کو میرے عشق کی علامات سمجھا کرتی تھی۔ گویا یہ مغالطہ اس طرح کے عجیب حالات میں شروع ہوا تھا واقعاتِ مابعد کے اثر سے رفتہ رفتہ ترقی کرتا گیا۔ اس عرصہ میں لیڈی جارجیانہ صحت یاب ہو گئی اور مسٹر ٹائیورٹن نے نہ صرف سانڈ کے واقعہ کے بارے میں میرا شکریہ ادا کیا بلکہ فیاضی کی راہ سے آدھا پونڈ انعام بھی پیش کیا۔ گو میں نے کسی قدر ادب اور زیادہ تر استقلال کے ساتھ اس کی وصولی سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ایک اور جلسۂ دعوت منعقد ہوا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ وقت آ گیا۔ جب سابقہ انتظام کے مطابق لیڈی کیلنتھ کو نواحات لندن میں اپنے والد کے مکان پر واپس جانا تھا۔

*

باب ۲۹

افشائے عشق

صبح کا وقت تھا کہ جان رابرٹ میرے نام ایک چٹھی لے کر آیا جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ ڈاکیہ تھوڑی دیر پہلے دے گیا تھا۔ میں اور چارلٹ مرے اس وقت نوکروں کے کمرے میں بیٹھے تھے اور جب میں نے لفافہ کھول کر خط پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ چارلٹ پوری توجہ سے میری طرف دیکھ رہی ہے۔

ایک دو مرتبہ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کوئی اور تو آس پاس موجود نہیں ہے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد اس نے آخر کار دبی آواز میں مجھ سے کہا۔ "جوزف کیا تم بتا سکتے ہو یہ خط کس کی طرف سے آیا ہے؟"

"کیوں نہیں"۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ اس آدمی کا بھیجا ہوا خط ہے جسے ایک بار تم نے دیکھا تھا۔ مگر جس کی یاد شاید اب تمہارے دل سے محو ہو گئی ہو....."

"جوزف۔ یہ چھیڑ چھاڑ جانے دو۔" وہ جلدی سے قطع کلام کر کے کہنے لگی "اور بتاؤ کیا یہ خط چارلس لنٹن کا بھیجا ہوا ہے؟ میں اس کا مضمون سننا نہیں چاہتی بلکہ یہ سوال محض اس لئے پوچھتی ہوں کہ تم نے چونکہ اس کی بہت تعریف کی تھی اس لئے مجھے یہ معلوم کرنے کا شوق ہے کہ اب اس کا کیا حال ہے اور وہ کہاں ہے؟"

"اور کیوں بھلا اگر اس نے میری معرفت تمہارے اپنے لئے ایک پیغام بھیجا ہو" میں نے طنز کرتے ہوئے کہا۔ "تو کیا خفا ہو جاؤ گی؟"

"جونیت تم کس طرح کی باتیں کرتے ہو" وہ شرما کر کہنے لگی۔ "مجھے یقین ہے کہ اس نے اس خط میں میرا ذکر تک نہیں کیا۔ اگر اس کے خلاف ہو تو ثابت کرو۔"

"بہت اچھا۔ میں عنقریب ثابت کروں گا" میں نے جواب دیا۔ "خط کا مضمون جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو بہت لمبا ہے۔ میں نے اس سے پہلے خاندان ریونس ہل کے بارے میں کچھ حالات تم سے بیان کئے تھے۔ اب ان کے سلسلہ میں اس خط کی تحریر سے معلوم ہوا ہے کہ مسٹر ریونس ہل کی بیوی اور اس کے ماں باپ میں صلح ہو گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسٹر ریونس ہل کے خسر کو اب اس کے برخلاف کوئی کدورت نہیں رہی۔ لارڈ اور لیڈی ریونس ہل ابھی تک براعظم یورپ ہی میں ہیں اور مسٹر جنکنسن یعنی مسٹر ریونس ہل کے خسر نے اپنی بیٹی اور داماد کے لئے ماہوار وظیفہ مقرر کر رہا ہے۔ گو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت تک اس مطلب کے لئے روپیہ دینے کو آمادہ نہیں ہوا کہ خاندان ریونس ہل کی قرق شدہ جائداد یا اس کے جو حصے ممکن ہوں دوبارہ واپس لے لئے جائیں۔ بس یہ چارلس لنٹن کے خط کی خاص خاص خبریں ہیں۔"

"لیکن اگر اس خط میں کوئی راز کی بات نہیں ہے" چارلٹ نے کہا۔ "تو کیوں نہیں تم شروع سے آخر تک پڑھ کے سنا دیتے؟ دراصل مجھ کو بھی ریونس ہل والوں کے معاملات سے گہری دلچسپی ہے۔"

"ضرور ہوگی۔" میں نے بدستور چھیڑتے ہوئے کہا۔ "بہر حال یہ ایک فقرہ اس نے اور بھی لکھا ہے جس میں تمہارا نام درج ہے۔ یعنی مس مرے کو میرا سلام کہنا۔"

"بہت مختصر ہے۔" اس نے کسی قدر مایوس ہو کر کہا۔ جس کے بعد میں نے اس مذاق کو حد سے آگے نہ لے جانے کے خیال سے اصلی خط اس کے ہاتھ میں

دے دیا۔

خط پڑھ کر چارلٹ کے رخسارے سرخ ہو گئے۔ اور آنکھوں میں خوشی کی ایسی چمک پیدا ہوئی جس کو چھپانا غیر ممکن تھا۔ میری طرف دیکھ کر کہنے لگی: "شریر لڑکے معلوم ہو گیا تو مجھے تنگ کرنے کو ایسی باتیں کہتا تھا۔ لے دیکھ تیرے دوست نے کیا لکھا ہے"۔ "میری طرف سے مس مرے کی خدمت میں سلام عرض کرنا اور کہنا کہ میں اس سیر کی دلچسپیاں نہیں بھولا ہوں۔ جو ہم سب نے مل کر اکسیٹر میں کی تھی۔ میری طرف سے یہ بھی کہنا کہ جب وہ اپنی مالکن کے ساتھ انفیلڈ کے قریب مینڈیول ہال میں واپس آئے گی تو میں ضرور آداب بجالانے کو حاضر ہوں گا۔" اور پھر خط کو تہ کرکے "کیوں جوزف۔ کس لئے تم نے مجھے چھیڑا تھا؟"

"چارلٹ۔ میں اپنی خطا مانتا ہوں"۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن بات یہ ہے میرے دل میں یہ خیال پہلے ہی جاگزیں ہو گیا تھا کہ چارلس لنٹن کے معاملات سے ضرور تم کو دلچسپی ہے۔ اور میں اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا اب میں جس وقت اس خط کا جواب لکھوں گا تو ضرور یہ بات اس میں درج کر دوں گا کہ مس مرے آپ کا پیغام پاکر بہت خوش ہوئیں۔ اور اس کے علاوہ جو کچھ تم لکھوانا چاہو گی وہ بھی لکھ دوں گا۔"

"اچھا اگر تمہیں ضرور ہی میرا ذکر کرنا ہے"۔ چارلٹ نے شرماتے ہوئے کہا۔ "تو میری طرف سے لکھ دینا کہ مجھے اس سے مینڈی ول ہال میں مل کر بہت خوشی ہو گی۔ جیسا تم کو معلوم ہے۔ یہ محض ایک طرح کا رسمی جواب ہے۔ اس لئے تم اسے اور معنوں میں نہ سمجھنا۔"

اتنے میں لیڈی کیلینتھ کی خواب گاہ سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور چونکہ چارلٹ کو فوراً ہی اپنی مالکن کے پاس جانا پڑا اس لئے یہ گفتگو یہیں ختم

ہوگئی۔

اس کے دوسرے دن مینڈیول ہال سے بعض اور خطوط موصول ہوئے جن کے بارے میں چارلٹ کی زبانی معلوم ہوا کہ ان میں لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس کو جلد واپس آنے کے لئے لکھا گیا تھا۔ اس کے چند منٹ بعد مجھے ایک کام کے لئے کمرۂ نشست میں جانا پڑا۔ جہاں کیلنتھ اور لیڈی جارجیانہ بیٹھی تھیں کیونکہ مسٹر مانیورٹن کسی کام کے لئے باہر گئے ہوئے تھے اور اس وقت میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا کہ لیڈی کیلنتھ کا چہرہ افسردہ و اُداس نظر آتا تھا اور جب ایک بار اس نے جھُکی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا تو اس کی نگاہ سے بھی غمگینی کا اظہار ہوا۔ گو اس خیال سے کہ لیڈی جارجیانہ اس کو نہ دیکھ لے اس نے فوراً ہی دوسری طرف کو منہ پھیر لیا۔ میں جس کام کے لئے گیا تھا اسے کر کے واپس چلا آیا۔ مگر اس کے بعد جس وقت ہال سے گذر رہا تھا تو کمرۂ نشست کا دروازہ کھلنے کی آواز سُنائی دی اور لیڈی کیلنتھ باہر نکلی۔ میں نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس نے مجھے اشارہ سے روکا اور اس کے بعد دبی ہوئی آواز سے کہنے لگی "آج پونے ایک بجے مجھ کو اس کمیت کے پاس ملنا جہاں اس دن کا واقعہ پیش آیا تھا۔ میں تنہا وہاں آجاؤں گی۔ بتاؤ تم بھی آجاؤ گے؟" اور اس کے بعد سیڑھیوں پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سُن کر اس نے جلدی سے کہا "ضرور آنا میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

اس کے بعد وہ ایک طرف کو چلی گئی اور میں دوسری طرف کو رخصت ہو گیا۔ بہرحال جوش و اضطراب کا پہلا احساس جو اس واقعہ سے پیدا ہوا تھا، رفع ہونے کے بعد جب میں نے اس معاملہ پر ٹھنڈے دل سے غور کیا تو یہ سوچ کر خوشی ہوئی کہ جس ملاقات کی مجھے خواہش تھی اس کا موقعہ خود بخود پیش آگیا جیسا کہ ناظرین گویا وہ ہوگا میں نے اپنے آپ کو اس بات کے لئے سخت ملامت کی تھی کہ کیوں میں

نے اپنی اخلاقی کمزوری کی وجہ سے لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس کے روبرو اس قابلِ یاد دن کو جب اس نے کمرۂ نشست میں پہلی مرتبہ مجھ سے اظہارِ عشق کیا تھا تو اپنے دل کا حال صاف صاف اس سے نہ کہہ دیا۔ اس کے بعد کئی بار میرے جی میں خواہش ہوئی کہ اس فروگذاشت کی تلافی کسی طریقہ پر کروں۔ مگر کوئی موقعہ جو اس طرح کی گفتگو کے حسب حال ہوتا نہ ملا۔ بس اب مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ وہ موقعہ جس کی تلاش تھی خود بخود میسر آ گیا۔ اور اب میں اگلے واقعہ کی "لافی" کے طور پر جو میری کمزوری اور گھبراہٹ سے پیش آیا تھا جس طرح ممکن ہو گا اپنے دل کی ساری کیفیت تفصیل کے ساتھ اس پر واضح کر دوں گا۔ لیکن گو ایک پہلو سے مجھے اس طرح کا موقعہ ملنے کی خوشی تھی۔ تاہم اس کے ساتھ اضطراب بھی بہت تھا۔ کیونکہ جیسا سمجھا جا سکتا ہے وہ کام جو میں کرنا چاہتا تھا بہر صورت سہل نہ تھا۔ کہتے ہیں اظہارِ عشق سب سے مشکل کام ہے مگر میری حالت میں قبول عشق سے انکار اور بھی زیادہ باعثِ تکلیف و اضطراب تھا۔

چونکہ نوکروں کے کمرہ میں ان کا کھانا ایک بجے پر سا جاتا تھا اور کاموں کی ترتیب ہر حال میں بڑی باقاعدگی سے ملحوظ رکھی جاتی تھی۔ اس لئے میں یہ سوچ کر سخت حیران ہو رہا تھا کہ کس بہانہ سے وقت مقررہ پر گھر سے رخصت ہو کر کھیت کی طرف ہو جاؤں۔ اور اگر کسی کو اطلاع دیئے بغیر چلا جاؤں تو واپسی پر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی غیر حاضری کا کیا بہانہ پیش کروں؟ اسی کشمکش و پیچ میں تھا کہ ایک موقعہ جو میرے حسب حال تھا خود بخود پیش آ گیا۔ دوپہر کے تھوڑی دیر بعد کمرۂ نشست میں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ میں جب گیا تو مسٹر ٹائیورٹ نے ایک چٹھی اسی مکان پر لے جانے کے لئے دی جس کے رستہ میں مست سانڈ کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اس چٹھی کو وصول کرتے ہی میں اس مکان کی طرف روانہ ہو گیا اور اپنے جی میں

اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ خط پہنچانے کے بعد واپس آنے تک چونکہ ایک کا عمل ہو جائے گا اس لئے میں آتی دفعہ ضرور لیڈی کیلنتھ سے مل لوں گا۔ وہی سانڈ آج بھی کھیتوں میں پھر رہا تھا اس لئے میں نے اس کے پاس سے گذرنے کی حماقت نہیں کی اور ایک چکر دار راستہ سے اس مکان کی طرف ہو لیا مگر اس سے چند منٹ سے زیادہ وقت کا حرج نہیں ہوا۔ خط پہنچانے کے بعد میں جب اس مقام کی طرف واپس آ رہا تھا جہاں کھیت کے پاس لیڈی کیلنتھ سے ملاقات ہوئی تھی تو میرا دل بڑے زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ وہ ابھی اس جگہ نہ آئی تھی تاہم جب میں نے سامنے کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ فاصلہ پر تنہا چلی آ رہی ہے۔ اس وقت اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر ایک عجیب کیفیت مجھ پر طاری ہوئی۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا کہ خون میرے رخساروں اور پیشانی کی طرف اٹھ کر چہرہ کو سرخ کر رہا ہے اور کبھی دل سینہ کے اندر ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا۔ عین موقعہ امتحان پر وہی اخلاقی کمزوری جس کا میں بیشتر مرتکب ہوا تھا پھر میری طرف سے ظاہر ہونی شروع ہوئی۔ خیر جس طرح بھی ممکن تھا میں نے اپنے ہمتے ہوئے حوصلہ کو سنبھالا ایک دفعہ اس ذہنی کش مکش کے دوران میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا میرے اپنے دل میں لیڈی کیلنتھ کے لئے کوئی محبت ہے اور کیا اثرات زمانہ نے میرے اس جوش محبت کو جو عرصہ گذرا انیبل کے دیکھنے سے پیدا ہوا تھا اور جسے اب بھی میں قیمتی خزانہ کی طرح خانۂ دل میں محفوظ رکھا کرتا تھا کمزور کر دیا ہے؟ لیکن نہیں سوال کے پیدا ہوتے ہی عہد شباب کی امنگیں پھر ایک بار پوری شدت سے تازہ ہوئیں۔ انیبل کی تصویر اپنی بھولی اور معصوم صورت میں آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور میں اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ اگر وہ اب بھی اپنے دور گناہ کو ترک کرنا منظور کرے تو میں اس کی سب خطائیں بھول جانے اور اسے اپنی

کوتاہیوں کے لئے معاف کرنے کو تیار ہوں۔ فی الواقعہ اس کی تصویر ہر لحظہ میرے سینے میں بسی رہتی تھی اور میں ایک پل بھر اسے اپنے خیالات سے علیحدہ نہ کر سکتا تھا پھر دفعتاً ایک اور خیال بھی دل میں پیدا ہوا جو یہ تھا۔ کہ چند ماہ کے عرصہ میں وسط گرما کی رات پھر آئے گی اور تب اس واقعہ کو جو چارلٹن کے گرجا میں آدھی رات کے وقت پیش آیا تھا پورا ایک سال گذر جائے گا۔ جس کے بعد ۔۔۔ کیا یہ میرا وہم تھا یا حقیقت کا غیبی اشارہ، کہ ۔۔۔ پھر اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس خیال کے پیدا ہوتے ہی میری آنکھیں بے اختیار آنسوؤں سے بھیگ گئیں مگر میں نے بڑی کوشش سے ضبط کیا۔ کیونکہ یہ وقت کمزوری کے اظہار کا نہ تھا۔ لیڈی کیلینتھ ڈنڈاس اب بالکل قریب آ چکی تھی۔

میں نے اس کی طرف دیکھا وہ شرمیلے انداز سے جس میں محبت کا وہ یقین بھی شامل تھا جو ان ہی حالتوں میں پیدا ہوتا ہے جب عشق کی آگ دو طرفہ بھڑکی ہوئی ہو۔ میری طرف کو آ رہی تھی۔ جوش اور غم کے بھی کچھ آثار اس کی نگاہوں میں پائے جاتے تھے اور جب اس کے بعد اس نے پاس آ کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو میں نے معلوم کیا کہ اس کے بدن میں تھوڑی سی تھرتھراہٹ موجود تھی۔ آنکھیں چار ہوتے ہی اس کے رخساروں پر شرم کی سرخی چھا گئی۔ اور اس کی موٹی سیاہ آنکھوں میں بے تابی سے ملی ہوئی گہری محبت کی تیز چمک ظاہر ہونے لگی۔ اس نے جلدی سے چاروں طرف دیکھا اس کے بعد یہ معلوم کرکے کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں ہے پُر سکون لہجہ میں کہنے لگی۔

"جوزف۔ پیارے جوزف۔ گھر سے پے در پے چٹھیاں آنے کی وجہ سے میں اپنی روانگی کو اب زیادہ عرصہ ملتوی نہیں کر سکتی اور خیال ہے کہ کل یا پرسوں رخصت ہو جاؤں گی۔ مگر جانے سے پہلے میں ایک بار ضرور تم سے ملنا چاہتی تھی تاکہ ہم

آئندہ کے لئے کوئی تجویز سوچ کر اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر سکیں۔ آہ پیارے جوزف۔ تم نہیں جانتے ہو کہ مجھے تم سے کتنی گہری محبت ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں درخواست کرتی ہوں کہ خدا کے لئے میرے کسی فعل کو شرم سے باہر نہ سمجھنا اور نہ یہ خیال کرنا کہ میں کسی طرح معاملہ کی نزاکت کو ہاتھ سے دے رہی ہوں۔ تمہارا اس ملازمت کو بہت عرصہ تک جاری رکھنا کسی حال میں منظور نہیں۔ پس ضروری ہے کہ کوئی بہتر انتظام سوچا جائے۔۔۔"

"آہ!" میرے منہ سے دفعتاً بے اختیاری میں نکلا۔ کیونکہ اس وقت میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی۔ تو فاصلہ پر مرٹل لاج اور اس مقام کے درمیان جہاں ہم کھڑے تھے ایک درخت کی اوجھل میں کسی شخص کا چہرہ دکھائی دیا۔

لیڈی کیلنیتھ نے بھی میری نگاہ کا پیچھا کرتے ہوئے اس مقام کی طرف دیکھا اور اس کے بعد خیال کی تیزی کے ساتھ کہنے لگی: "جوزف۔ یہ جگہ اس گفتگو کو جاری رکھنے کے لئے ٹھیک نہیں۔ میں کھیت سے گذر کر اس ٹوٹی ہوئی دیوار کی طرف جاتی ہوں۔ جو سامنے دکھائی دیتی ہے۔ تم دوسری طرف سے ہو کر اس مقام پر پہنچ جانا وہاں ہم بے کھٹکے گفتگو کر سکیں گے۔"

اتنا کہہ کر وہ اس جگہ کی طرف چلدی۔ اور میں بھی اس کے چند منٹ بعد ایک چکردار راستہ سے اس کے پاس جا پہنچا۔ مگر اس طرف جاتے ہوئے گو میں نے کئی بار پیچھے مڑ کر دیکھا تاہم وہ چہرہ اس کے بعد بالکل نظر نہ آیا۔ اس جگہ کھیتوں کے آس پاس کئی پگڈنڈیاں بنی ہوئی تھیں ان میں سے بعض کھیتوں کی باڑوں کے ساتھ ساتھ گذرتی تھیں اور چونکہ یہ باڑیں خاصی اونچی تھیں اس لئے اگر کوئی شخص ان کے پاس ہو کر چلے تو وہ بہ آسانی نظر نہ آسکتا تھا۔ اس پر بھی میں بڑی احتیاط کے ساتھ چاروں طرف

دیکھتا اس مقام کی طرف گیا اور جب ٹوٹی ہوئی دیوار کے پاس پہنچا تو مجھے اس بات کا پختہ یقین تھا کہ جس شخص کا چہرہ ہم کو دکھائی دیا وہ یقیناً اس مقام سے واپس یا کسی دوسری جگہ چلا گیا ہے۔

جس جگہ دیوار تھی وہاں کسی زمانہ میں ایک جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔ لیکن بہت عرصہ گذرا وہ جھونپڑی تو آگ کی نذر ہو گئی۔ اور اب یہ ٹوٹی ہوئی دیوار اس کا واحد نشان باقی تھی۔ یہ وہ مقام تھا جہاں لیڈی کیلنتھ سے میری دوسری ملاقات ہوئی اور گو جگہ ہر طرح محفوظ تھی تاہم میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا کہ لیڈی کیلنتھ اب پہلے کی نسبت زیادہ پُرجوش اور گھبرائی ہوئی نظر آتی تھی۔ جس کی وجہ میرے خیال میں یہ تھی کہ اس پراسرار چہرہ کو دیکھنے کے بعد خواہ وہ ہماری ملاقات سے بے تعلق ہی کیوں نہ ہو اس کے اضطراب میں نمایاں اضافہ ہو چکا تھا۔

"جوزف"! اس نے متوحش نظروں سے چاروں طرف دیکھ کر اپنی بے تابی کو چھپانے کی بے سود کوشش کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "بہتر ہوتا کہ ہم پہلے ہی اس جگہ آجاتے۔ خیر میں امید کرتی ہوں کہ وہ صورت جو تم نے دیکھی تھی کسی راہ چلتے مسافر یا کاشتکار کی ہوگی لیکن وہ کیا ذکر تھا جو میں تم سے کر رہی تھی؟ ہاں یاد آگیا۔ میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ تمہارے لئے اپنی موجودہ ملازمت کو جاری رکھنا مجھ کو ناپسند ہے اور ضرور اس سے کوئی بہتر انتظام سوچا جانا چاہیئے۔ کاش میں دولت مند ہوتی۔ اس صورت میں جانو کہ میرے لئے تم کو اپنی دولت کا مساوی حصّہ دار بنانا سب سے زیادہ خوشی کا باعث ہوتا لیکن بدقسمتی سے میں اپنے باپ کی دست نگر ہوں۔ اور جب میں ان مشکلات کو دیکھتی ہوں جو ہماری محبت کی راہ میں حائل ہیں تو بارہا مجھ کو سخت مایوسی ہونے لگتی ہے۔ تاہم میں امید کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتی۔ اور یہ بات تو میں سو بار کہنے کیلئے تیار ہوں کہ وہ دل جو میں تمہاری نذر کر چکی ہوں۔ اب کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ پیارے

جوزف۔ تم بھی اقرار کرو کہ ہمیشہ مجھ سے وفاداری کروگے۔ اور اس طرح مل کر ہم دونوں بہتر ایام کا انتظار کیا کریں گے"

اتنا کہہ کے وہ سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ اس کی پریشانی دیکھ کر میرے اپنے جی کو سخت رنج ہوا۔ کیونکہ میں ایک ایسی نیک بااخلاق اور خوبصورت خاتون کو اس محبت کی وجہ سے جو اسے میری ہستی ' ناچیز سے پیدا ہو چکی تھی کسی حال میں غمزدہ دیکھنا گوارا نہ کر سکتا تھا۔ میں نے بولنے کی کوشش کی اور گو یاد نہیں میں کیا کہنا چاہتا تھا۔ تاہم الفاظ شدتِ جوش سے دب کر رہ گئے۔ بہرحال کیلنتھ نے بہتے ہوئے آنسوؤں کی دھند میں سے یہ دیکھ کر کہ میں اس گفتگو سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ یہی سمجھا کہ مجھے بھی اس سے اتنی ہی گہری محبت ہے جتنی اس کو مجھ سے تھی۔

"اوہ جوزف" اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر رُکی ہوئی آواز سے پھر ایک بار کہنا شروع کیا۔ "کیوں خدا نے مجھ کو اونچے طبقہ میں پیدا کیا جو میرے لئے اس قدر باعثِ تکلیف ثابت ہو رہا ہے؟ کاش میں بھی ایک بے زر غریب عورت ہوتی میں بھی محنت مشقت کر کے روزی کماتی۔ لیکن افسوس" اس نے جلدی ہی سنبھل کر کہنا شروع کیا "میں کتنی کمزور ثابت ہو رہی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے تم سے کہا تھا کہ ہمیں اپنے دلوں میں امید قائم رکھنی چاہیے' مگر اب میں ہی سب سے پہلے بددلی اور مایوسی کا اظہار کرنے لگی ہوں۔ افسوس میرا باپ بڑا متکبر اور مغرور ہے ورنہ میں اس کے پاؤں میں گر کر اس سے جو اپنی جان پر کھیل کر میری زندگی بچانے کا ذریعہ ثابت ہوا تھا' شادی کرنے کی خود اجازت مانگتی۔ لیکن افسوس یہ ناممکن ہے... ناممکن ہے!"

"سراسر ناممکن ہے" ایک پہچانی ہوئی آواز اس موقعہ پر کہتے سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی لیڈی کیلنتھ کے منہ سے زور کی چیخ نکلی۔ میں بھی لڑکھڑا کے پیچھے ہٹا۔

اور لیڈی جارجیانہ ٹائیورتھ اس دیوار کے پیچھے سے جہاں وہ ہماری لاعلمی میں چھپی ہوئی کھڑی تھی باہر نکل آئی۔ اس کا بدنما چہرہ غصہ سے بگڑا ہوا تھا اور اس پر سنجیدگی کی بجائے جوشِ عظیم کے شیطانی آثار پائے جاتے تھے۔ آنکھیں بھی جو معمولاً بے چمک رہا کرتی تھیں سچ مچ آگ کے شعلے نکال رہی تھیں اور اس کا لمبا استخوانی بدن سر سے پاؤں تک کانپتا نظر آتا تھا۔

اس میں شک نہیں لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس اپنی بہن کو دفعتاً سامنے آتا دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ اور یہ اس دہشت کا ہی اثر تھا کہ اس کے منہ سے تیز چیخ نکلی لیکن خوف کا یہ احساس عارضی ثابت ہوا۔ قریباً ایک لحظہ اس حالت میں رہنے کے بعد اس نے جلدی سے اوسان بحال کئے۔ اور طرفۃ العین میں اس مضبوط قوتِ ارادی سے کام لے کر جو قدرت نے اس کو ودیعت کی تھی اس طرح کے وقار آمیز لہجہ میں جس کے اندر نہ شوخی نہ بدتمیزی اور نہ آداب دوشیزگی کے خلاف کوئی اور بات تھی کہنے لگی "آپا تم اب میرے راز سے واقف ہو لیکن یہ نہ سمجھو کہ مجھے اس اقرارِ محبت کو تمہارے سامنے دہرانے میں جو میں بیشتر اس سے کر چکی ہوں جو میری جان کا محافظ ثابت ہوا تھا کسی طرح کی شرم محسوس ہوتی ہے۔ نہیں جو الفاظ میں پہلے اس سے کہہ چکی ہوں وہی اب آپ کے روبرو کہنے کے لئے تیار ہوں"۔

اس نازنین کے منہ سے یہ الفاظ ایک عجیب طرح کے لہجۂ استقلال میں نکلتے سن کر ایک لحظہ کے عرصۂ قلیل کے لئے وہ سب خیالات اور احساسات جو میرے دل میں اس نوجوان امیرزادی کے لئے جس نے اپنی پاک اور بے لوث محبت کا تحفہ اس قدر فیاضی سے مجھ ایسے بے حیثیت نوجوان کو پیش کیا تھا پیدا ہو چکے تھے جوشِ تعریف میں دب گئے۔ لیڈی جارجیانہ ٹائیورتھ اس بیان کو سن کر حیرت زدہ ہو گئی۔ اور دو قدم پیچھے ہٹ کر اپنی بہن کو اس طرح کھلے ہوئے منہ اور پھٹی ہوئی آنکھوں سے

دیکھنے لگی۔ گویا اسے اپنی قوتِ باصرہ اور سامعہ پر شبہہ ہونے لگا تھا۔

"ہاں" لیڈی کیلنتھ نے اس وقفۂ حیرت سے فائدہ اٹھا کر تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا: "یہ کہتے ہوئے مجھ کو نہ کسی کا ڈر اور نہ شرم ہے کہ میں جوزف ولمٹ کو چاہتی ۔۔ جان و دل سے چاہتی ہوں۔ اور اس کے روبرو اقرارِ محبت بھی کر چکی ہوں۔ ہرچند میری عمر چھوٹی ہے تاہم میں کوئی اس طرح کی بیوقوف طالب علم لڑکی نہیں ہوں۔ جو بلا سوچے سمجھے حالتِ جوش میں کوئی فعل کرکے فوراً ہی اس پر پشیمان ہونا شروع کر دے۔ نہیں، اس سے میری محبت دائمی اور حقیقی ہے۔ میں ہمیشہ کے لئے اس کی پرستار بن چکی اور مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا جب ہم مل کر راحت و آرام کی زندگی بسر کر سکیں گے۔"

میں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ لیڈی جارجیانہ کو سنا کے مجھ سے کہا جاتا ہے اور یہ تقریر جس کا ہر لفظ سچی شرافت اور گہری محبت میں ڈوبا ہوا تھا اس پیمانِ وفا کی تمہید ہے جو ہم دونوں میں باندھا جائے گا۔ حیران و ششدر میں اس کے منہ کو تک رہا تھا۔ حیرت درجہ اول میں اس کے استقلال پر اور اس سے زیادہ اس کے عظیم ایثار پر تھی جسے مجھ ناچیز کی محبت کی خاطر دنیا کی اور کسی چیز کی پروا باقی نہ تھی۔ میرا دل بے اختیار اس عالی قدر خاتون کے لئے تعریف محسوس کرتا تھا جو درجہ اوسط کے امرا کے برخلاف ایسی نیک، اتنی بے غرض اور اس قدر فیاض تھی۔ صرف ایک بار لیڈی جارجیانہ نے اس طرح کا پرجوش اشارہ کیا گویا کیلنتھ کو چپ کرا کے آپ کچھ کہنا چاہتی ہے۔ مگر شدتِ جوش سے کوئی لفظ اس کے منہ سے نہ نکل سکا۔

"آپا۔ صرف چند الفاظ میں اس سلسلہ میں اور کہنا چاہتی ہوں۔" نوجوان حسینہ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں کہتی کہ آپ اس معاملہ کا حال والد سے چھپائیں یا انہیں اس کی اطلاع نہ دیں۔ کیونکہ مجھ کو پورا یقین ہے کہ

آپ ضرور ایسا کریں گی۔ آپ اسے اپنا فرض خیال کرتی ہیں اور ممکن ہے دنیاوی آداب کے لحاظ سے آپ کا یہ خیال صحیح ہو۔ پس جب میں اپنے مکان کو واپس جاؤں گی تو اطمینان رکھئے کہ باپ کے غصہ، ماں کی ملامت اور بہن بھائیوں کے طعن و تشنیع کے لئے تیار ہو کے جاؤں گی۔ مگر ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی یہ ایک تسلی ضرور میرے دل کو حاصل ہوگی کہ اس محبت کو جو میرے سینہ میں جاگزیں ہو چکی ہے نہ ماں باپ کی حکومت جڑ سے اکھاڑ سکتی ہے نہ بہن بھائیوں کی سختی، نہ ہمجولیوں کا مذاق، نہ کسی کی نفرت، یہ میرے دل کی حالت ہے اور میں امید کرتی ہوں کہ آپ اس سے پوری طرح واقف ہوگئی ہوں گی۔ صرف ایک درخواست ہے جو میں آپ سے کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ میری وجہ سے غریب جوزف کو کچھ نہ کہئے گا۔ کیونکہ اس نے میری طرح آپ کی بھی جان بچائی تھی۔ وقت نازک میں وہ ہم دونوں کا محافظ ثابت ہوا تھا۔ آپ شائد اس حقیقت کو بھول جائیں مگر میں نہیں بھول سکتی۔ کہ اس نے وہ کام کیا جو ایک مرد بالغ کی نظروں میں بھی محال و غیر ممکن تھا۔ اس کے علاوہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اظہار محبت کے اس معاملہ میں بھی ابتدا میری طرف سے ہوئی ہے۔ جوزف اگر چاہتا بھی تو شاید اپنے جذبات کو ظاہر نہ کرتا...“

”کیلنتھ!“ لیڈی جارجیانہ نے اب بڑی مشکل سے اپنے غصہ کو دبا کر کہنا شروع کیا۔ ”جو کچھ مجھے تم سے کہنا ہے وہ علیحدگی میں کہوں گی۔ یہ وقت اس گفتگو کو طول دینے کا نہیں ہے۔“

”میں اس رعایت کو منظور کرتی ہوں۔“ کیلنتھ نے جواب دیا۔

”ٹھہرو ــ ایک بات اور بھی۔“ لیڈی جارجیانہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ ”اگر اس واقعہ کی نسبت دوسرے نوکروں کو کچھ کہنے کا موقعہ ملا، تو قصور میرا نہیں، جوزف کا ہوگا۔“

"اطمینان رکھئے جوزف کبھی ایسا نہ کرے گا۔ ناممکن ہے کہ وہ کوئی ایسا لفظ منہ سے نکالے جو میری بدنامی کا موجب ہو۔"

اور یہ کہتے ہوئے لیڈی کیلنتھ نے اس طرح فاتحانہ نظروں سے دیکھا گویا وہ میرے اخلاق کی بلندی کا ذکر کرکے خوش تھی۔ اور اس کے بعد دفعتًہ "بس جوزف۔ اب جاؤ" اور یہ کہہ کر اس نے پیار کی میٹھی نظروں سے میری طرف دیکھا اور جب میں رخصت ہونے کے لئے مڑا تو ایک ہلکا خوشگوار تبسّم اس کے دُرِ دنداں کو نمودار کرتا ہوا باریک ہونٹوں پر پیدا ہو گیا۔

مرٹل لاج کی طرف واپس جاتے ہوئے جو کیفیت میرے دل کی تھی اس کا حال طاقتِ بیان سے باہر ہے۔ اپنی فکر مجھے بالکل نہ تھی۔ یہ خیال کہ اس واقعہ کے بعد غالبًا مجھ کو فورًا نیک چلنی کی سند تک دیئے بغیر ملازمت سے علیٰحدہ کر دیا جائے گا، یا تو میرے دل میں پیدا ہی نہیں ہوا، یا اگر ہوا تو قرار نہ پا سکا۔ کیونکہ میرے خیالات تمامتر اس عالی خاندان فیاض خاتون کی عالی حوصلگی پر لگے ہوئے تھے۔ جس نے اس کڑی آزمائش میں اپنے آپ کو نسوانی کمزوریوں سے بالاتر ثابت کرکے اتنی بے خوفی اور مستقل مزاجی کا ثبوت دیا تھا۔ رحم و تعریف کے ملے ہوئے جذبات اس کے لئے میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے۔ لیکن آہ۔ وہ کیا الفاظ تھے جو اس نے ماں باپ کے غصّہ اور ملامت اور بہن بھائیوں کے طعن و تشنیع کے بارے میں کہے تھے۔ کس طرح سچے دل سے نکلی ہوئی آواز میں اس نے کہا تھا کہ ان ساری حالتوں میں یہ تسلّی ضرور اس کے دل کو حاصل ہوگی کہ اس محبت کو جو اس کے سینہ میں جاگزیں ہو چکی ہے نہ والدین کی حکومت جڑ سے اکھاڑ سکتی ہے نہ بہن بھائیوں کی سختی، نہ ہمجولیوں کا مذاق اور نہ کسی کی نفرت۔ یہ ساری باتیں اس نے مجھ سے، ایک بے زر بے حقیقت نوکر سے اپنی سچی محبت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے کہی تھیں۔ جس کے بعد وہ رہا سہا موقعہ بھی جو میرے لئے

اس کی بے پایاں محبت کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے باقی تھا۔ بالکل ہاتھ سے نکل گیا میں اس حقیقت کو کہ میرا دل پہلے ہی ایک اور کو دیا جا چکا ہے۔ ظاہر نہ کر سکا اور وہ۔۔ غم نصیب خاتون اب تک اس غلط فہمی میں مبتلا تھی کہ میں اس کو اتنا ہی چاہتا ہوں جتنا وہ مجھے۔ افسوس اب کیا کیا جائے؟ کس طریقہ پر حالِ دل اس کے روبرو ظاہر ہو۔ کیا ایک خط میں سارا حال لکھ کے بھیج دوں؟۔۔ لیکن نہیں، یہ ناممکن تھا کہ میں قلم کی ایک حرکت سے اس کی تسکین کے واحد سرمایہ کو تلف کر دوں جس کی موجودہ حالت میں والدین کی ناراضگی اور بہن بھائیوں کی نفرت کے موقعہ پہ اس کو سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ میرے لئے اس بے رحمی، اس عظیم اخلاقی گناہ، اس جرم شدید کا مرتکب ہونا غیر ممکن تھا۔ فی الحال اس کو ہمت و استقلال کی ضرورت تھی اور میں اس حوصلہ شکن تحریر کے ذریعہ سے اسے ان چیزوں سے محروم نہ کرنا چاہتا تھا۔

لاج میں پہنچا تو خوش قسمتی سے کوئی دوسرا آدمی لاکروں کے کمرہ میں موجود نہ تھا۔ دیں میرا کھانا ایک طرف ڈھک کے رکھا ہوا تھا۔ اور گو واقعات حال کے بعد مجھے کھانے کی رغبت بالکل نہ تھی تاہم کمرہ کی تنہائی سے ضرور خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ اس حالت میں میرے لئے اپنے جذبات پر قابو پانے اور ضبط کرنے کی مہلت پانا ممکن تھا۔ میری خواہش تھی کہ چارلٹ اور دوسرے نوکروں کے سامنے آنے سے پیشتر میں اپنے چہرہ سے آثار اضطراب رفع کر سکوں۔ خیر تھوڑی دیر اس جگہ بیٹھنے کے بعد میں نے وہ کام جو معمولاً میرے سپرد ہوا کرتا تھا غیر معمولی سرگرمی سے کرنا شروع کر دیا۔ تاکہ کسی نوکر سے گفتگو کا موقعہ پیش نہ آئے۔ گویہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ میں اس وقت سخت جوش کی حالت میں تھا اور اگر کوئی چھوٹا سا واقعہ بھی پیش آتا تو میری ذہنی کیفیت ظاہر ہوئے بغیر نہ رہتی۔ اس کے گھنٹہ بھر بعد کیلینتھ اور لیڈی جارجیانہ

لاج میں واپس آ گئیں۔ جس سے میں نے اندازہ کیا کہ میرے چلے آنے کے بعد یقینی طور پر اُن میں بہت کچھ تکرار ہوئی ہوگی۔ اور اب یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ صورت جو پہلی مرتبہ مجھ کو درخت کی اوجھل میں نظر آئی تھی لیڈی جارجیانہ ٹائیورٹن ہی کی ہوگی۔ شاید کوئی شبہ پہلے ہی اس کے دل میں جاگزیں ہو چکا تھا اور جب اس کے بعد کیلنتھ مجھ سے ملنے کو تنہا روانہ ہوئی تھی تو وہ حقیقتِ حال معلوم کرنے اس کے پیچھے پیچھے ہولی۔ پھر جب اس کو چھپا ہوا دیکھنے کے بعد ہم دونوں مختلف راستوں سے ٹوٹی ہوئی دیوار کی طرف گئے تو اس کے شبہہ کو اور تقویت ہوئی۔ اور وہ خود بھی اس طرف روانہ ہو گئی۔ چونکہ وہ گرد و نواح کے حالات سے پوری طرح واقف تھی اس لئے کسی اور راستہ سے دیوار کی پشت پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ اور اس جگہ چھُپ کر اس نے ساری تقریر جو غم نصیب کیلنتھ نے میرے روبرو کی تھی، سُن لی۔

خیر تو جیسا میں نے پیشتر لکھا ہے لاج میں واپس آنے کے بعد لیڈی کیلنتھ اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اور لیڈی جارجیانہ کمرۂ نشست میں مسٹر ٹائیورٹن کے پاس گئی۔ اس کے آدھا گھنٹہ بعد گھنٹی بجنے کی آواز سُنائی دی اور گو میں جانتا تھا کہ یہ بلاوا میرے ہی لئے ہوگا۔ تاہم اندر نہ جانے کا بہانہ پیدا کرنے کے لئے میں کسی اور کام میں مشغول ہو گیا۔ اس لئے میری عدم موجودگی میں گھنٹی کی آواز سُن کر جان رابرٹ بیٹھک میں گیا اس کے چند لمحے بعد میں جب ہودی خانہ میں داخل ہوا تو اس نے مجھ سے کہا۔ جاؤ تمہیں کمرۂ نشست میں یاد کیا جاتا ہے۔ بہرحال اس نے کوئی ایسی بات نہ کہی جس سے پایا جاتا کہ اس کو کسی اہم واقعہ کے پیش آنے کا حال معلوم ہے۔ یا کوئی اس طرح کا واقعہ حقیقتاً پیش آیا ہے۔ تاہم میں جب کمرہ مذکور کی طرف گیا۔ تو سخت ذہنی اضطراب کی حالت میں تھا۔ کیونکہ مجھ کو یقین تھا کہ لیڈی جارجیانہ کے کہنے سے مسٹر ٹائیورٹن ضرور مجھ کو لعنت ملامت کرنا شروع کریں گے کہ کیوں میں نے لیڈی کیلنتھ جیسی خاتون سے اظہار عشق کی

جرأت کی۔ میری بڑی خواہش یہ تھی کہ اس عالی حوصلہ خاتون کا تھوڑا سا استقلال اس موقعہ پر میرے اندر بھی پیدا ہو جائے مگر افسوس یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ اور میں جب کمرۂ نشست کی طرف گیا تو دل بڑے زور سے دھک دھک کرتا تھا۔ دروازہ کھولا تو مسٹر تائیورتن دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے آگ کے پاس کھڑے تھے اور لیڈی جارجیانہ جیسا اس کا معمول تھا، سرد مہری اور سنجیدگی کے آثار چہرے پر لئے گردن اُٹھائے میز کے پاس بیٹھی تھی۔

"جوزف،" مسٹر تائیورتن نے اس طرح سرد لہجہ میں جس کے اندر سختی کا اثر بھی شامل تھا کہنا شروع کیا۔ "میں ایک ضروری کام کے لئے اکسیٹر جاتا ہوں۔ اور میری خواہش ہے کہ تم بھی ساتھ چلو۔ وہاں کچھ کام ہے جو میں تمہارے سپرد کر دوں گا اس لئے جتنا جلد ممکن ہو میرے ساتھ چلنے کو تیار رہو جاؤ۔"

اسی قدر مسٹر تائیورتن نے کہا اور لیڈی جارجیانہ بالکل خاموش بیٹھی رہی میں جو اپنے دل میں سخت دہشت زدہ ہو رہا تھا اس آسانی سے چھٹکارا پا کر بہت خوش ہوا۔ اور اپنے کمرہ میں جا کے اتوار کی بہترین وردی پہن لی۔ تاہم میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ مسٹر تائیورتن کا صحیح ارادہ کیا ہے؟ کیا وہ اس ذریعہ سے مجھ کو گھر میں بدمزگی پیدا کئے بغیر باہر بھیج دینا چاہتا ہے؟

غور کرنے سے یہی خیال اغلب معلوم ہوا۔ اور یہ سوچ کر کہ شاید مجھے اس جگہ واپس آنے کا پھر موقعہ نہ ملے، میں نے اپنا سارا سامان جو میرے کمرہ میں بکھرا ہوا رکھا تھا، صندوق میں ڈال کر بند کر دیا تاکہ میرے بعد اس کی روانگی میں سہولت ہو۔

سیڑھیوں سے جس وقت اتر رہا تھا تو جی کو اس خیال سے بے تابی تھی، کہ شاید لیڈی کیلنتو جس کا کمرہ راستہ میں پڑتا تھا، میری رخصت کا حال جانتے

ہوئے پھر ایک بار مجھ سے ملنے یا مجھے کچھ کہنے کی کوشش کرے۔ اور واقعہ میں اسی طرح ہوا۔ میں جس وقت وہاں سے گذر رہا تھا۔ تو دفعتاً اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ بغیر کسی قسم کی آواز پیدا کئے باہر نکلی۔ اس وقت اس کا چہرہ انتہا درجے زرد تھا۔ مگر اس حالت میں بھی اس پر رنج و استقلال کے ساتھ ملے ہوئے گہری محبت کے آثار نمودار تھے۔

جلدی سے میرے گلے میں باہیں ڈال کر اس نے مجھے اپنی طرف کھینچا اور اپنی چھاتی سے مجھے لپٹا لیا۔ پھر منہ اور رخسار کو پے در پے بوسے دے کر دبی ہوئی پر جوش آواز سے کہنے لگی۔

"میرے نام ڈاک خانہ انفیلڈ کی معرفت خط لکھنا"

اس کے بعد جلدی سے پیچھے ہٹ کر وہ پھر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور دروازہ بند کر لیا۔

یہ سارا واقعہ اس سے بہت کم عرصہ میں ہوا۔ جتنا اس کی تحریر میں صرف ہوا ہے۔ اور گو میں ایک طرح پر اس کے لئے پہلے سے تیار تھا۔ تاہم جب وہ ظہور میں آیا تو کچھ اس طرح کا گہرا اضطراب مجھے لاحق ہو گیا تھا کہ ایک لفظ تک میرے منہ سے نہ نکل سکا۔ اس کے رخصتی بوسہ کی حرارت اور نمی اپنے ہونٹوں پر محسوس کرتا ہوا، سینہ پر ناقابل بیان جوش لئے ہوئے میں دوڑ کر سیڑھیوں سے اترا اور اس وقت پھر ایک مرتبہ میں نے یہ بات محسوس کی کہ جو کچھ ہوا، ہرچند وہ میری خواہش اور منشا کے خلاف تھا، تاہم اینبل کے حق میں وہ بے وفائی کا درجہ رکھتا تھا۔ پھر ایک بار میں نے اپنے آپ کو کمزوریٔ اخلاق کے لئے ملامت کرنی شروع کی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ کئی موقعے یکے بعد دیگرے پیش آئے اور ہاتھ سے نکل گئے۔ اور مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ لیڈی کیلنتھ کو اس حقیقت سے آگاہ کرتا کہ میرا دل کسی اور

کی نذر ہو چکا ہے اور وہ اب کسی طرح بھی تمہارا نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد جب میں کمرۂ نشست میں پہنچا تو مسٹر ٹا یور ٹن نے جو پہلے سے تیار کھڑے تھے مجھے ساتھ چلنے کو کہا مگر لیڈی جارجیانہ کے منہ سے پھر بھی کوئی لفظ نہ نکلا۔ اور اس طرح مجھ کو نہ تو اس کے لفظوں سے اور نہ چہرہ کے آثار سے یہ معلوم کرنے کا موقعہ ملا کہ مرٹل لاج سے میری یہ رخصت عارضی ہے یا دائمی؟ جبری ہے یا مصلحتی؟ اور کیا مجھے پھر یہاں واپس آنا ہے یا نہیں؟

ایک لمحہ بعد مسٹر ٹا یورٹن مجھے ساتھ لئے صدر دروازہ سے نکلے اور گو بات میرے منہ میں تھی اور میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ اگر آپ مجھ کو ہمیشہ کے لئے رخصت کر رہے ہیں تو جانے سے پہلے چارلٹ مرے اور دوسرے نوکروں کو الوداع تو کہہ لینے دیجئے مگر جب ایک بار انہوں نے یہ معلوم کرنے کو کہ میں ساتھ ساتھ آتا ہوں یا نہیں، پیچھے مڑ کر دیکھا تو کچھ اس طرح کی سختی مجھے ان کے چہرہ پر دکھائی دی کہ مجھ کو یہ چند الفاظ کہنے کی بھی جرأت نہ ہو سکی۔

ہم جب باغ سے ہو کر سڑک پر پہنچے تو ایک گاڑی اکسیٹر جانے والی اس طرف سے گذر رہی تھی۔ مسٹر ٹا یورٹن نے اشارہ سے اسے روکا اور اکسیٹر تک کرایہ ادا کر کے خود اس کے اندر بیٹھ گئے۔ اور میں باہر کوچوان کے پاس جا بیٹھا۔ اکسیٹر پہنچ کر وہ مجھے اس سرائے کے ایک کمرہ میں جہاں گاڑیاں ٹھہرا کرتی تھیں لے گئے اور اس کے بعد منشائے دلی کا اظہار شروع کیا۔

"جوزف" انہوں نے پہلے کی طرح اس قسم کی سرد نظروں سے دیکھ کر جن میں سختی کی آمیزش بھی تھی، کہنا شروع کیا "میں تم کو لعنت ملامت کرنے یا برا بھلا کہنے میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ تمہیں خود محسوس کرنا لازم تھا کہ جن ارادوں کو تم نے اپنے دل میں جگہ دی ہے وہ کبھی پورے نہیں ہو سکتے۔ نیز یہ کہ اس دریافت

کے بعد میرے لئے تم کو ایک پل بھر اپنی ملازمت میں رکھنا غیر ممکن ہے۔ غالباً تم اپنے دل میں پہلے ہی سمجھ گئے ہو گے کہ میں کس مطلب کے لئے تمہیں یہاں تک لایا ہوں؟"

"جی ہاں" میں نے جواب دیا۔ گو میں نے اس بات کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ جن ارادوں کا حوالہ آپ نے دیا ہے وہ نہ کبھی میرے دل میں پیدا ہوئے نہ میں نے ان کو پورا کرنے کی خواہش کی۔ بات یہ ہے کہ میں مسٹر ٹائیورٹن کی معرفت لیڈی کیلنتھ کی وہ خوفناک غلط فہمی رفع کرنا چاہتا تھا۔ جس میں میری اخلاقی کمزوری نے اس کو مبتلا کر رکھا تھا۔ اس کے علاوہ چونکہ اس نے اپنا مفصل پتہ مجھ کو دے دیا تھا اس لئے میرا ارادہ یہ تھا کہ چند دن کے عرصہ میں اس کے مینڈیول ہال میں پہنچ جانے کے بعد میں ایک مفصل خط اس کے نام لکھوں گا۔ اور اس میں سارے حالات تحریر کر دوں گا۔

"بے شک" مسٹر ٹائیورٹن نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے دل میں اس بات کا شبہ پیدا ہو جانا قدرتی تھا کہ کیوں میں تم کو دفعتاً لاج سے باہر لاتا ہوں۔ اور اب جوزف۔ میں اس بارے میں زیادہ تلقین کرنا نہیں چاہتا۔ کہ جو امیدیں تم نے اپنے دل میں پیدا کی ہیں تمہارے لئے ان کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ مجھ کو معلوم ہے اگر تم نے اپنی طفلانہ خود پسندی یا جوش کی سرمستی میں پھر کبھی لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس سے جو کل اپنے والد کے مکان پر چلی جائے گی، ملنے یا اس سے خط و کتابت کرنے کی جرأت کی تو اس کے والد لارڈ مینڈیول تمہیں اس سے باز رکھنے یا شاید اس طرح کی گستاخی کا مزا چکھانے کا بہتر انتظام کر لیں گے تمہاری حال کی خدمات کو پیش نظر رکھ کر میں نے جہاں تک ممکن تھا تم سے نرمی کا سلوک کیا ہے۔ چنانچہ تمہارے لئے نیک چلنی کی ایک سند تیار کر دی ہے۔ جس سے تم

آئندہ کام لے سکتے ہو۔ اور میں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تلاش ملازمت کے سلسلے میں کبھی کوئی صاحب تمہاری نسبت مجھ سے کوئی بات دریافت کریں گے تو میں ان کو تسلی بخش جواب لکھ دوں گا۔ یہ سب کچھ میں نے تمہارے لئے کیا ہے۔ مگر اپنی طرف سے ایک شرط میں بھی عائد کرنا چاہتا ہوں جو یہ ہے کہ تم فوراً آج ہی رات یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ اور آئندہ کبھی کسی بہانہ سے مرٹل لاج میں یا اس کے قریب آنے کی جرأت نہ کرو۔ میں تم سے اس بات کی بھی امید کرتا ہوں کہ تم کوئی ایسی بات نہ کہو گے جس سے لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس کے نام پہ حرف آئے ۔۔۔"

"جی نہیں، یہ ناممکن ہے" میں نے جلدی سے کہا۔ "آپ اطمینان رکھیں، کہ میں کسی حال میں ایسی کمینہ حرکت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔"

"میرا اپنا خیال یہی تھا" مسٹر ٹائیورٹن نے پہلے کی نسبت ذرا کم سرد مہری کے ساتھ کہا۔ "لیکن چونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ باقی نوکر ضرور تم سے دفعتاً لاج سے رخصت ہو جانے کے بارے میں سوالات پوچھیں گے۔ اس لئے وہ ترکیب کرنی چاہیئے جس سے ان کے روبرو آنے اور جواب دینے کی حاجت ہی نہ ہو۔ پس میں چاہتا ہوں کہ تم اب لاج میں واپس نہ جاؤ۔ تمہارے رخصت ہو جانے کے بارے میں نوکروں سے کوئی ایسا بہانہ کر دوں گا۔ جس سے کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے گا کہ تم کسی ایسے فعل کی وجہ سے جو تمہاری نیک چلنی پہ حرف لانے والا ہو، ملازمت سے علیحدہ ہوئے ہو۔ تمہارا صندوق آج شام تک تمہارے پاس بھیج دیا جائے گا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ میں اس کو لاج میں پہنچتے ہی روانہ کر دوں گا۔ یہ بھی میرا ارادہ ہے کہ تم جس جگہ جانا چاہو وہاں تک کا کرایہ میں اپنے پاس سے ادا کر دوں گا۔ تمہاری واجب الادا تنخواہ کوڑی پیسہ سے بے باق کر دی جائے گی۔ اور تمہاری اس فوری روانگی کے سلسلہ میں میں ایک مہینہ کی زائد تنخواہ بھی ادا کر دوں گا۔ لیکن امر دریافت طلب

یہ ہے کہ اب تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ تاکہ میں رات کی گاڑی میں تمہارے لئے وہاں تک کی نشست کا بندوبست کردوں۔"

"صاحب مجھے اس کی بالکل پروا نہیں ہے کہ اب کہاں جانا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "میرے لئے سبھی مقام برابر ہیں۔ کیونکہ میرا اس دنیا میں نہ کوئی دوست ہے نہ رشتہ دار...."

فقرہ ناتمام ہی رہ گیا۔ کیونکہ میرے لئے اپنی یتیمی اور بے بسی کا احساس بدرجہ غایت سوہانِ روح ثابت ہو رہا تھا۔ الفاظ کہتے ہوئے ایسا معلوم ہوا گویا کوئی چیز میرے گلے میں اٹکی جاتی ہے۔

"تو خیر۔ اس کا فیصلہ بھی میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔" مسٹر ٹائیورٹن نے کہا۔ "میں رات کی گاڑی میں کسی دور افتادہ مقام تک تمہاری نشست کا انتظام کردوں گا۔"

"لیکن مہربانی سے اس کا خیال رکھئے کہ میں لندن جانا نہیں چاہتا۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ "لندن مجھ کو.... ناپسند ہے۔"

"بہتر ہے۔ لندن نہ سہی۔ اور اب یہ لو اپنی تنخواہ۔ اور یہ نیک چلنی کی سند۔ گاڑی رات کے نو بجے اسی سرائے سے چلتی ہے اور میں جاتے ہی تمہارا بکس یہاں بھجوا دوں گا۔ الوداع جوزف۔ خدا تم کو ترقی دے!"

اس کے بعد وہ رخصت ہو گیا۔ اور میں تھوڑی دیر وہیں بیٹھا حالات پیش آمدہ پر غور کرتا رہا۔ دو باتوں کا میرے دل کو سب سے زیادہ رنج تھا۔ ایک کیلامنتھ کے بے نتیجہ عشق کا۔ اور دوسرے اس کو وقت پر مطلع نہ کرنے کے معاملہ میں اپنے ارادہ کی کمزوری اور موجودہ بے بسی اور محتاجی کا۔ مگر اس کے ساتھ ہی بعض باتیں میرے لئے حوصلہ افزا بھی تھیں۔ ایک یہ کہ میرے پاس فوری اخراجات کے لئے کافی روپیہ

موجود تھا۔ دوسرے نیک چلنی کی دو اچھی سندات میرے پاس تھیں، ایک لارڈ روینس ہل کے دار و غہ اور دوسری مسٹر ٹائیورٹن کی۔

اتنے میں پانچ بج گئے تھے اور ابھی سے اندھیرا چھانے لگا تھا۔ دل گرفتگی کی وجہ سے اکسیٹر کے بازاروں کی سیر کی خواہش بالکل نہ تھی۔ اور چونکہ صبح کا بھوکا تھا اس لئے چائے پینے بیٹھے کمرے میں چلا گیا۔ اس وقت مالک سرائے نے بیان کیا کہ کہ مسٹر ٹائیورٹن چونکہ اس کمرہ کا جس میں ہماری گفتگو ہوئی تھی ایک دن کا کرایہ ادا کر گئے ہیں۔ اس لئے تم اگر چاہو تو روانگی کے وقت تک وہیں ٹھہر سکتے ہو۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ میرے کھانے اور چائے کا خرچ بھی خود ہی ادا کر چکے ہیں اپنے جی میں یہ بات اچھی طرح سمجھتا تھا کہ یہ سب فیاضی (اور ٹائیورٹن والوں کے نقطۂ نگاہ سے فضول خرچی) محض اس لئے ہے کہ میرے لئے موقوفی کی تکلیف تا حدامکان کم ہو جائے۔ نیز مجھ کو اس طریقہ پر لیڈی کیلنیتھ کے بارے میں چپ رہنے پر آمادہ کیا جا سکے۔ حالانکہ میں کسی حال میں ایسی کمینہ حرکت کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ بہر حال اس سے ظاہر ہو گیا کہ مسٹر ٹائیورٹن کے دل میں خیالات اور جذبات کی بلندی کو سمجھنے کی مطلق گنجائش نہ تھی۔

چائے پینے کے بعد جب میں اس دفتر میں گیا جہاں سے گاڑی چھوٹا کرتی تھی تو معلوم ہوا کہ مسٹر ٹائیورٹن میرے لئے گاڑی کے اندر ایک نشست مخصوص کرا کے سالسبری تک کا کرایہ ادا کر گئے ہیں جس کا فاصلہ یہاں سے بانوے میل کے قریب تھا۔ لیکن... گاڑی کے اندر! اس واقعہ نے اور بھی زیادہ فیصلہ کن ثبوت اس بات کا مہیا کر دیا کہ مسٹر ٹائیورٹن نے ان ذریعوں سے میری خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ مجھے ان کے بغیر بھی کوئی کدورت نہ تھی۔
بہر حال ان کو دہشت تھی کہ ایسا نہ ہو میری دشمنی یا عداوت کی وجہ سے اس

خاندان کی عزت پر حرف آئے جس سے ان کا تعلق از روئے شادی قائم تھا۔
اس کے تھوڑا عرصہ بعد میرا صندوق ایک چھکڑے پر لد کر آ گیا۔ میں نے اپنے سارے
کپڑے نکال کر پہن لئے اور وردی کا پارسل بنا کر پاس ہی ایک دفتر میں پہنچا دیا
جہاں سے ایک گاڑی ہر روز مرٹل لاج کے پاس سے گزرا کرتی تھی۔ اس میں شک
نہیں مسز ہاتھورن نے وردی کی واپسی کے لئے کوئی تقاضا نہ کیا تھا تاہم میں اسے
اپنا فرض تصور کرتا تھا۔

اس رات ۹ بجے کی گاڑی پر سوار ہو کر میں سالسبری روانہ ہو گیا۔

پہلی جلد ختم ہوئی

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں ؟

جوزف ولمٹ کا کیا ہوا ؟

لیڈی کیلنتھ کی محبت کا کیا حشر ہوا ؟

کیا انیبل، جوزف ولمٹ کے دا ہمے کے مطابق اسی سال کے اندر اندر وسط گرما کی رات تک مرگئی ؟

کیا ماموں لینوور، جوزف کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکا ؟

ٹامس ٹیڈی اور ماموں لینوور میں کیا رشتہ تھا ؟

یہ اور اس قسم کے سینکڑوں سوالات کے جواب آپ جاننے کے خواہشمند ہوں گے چنانچہ اگر آپ ان تمام سوالوں کے مفصل جواب چاہتے ہیں تو گردشِ آفاق کا اگلا حصہ ملاحظہ فرمائیں۔ اگلے حصہ کی دلچسپیاں آپ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں گی۔ آپ ایک صفحہ پڑھنے کے بعد پوری کتاب ختم کئے بغیر چین نہیں لیں گے اگلے حصہ میں واقعات کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ پڑھتے پڑھتے آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ کتاب کے ہر نئے باب میں آپ کو زندگی کا ایک نیا موڑ ملے گا۔ اور حادثات زندگی کا ایک نیا تجربہ۔

گردشِ آفاق کا اگلا حصہ قیمت صرف چھ روپے۔ علاوہ محصول ڈاک

منشی تیرتھ رام فیروز پوری کے ترجمہ شدہ جاسوسی ناول

جو ہندوستان و پاکستان میں یکساں طور پر مقبول ہیں

مطلبی دنیا	۴/-	دغا کا پتلا	۳/-	دیوتا کی آنکھ	۴/۸
پیلا ہیرا	۳/۸	شاہی خزانہ	۳/۸	خونی شیطان	۴/۸
کارنامہ ہائے آرسین لوپن	۳/-	نقلی نواب	۳/۸	سرفروش	۴/-
مصری جادوگر	۴/-	مقدس جوتا	۳/-	سرائے والی	۳/۸
مہر خاموشی	۳/۸	خونی دلہن	۳/۸	فرشتۂ انتقام	۳/۸
خونی چکر	۴/-	اسیر بلا	۳/-	میری تقدیر	۴/۸
انمول ہیرا	۲/-	تہ خانہ کا راز	۳/۸	زہر ہلاہل	۴/-
زہری بان	۳/۸	مجرم	۳/-	دست قضا	۳/۸
انقلاب زندگی	۳/۸	ملتا	۳/۸	انجام ہوس	۴/-
سراب زندگی	۳/۸	بحرفنا	۴/۸	بڑا بھائی	۵/۴
انصاف	۲/۸	خوفناک جزیرہ	۳/۸	وادیٔ خوف	۴/-
لعل شب چراغ	۳/-	کالی نقاب	۳/۸	لنگڑا جاسوس	۲/-
تلاش اکسیر	۳/۸	ویران محل	۳/۸	تلافیٔ گناہ	۳/۸
کرنی کا پھل	۴/-	قاتل کی بیٹی	۴/-	سلطنت کی واپسی	۴/۸
آزادی	۳/-	سانپ کی چوری	۳/۸	حور ظلمات	زیر طبع
خنجر بیداد	۴/-	شامت اعمال	۴/-	منزلِ مقصود	زیر طبع

نرائن دت سہگل اینڈ سنز۔ چوک فتحپوری ۔ دہلی